کتاب العقائد سے کتاب الرضاع تک
۶۸۰ فتاویٰ کا مستند ذخیرہ

فتاویٰ فقیہ ملت

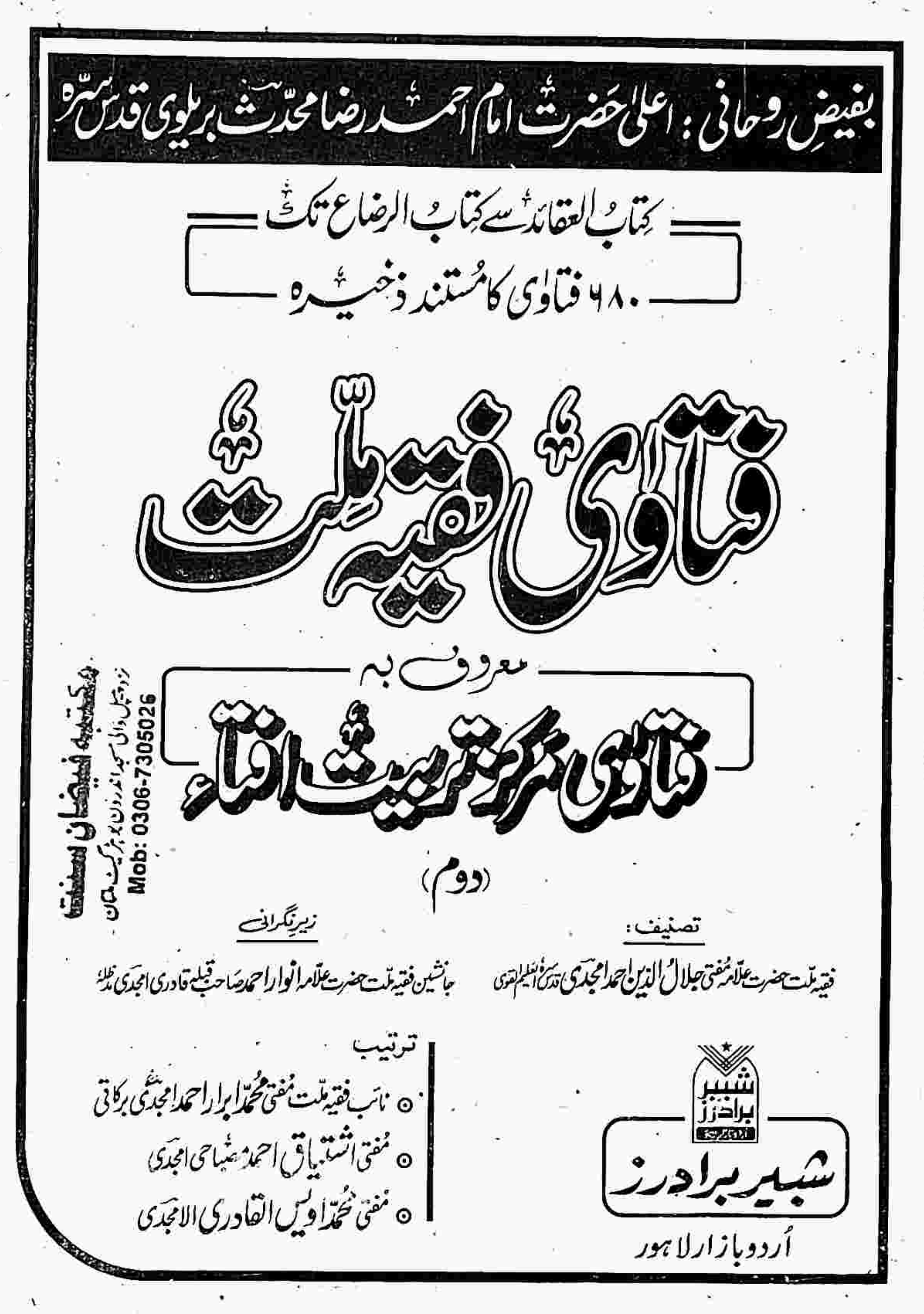
معروف بہ

فتاویٰ مرکز تربیت افتاء

جلد ۲

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ العلیم القوی





بفیضِ روحانی: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

کتاب العقائد سے کتاب الرضاع تک

۶۸۰ فتاویٰ کا مستند ذخیرہ

فتاویٰ فقیہ ملت

معروف بہ

فتاویٰ مرکز تربیت افتاء

(دوم)

تصنیف:

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ العلیم القوی

زیر نگرانی

جانشین فقیہ ملت حضرت علامہ انوار احمد صاحب قبلہ قادری امجدی مدظلہ

ترتیب

- نائب فقیہ ملت مفتی محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
- مفتی اشتیاق احمد مصباحی امجدی
- مفتی محمد اویس القادری الامجدی

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

اظہار تشکر

فتاویٰ فقیہ ملت کی فراہمی میں معاونت پر ہم محترم جناب غلام اویس قرنی قادری رضوی ناظم اعلیٰ **ادارہ معارف نعمانیہ** و **رضوی فاؤنڈیشن پاکستان** کے مشکور ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں مزید خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) بجاہ نبی الرؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نام کتاب : فتاویٰ فقیہ ملت معروف بہ فتاویٰ مرکز تربیت افتاء (دوم)

تصنیف : استاذ الفقہاء فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ العلیم القوی

زیر نگرانی : جانشین فقیہ ملت حضرت علامہ انوار احمد صاحب قادری امجدی سربراہ اعلیٰ مرکز تربیت افتاء' اوجھا گنج' بستی

ترتیب : نائب فقیہ ملت مفتی محمد ابرار احمد امجدی برکاتی' مفتی اشتیاق احمد مصباحی امجدی' مفتی محمد اویس القادری الامجدی

تصحیح کتابت : مولانا شاہ عالم قادری' مولانا اسرار احمد مصباحی' مولانا نیاز احمد مصباحی' مولانا ارشد رضا مصباحی' مولانا شمس الدین علیمی

کمپوزنگ : علی رضا مصباحی' غلام حسن مصباحی

کل صفحات : ۴۷۲

کل مسائل : ۶۶۲

سن طباعت باراوّل : ۲۰۰۵ء

مطبع : اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

طابع : شبیر برادرز لاہور

قیمت :

ملنے کے پتے

☆ **ادارہ پیغام القرآن** زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور

☆ **مکتبہ اشرفیہ** مریدکے (ضلع شیخوپورہ)

☆ **ضیاء القرآن پبلی کیشنز** لاہور/کراچی

☆ **مکتبہ غوثیہ ہول سیل** سبزی منڈی کراچی

☆ **احمد بک کارپوریشن** کمیٹی چوک راولپنڈی

☆ **مکتبہ ضیائیہ** بوہڑ بازار راولپنڈی

☆ **اقراء بک سیلر** امین پور بازار فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۂ تحسین

مفکر اسلام جانشین شعیب الاولیاء حضرت علامہ غلام عبد القادر صاحب قبلہ علوی دامت برکاتہم

انبیاء کرام کی آمد کا مقصد اپنی نبوت و رسالت کا انسانوں سے اقرار کرانا اور ان کی حیات ظاہری کو طہارت و نظافت کا آئینہ دار بنانا تھا۔ پاکیزگی و طہارت کا دار و مدار حلال و حرام کے درمیان خط امتیاز کھینچنے پر ہے۔ لہذا فرائض نبوت کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ان کے ذہن و فکر میں جائز و ناجائز، حرام و حلال، مباحات وغیر مباحات کو نہایت شرح و بسط سے واضح کرنا تھا۔ جس کے لئے صحابہ کرام کے محفلیں و مجلسیں بارگاہ رسالت مآب میں ہوتی تھیں۔

اور آپ سے اکتساب علم کرنے کے بعد عوام الناس میں اسے دوامی شہرت دینے کی ذمہ داریاں انہیں پاکیزہ شخصیات پر تھیں تو جماعت صحابہ نے اپنی بھرپور ایمانی توانائیوں سے اسے عروج و شہرت کی انتہا تک پہونچا دیا اور یہ سلسلہ تابعین کرام، تبع تابعین کرام سے چلتا ہوا آج تک پہونچا۔ انہیں جماعت میں کچھ ایسے بھی بالغ نظر، بیدار مغز، بیدار شعور و فکر اصحاب بھی پیدا ہوئے جنہوں نے احادیث نبویہ کے سربستہ رموز و اسرار کی عقدہ کشائی کی اور بساط علم پر فقاہت کے ایسے ایسے انمول جواہر پارے دنیا کی نگاہوں کے سامنے پیش کئے جس سے عوام الناس نابلد و ناآشنا تھے۔

امتداد زمانہ اور گردش حالات نے نوع بنوع مسائل فقہ کو جنم دیا ان ابھرے ہوئے مسائل کو فقیہان اسلام نے اپنی قوت اجتہاد، صالح فکر و شعور کو بروئے کار لاکر تسلی بخش و قابل اطمینان جواب مرحمت فرمایا جس سے عالم اسلام میں پھیلی ہوئی دینی اضطرابی و بےچینی معدوم ہوتی گئی، مگر قیامت تک گردش ایام بےشمار مسائل کو جنم دیتے رہیں گے۔

لہذا ارباب فقہ و فقاہت کی ضرورت کا احساس اور ان کی موجودگی لازم حیات کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لئے جب تک اسلامی و دینی مزاج رکھنے والے افراد بقید حیات اس دار فانی میں رہیں گے فقہی معلومات سے استفادہ ناگزیر رہے گا کہ اتقاء و پرہیزگاری قربت و خشیت خداوندی و خوشنودئ رسول گرامی بغیر اس کے امر محال اور سراب کے تعاقب میں دوڑنے کے مترادف وہم معنی ہے۔ نیز سماجی و معاشرتی و عائلی و خاندانی اچھائیوں کو آشکارا کرنے کا واحد ذریعہ بھی ہے۔

ہر دور میں فقہی خدمات کے حوالے سے علماء اہل سنت کی باوقار تاریخ رہی ہے۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اور آپ کے تلامذہ وخلفاء خصوصاً صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ کی فقہی خدمات اس باب میں نا قابل فراموش ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ''فتاوی رضویہ'' کی بارہ ضخیم مجلدات اور حضرت صدر الشریعہ کی ''بہار شریعت'' کی سترہ جلدیں صاحبان افتاء کے لئے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہیں شخصیتوں سے علمی، فکری وروحانی وابستگی رکھنے والی شخصیت حضرت علامہ الحاج فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے جن کی ذات تدریس، تبلیغ و تصنیف خصوصاً اپنے معیاری وتحقیقی فتاوی کی بنیاد پر بین الاقوامی شہرت کی حامل ہے۔

دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف میں تقریباً چالیس سال تک بانی دار العلوم شیخ المشائخ شعیب الاولیاء حضرت الشاہ محمد یار علی قدس سرہ کی حیات میں اور ان کے وصال کے بعد پر خلوص خدمات کی زریں تاریخ ہے۔ جس دیانتداری اخلاص ولگن کے ساتھ آپ نے فیض الرسول میں تدریس وافتاء کے فرائض انجام دیئے وہ بلا شبہ قابل تعریف وتحسین تو ہیں ہی بلکہ لائق تقلید ہیں جس پہ فتاوی فیض الرسول کی دو ضخیم جلدیں شاہد عدل ہیں۔

آپ نے فیض الرسول میں اپنی ذمہ داریاں ڈیوٹی سمجھ کر نہیں بلکہ ''خدمت دین'' سمجھ کر انجام دیں۔ بلاشبہ ان کے اسی اخلاص نے خود انہیں اور ان کی خدمات کو آفاقی شہرت وعزت سے ہمکنار کر دیا ہے۔ افتاء سے ان کے بیحد لگاؤ اور تعلق کا نتیجہ ہے کہ آپ نے اپنے وطن اوجھا گنج میں ''مرکز تربیت افتاء'' قائم کیا ہے۔ اور اپنی علالت کے سبب براؤں شریف سے آنے کے بعد عمر کے آخری چار پانچ برس آپ نے بنفس نفیس اس کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور قوم کو قیمتی لعل وگہر دیئے۔ ان کی چھوڑی یادگار کی ذمہ داریاں آپ کے صاحبزادۂ بلند اقبال فاضل جلیل مولانا انوار احمد صاحب امجدی وفاضل گرامی مولانا مفتی ابرار احمد امجدی نہایت حسن و خوبی اور مستعدی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ اسی کے ذیلی ادارہ ''فقیہ ملت اکیڈمی'' کی نگرانی میں زیر نظر ''فتاوی فقیہ ملت'' حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے علمی وفقہی فیضان سے امت مسلمہ کو فیضیاب کرنے کی ایک ٹھوس وصحت مند، تعمیری کوشش ہے۔ جس کے لئے شہزادگان فقیہ ملت ''مرکز تربیت افتاء'' جماعت اہل سنت کی طرف سے بجا طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔

غلام عبد القادر علوی

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول

ناظم اعلیٰ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف، ضلع سدھارتھ نگر (نزیل لکھنؤ)

۶/صفر المظفر ۱۴۲۵ھ　۲۸/مارچ ۲۰۰۴ء

فتاوٰی فقیہ ملت

صاحب تصانیف کثیرہ استاذ الفقہا فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ العلیم القوی ونائب فقیہ ملت حضرت مفتی محمد ابرار احمد صاحب قبلہ امجدی مہتمم اعلی مرکز تربیت افتاء اوجھا گنج ضلع بستی کے علاوہ اور بھی جن تلامذۂ فقیہ ملت قدس سرہ کے فتاوٰی اس جلد میں شامل ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) حضرت مولانا خورشید احمد مصباحی امجدی مفتی دار العلوم غریب نواز، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر

(۲) حضرت مولانا اظہار احمد نظامی امجدی، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر

(۳) حضرت مولانا عبد الحی قادری امجدی، منگرہا ضلع بستی

(۴) حضرت مولانا محمد حنیف قادری امجدی مفتی دار العلوم وارثیہ فرید العلوم، شاردا نگر، کانپور

(۵) حضرت مولانا سمیر الدین مصباحی امجدی، بہادر پور مدنا پور مغربی بنگال

(۶) حضرت مولانا وفاء المصطفی صاحب امجدی مفتی دار العلوم ضیاء الاسلام، ہوڑہ کلکتہ

(۷) حضرت مولانا اشتیاق احمد مصباحی امجدی صدر المدرسین دار العلوم جماعتیہ طاہر العلوم چھتر پور، ایم۔ پی

(۸) حضرت مولانا عبد الحمید مصباحی امجدی مدرسہ غوثیہ رضویہ چندر پور (مہاراشٹر)

(۹) حضرت مولانا محمد اویس القادری امجدی مفتی دار العلوم جماعتیہ طاہر العلوم چھتر پور، ایم۔ پی

(۱۰) حضرت مولانا محمد شبیر مصباحی امجدی مفتی دار العلوم رضائے مصطفی رائچور کرناٹک

(۱۱) حضرت مولانا سلامت حسین نوری امجدی، اُرما، دھنباد، (جھارکھنڈ)

(۱۲) حضرت مولانا محمد غیاث الدین مصباحی مفتی دار العلوم محبوب یزدانی بسکھاری، امبیڈکر نگر

(۱۳) حضرت مولانا حبیب اللہ مصباحی امجدی مفتی جامعہ امداد العلوم قصبہ کراری کوشانبی، الہ آباد (یوپی)

(۱۴) حضرت مولانا ہارون رشید قادری امجدی مفتی دار العلوم انوار مصطفٰی رضا، دھرول (گجرات)

(۱۵) حضرت مولانا عبد المقتدر مصباحی امجدی دار العلوم اشرف العلوم ڈیوہاری، بستی (یوپی)

(۱۶) حضرت مولانا عبد القادر رضوی امجدی، مفتی دار العلوم فیضان اشفاق، ناگور (راجستھان)

(١٧) حضرت مولانا محمد رضی الدین احمد قادری امجدی استاذ دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم اوجھا گنج بستی

(١٨) حضرت مولانا محمد عماد الدین قادری امجدی دار العلوم ندائے حق جلال پور فیض آباد

(١٩) حضرت مولانا ابرار احمد اعظمی مفتی دار العلوم ندائے حق جلال پور فیض آباد

(٢٠) حضرت مولانا محمد عالم امجدی صاحب مصباحی مفتی دار العلوم گلشن بغداد گریڈیہہ (بہار)

(٢١) حضرت مولانا محمد نعمان رضا برکاتی مفتی تاج المدارس موتی جھیرہ سنبل پور (اڑیسہ)

(٢٢) حضرت مولانا محمد اسلم قادری امجدی مفتی دار العلوم رضویہ دساواں، بستی

(٢٣) حضرت مولانا محمد نعیم نظامی مدرسہ بحر العلوم خلیل آباد، بستی

(٢٤) حضرت مولانا محمد رئیس القادری مفتی دار العلوم سید حسام الدین کھیدرتنا گیری

(٢٥) حضرت مولانا محمد شاہد رضا نوری مفتی دار العلوم عثمانیہ افضل المدارس ملدہ ضلع بلرام پور

(٢٦) حضرت مولانا محمد مفید عالم مصباحی مفتی دار العلوم حنفیہ خواجہ پور، جون پور

(٢٧) حضرت مولانا محمد شاہد علی مصباحی مفتی دار العلوم فیضان اشفاق، ناگور (راجستھان)

(٢٨) حضرت مولانا شبیر احمد مصباحی عثمانیہ افضل المدارس بلرام پور

(٢٩) حضرت مولانا برکت علی مصباحی دار العلوم غریب نواز ڈومریاگنج، سدھارتھ نگر

فہرست مضامین فتاویٰ فقیہ ملت جلد دوم

فہرست مضامین	صفحہ

باب فی الطلاق قبل الدخول

غیر مدخولہ کی طلاق کا بیان

باب الکنایہ

کنایہ کا بیان

باب النفقہ

نفقہ (خرچ) کا بیان

کتاب الایمان والنذور

قسم اور نذر کا بیان

فہرست مضامین	صفحہ

فہرست مضامین	صفحہ

کتاب الشرکۃ

شرکت کا بیان

کتاب الوقف

وقف کا بیان

باب فی المسجد

مسجد کا بیان

فہرست مضامین | صفحہ

باب فی المقبرة

قبرستان کا بیان

كتاب البيوع

خرید وفروخت کا بیان

فہرست مضامین

فہرست مضامین	صفحہ

باب الاکل و الشرب

کھانے پینے کا بیان

باب العلم والتعلیم

علم اور تعلیم کا بیان

فہرست مضامین — صفحہ

کتاب الرھن

رہن کا بیان

کتاب الوصایا

وصیت کا بیان

کتاب الفرائض

وراثت کا بیان

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

مسئلہ:- از: شہاب الدین، موہکیا، اماری بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے لئے طلاق نامہ لکھا اس میں اپنی بیوی کی بجائے اس کی بہن کا نام لکھا اور زبان سے کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو اس کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید نے اگرچہ طلاق نامہ میں اپنی بیوی کی بہن کا نام لکھ دیا لیکن جب کہ وہ اپنی زبان سے کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو اس کی بیوی پر طلاق پڑ گئی۔ عدت گذارنے کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ شعبان المعظم ۱۹ھ

مسئلہ:- از: شاکر علی، مرونیا، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ نیاز احمد نے اپنی مدخولہ بیوی کے متعلق ہندی میں دو طلاق لکھوا کر ایک شخص کے سپرد کیا۔ پھر اس کاغذ پر نیاز احمد کی اجازت کے بغیر ایک آدمی نے اپنی طبیعت سے ایک طلاق اور بڑھا کر تین طلاق کر دیا تو اس صورت میں نیاز احمد کی بیوی پر کتنی طلاق پڑی؟ نیاز احمد اپنی بیوی کو پھر رکھنا چاہتا ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں نیاز احمد کی بیوی پر دو طلاق رجعی واقع ہوئی۔ یعنی عدت کے اندر نیاز احمد اگر کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجعت کر لی یا اس سے میاں بیوی جیسا برتاؤ کر لے تو وہ حسب سابق اس کی بیوی رہے گی نکاح کی حاجت نہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ." (پ۲ ع ۱۳) اور اگر عدت گذر گئی ہو تو عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ رشعبان المعظم ۲۱ھ

مسئلہ:- از: ریاض احمد قادری عزیزی، بہادر پور بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ اقبال احمد نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں یہ تحریر لکھی میں کہ اقبال احمد بن حافظ محمد بشیر مرحوم ساکن کھر گو پور بازار ضلع گونڈہ میں نے اپنی منکوحہ امجد یہ خاتون بنت علی احمد ساکن بہادر پور بازار ضلع بستی کو ہوش وحواس کی درستگی کے ساتھ تین طلاقیں دے دیا اور جہیز کے سارے سامان واپس کر دیئے اور مہر کی رقم مبلغ پانچ ہزار پینتیس روپئے ادا کر دیا اور یہ تحریر لکھ دیا تا کہ وقت ضرورت پر کام آئے۔ سوال یہ ہے کہ مذکورہ تحریر سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوئی اور اقبال احمد اسے رکھنا چاہے تو کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں اقبال احمد کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اب بغیر حلالہ اقبال احمد اسے نہیں رکھ سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ بِاِحۡسَانٍ. فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ." (پ۲ع۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت کسی سنی سے نکاح صحیح کرے عدت گذر جانے کے بعد اور یہ دوسرا شوہر اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ طلاق دیدے یا مر جائے تو دوبارہ عدت گذار کر اقبال احمد سے نکاح کر سکتی ہے اس کے پہلے ہرگز نہیں کر سکتی۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دیدی تو حلالہ صحیح نہ ہوگا اور اس صورت میں وہ اقبال احمد سے ہرگز نکاح نہیں کر سکے گی۔ کمافی حدیث العسیلہ۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: لعل محمد، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ آمنہ خاتون نے اللہ کی قسم کھا کر بیان کیا کہ میرے شوہر نے شراب کے نشہ کی حالت میں چار پانچ بار مجھ کو طلاق دی۔ اگر میرا یہ بیان جھوٹا ہو تو غازی میاں کوڑھی اور اندھا کر دیں۔ یہ واقعہ چار سال پہلے کا ہے۔ سوال یہ ہے کیا آمنہ پر طلاق پڑ گئی اور وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

الجواب:- اگر آمنہ کا بیان صحیح ہے تو اس پر طلاق مغلظہ پڑ گئی۔ بعد عدت وہ کسی دوسرے سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیر جلد اول صفحہ ۳۳۱ میں ہے: "طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ هو مذهب اصحابنا رحمهم الله تعالیٰ كذا في المحیط." یعنی اگر کسی نے شراب یا نبیذ کے نشہ کی حالت میں طلاق دی تو ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک طلاق پڑ جائے گی۔ ایسا ہی محیط میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ر محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: عبداللہ، نگر بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید شراب پیتا ہے اور اپنی بیوی کو مارتا پیٹتا ہے تو بیوی کے چند رشتہ داروں نے زید سے طلاق کا مطالبہ کیا اس نے کہا ہم طلاق نہیں دیں گے تو مار پیٹ کر ایک سادہ کاغذ پر دستخط کرایا۔ اور اس پر بیوی کی طرف سے زید کو طلاق دینا لکھا گیا۔ زید کا بیان ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی ہے۔ صرف مار کے خوف سے سادہ کاغذ پر دستخط کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر اکراہ شرعی پایا گیا یعنی زید کو کسی عضو کے کاٹے جانے یا ضرب شدید کا صحیح اندیشہ ہوگیا تھا اور اس صورت میں اس نے سادہ کاغذ پر یہ جانتے ہوئے دستخط کر دیا کہ اس پر ہماری طرف سے طلاق لکھی جائے گی لیکن اس نے نہ طلاق کی نیت کی اور نہ زبان سے طلاق دی تو وہ واقع نہیں ہوئی۔ اور اکراہ شرعی کے بغیر سادہ کاغذ پر دستخط کر دیا یہ جانتے ہوئے کہ اس پر ہماری طرف سے ہماری بیوی کو طلاق لکھی جائے گی تو اس صورت میں طلاق پڑ گئی۔ فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول صفحہ ۴۴۱ میں ہے: "رجل اکرہ بالضرب و الحبس علی ان یکتب طلاق امرأتہ فلانۃ بنت فلان فکتب امرأتہ فلانۃ بنت فلان طالق لا تطلق امرأتہ لان الکتابۃ اقیمت مقام العبارۃ باعتبار الحاجۃ و لاحاجۃ ھھنا." اور کنز الدقائق میں ہے: "یقع طلاق کل زوج عاقل بالغ و لو مکرھا." بحرالرائق میں ہے: "قولہ و لو مکرھا ای و لو کان الزوج مکرھا علی انشاء الطلاق لفظاً. و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ / ذوالحجہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: انعام علی خاں، بھدرک، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک تعلیم یافتہ انسان ہے جو کہ سرکاری نوکری بھی کرتا ہے زید کا چچا زید پر بڑا مہربان ہے اس طرح سے کہ زید کو نوکری بھی چچا نے دلوایا شادی کرایا گویا کہ ماں باپ سے زیادہ مہربان ہیں۔ زید کی شادی چند سال پہلے ہندہ سے ہوئی تھی جب زید اپنے تعطیل کے ایام گذارنے کے لئے اپنے سسرال کو جانے لگا تو اس وقت زید کے چچا کی چھوٹی لڑکی بضد ہوکر زید کے سسرال گئی یہ لڑکی وہاں جاکر زید کے سالے کے ساتھ عشق بازی کرنے لگی نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی نے اپنی مرضی سے زید کے سالے کے ساتھ نکاح کیا۔ اس نکاح سے زید کے چچا اور تمام گھرانے والے ناراض تھے۔

زید، چچا اور تمام گھرانے والے کی بے انتہاء کوشش کے باوجود لڑکی کو واپس نہ لا پائے۔ اس کوشش میں طرفین کی بے عزتی بھی ہوئی۔ اب انتقام لینے کے لئے زید کے چچا نے محرر سے یک طلاق نامہ لکھوایا اور زید کو دستخط کرنے کو کہا زید اپنے مہربان چچا کی بات کو ٹال نہ سکا اور دستخط کر دیا۔ اس طلاق نامہ پر دستخط کرنے کے بعد زید اپنی بیوی ہندہ کو گھر پھر لے آیا اور ازدواجی زندگی

گذارنے لگا۔ جس طلاق نامہ پر زید نے دستخط کیا اس میں تحریر تھی۔ ''میں جان بوجھ کر صحیح عقل سے سوچ سمجھ کر بغیر زبردستی کے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق طلاق طلاق دیا اور آئندہ کے لئے میرا ہندہ پر اور ہندہ کا مجھ پر کوئی حق باقی نہ رہا۔''

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید پر شریعت کا کونسا حکم نافذ ہوتا ہے بحوالۂ کتب جواب عنایت کریں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- مکروفریب کچہری میں چل سکتا ہے۔ شریعت مطہرہ میں ہرگز نہیں چلے گا۔ سوال سے ظاہر ہے کہ زید کو تحریر کا وہ حصہ نہیں دکھایا گیا جہاں اس کی بیوی کے متعلق طلاق کے الفاظ درج تھے۔ اور نہ خود اس نے طلاق کے جملے دیکھے اور نہ اسے بتایا گیا کہ یہ تمہاری بیوی کے متعلق طلاق نامہ ہے اور نہ زید نے طلاق نامہ سمجھ کر اس پر دستخط کئے تو اس کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوئی۔ لہذا اگر صورت یہی ہے تو زید دستخط کرنے کے بعد اپنی بیوی ہندہ کو پھر اپنے گھر لاکر ازدواجی زندگی گذار رہا ہے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کبتہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹؍رجب المرجب ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: اقبال احمد، گائے گھاٹ، بستی

اقبال احمد بن محمد رضا مرحوم ساکن گائے گھاٹ بازار ضلع بستی نے میرے اور چند نمازی مسلمانوں کے سامنے اوجھا گنج کی جامع مسجد کی منبر پر ہاتھ رکھ کر یوں بیان دیا کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے یا تو یہ کہا ہے کہ لاؤ کاغذ میں ابھی طلاق دیتا ہوں اور یا تو یہ کہا ہے کہ میں طلاق دے سکتا ہوں اور یا تو یہ کہا ہے کہ میں طلاق دیدوں گا۔ پس اگر میرا یہ بیان جھوٹا ہو تو غازی میاں مجھے کوڑھی اور اندھا کردیں؟

الجواب:- اقبال احمد نے جب اس طرح حلفیہ بیان دیا تو اسے صحیح مان لیا گیا اور مذکورہ بالا تینوں جملوں میں سے کسی جملہ سے بھی اس کی بیوی پر طلاق نہیں پڑی اس لئے وقوع طلاق کا حکم نہیں کیا گیا وہ بدستور سابق اب بھی اقبال احمد کی بیوی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸؍ذوالقعدہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: علاء الدین، جگرناتھ پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو غصہ سے مارتے ہوئے تین بار کہا کہ جاؤ ہم تمہیں ''تلاک دہن تلاک دہن تلاک دہن'' اس کے بعد یہ بھی کہا کہ جاؤ ہم تمہیں ''ایک ہجار بار تلاک دہن'' ایسی صورت میں

زید کی بیوی پر کون سی طلاق واقع ہوئی اور اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں کہ غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ اکثر طلاق غصہ ہی میں دی جاتی ہے۔ اب زید بغیر حلالہ اس بیوی سے نکاح نہیں کرسکتا۔ قال اللہ تعالیٰ "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ." (پ۲ع۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶ رذوالحجہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد اسلم، انصار نگر، لال گنج بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ غلام جیلانی نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں مندرجہ ذیل تحریر لکھی۔ "غلام جیلانی کے ساتھ نور جہاں کی شادی ہوئی تھی اب تک کسی طرح سے ہم دونوں کا گذر ہوا۔ اب نہیں ہونے والا ہے کسی بھی قیمت پہ میں اس کو طلاق دیتا ہوں۔ میں اس کا طلاق دیتا ہوں۔ میں اس کا طلاق دیتا ہوں" جب اس تحریر کے مضمون کا نور جہاں کو علم ہوا تو وہ اپنے میکہ چلی گئی اس پر غلام جیلانی بہت پریشان ہوا تو اس کے چچا تیسرے دن نور جہاں کو اس کے میکہ سے واپس لائے اور غلام جیلانی ونور جہاں دونوں کو سخت تاکید کی کہ خبردار ایک دوسرے کے قریب نہ ہونا اور نہ ایک دوسرے سے بات کرنا تو اپنے چچا کی تاکید کے مطابق وہ دونوں نہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور نہ ایک دوسرے سے بات کئے۔ یہاں تک کہ سات آٹھ دن بعد غلام جیلانی دوسرے شہر میں کمانے کے لئے چلا گیا۔ اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ تحریر مذکور سے غلام جیلانی کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں اگر پڑی تو کون سی طلاق اور غلام جیلانی اسے پھر رکھنا چاہے تو کیا صورت ہے اور غلام جیلانی کے چچا جو نور جہاں کو اس کے میکے واپس لائے اور وہ غلام جیلانی کے گھر ایک ہفتہ رہی پھر وہ دوسرے شہر میں گیا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں غلام جیلانی کی بیوی پر طلاق مغلظہ پڑ گئی اب بغیر حلالہ نور جہاں اس کے لئے حلال نہیں۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ." (پ۲ ع۱۴) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گذرنے کے بعد نور جہاں کسی سنی صحیح العقیدہ سے صحیح نکاح کرے۔ دوسرا شوہر اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے، پھر وہ مرجائے یا طلاق دیدے تو دوبارہ عدت گذارنے کے بعد وہ غلام جیلانی سے نکاح کرسکتی ہے۔ اگر شوہر ثانی نے بغیر ہمبستری طلاق دیدی یا مرگیا تو حلالہ صحیح نہیں ہوگا۔ کما فی حدیث العسیلة" پارہ ۲۸ سورۂ طلاق کی پہلی آیت کریمہ میں ہے: "لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ." یعنی طلاق والی عورت کو عدت میں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں۔ لہذا غلام جیلانی کے چچا

نور جہاں کو عدت گذارنے کی لئے جو اس کے میکہ سے واپس لائے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے قریب ہونے اور بات کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا تو قرآن مجید کے حکم پر عمل کیا۔ عورت کو طلاق کے بعد زمانۂ عدت میں شوہر کے گھر سے نکالنا یا اس کو خود نکلنا اس صورت میں جائز ہے جب کہ برائی کا اندیشہ ہو۔ غلام جیلانی دوسرے شہر میں چلا گیا تو بہتر کیا اگر نور جہاں کو وہ دوبارہ اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ جب تک حلالہ کی عدت نہ گذر جائے اور وہ نور جہاں سے دوبارہ نکاح نہ کر لے اپنے گھر پر رات نہ گذارے تا کہ لوگ بدگمانی میں مبتلا نہ ہوں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶ر شوال المکرم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: ڈاکٹر رفیع اللہ میڈیکل افسر انچارج، خلیل آباد، سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کا عقد ہندہ سے ہوا۔ تقریباً سولہ ماہ تک ہندہ کی آمد و رفت اپنے شوہر زید کے ساتھ قائم رہی۔ انہیں ایام میں ہندہ اپنی خواہش زید سے بار بار ظاہر کرتی رہی کہ زید اس کے میکے رہے۔ ہندہ کا متعدد بار یہی اصرار تھا کہ ہمارے میکے قیام رکھو۔ ملازمت میں جو رخصت ملا کرتی ہے وہ تمام ایام ہمارے میکے گذارو زید کی والدہ بہت زیادہ ضعیف جو بستر علالت پر مستقل رہا کرتی ہیں۔ زید اپنی ملازمت کے اوقات کے علاوہ والدہ کی خدمت و اطاعت میں گذارتا ہے۔ زید نے والدہ کو چھوڑ کر ہندہ کے میکے قیام کرنا ہرگز نہ پسند کیا۔ یوں تو زید کا آنا جانا ہندہ کے میکے تو تھا ہی مگر مستقل طور پر قیام کرنا یا رخصت ملنے پر وہیں جانا عملی طور پر لازم نہ تھا۔ تو یہ عمل ہندہ کو نہایت شاق گذرا کیوں کہ اس کی خواہش یہ بھی تھی کہ زید اپنی والدہ کو در گذر کرے اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گذارے۔

چنانچہ اسی بنا پر ہندہ نے اپنے شوہر سے طلاق کی بات کرنا شروع کر دیا تو زید نے جواب دیا کہ میں تمہیں ہرگز ہرگز طلاق نہیں دے سکتا اس لئے کہ ہمارے مذہب میں طلاق بہت بری چیز ہے۔ ہندہ کی آمد و رفت اپنے میکے لگی ہی رہتی تھی۔ اس کا طلاق کے متعلق گفتگو کرنا اسی طرح برقرار تھا۔ مگر زید کسی قیمت پر طلاق دینے پر راضی نہ ہوا۔ وہ یہی کہتا ہے کہ میں تمہیں طلاق نہ دوں گا۔ اس پر ہندہ نے کہا کہ طلاق لینے کا حق مجھے حاصل ہے اس لئے کہ عورت کو شریعت نے خلع کرانے کا حق دیا ہے۔ جس سے عورت طلاق لے سکتی ہے۔ چنانچہ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۷ کو اپنے شوہر کی ملکیت کے سارے زیورات اور اپنے میکے کے سارے زیورات اور کپڑوں کو لے کر اپنی ماں کے ہمراہ ہندہ اپنے میکے جانے لگی۔ تو ایسی صورت میں زید سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ہندہ کا بار بار طلاق کا ذکر کرنا اور خلع کے ذریعہ اپنا اختیار ظاہر کرنا اور عملی طور پر زیورات اور کپڑوں کو سمیٹ لینا اس امر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ یہ اس کی دھمکی نہیں ہے بلکہ طلاق کی سچی اور واقعی طلب ہے۔ چنانچہ ہندہ جب اپنی ماں کے ہمراہ جانے لگی۔ تو زید نے مجبور ہو کر اپنی زبان سے یہ الفاظ

ادا کیا کہ میں نے تمہیں ایک ساتھ تین طلاق دی۔

ہندہ کی بہن کا معاملہ بھی اسی طرح گذرا جیسا کہ میرے علم میں یہ بات واضح ہوئی۔ یعنی اس کی شادی ہوئی پھر طلاق ہوا تو اس کی بہن نے دوسری شادی کی۔ ان ایام تو اس کا دوسرا شوہر ملک ہند سے باہر سعودیہ ہے۔ اور ہندہ کی بہن اپنے میکے ہی قیام پذیر ہے۔ ہندہ اور اس کے متعلقین کے عادات واطوار غیر شرعی اور غیر سماجی ہیں جن کو ضبط تحریر میں لانا مناسب نہیں۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مذکورہ لفظ سے (۱) کونسی طلاق واقع ہوئی۔ (۲) زید کی ایک ننھی بچی ہے جس کی عمر ایک سال سے زائد ہورہی ہے۔ ایسی صورت میں ننھی بچی اپنی ماں کے ہمراہ ہے جس کے عادات واطوار از روئے شرع مطہر خلاف اور بحیثیت معاشرہ ننگ وعار کا سبب ہے۔ اپنی ماں کے ہمراہ وقت گذارے یا باپ کی پرورش میں آجائے شرع کا کیا حکم ہے؟

(۳) صورت مذکورہ میں اگر طلاق واقع ہوگئی ہے تو کیا زید پر ہندہ کو مہر دینا لازم ہے یا نہیں؟ (۴) زید کی ملکیت کے زیورات اسے از روئے شرع مل سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب بحوالۂ کتاب عنایت فرمائیں ممنون ومشکور ہوں گا۔

الجواب:- (۱) صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی جیسا کہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول مجیدی صفحہ ۷۵ میں ہے: "ان طلقها ثلاث معا وقعن جميعاً. اھ" و الله تعالىٰ اعلم.

(۲) بچی ماں کی پرورش میں اسی وقت تک رہے گی کہ نا سمجھ ہو جب کچھ سمجھنے لگے تو اس سے علیحدہ کرلیں کہ بچی ماں کو دیکھ کر وہی عادت اختیار کرے گی جو اس کی ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۴۰ پر ہے۔ و الله تعالىٰ اعلم.

(۳) صورت مسئولہ میں زید پر ہندہ کا مہر دینا لازم ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول مطبوعہ کوئٹہ ۳۰۳ میں ہے: "المهر يتأكد باحد معان ثلاثة الدخول و الخلوة الصحيحة و موت احد الزوجين. اھ" و الله تعالىٰ اعلم.

(۴) زیورات جب کہ زید کی ملک ہیں تو قبضہ کے سبب ہندہ اس کی مالک نہیں۔ لہذا زید اپنے زیورات کو اس سے واپس لے سکتا ہے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے اس کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔ و الله تعالىٰ اعلم.

كتبه: جلال الدین احمد الامجدی

۸/ذوالحجہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از عبدالرحیم قادری بستوی، پریم نگر، نئی دہلی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی مدخولہ بیوی ہندہ کو آپسی تکرار کے بعد ان الفاظ کو اپنی زبان سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دیا ایک دو تین۔ اس طرح کے الفاظ اس نے ادا کئے۔ صورت مسئولہ میں ہندہ پر کون سی طلاق واقع ہوئی؟ نیز بغیر حلالہ کے زید ہندہ سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے کہ نہیں؟ بينوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی۔ اب بغیر حلالہ زید ہندہ سے نکاح نہیں کرسکتا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ." (پ۲ ع۱۳) اگر زید ہندہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عدت گذارنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور وہ ہندہ سے کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے۔ پھر وہ طلاق دیدے یا مرجائے تو دوبارہ عدت گذارنے کے بعد ہندہ زید کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔ اگر شوہر ثانی نے بغیر ہمبستری طلاق دیدی تو ہندہ کا زید کے ساتھ ہرگز نکاح نہیں ہوسکتا۔ کما فی حدیث العسیلہ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۷ ر شوال المعظم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: اکرام الدین قادری، اندولی، اماری بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ عبدالصمد کی شادی اس کے ماموں کی لڑکی مہرالنساء سے ہوئی۔ کچھ دنوں بعد وہ باہر چلا گیا اور وہاں سے اس نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں اپنے خسر اور ساس کو ہندی میں خط لکھا جس کی اردو درج ذیل ہے۔

جناب ماموں صاحب وممانی صاحبہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دیگر احوال یہ ہے کہ ماموں صاحب، ممانی صاحبہ اور مہرالنساء میں آپ لوگوں سے بہت شرمندہ ہوں کہ مجھے یہ قدم اٹھانا پڑ رہا ہے۔ مجھے معاف کرنا کیوں کہ اس کے سوا اب میرے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔ اپنے ہوش وحواس سے میں عبدالحکیم ولد عبدالصمد حقیق اللہ بنت مہرالنساء کو تین طلاق دیتا ہوں۔ طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں مجھے معاف کرنا مہرالنساء کیوں کہ اس کے سوا میرے پاس کوئی راستہ نہیں تھا۔ تم اپنی شادی ضرور کرلینا۔ ابھی میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ انشاءاللہ دو چار مہینے میں جتنا مجھ سے ہوسکے گا اور ساتھ میں مہر کا پیسہ بھی بھیج دوں گا۔

سوال یہ ہے کہ اس تحریر کی روشنی میں مہرالنساء پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر پڑی تو کونسی طلاق؟ اگر عبدالصمد پھر اپنی اسی بیوی مہرالنساء کو رکھنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- عبدالصمد نے اپنے خسر کو جو خط لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ عبدالصمد نے اپنی زوجہ مہرالنساء ہی کو طلاق دی ہے۔ البتہ نام لکھنے میں اس سے غلطی ہوگئی لکھنا چاہئے تھا مہرالنساء بنت حقیق اللہ مگر لکھ دیا حقیق اللہ بنت مہرالنساء اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس جملے کے بعد لکھا ہے۔ ''مجھے معاف کرنا مہرالنساء الخ'' مہرالنساء سے خطاب کرنا بتارہا ہے کہ مہرالنساء ہی کو طلاق دینے کے لئے یہ جملہ لکھا ہے اس لئے زید نے جس وقت یہ خط لکھا اسی وقت اس کی زوجہ مہرالنساء پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور وہ اس

کے نکاح سے ایسی نکل گئی کہ بغیر حلالہ ان دونوں کا آپس میں نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ." (پ۲ع۱۳) عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۵۸ میں ہے: "قال امرأته عمرة بنت صبيح طالق و امرأته عمرة بنت حفص و لانية له لا تطلق. و ان نوى امرأته في هذه الوجوه طلقت امرأته في القضا و فيها بينه و بين الله تعالىٰ كذا في خزانة المفتين. و على هذا اذا سمى بغير اسمها و لانية له في طلاق امرأته فان نوى طلاق امرأته في هذه الوجوه طلقت امرأته كذا في الذخيره. اه ملخصاً" اس صورت میں اگر عبدالصمد مہر النساء کو دوبارہ رکھنا چاہتا ہے تو بطریق شرع بعد حلالہ مہر النساء سے نکاح کرسکتا ہے بغیر حلالہ نکاح ہرگز جائز نہیں۔ و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۷؍ربیع الآخر ۱۸ھ

مسئلہ:- از: عبدالشکور، گلاس گو، برطانیہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک ایسے طلاق نامہ پر دستخط کیا جس میں صریح لفظوں میں تین طلاق اپنی بیوی کو دینے کا اقرار موجود ہے۔ مگر زید یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو صرف ایک طلاق دیئے ہیں گرچہ طلاق نامہ پر تین طلاق درج ہے۔ اس کی وجہ ہے کہ میں نے دستخط کرتے وقت طلاق نامہ کے مضمون کو قطعاً پڑھا نہیں تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مجھ سے کسی خارجی انتقام کی بنیاد پر تین طلاق لئے جارہے ہیں تو میں ہرگز طلاق نامہ پر دستخط نہ کرتا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا زید کی بیوی پر تین طلاقیں پڑیں یا ایک طلاق واقع ہوئی؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''بلاشبہ قاعدہ عامہ یہی ہے کہ جو شخص کوئی کاغذ لائے اور دوسرے سے اس پر دستخط یا مہر کرائے تو اگر وہ حرف بحرف پڑھ کر نہ سنائے گا تو حاصل مضمون ضرور بتائے گا یا وہ نہ بتائے تو یہ (دستخط یا) مہر کرنے والا پوچھ لے گا کہ اس میں کیا لکھا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۱۷) اعلیٰ حضرت نے اس قاعدہ کا عام ہونا ایک سو دس سال قبل تحریر فرمایا ہے۔ اور اس تعلیمی ترقی کے زمانہ میں تو اس قاعدہ پر سختی کے ساتھ عمل ہے۔

لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ زید نے طلاق نامہ پڑھ کر یا اس کے مضمون سے آگاہ ہوکر اس پر دستخط کیا ہے اور اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں کہ اب بغیر صحیح حلالہ وہ عورت زید کے لئے حلال نہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ." (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰)

لیکن اگر زید اس بات سے انکار کرتا ہے تو وہ مسجد کے منبر پر دونوں ہاتھ رکھے اور اسی حال میں اس سے قسم اس طرح کھلائی جائے کہ میں اللہ تعالیٰ کو سمیع و بصیر اور اس کے رسول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اللہ

تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق نامہ کو نہیں پڑھا اور نہ میں اس کے مضمون سے واقف تھا کہ اس میں تین طلاقیں لکھی ہیں میں نے صرف ایک طلاق کی تحریر سمجھ کر اس پر دستخط کیا ہے۔ اگر میرا یہ بیان غلط ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا قہر وغضب ہو اور وہ مجھے کوڑھی و اندھا کر دے۔ اگر وہ اس طرح قسم نہ کھائے تو اس سے تین طلاق کی تحریر جان کر اس پر دستخط کرنے کا اقرار کرالیا جائے۔ اور اگر قسم کھالے تو اس کی بیوی پر صرف ایک طلاق کا حکم کیا جائے۔ اگر وہ جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔ اور اگر وہ مذکورہ طریقہ پر قسم نہ کھائے اور طلاق کے مضمون پر مطلع ہونے کا اقرار بھی نہ کرے تو اس کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پ ۷ ع ۱۴) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۲ ر جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

مسئلہ:- از: ذکی اللہ، جگر ناتھ پور، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید اور اس کی بیوی ہندہ کے درمیان جھگڑا ہوا تو زید نے ہندہ کو مارا ہندہ نے زید کو گالی دیتے ہوئے مارا اور اس کی داڑھی پکڑ کر نوچ لیا اس پر زید نے کہا کہ اب اگر میں تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں سے بدکاری کروں۔ کچھ دنوں بعد زید و ہندہ پھر میاں بیوی کی طرح رہنے لگے تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کا اپنی بیوی ہندہ سے یہ کہنا کہ "اگر میں تجھ کو رکھوں تو اپنی ماں سے بدکاری کروں" یہ الفاظ طلاق سے نہیں اور نہ عند الشرع قسم ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۱۸۶ میں ہے۔ لہذا ہندہ پر کوئی طلاق نہیں واقع ہوئی اور نہ زید پر شرعاً کوئی کفارہ لازم ہوا۔

البتہ جملۂ مذکورہ سے زید نے اپنی ماں کی توہین کی ہے جس کے سبب وہ سخت گنہگار ہوا علانیہ توبہ واستغفار کرے اور ماں اگر زندہ ہے تو اس سے معافی طلب کرے۔ اور داڑھی کی توہین بالاجماع کفر ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۳۰ پر ہے۔ اور داڑھی نوچ لینا یقیناً اس کی توہین ہے۔ لہذا ہندہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اس پر بھی لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور پھر سے اس کا نکاح پڑھایا جائے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۷ ر جمادی الاولیٰ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: علی رضا، اندولی، اماری بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بہو نے کچھ بدتمیزی کی اس پر خسر نے کہا کہ میں مجبور ہوں ورنہ میں تم کو طلاق دلوا دیتا۔ تو اس گفتگو پر لڑکا جو اپنی بیوی سے ناراض نہیں تھا غصہ میں آکر کہا کہ ایک شادی آپ نے چھڑوا دیا تھا تو اس کو

میں چھوڑ دیتا ہوں۔ میں نے چھوڑ دیا۔ میں طلاق دیتا ہوں۔ دو تین مرتبہ کہا۔ پھر کہا قرآن کی قسم میں طلاق دیتا ہوں۔ اب وہ لڑکا اپنی اسی بیوی کے ساتھ زندگی گذارنا چاہتا ہے۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں تین طلاقیں پڑگئیں اور بیوی نکاح سے نکل گئی۔ اب بغیر حلالہ اس عورت کا نکاح لڑکا مذکور سے نہیں ہوسکتا۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ." (پ۲ ع۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عورت عدت گذارنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے وہ اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ طلاق دیدے یا مرجائے تو دوبارہ عدت گذارنے کے بعد وہ لڑکا مذکور کے نکاح میں آسکتی ہے۔ فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۷۳ میں ہے: "ان كان الطلاق ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها كذا في الهداية. ملخصاً." اگر دوسرے شوہر نے ہمبستری کے بغیر طلاق دیدی یا مر گیا تو حلالہ صحیح نہ ہوگا۔ کما فی حدیث العسیلہ۔

البتہ اگر لڑکا اللہ کی قسم کھا کر بیان دے کہ اس وقت میرا غصہ اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ میری عقل بالکل ختم ہوگئی تھی اور مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کیا کہتا ہوں اور میرے منہ سے کیا نکلتا ہے۔ تو اس کی بات مان لی جائے گی اور طلاق کا حکم نہ دیں گے اگر وہ جھوٹی قسم کھائے گا تو وبال اس پر ہوگا۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۳۰ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۰ر صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد ابراہیم، نیوری چوراہا، امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بکر کا بیان ہے کہ زید نے میری بہن ہندہ کے بارے میں ٹیلیفون پر مجھ سے یہ کہا کہ طلاق دیتا ہوں، طلاق طلاق طلاق اور بکر کا یہ بھی بیان ہے کہ زید اب انکار کرتا ہے جب کہ اس کے باپ نے اقرار کیا تھا کہ ایک بار طلاق ہندہ سے نہیں کہا بلکہ تم سے کہا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اور اب ہندہ کو زید کے پاس جانے میں عزت وجان کا خطرہ ہے تو کیا وہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بکر کے اس بیان سے طلاق ثابت نہیں ہوگی کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کے بارے میں بذریعہ ٹیلیفون یہ کہا کہ طلاق دیتا ہوں۔ طلاق طلاق طلاق اور اس بیان سے بھی کہ زید کے باپ نے اقرار کیا کہ ایک بار طلاق ہندہ سے نہیں کہا بلکہ تم سے کہا۔

اس لئے کہ طلاق یا تو شوہر کے اقرار سے ثابت ہوگی یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل ثقہ کی گواہیوں سے۔ اور صورت مسئولہ میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتی ہیں۔ لہذا ہندہ پر وقوع طلاق کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ تفسیرات احمدیہ مطبوعہ رحیمیہ

صفحہ ۱۲۵ میں ہے:" فی غیر الحدود و القصاص ان کان مما یطلع علیه الرجل یقبل بشهادة رجلین او رجل و امرأتین سواء کان مالا او غیر مال عندنا. اھ"

اگر ہندہ کو زید کے پاس جانے میں عزت و جان کا خطرہ ہے تو وہ کسی طرح اس سے طلاق حاصل کرے۔ طلاق حاصل کئے بغیر وہ دوسرا نکاح ہرگز نہیں کر سکتی۔ و الله تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبه: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۶/محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:- از: حسنین رضا، نانپارہ، بہرائچ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے کچھ دشمنوں نے زید پر سحر کرایا جس کے نتیجے میں زید بیمار ہو گیا اور زید کا دماغ خراب ہو گیا۔ زید نے گالی گلوج بکنا مارنا پیٹنا، بھاگنا، کبھی ہنسنا کبھی رونا اختیار کیا۔ ان حرکات کے پیش نظر اس کو کمرہ میں بند رکھا جاتا، کبھی باندھ دیا جاتا، لکھنؤ کے نوری اسپتال سے اس کا دماغی علاج ہوا ہے۔ دماغ پر بجلی کی کئی شاٹین بھی لگائی گئی ہیں۔ کبھی حالت پر سکون ہو جاتی ہے، کبھی سابق حال ہو جاتا ہے۔ زید کے دشمنوں نے لوگوں سے یہ بھی کہا ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے۔ بیوی کا بیان ہے کہ محض افترا اور بہتان ہے۔ زید بھی انکار کرتا ہے۔ صورت مستفسرہ یہ ہے کہ حالات متذکرہ بالا کی روشنی میں اگر بالفرض زید نے طلاق دی ہے تو عند الشرع طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ جب کہ ڈاکٹر کا یہ فیصلہ ہے کہ مریض کے دماغ کی چول درست نہیں علاج جاری رہے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں دشمنوں کے یہ مشہور کر دینے سے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے وقوع طلاق کا حکم نہیں کریں گے۔ البتہ جب زید کی یہ حالت ہے کہ کبھی وہ پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا ہے اور کبھی پر سکون ہو جاتا ہے۔ تو اگر بالفرض زید نے ہوش وحواس کے درستگی میں اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور شرعی طور پر اس کا ثبوت ہو تو ایسی صورت میں طلاق پڑ جانے کا حکم کریں گے۔ اور اگر اس کے ہوش وحواس درست نہیں تھے۔ عقل زائل ہو گئی تھی اور ایسی حالت میں طلاق دینے کا ثبوت ہو تو وقوع طلاق کا حکم نہیں۔ حدیث شریف میں ہے:"کل طلاق جائز الا طلاق المعتوه و المغلوب علی عقله." اور دوسری حدیث شریف میں ہے:" رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یبلغ و عن المعتوه حتی یعقل. اھ" (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۴) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۵۳ میں ہے:"یقع طلاق کل زوج اذا کان بالغا عاقلا." پھر چند سطر بعد ہے:"لا یقع طلاق الصبی و المجنون و المدهوش هکذا فی فتح القدیر و کذلك المعتوه لا یقع طلاقه ایضاً و هذا اذا کان فی حالة العته و اما فی حالة الافاقة

فالصحیح انه واقع کذا فی الجوهرة النیرة. اه ملخصاً و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲؍ جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد مرتضیٰ خاں رضوی، سورت، گجرات

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ فضلو خان صاحب نے اپنی بیوی سارہ بیگم کو غصے میں اس طرح طلاق دی کہ ''میں نے تجھ کو طلاق دی'' پھر اسی تیور کے ساتھ ذرا وقفے سے دوبار اور طلاق طلاق کہا یعنی میں نے تجھ کو طلاق دی۔ طلاق طلاق اس کے بعد یہ دونوں الگ رہنے لگے اور عورت نے عدت شروع کر دی۔ اسی درمیان ایک مفتی صاحب سے استفتاء کیا گیا تو انہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر زید کا یہ بیان سچ ہو تو اس کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور آخر کے دو لفظ نسبتً واسنادً نہ ہونے کی وجہ سے لغو ہوئے۔ لہٰذا زید اپنی بیوی ہندہ کو عدت میں رجعت کر کے اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ (خلاصۂ جواب) پس اس کے بعد مذکور شخص نے اس سے رجعت کر لی اور دونوں میاں بیوی بن کر ساتھ رہنے لگے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ فتویٰ غلط ہے یا صحیح؟ اور ان دونوں کا بغیر حلالہ زوجین بن کر رہنا جائز ہے یا نہیں؟ فقہ حنفی کے حوالوں سے مزین جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی سے دریافت کیا گیا کہ ''محمد مظفر کا اپنے والدہ سے جھگڑا ہو رہا تھا اس کی والدہ نے کہا کہ اگر اپنی بیوی کو نہ چھوڑو گے تو تم سور کھاؤ اسی طرح تین مرتبہ بولی۔ مظفر نے کہا طلاق دیتے ہیں پھر اس نے بلا قصد غصہ کے ساتھ اپنی والدہ کے سامنے کہا طلاق طلاق طلاق بغیر مخاطب کرنے کسی کو اب شرعاً صورت مسئولہ میں مظفر کی بیوی پر طلاق پڑے گی یا نہیں؟'' اعلیٰ حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: ''تین طلاقیں ہو گئیں بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۱۷) اس صورت میں بھی طلاق کی نسبت عورت کی طرف نہیں مگر اعلیٰ حضرت نے تین طلاق کے وقوع کا حکم فرمایا اس لئے کہ اگرچہ لفظ میں نسبت نہیں ہے مگر نیت میں نسبت ضرور ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں شوہر نے جب کہ پہلے جملہ میں بیوی سے کہا میں نے تجھ کو طلاق دی تو آخری دو طلاقوں میں اگرچہ لفظ میں نسبت نہیں مگر قرینہ سے ثابت ہے کہ نیت میں ان دو طلاقوں کی نسبت بھی ضرور اسی بیوی کی طرف ہے۔ اگر شوہر سے اسی وقت پوچھا جاتا کہ تم نے اپنی بیوی کو کتنی طلاق دی ہے وہ یقیناً تین ہی بتاتا۔ خصوصاً اس حال میں کہ آج کل لوگ عام طور پر تین سے کم طلاق دیتے ہی نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ صورت میں طلاق رجعی پڑنے کا فتویٰ دینا صحیح نہیں۔ میاں بیوی پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں کہ اب بغیر حلالہ وہ عورت شوہر اول کے لئے حلال نہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ

مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ." (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰) اگر وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں تو سب مسلمان، ان کا بائیکاٹ کریں ورنہ ان پر فاسقوں جیسا عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ". (پ۶ سورۂ مائدہ، آیت ۷۸) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۴ ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد عابد انصاری، کھڑکی دروازہ روڈ، گنا، (ایم پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے کر مہر دینے لگا لیکن ہندہ نے اس وقت یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ پانچ آدمی جمع کرکے مہر اور عدت کے اخراجات لوں گی۔ اس کے جواب میں زید نے پھر ایک طلاق دیدی۔۔ اب زید کہتا ہے کہ میں دو طلاق دیا ہوں۔ تفصیل یوں بیان کرتا ہے کہ ایک طلاق دے کر مہر دے رہا تھا جب اس نے مہر لینے سے انکار کیا تو پھر ایک دیا۔ جب کہ ہندہ یہ کہتی ہے کہ تین طلاق دے کر مہر دے رہا تھا میرے انکار پر ایک طلاق اور دی۔ زبیدہ اور خالد جو اس وقت وہیں موجود تھے وہ دونوں ہندہ کی تائید کرتے ہیں اب کس کا اعتبار کیا جائے؟ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ شریعت کو بالائے طاق رکھو بچوں کا منہ دیکھو یعنی طلاق شدہ بیوی کو یونہی رکھ لو ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عام طور پر لوگ تین ہی طلاق دیتے ہیں لیکن جب زید انکار کرتا ہے کہ نہیں میں نے دو طلاق دی ہے تو پہلے اسے سمجھایا جائے کہ اگر تم نے تین طلاق دی ہے تو اقرار کر لو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو۔ ورنہ اگر واقعی تم نے تین طلاق دی ہے اور ویسے ہی اس کو دوبارہ بیوی بنا کر رکھ لوگے تو تم زندگی بھر حرام کاری میں مبتلا رہوگے اور جتنے بھی بچے تم سے ہوں گے سب حرام ٹھہریں گے۔ اگر زید اس طرح سمجھانے کے باوجود تین طلاق دینے کا اقرار نہ کرے تو اسے حضرت مخدوم صاحب چندیری کے آستانہ پر لے جائیں اور حضرت کے مزار پر اس کا ہاتھ رکھ کر اس سے اس طرح قسم لیں کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق نہیں دی ہے۔ اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو مخدوم پاک ہمیں کوڑھی اور اندھا کر دیں اسی طرح تین بار اس سے کہلوائیں۔ اگر وہ اس طرح قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تین ہی طلاق دی ہے اسی وجہ سے وہ قسم کھانے سے انکار کر رہا ہے۔ لہٰذا اس کی زبان سے اقرار کروالیا جائے کہ ہاں ہم نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہے۔ اگر وہ اس طرح اقرار کرلے تو اس صورت میں ہندہ پر تین طلاقیں پڑ گئیں اور وہ اس کے نکاح سے نکل گئی اب اگر زید ہندہ کو دوبارہ رکھنا چاہے تو بغیر حلالہ اس کا نکاح ہندہ سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ." (پ۲ ع ۱۳!) اور حلالہ کی صورت یہ ہے کہ ہندہ عدت گذارنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور وہ

اس کے ساتھ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ طلاق دیدے یا مرجائے تو دوبارہ عدت گذارنے کے بعد وہ زید کے نکاح میں آسکتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۷۳ پر ہے: "ان كان الطلاق ثلثا لم تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها كذا فى الهداية. اه" اگر دوسرے شوہر نے ہمبستری کئے بغیر طلاق دیدی یا مرگیا تو حلالہ صحیح نہ ہوگا کمافی حدیث العسیلہ.

البتہ اگر زید مذکورہ طریقے پر قسم کھالے اور کسی بھی طرح وہ تین طلاق دینے کا اقرار نہ کرے تو شرعاً اس کی بات مانی جائے گی اور ہندہ پر تین طلاق واقع ہونے کا حکم نہیں کریں گے بلکہ دو طلاق رجعی کا حکم کریں گے اب حلالہ کی بھی ضرورت نہیں۔ اور چونکہ ہندہ خود مدعیہ ہے گواہ نہیں اور شرع میں ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی معتبر نہیں تو زبیدہ اور خالد کی گواہی سے بھی ہندہ پر تین طلاق کا حکم نہیں کریں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ." (پ۳ سورہ بقرہ، آیت ۲۸۲)

لہٰذا اس صورت میں جب تک ہندہ عدت میں ہے زید اس سے رجعت کرسکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں یعنی اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا یا اس سے ہمبستری وغیرہ کرے اور اگر عدت گذر گئی ہے تو عورت کی رضا سے نئے مہر کے ساتھ ہندہ سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ ایسا ہی فتاوٰی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۲۲ میں ہے۔ اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے: "ان الكذب فجور و ان الفجور يهدى الى النار." یعنی جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱۲) اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ شریعت کو بالائے طاق رکھو وہ اسلام سے خارج ہوگئے اور ان کی بیویاں نکاح سے نکل گئیں انہیں کلمہ پڑھا کر پھر سے مسلمان کیا جائے اور علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے۔ اگر وہ ان کو رکھنا چاہتے ہیں تو پھر سے ان کا نکاح پڑھایا جائے اور ان سے عہد لیا جائے کہ آئندہ شریعت کے بارے میں پھر ایسی بات زبان سے نہیں نکالیں گے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان سختی کے ساتھ ان کا بائیکاٹ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ". (پ۷ ع۱۴)

و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۸ / ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ: - از: فاروق احمد تجوری والے، تجوری گلی، اندور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ زید نے بمبئی سے اپنی بیوی کو ایک تحریر بھیجی جس میں لکھا کہ "طلاق لے لو۔ طلاق لے لو" تو اس کی بیوی پر طلاق پڑی کہ نہیں اگر پڑی تو کون سی طلاق؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں تحریر مذکور اگر واقعی شوہر نے لکھی ہے تو اس کی بیوی پر اگر مدخولہ ہے تو دو طلاق رجعی پڑ گئی عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے۔ نکاح کی ضرورت نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اپنے رسالہ مبارکہ رحیق الاحقاق میں طلاق رجعی کے کلمات کو لکھتے ہوئے نمبر ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں: "طلاق لے فی ردالمحتار خذی طلاقك فقالت اخذت فقد صحح الوقوع بلا اشتراط نية كما فى الفتح. و كذا لا يشترط قولها اخذت كما فى البحر." (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۰۹)

مسئلہ: -از: صوفی علی محمد، کیکر والی، ہنومان گڈھ

مفتیان دین شرع متین از روئے شریعت اس بارے کیا فرماتے ہیں موضع کیکر والی خاص میں ایک کمیٹی اسلام کمیٹی کے نام سے بنائی گئی ہے وہ اس لئے کہ جو لوگ اپنی بیویوں کو بلا وجہ معمولی سی باتوں پر طلاق دے دیا کرتے ہیں تو وہ کمیٹی کچھ عرصہ تک ٹھیک کام کرتی رہی اسلام کے مطابق مگر اس طرف کو آ کر گندی سیاست کا شکار ہوگئی مثلاً اگر کوئی شخص اپنی نافرمان بیوی سے آزاد ہونا چاہتا ہے تو کمیٹی والے حضرات کچہری تھانہ جا کر جھوٹی باتیں جو یکدم یکسر خلاف ہوتی ہیں اگر جہیز پانچ ہزار کی رقم کا تھا تو بیس ہزار مہر اگر دس ہزار کا تھا تو چالیس ہزار مہر خالی اس طرح جھوٹے دعوے کر کے غریب انسان سے وہ کمیٹی والے بیٹی والے کو اتنی کثیر رقم دلاتے ہیں جس سے وہ طلاق دینے والا عمر بھر سکون کے سانس نہ لے سکے معاذ اللہ کیا یہ درست ہے؟

جو بارہ گاؤں کا ان کمیٹی والوں کا سربراہ ہے نعوذ باللہ مردود ہے دیوبندی ہے عقل اس کی گندی ہے کیوں کہ کئی واقعے ایسے سامنے آچکے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی منکوحہ کو ناروابات پر ڈانٹا ڈپٹا تو کمیٹی والوں نے زبردستی طریقے پر طلاق دلائی ہے بغیر طلاق دلائے ہوئے ان نااہلوں کا کھایا پیا ہضم ہی نہیں ہوتا اور جو باسمجھ مسلمان کمیٹی والوں کی بات تسلیم نہ کرے تو کمیٹی والے اس حق پسند مسلمان کو اپنی پنچایت ہی سے بالکل الگ کر دیتے ہیں۔ پھر اس حق گو کے خلاف بڑے فخر غرور میں مسجد کے مائیک پر اعلان کراتے ہیں اس شخص کا برادری مسلمان میں کھانا پینا بند دعا سلام حقہ پانی ختم العیاذ باللہ کیا یہی انصاف ہے؟

اگر کمیٹی والوں کی جھوٹے دعوؤں کے مطابق غریب حق گو دے دیتا ہے ناجائز دباؤ کی وجہ پر تو پھر یہی کمیٹی والے اسی مائک پر مسجد کے سب کو یہ اعلان سنا دیتے ہیں کہ اب اس کے ساتھ کھاؤ پیواب یہ ہمارا آپ کا سب کا آدمی ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- کمیٹی والوں کا مسلمانوں پر بیجا دباؤ ڈالنا اور ان کے خلاف جھوٹے مقدمے دائر کرا کے لڑکی والوں کو کثیر رقم دلانا اس طرح مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا سخت ناجائز ہے۔ ایسی کمیٹی والے حق العبد میں گرفتار سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ اپنے غلط طریقہ کار سے باز آجائیں۔ اور اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈریں۔ حدیث شریف میں ہے: "من اذى مسلما فقد اذانى و من اذانى فقد اذى الله." یعنی جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی تو اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی۔

اور کمیٹی والوں کا دیوبندی کو سربراہ بنانا حرام ہے ان پر لازم ہے کہ اسے سربراہی سے ہٹا دیں کہ دیوبندی ضروریات دین کا انکار کرنے کے سبب بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں۔ اور شریعت نے مرتدوں کو سربراہ بنانے بلکہ ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے، ان سے سلام وکلام کرنے اور ان کے ساتھ کھانے پینے تک کو ناجائز قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: " ان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم و لا تجالسوهم و لاتشاربوهم و لا تواكلوهم. "لہٰذا کمیٹی والوں پر فرض ہے کہ وہ کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو سربراہ بنائیں اور اس کی سرپرستی میں شریعت کے مطابق مسلمانوں کے سماجی مسائل کا حل تلاش کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۳/ ذوالحجہ ۱۷ھ

مسئلہ: - از: نصیب علی، سڑھری، شمس پور، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ نصیب علی نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں ایک غیر مسلم سے کہا کہ میں پنی بیوی کو جواب دیتا ہوں لکھ دو اس نے کہا کہ جواب لکھوں کہ طلاق لکھوں؟ تو نصیب علی نے کہا کہ طلاق لکھو اس پر غیر مسلم نے نصیب علی کی بیوی کو تین طلاق لکھا۔ نصیب علی کا بیان ہے کہ طلاق نامہ پڑھ کر ہمیں نہیں سنایا اور ہم سے اس پر دستخط لیا۔ پھر جب بعد میں وہ طلاق نامہ پڑھا گیا تو پڑھنے والے نے بتایا کہ اس میں تین طلاق لکھی ہوئی ہے۔ تو نصیب علی نے کہا ہم نے طلاق دیدیا چاہے۔ ایک مرتبہ لکھا ہو چاہے تین مرتبہ لکھا ہو۔ سوال یہ ہے کہ نصیب علی کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر پڑی تو کون سی طلاق؟ نصیب علی اگر پھر اسی عورت کو رکھنا چاہے تو کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - صورت مسئولہ میں نصیبؔ علی کی بیوی پر طلاق مغلظہ پڑ گئی اس لئے کہ کاتب کے پوچھنے پر کہ ''جواب لکھوں کہ طلاق لکھوں نصیب علی کا یہ کہنا کہ طلاق لکھو پھر طلاق نامہ تیار ہو جانے پر نصیب علی کا دستخط کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ طلاق نامہ نصیب علی ہی کے حکم سے لکھا گیا۔ اور جب اسے پڑھ کر بتایا گیا کہ اس میں تین طلاق لکھی ہے تو اس کے جواب میں نصیب علی کا یہ قول ہم نے طلاق دیدیا چاہے ایک مرتبہ لکھا ہو چاہے تین مرتبہ لکھا ہو'' اس سے ثابت ہوا کہ وہ تین طلاق سے راضی رہا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''فضولی شخص جیسے شوہر کی طرف سے امر یا اذن تحریر نہیں یا نہ رہا اگر وہ عورت کی طلاق لکھ لائے تو اس کا نفاذ اجازت شوہر پر موقوف رہتا ہے۔ اگر وہ اس کے مضمون پر مطلع ہو کر اس مضمون کو نافذ کردے مثلاً صراحۃً کہہ دے کہ میں نے جائز کیا یا کوئی ایسا فعل کرے جو نافذ کرنے پر دلیل ہو مثلاً اس پر اپنا دستخط کردے یا مہر کردے تو وہ تحریر نافذ ہو جاتی ہے۔ اور گویا خود شوہر کی تحریر قرار پاتی ہے۔ اھ ملخصاً'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم

صفحہ ۷۲۰)اور شامی جلد دوم صفحہ ۴۶۵ میں ہے: "لو قال للكاتب اكتب طلاق امرأتي كان اقرارا بالطلاق و ان لم يكتب. اھ" اور فتاویٰ بزازیہ مع عالم گیری جلد چہارم صفحہ ۱۸۵ پر ہے: "كتب غير الزوج كتاب الطلاق و قرأه الزوج فاخذه و ختم عليه فهذا بمنزلة كتابة بنفسه." لہذا جب غیر کے لکھے ہوئے طلاق نامہ کو شوہر جائز کردے تو طلاق پڑ جاتی ہے تو یہاں تو نصیب علی نے خود لکھنے کا حکم دیا اور پھر اس پر راضی رہا تو بدرجۂ اولیٰ طلاق پڑ گئی۔

اب نصیب علی بغیر حلالہ اپنی بیوی کو نہیں رکھ سکتا۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ نصیب علی کی بیوی عدت کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور وہ دوسرا شوہر اس سے کم از کم ایک بار ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دے یا مرجائے تو پھر عدت گذرنے پر نصیب علی اس سے نکاح کرسکتا ہے اس سے پہلے ہرگز نہیں کرسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ." (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰) و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۱۳؍رجب المرجب ۱۸ھ

مسئلہ:- از: حاجی عبدالعزیز نوری، ہاتھی پالا اندور، ایم۔پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے کہا میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی دی دی تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟

الجواب:- لفظ دی کی تین بار تکرار سے طلاق مغلظہ واقع ہوجاتی ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۵۹ پر ہے۔ لہذا اگر وہ زید کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ پڑ گئی اب زید بغیر حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ قال الله تعالىٰ "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ." (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰) اور اگر وہ غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن پڑی۔ حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "قال لزوجته غير المدخول بها انت طالق ثلثا وقعن و ان فرق بانت بالاولىٰ." (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۹۴، ۹۳) اس صورت میں عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہیں۔ و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۸؍ذی القعدہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: حاجی عبدالغفار صاحب نوری بابا، اندور، ایم۔پی

زید نے اپنی منکوحہ سے کہا تو میری بیوی نہیں۔ تو اس جملہ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- یہ جملہ کہ "تو میری بیوی نہیں" مذہب مختار پر بالکلیہ الفاظ طلاق سے نہیں ہے۔ یہاں تک کہ بہ نیت طلاق

کہا ہو جب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی عالمگیری میں ہے: "لو قال توزن من نئ لا یقع و ان نوی. هو المختار كذا فی جواهر الخلاطی. اه ملخصاً" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۷۲۶) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد سمیر الدین جیبی مصباحی
۳/ ذوالحجہ ۱۷ھ

مسئلہ: - از: صوفی محمد صدیق نوری، جواہر مارگ، اندور

طلاق نامہ پر زبردستی دستخط کرالیا تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر جبر شرعی ہے یعنی قتل، کسی عضو کے کاٹے جانے یا ضرب شدید کا ظن غالب ہو گیا تو اس صورت میں اس نے طلاق نامہ پر دستخط کر دیا مگر نہ دل میں طلاق کا ارادہ کیا نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق واقع نہ ہوئی اور اگر محض سخت اصرار پر کہ اس کی بات کیسے ٹالی جائے دستخط کر دیا تو طلاق واقع ہوگئی۔ کیوں کہ یہ جبر نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۴۳ میں ہے۔ اور تنویر الابصار جلد دوم صفحہ ۴۵۶ میں ہے: "یقع طلاق كل زوج بالغ عاقل و لو مكرها او مخطئا. اه" اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۴۵۷ میں بحر سے ہے: "ان المراد الاكراه على التلفظ بالطلاق فلو اكره على ان يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق لان الكتابة اقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة و لا حاجة هنا. اه" والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد سمیر الدین جیبی مصباحی
۵/ ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ: - از: محمد صدر الدین بلیاوی، بھیونڈی، تھانہ، مہاراشٹر

پانچ سال قبل میں اپنی بیوی سے ناراض ہو گیا تو اس نے کہا طلاق دیدو میں نے کہا نہیں پھر اس نے ہنس کر کہا طلاق دیدو تو میں نے بھی ہنس کر مذاق میں دوبار کہا طلاق طلاق تو طلاق پڑی یا نہیں؟ میں اس کے ساتھ رہتا ہوں اور ہمبستری بھی ہوتی ہے ایک بچہ ہے جو اس کے پاس ہے اب ہم کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں سائل نے اگرچہ ہنسی مذاق میں لفظ طلاق کا استعمال کیا پھر بھی اس کی بیوی پر دو طلاقیں پڑ گئیں۔ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۱۴۲ میں ہے: "بخلاف الهازل و اللاعب فانه يقع قضاء و ديانة لان الشارع جعل هزله به جدا. اه" اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "جو اس نے سوال کے جواب میں طلاق طلاق کہا اس سے طلاق ہو جائے گی اگرچہ شوہر کے لفظ میں اضافت نہیں مگر طلاق واقع ہوگی کہ صریح میں اضافت وقوع طلاق کے لئے ضرور نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: "قوله لتركه الاضافة ای المعنوية فانها الشرط." (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۲۲۸) اور شامی

جلد سوم صفحہ ۲۴۸ پر ہے: "لا یلزم کون الاضافة صریحة فی کلامه. اھ"

لہذا سائل نے اگر عدت کے اندر ہمبستری کی تھی تو اب نکاح کرنے کی ضرورت نہیں دونوں ایک ساتھ رہ سکتے ہیں اور اگر عدت گذرنے کے بعد بغیر نکاح کئے ہمبستری کی تو دونوں گنہگار ہوئے توبہ کریں۔ اور فوراً نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرلیں حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ." (بقرہ، آیت ۲۲۹)

البتہ اگر آئندہ کبھی بھی ایک طلاق دے گا تو عورت مغلظہ ہوجائے گی یعنی اس وقت بغیر حلالہ دونوں کا نکاح نہ ہوسکے گا۔ قرآن مجید میں ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ." (پ۲ ع ۱۳) اور بچہ اپنی ماں ہی کے پاس رہے گا لڑکی نو برس کی عمر تک اور لڑکا سات سال کی عمر تک ایسا ہی درمختار مع ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۵۶۶ پر ہے۔ اور اگر سائل نے تین طلاق دی ہے مگر حلالہ سے بچنے کے لئے فریب دے کر دو طلاق کا مسئلہ پوچھ رہا ہے تو وہ زنا کار سخت گنہگار مستحق عذاب نار لائق قہر قہار ہے۔ مسلمان اس صورت میں اس کا سخت بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پ۷ ع ۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۰ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: - از: علاء الدین خاں، خلیل آباد، کبیر نگر

زید کی بیوی نے اس سے طلاق کا بار بار مطالبہ کیا مگر وہ انکار کرتا رہا۔ اپنی والدہ سے بھی کہا کہ میں ہرگز طلاق نہیں دوں گا مگر پھر جب عورت نے طلاق مانگا تو اس نے دو بار کہا ہم تمہیں طلاق دئے تھے پھر گالی دی اور تھوڑی دیر چپ رہا اس کے بعد پھر کہا ہم تمہیں طلاق دئے تھے۔ والدہ کے پوچھنے پر کہا کہ ہم طلاق نہیں دیئے ہیں صرف ڈرانے کے لئے کہدیا ہے اور ہماری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں زید کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں اگر پڑی تو کون سی طلاق۔ زید اگر اس عورت کو بیوی بنا کر رکھنا چاہے تو کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - صورت مسئولہ میں اگرچہ زید نے پہلے یہ کہا تھا کہ ہم طلاق نہیں دیں گے اور اگرچہ اس نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی اور اگرچہ اس نے بیان دیا کہ ہم طلاق نہیں دیئے ہیں۔ پھر بھی اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ پڑ گئی اس لئے کہ ہم تمہیں طلاق دیئے تھے صریح ہے اور صریح میں بلا نیت بھی طلاق پڑ جاتی ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۰ پر ہے۔ اب بغیر حلالہ زید کے لئے وہ عورت حلال نہیں۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ طلاق کی عدت گذرنے کے بعد عورت دوسرے سے نکاح صحیح کرے پھر وہ دوسرا شوہر اس سے ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دیدے یا مرجائے پھر طلاق یا موت کی عدت گذر جانے کی بعد زید سے نکاح جائز ہوگا۔ اس سے پہلے ہرگز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۷۳ پر ہے: "ان کان الطلاق ثلثا لم تحل له

حتی تنکح زوجا غیره نکاحا صحیحا و یدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها کذا فی الهدایة. اھ ملخصاً" اور شوہر ثانی کی ہمبستری کے بغیر حلالہ صحیح نہ ہوگا۔ کما فی حدیث العسیلة. و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: سید اشفاق احمد القادری، امبیڈکر نگر

زید شادی شدہ ہے اس کی بیوی بقید حیات ہے اس کا ہندہ سے ناجائز تعلق ہو گیا یہاں تک کہ شادی کی نوبت آ پہنچی تو ہندہ نے زید سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق لکھ کر بھیج دو تو زید نے کہا میں لکھنا نہیں جانتا اس پر ہندہ نے کہا کہ میں لکھ کر بھیج دوں تو زید نے کہا کہ لکھ کر دیدو۔ ہندہ نے زید کی اجازت پر طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا تو ایسی صورت میں کونسی طلاق پڑی۔ زید کہتا ہے کہ میں نے شراب کے نشہ میں اجازت دی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید شراب پینے اور ہندہ سے ناجائز تعلق رکھنے کے سبب دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب نار لائق قہر قہار ہیں دونوں پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور ہندہ عورتوں کے مجمع میں اور زید مردوں کی پنچایت میں کم از کم ایک ایک گھنٹہ اپنے سر پر قرآن مجید لئے کھڑے رہیں۔ اور یہ عہد کریں کہ آئندہ ہم ایسی غلطی نہیں کریں گے اور انہیں قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے۔ غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَاباً". (۱۹پ سورۂ فرقان، آیت ۷۱)

اور جب کہ زید کی اجازت پر ہندہ نے طلاق لکھ کر بھیجا تو طلاق واقع ہو گئی اگرچہ بوقت اجازت زید شراب کے نشہ میں تھا ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۲۴۶ پر ہے: "لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق و ان لم یکتب. اھ" اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۵۳ پر ہے: "طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ وهو مذهب اصحابنا رحمهم اللّٰه تعالیٰ کذا فی المحیط." اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "نشہ والے نے طلاق دی تو واقع ہو جائے گی خواہ شراب پینے سے ہو یا بھنگ وغیرہ کسی اور چیز سے اھ ملخصاً" (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۶) اور تحریر فرماتے ہیں "دوسرے سے طلاق لکھوا کر بھیجی تو طلاق ہو جائے گی لکھنے والے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق لکھ دے تو یہ اقرار طلاق ہے یعنی طلاق ہو جائے گی اگرچہ وہ نہ لکھے۔ (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۹) اور اگر زید نے طلاق کے متعلق صرف اتنا کہا تھا کہ لکھ کر بھیج دو اور طلاق کی تعداد یا اس کی نوعیت نہیں بتائی تھی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اس صورت میں زید عدت کے اندر عورت کی مرضی کے بغیر رجعت کر سکتا ہے۔ نکاح کی ضرورت نہیں یعنی عورت سے کہے کہ میں نے تجھے واپس لیا یا اس کے ساتھ ہمبستری وغیرہ

کرلے۔لیکن عدت گذر جانے کے بعد عورت کی مرضی سے دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا حلالہ کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ." (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۹)

البتہ اگر تین طلاق کی اجازت دی تھی یا تعداد نہیں بتائی تھی مگر لکھنے والے نے تین طلاق لکھ کر اسے سنایا اور اس نے تین سے انکار نہ کیا تو اس صورت میں عورت مغلظہ ہوگئی اب بغیر حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ." (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰) اور حلالہ کی صورت یہ ہے کہ طلاق کی عدت گذرنے کے بعد عورت دوسرے سے نکاح صحیح کرے پھر وہ دوسرا شوہر اس سے ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دیدے یا مرجائے پھر طلاق یا موت کی عدت گذر جانے کے بعد شوہر اول سے نکاح جائز ہوگا۔فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۷۳ پر ہے: "ان كان الطلاق ثلثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها كذا في الهداية. اه ملخصاً" اور شوہر ثانی کی ہمبستری کے بغیر حلالہ صحیح نہیں ہوگا۔كما في حديث العسيلة. والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدیؔ کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۱۹ ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:- از: قاسم علی، ہریا بازار، بستی

میری بیوی عرب جانا چاہتی تھی میں نے اس کو جانے سے روکا مگر جانے پر بضد رہی تو میں نے اس کو تین طلاق دیدی اب وہ دو سال بعد واپس آئی ہے اور میری بہن کے گھر ہے جو میرے گھر سے قریب ہے۔میرا اس سے میاں بیوی جیسا کوئی تعلق نہیں ہے۔اب وہ میرے گھر پر قرآن خوانی، میلاد شریف اور حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کے لئے مرغا وغیرہ کر کے لوگوں کو کھلانا پلانا چاہتی ہے۔تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب سائل نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی تو اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی۔اب بغیر حلالہ وہ اس سے میاں بیوی جیسا تعلق ہرگز نہیں کرسکتا۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ." (پ۲ ع۱۳) اور سائل کی بیوی اس کے گھر قرآن خوانی میلاد شریف اور حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی نیاز کے لئے مرغا وغیرہ کر کے لوگوں کو ہرگز کھلا پلا نہیں سکتی۔ہاں سائل کی بہن کے گھر جہاں وہ رہ رہی ہے۔وہیں مرغا وغیرہ کر کے لوگوں کو کھلائے پلائے تو حرج نہیں۔لیکن قرآن خوانی، میلاد شریف اور مرغا وغیرہ کرنے کا ثواب اس وقت تک نہیں ملے گا جب تک کہ وہ پوری زکاۃ ادا نہ کردے۔حدیث شریف میں ہے: "انه لا يقبل نافلة حتى تؤدى الفريضة." یعنی اللہ تعالیٰ کوئی نفل قبول نہیں فرماتا جب تک کہ فرض ادا نہ کرلیا جائے۔اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: "ان اشتغل بالسنن

والنوافل قبل الفرائض لم يقبل منه واهين. "یعنی جو شخص فرض چھوڑ کر سنت و نفل میں مشغول ہوگا تو قبول نہ ہوں گے اور وہ ذلیل کیا جائے گا۔ (بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۳۷) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۱۲ / ربیع النور ۲۱ھ

مسئلہ:- از: احسان اللہ، جوہی کالونی، کانپور

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی جس کے کچھ بچے ہیں۔ بعد عدت مرد و عورت دونوں چاہتے ہیں کہ حلالہ ہو جائے لیکن عورت کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ میں جس سے نکاح کروں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ طلاق نہ دے تو میرے بچے چھوٹ جائیں گے تو اس صورت میں کونسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ حلالہ ہو جائے اور عورت کو بچے کے چھوٹنے کا اندیشہ نہ رہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ایک آسان صورت یہ ہے کہ عورت جس مرد سے حلالہ کے لئے نکاح کرے تو اس شرط پر نکاح کرے کہ مجھے اختیار ہے جب چاہوں اپنے آپ کو طلاق دے لوں یعنی نکاح خواں شوہر ثانی سے کہے کہ میں نے بحیثیت وکیل فلانہ بنت فلاں کو تمہارے نکاح میں بعوض اتنے مہر کے اس شرط پر دیا کہ وہ جب چاہے گی اپنے آپ کو طلاق بائن دے لے گی اگر اس شرط کو وہ قبول کرلے تو نکاح ہو جائے گا۔ اب عورت کو اختیار حاصل رہے گا وہ جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے گی۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۱۰ میں ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۷۳ پر ہے: "ان ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسي منك على ان يكون الامر بيدى اطلق نفسي كلما شئت فقال الزوج قبلت جاز النكاح و يكون الامر بيدها. اه ملخصاً"

مگر ہر عورت کو اس طرح شرط لگا کر نکاح کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی کہ عورتیں عموماً کم عقل ہوا کرتی ہیں۔ وہ جب چاہیں گی ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے لیں گی جس کے سبب بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اسی بنیاد پر شریعت مطہرہ نے طلاق دینے کا اختیار صرف مردوں کو دیا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ. "یعنی نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔ (پ ۲ سورۂ بقرۃ، آیت ۲۳۷) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۱۹ / جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: سراج احمد نیپالی، پوکھریا دمار، لوکہا بازار، روتہٹ، نیپال

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے شادی کی پھر کئی سال بعد اس نے دوسری شادی کی پھر دوسری

عورت سے کچھ معاملہ دو پیش آ گیا جس کی وجہ سے زید کو قید خانہ (جیل) جانا پڑا جب زید قید خانے میں تھا تو ہر روز اس سے پولیس والا سرکاری قانون کے مطابق کسی کاغذ پر دستخط کراتا تھا، زید ایک جاہل انسان تھا۔ وہ پڑھنا لکھنا بالکل ہی نہیں جانتا تھا مگر اپنے نام کا دستخط کرنا جانتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ سرکاری کاغذ پر دستخط کرتا رہا اسی درمیان پہلے والی بیوی کے والد نے طلاق نامہ لکھوا کر پولیس والے کو دیدیا کہ اس پر دستخط کرالے جب پولیس والا زید کے پاس لے کر گیا تو زید اسے سرکاری کاغذ سمجھ کر معمول کے مطابق دستخط کردیا تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ جب کہ زید سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں کبھی طلاق نامہ پر دستخط نہیں کیا ہوں۔ اور اس لڑکی کا نکاح کسی دوسرے سے جائز ہوگا یا نہیں۔ اور اگر جائز نہیں تو ایک مولانا صاحب نے اس کو جائز قرار دے کر اس کا نکاح کروادیا ہے تو مولانا صاحب کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر واقعی زید بے پڑھا ہے، اس کو دھوکہ دے کر طلاق نامہ پر دستخط لئے گئے ہیں اور اس نے اسے سرکاری کاغذ سمجھ کر دستخط کیا ہے تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان دھوکہ سے طلاق نامہ پر دستخط کرا لینے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ”اگر جس پرچہ پر دستخط کرائے اس کو دوسرا کاغذ ظاہر کیا اور یہ شخص بے پڑھا تھا کہ نہ جان سکا تو حکم طلاق نہیں۔ اھ ملخصاً“ (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۱۷۴)

اور جب طلاق ہی نہیں ہوئی تو وہ بدستور زید کی بیوی ہے۔ اس کا دوسرے سے نکاح سخت ناجائز وحرام ہے۔ خاتم المحققین علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "نکاح امرأة الغير بلا علم بانها متزوجة فاسد." (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۶۵۹) اور حضرت فقیہ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ”یہ دوسرا نکاح کہ اس عورت کا کیا فاسد (ناجائز) ہے اور وہ عورت عمرو (شوہر اول) کی زوجہ ہے فرض ہے کہ عورت کو جدا کردے۔“ (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۶۵)

لہذا شوہر ثانی اور زید کی پہلی بیوی پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں اور توبہ واستغفار کریں۔ اور جس مولانا نے اس کو جائز قرار دے کر نکاح کروادیا ہے وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار لائق غضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے۔ اور علانیہ توبہ واستغفار کرے نکاحانہ رقم لیا ہے تو وہ بھی واپس کرے اور لڑکی (زید کی پہلی بیوی) کے والد پر بھی لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور اپنی لڑکی کو نام نہاد شوہر ثانی سے فوراً جدا کرے۔ اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا بائیکاٹ کردیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پ۷ ع۱۴) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

مسئلہ:- از: مولانا حفیظ اللہ قادری، سرسیا، سدھارتھ نگر

زید نے کہا کہ کاغذ لاؤ میں اپنی بیوی کو ابھی طلاق لکھتا ہوں تو اس جملہ سے اس کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں؟

الجواب:- صورت مذکورہ میں زید کا یہ کہنا کہ ''کاغذ لاؤ میں اپنی بیوی کو ابھی طلاق لکھتا ہوں'' سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ کیوں کہ یہ جملہ الفاظ طلاق سے نہیں، بلکہ یہ ارادۂ طلاق ہے۔ اور ارادۂ طلاق سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

حضور صدر الشریعہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ارادۂ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔'' (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۴) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد شبیر عالم مصباحی

۲ ر ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد حسام الدین فنڑ، کوپر کھیرنا، واشی، نیو ممبئی

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی جب وہ رخصت کرا کے لے گیا تو اسی روز چند لوگوں کے سامنے زبانی طلاق دے دی طلاق نامہ لکھ کر نہیں دے رہا ہے تو ہندہ کب دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ اور کیسے کر سکتی ہے جب کہ اس کے پاس طلاق کا ثبوت نہیں؟

الجواب:- طلاق کے لئے تحریر ضروری نہیں کہ طلاق دینے میں اصل زبان ہی سے طلاق دینا ہے، تحریر کرنے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اور اس کی وجہ علماء یہی بیان فرماتے ہیں: "القلم احدی اللسانین." اور طلاق کے ثبوت کے لئے شوہر کا اقرار یا گواہان عادل کی گواہی ضروری ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''تحریری طلاق ہونا کوئی ضروری نہیں جب زید نے زبان سے طلاق دے دی طلاق ہوگئی مگر ثبوت طلاق کے لئے گواہ درکار ہیں یا زید کا اقرار جب یہ دونوں نہ ہوئیں تو صرف عورت کے کہنے پر حکم طلاق نہیں ہو سکتا ہے۔'' (فتاویٰ مصطفویہ حصہ سوم صفحہ ۱۰۲)

لہٰذا اگر زید طلاق نامہ لکھ کر نہیں دے رہا ہے تب بھی طلاق واقع ہوگئی۔ جو لوگ طلاق کے وقت موجود تھے ان کی گواہیوں سے بھی طلاق ثابت ہو جائے گی۔ بشرطیکہ عادل ہوں اب اس صورت میں اگر ہندہ سے زید کی وطی یا خلوت ہوئی ہے تو عدت گذار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور وطی یا خلوت نہ ہوئی تو فوراً نکاح کر سکتی ہے کہ اس صورت میں عدت نہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ."

(پ۲۲ ع۳) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

۵ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: رضوان احمد وشوکت علی، محلہ چمن گنج، التفات گنج، ضلع امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کواس کے گھر والے اور بعض دوسرے لوگ پاگل کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس کی حالت یہ ہے کہ کسی بڑے حادثہ کو دیکھ یا سن کر گھر میں مقید ہو جاتا ہے باہر نہیں نکلتا یہاں تک کہ حوائج ضروریہ کے لئے بھی باہر نکلنے میں دہشت زدہ رہتا ہے۔ کسی سے ڈھنگ کی بات کرنا یا ڈھنگ سے بال بچوں کی دیکھ بھال اس سے نہیں ہو پاتی۔ ایک موقع پر اس کے بھائیوں نے راشن کارڈ بنوانے کی غرض سے اسے باہر نکالنے کی کوشش کی جس کی بنا پر دہشت زدہ ہو کر اس نے تین بار طلاق طلاق طلاق کہا یہ بیان بھائیوں کا ہے۔ زید سے پوچھنے پر اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی نہ ہی اس ارادہ سے طلاق کا لفظ کہا جو کچھ میرے منہ سے نکلا دہشت وخوف کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد اپنی معینہ جگہ سے اترا تو اپنی بیوی سے دو بار یوں کہا جا میں نے تجھ کو طلاق دیدیا یہ بیان اس کی بیوی کا ہے جب کہ زید اس کا انکار کر رہا ہے۔ اور یہ کہہ رہا ہے کہ اس سلسلے میں مجھے کچھ خیال نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کی بیوی ہندہ اس کے نکاح میں باقی رہی؟ اگر باقی نہیں رہی تو نکاح میں لانے کی کیا صورت ہوگی؟ زید کی ذہنی ودلی کیفیت اور اس کی مذکورہ حالت کے پیش نظر حکم شرع واضح فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کے گھر والے یا دوسرے لوگوں کے پاگل کہنے یا سمجھنے سے زید کو پاگل نہیں کہا جاسکتا کہ زید کا قول ''نہ طلاق کے ارادہ سے طلاق کا لفظ کہا جو کچھ میرے منہ سے نکلا دہشت وخوف کا نتیجہ ہے۔'' اس سے ظاہر ہے کہ زید کے ہوش وحواس اس وقت درست تھے، عقل سلامت تھی اور جو اس نے طلاق طلاق تین مرتبہ کہا دہشت وخوف کی حالت میں کہا ہے۔ اور صرف دہشت گھبراہٹ یا دماغ پر گرمی چڑھ جانے کا نام جنون نہیں ہے۔ اور زید نے گھبراہٹ ودہشت میں جو تین مرتبہ طلاق طلاق کہا ہے اس میں بیوی کی طرف اضافت نہیں ہے اور بقول زید نہ ہی طلاق دینے کی نیت وارادہ سے طلاق کا لفظ ادا کیا بس گھبراہٹ ودہشت میں زبان سے نکل گیا۔ لہذا اگر زید اپنے اس قول میں سچا ہے کہ میرا طلاق کا ارادہ نہیں تھا تو بے اضافت صرف طلاق طلاق کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ اور اگر طلاق کی نیت تھی تو طلاق پڑ گئی۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''فقط گھبراہٹ یا دماغ پر گرمی کا نام جنون نہیں۔ اگر واقعی مجنون نہ تھا تو طلاق ہوگئی۔ اگر تین بار کہی تو تین بار۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۳۰) اور اسی میں صفحہ ۶۰۵ پر ہے: ''درین سخن اضافت بسوئے زن نیست اگر دردل ہم قصد اضافت نہ کردہ باشد قطعاً طلاق نیست" و ذلك لان الطلاق لا وقوع له الا بالایقاع و لا ایقاع الا باحداث تعلق الطلاق بالمرأة و لا یتاتی ذلك الا بالاضافة و لو فی النیة فاذا خلیا عنه لم یکن احداث تعلق اذ لا تعلق الا بمتعلق فلم یکن ایقاع فلم یورث وقوعا و هذا ضروری لا یرتاب فیه. اھ" اور اس کا دو مرتبہ یہ کہنا کہ ''جا میں نے تجھ کو طلاق دیدیا'' باب طلاق میں صریح ہے۔ مگر زید جب اس کا انکار کرتا ہے اور بیوی اقرار کر رہی ہے تو ایسی صورت میں یعنی بحالت اختلاف طلاق کا ثبوت گواہوں سے ہوگا۔ اگر دو عادل شرعی گواہوں کی گواہی سے

ثابت ہو جائے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو طلاق ثابت ہو جائے گی۔ پھر اگر شوہر نفی کے گواہ دے گا اس کی بات ہرگز نہ مانی جائے گی۔

البتہ عورت شرعی گواہ نہ دے سکے تو زید پر حلف رکھا جائے گا۔ اگر قسم کھا کر کہہ دے گا کہ میں نے بیوی کو طلاق نہیں دی ہے تو طلاق ثابت نہ ہوگی ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۶۹ میں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: " البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر. " شوہر اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۱۲ رشوال المکرم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد عدنان حبیبی، مدرسہ حنفیہ جامع مسجد، کیندرہ پاڑہ (اڑیسہ)

زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ ''اگر تو اپنے بھائی خالد کا کچھ لے گی تو تینوں طلاقیں ہو جائیں گی'' خالد جب وطن سے باہر جانے لگا تو اپنی بہن ہندہ کو کچھ روپے دینے لگا لیکن اس نے لینے سے انکار کیا پاس ہی میں خالد کی بیوی کھڑی تھی اس نے کہا کہ ''یہ میرا روپیہ ہے ابھی لے لو مجھے بعد میں واپس کر دینا'' اس پر ہندہ نے روپیہ پکڑ لیا اور فوراً بغل ہی میں کھڑی اپنی دوسری بھابھی کو دیدیا۔ مذکورہ بھائی جب کچھ دن کے بعد وطن واپس آیا تو چاکلیٹ وغیرہ لے کر آیا اور اپنے ایک بھائی کو چاکلیٹ تقسیم کرنے کے لئے دیا اس نے چاکلیٹ لے کر ہندہ کو دے دیا کہ اسے تقسیم کر دو اس نے لے کر بچوں میں تقسیم کر دیا اس کے بعد خالد نے کہا تو بھی لے لے اس نے لینے سے انکار کیا جب خالد نے بہت اصرار کیا تو ہندہ نے یہی سمجھ کر کہ مجھے لینے سے منع کیا ہے بچوں کے لئے رکاوٹ نہیں اپنی بچی کی نیت سے چند چاکلیٹ لے لیا اس پر ہندہ کی والدہ نے کہا کہ ''بچی کے لئے بھی نہ لو'' تو اس نے اپنی بچی کی نیت سے جو چند چاکلیٹ لیا تھا اسے واپس کر دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ ہندہ کو ڈیڑھ دو سال میں حیض آتا ہے تو اس کی عدت حیض سے شمار کی جائے گی یا ماہ سے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- پہلی صورت کے سبب طلاق واقع نہیں ہوئی اس لئے کہ ہندہ نے اپنے بھائی خالد سے جو روپیہ لیا وہ اپنی بھابھی کے یہ کہنے پر لیا کہ ''لے لو میرا روپیہ ہے'' اور زید ہندہ کے شوہر نے یوں کہا تھا کہ ''اگر تو اپنے بھائی خالد کا کچھ لے گی تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی'' اور اس صورت میں خالد کا کچھ لینا نہیں پایا گیا۔

البتہ دوسری شکل کے سبب تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں کہ اس صورت میں اس کا اپنے بھائی کی ملک کا چاکلیٹ لینا متحقق ہے اگرچہ بچی کی نیت سے سہی۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کسی نے کسی شخص کو زکاۃ کی رقم دینی چاہی جو کہ مالک نصاب نہیں اور اس نے لینے سے انکار کیا پھر کسی دوسرے کے کہنے پر کہ فلاں کے لئے لے لو اس نے لے لیا مگر اس نے فلاں کو دینے کے بجائے اسی کو لوٹا دیا تو زکاۃ ادا ہوگئی اور اس کا اس رقم کی مسجد، مدرسہ اور دوسرے کاموں میں بغیر حیلۂ شرعی خرچ کرنا صحیح ہو گیا۔ درمختار میں اس

نادار وارث کے متعلق ہے جو اپنے مورث کی نمازوں کا فدیہ ادا کرنا چاہے۔ "یعطی لکل صلاۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم و ثم حتی یتم" یعنی ہر نماز کے بدلے نصف صاع گیہوں صدقۂ فطر کی طرح فقیر کو دے پھر فقیر وارث کو لوٹا دے اور اسی طرح کئی بار لوٹ پھیر کرے یہاں تک کہ پورا فدیہ ادا ہو جائے۔" (الدر المختار فوق رد المحتار جلد دوم صفحہ ۷۲) اور در مختار جلد سوم صفحہ ۸۱۳ میں ہے: "یحنث بالمباشرۃ شمل ما لو کان المباشر اصیلا او وکیلا اذا حلف لا یبیع او لا یشتری." اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلاں چیز نہیں خریدے گا یا نہیں بیچے گا پھر اس نے وہی چیز اپنے لئے یا دوسرے کے لئے خریدی یا بیچی حانث ہو جائے گا۔

لہذا ہندہ پر تین طلاقیں پڑ گئیں اور وہ مغلظہ ہو گئی اب اگر زید اسے رکھنا چاہے تو بغیر حلالہ وہ اس کے نکاح میں ہرگز نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ." (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰)

اور جب ہندہ حیض والی ہے تو وہ حیض ہی سے عدت گذارے گی اور اس کی عدت تین حیض ہے چاہے وہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ اگر اسے ڈیڑھ دو سال بعد حیض آتا ہے تو ہر ماہ حیض آنے کے لئے دوا استعمال کرے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ." (پ۲ سورۂ بقرۃ، آیت ۲۲۸) اور رد المحتار جلد سوم صفحہ ۵۱۰ پر ہے: "انها تعتد لطلاق بالحیض اذا تأخر حیض المطلقة لعارض او غیره بقیت فی العدة حتی تحیض او تبلغ حد الایاس." و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی
۳ ر جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

مسئلہ:- از: عبد الخلیل، تمکوہی روڈ، کشی نگر، یوپی

ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی کچھ مدت گذرنے کے بعد معلوم ہوا کہ بکر کو سفید داغ ہے تو ہندہ کے گھر والوں نے بکر کو زبردستی طلاق دینے کے لئے کہا تھا۔ لیکن بکر طلاق دینے کو راضی نہ تھا۔ ہندہ کے گھر والوں نے زبردستی طلاق لے لی اور اس کے گواہ صرف ہندہ کے گھر والے ہیں اور ثبوت یعنی طلاق نامہ بھی نہیں۔ اور ہندہ دوسروں سے باتیں کرتی تھی کہ بکر مجھے بہت مارتا ہے اور گھر کے باہر جانے نہیں دیتا۔ لیکن ہندہ کا یہ الزام سراسر غلط ہے۔ اور بکر کسی بھی حالت میں طلاق دینے سے راضی نہ تھا اور بکر کو سفید داغ بھی نہیں تھا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرع کے اعتبار سے ہندہ کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر ہندہ کے گھر والوں کی طرف سے اکراہ شرعی پایا گیا ہو یعنی بکر کو ضرر رسانی کا صحیح اندیشہ تھا اور ہندہ کے گھر والوں کو ضرر پر قادر بھی سمجھا تھا اور انہوں نے بکر سے زبردستی طلاق لے لی یعنی بکر سے طلاق نامہ لکھوالیا یا طلاق نامہ پر دستخط کروالیا لیکن بکر کے دل میں طلاق دینے کا ارادہ نہ تھا اور نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو اس صورت میں زبردستی

طلاق لینے سے بھی واقع نہ ہوئی ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۳۲ اور بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۰ پر ہے۔

اور اگر بکر کو ضرر رسانی کا صحیح اندیشہ نہ تھا اور جب اس سے زبردستی طلاق لی گئی اس وقت دل میں طلاق دینے کا ارادہ کرلیا تھا یا زبان سے طلاق کا لفظ کہا اگر چہ راضی نہ تھا تو ان تمام صورتوں میں طلاق واقع ہوگئی۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۵۲ پر ہے: "یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل و لو مکرھا. اھ" اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "حنفیہ کے نزدیک حالت اکراہ یعنی زبردستی میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اھ" (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۱۷۹) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۳ ربیع النور ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: برکت اللہ، محلہ تین بتی، امرڈوبھا، کبیر نگر

زید نے اپنے۔ والد کے نام ایک خط لکھوایا جس میں اس نے لکھوایا کہ والد صاحب کو معلوم ہو کہ ہم۔ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی محلہ کے چار آدمیوں کو اکٹھا کر کے اس کا سامان دے دو اور ہماری بیٹی کو لے لو اور ایک خط اپنے ماموں کے پاس لکھوایا جس کا مضمون یہ ہے کہ ہم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اس کا معاملہ ختم کرلو۔ اس واقعہ کو ہوئے تقریباً ڈیڑھ برس بیت گئے بیچ میں دونوں کا آپس میں کسی طرح کا کوئی تعلق نہ رہا اب زید اسے رکھنا چاہتا ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو زید کی بیوی پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ." (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۹)

لہٰذا اگر زید کی بیوی ابھی عدت کے اندر ہے تو وہ اس سے رجعت کرسکتا ہے مثلاً زبان سے کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لیا۔ اور اگر عدت ختم ہوگئی ہے تو زید عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر پھر کبھی اسے ایک طلاق دے گا تو وہ حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ نکاح ہرگز نہیں کر سکے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ." (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۲ محرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: اشرف علی، پہلے چال، مورواڑی، پمپری، پونہ

زید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں لکھ کر بذریعہ رجسٹری اپنی سسرال روانہ کیا لیکن سسرال والوں نے رجسٹری لینے سے انکار کیا تو وہ رجسٹری واپس آ گئی۔ بعد میں عدت کے نان ونفقہ کے طور آٹھ ہزار روپے کا ڈرافٹ بذریعہ رجسٹری روانہ کیا وہ بھی واپس

آ گئی۔ مزید سسر کے آنے پر بھی اس نے طلاق دینے کا اقرار کیا سسر صاحب نے مقدمہ قائم کرنے کی دھمکی دی۔ ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر چہ رجسٹری واپس کردی پھر بھی زید کی بیوی پر طلاق لکھنے کے وقت ہی تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''الفاظ طلاق لکھ کر بھیجا جب بھی ہوگئی اور اسی وقت سے عدت شمار ہوگی۔ اھ ملخصاً'' (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۸) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۷۸ میں ہے: "ارسل الطلاق بان كتب فكما كتب هذا يقع الطلاق و تلزمها العدة من وقت الكتابة. اھ" اور ایسا ہی ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۴۵۶ پر بھی ہے۔

لہٰذا زید پر اس کی بیوی حرام ہوگئی اب بغیر حلالہ اس کو رکھنا جائز نہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: " فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ. " (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۴۷۳ میں ہے: "ان كان الطلاق ثلثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. اھ"

اور زید کی بیوی کو عدت کے نفقہ کے طور پر بھیجا گیا ڈرافٹ واپس نہ کرکے اس کو اپنے خرچ میں لاسکتی تھی کیونکہ وہ عدت کے دنوں نفقہ اور رہنے کی جگہ کی مستحق ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۵۵۷ میں ہے: "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة و السكنى. اھ"

اور زید کے خسر کا اس پر مقدمہ قائم کرنا سخت ناجائز و حرام ہے بلکہ کفر کا خوف ہے کہ اسلام کے قانون اور اس کے فیصلہ کو نہ مان کر دنیاوی حکام کے فیصلہ کو چاہتا ہے جب کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ. " یعنی اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ (پ۵ سورۂ نساء، آیت ۵۹)

لہٰذا زید پر اس کا خسر ناجائز مقدمہ قائم کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے پاک کا فرمان ہے: "كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ". (پ۶ سورۂ مائدہ، آیت ۷۹)

اور زید بیک وقت تین طلاقیں دینے کے سبب سخت گنہگار ہوا۔ علانیہ توبہ و استغفار کرے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:-

ہندہ اپنے شوہر زید سے جھگڑا کر رہی تھی اسی حالت میں اس نے زید سے کہا میں جب سے تمہارے گھر آئی ہوں تکلیف اٹھا رہی ہوں اس پر زید نے کہا جب تمہیں ہمارے گھر تکلیف ہے تو طلاق لے لو جاؤ۔ پھر وہ دونوں ایک ساتھ میاں بیوی کی طرح

زندگی گذار رہے ہیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کا قول کہ ''جب تمہیں ہمارے گھر تکلیف ہے تو طلاق لے لو جاؤ'' اس جملہ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی رجعی کے بعض الفاظ تحریر فرماتے ہیں: ''طلاق لے'' فی ردالمحتار "خذی طلاقك فقالت اخذت فقد صحح الوقوع به بلا اشتراط نية كما فی الفتح و كذا لايشترط قولها اخذ ت كما فی البحر." (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۰۹) اور جب ایک طلاق رجعی واقع ہوئی پھر وہ میاں بیوی جیسی زندگی گذارنے لگے تو رجعت ہوگئی اس لئے وہ دونوں گنہگار نہیں۔ البتہ اگر زید بحلف بیان دے کہ میری مراد یہ تھی کہ مجھ سے طلاق حاصل کر کے جاؤ۔ تو اس صورت میں وقوع طلاق کا حکم نہ کریں گے۔ اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا تو وبال اس پر ہوگا اور لفظ جاؤ سے اگر طلاق کی نیت کی ہے تو اس سے ایک بائن واقع ہوئی۔ اس صورت میں بغیر نکاح میاں، بیوی کی طرح رہنے کے سبب گنہگار ہوئے توبہ کریں اور فوراً نکاح کرلیں۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اسلم قادری

مسئلہ:-

زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی پھر تھوڑے وقفہ سے دوبار بغیر اضافت کہا طلاق طلاق تو اس صورت میں کونسی طلاق واقع ہوئی؟ بینوا توجروا.

الجواب:- پہلی بار جب کہ اضافت کے ساتھ طلاق دی تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ آخری دو طلاقیں بھی اس نے اپنی بیوی ہی کو دی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''کہ چوں لفظ از ہمہ وجوہ اضافت تہی باشد آنگاہ بنگرند ازیں جا قرینہ باشد کہ بااو راجح تر ارادۂ اضافت است قضاء حکم طلاق کنند نظراً الی الظاہر واللہ یتولی السرائر اھ'' فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۰۵) اور خصوصاً اس صورت میں کہ عوام تین طلاق سے کم دیتے ہی نہیں۔

لہٰذا اگر واقع میں ایسا ہی ہے تو زید کی بیوی پر تین طلاق کے وقوع کا حکم ہوگا۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عماد الدین قادری

مسئلہ:-

کہا میں اپنی بیوی کو ماں کی طرح سمجھتا ہوں ''مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں'' تو کیا حکم ہے؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں یہ جملہ کہ میں اپنی بیوی کو ماں کی طرح سمجھتا ہوں مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر نیت تحریم کی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر نیت ظہار کی ہے تو ظہار ہوگا۔ عالمگیری میں ہے: "لو قال لها انت على مثل امی او كامی ينوی فان نوى الطلاق وقع بائنا و ان الكرامة او الظهار فكما نوى هكذا فی فتح القدير."

(جلد اول صفحہ ۵۰۷) لیکن واضح رہے کہ مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں سے صاف ظاہر ہے کہ نیت کرامت کا پہلو قطعاً نہیں ہے لہذا طلاق بائن واقع ہوگی یا ظہار۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد نعمان رضا برکاتی

مسئلہ:-

زید کی دو بیویاں ہیں اور وہی دونوں مل جل کر کھانا بناتی ہیں ایک دن وہ کھانے کے لئے بیٹھا تو سالن میں نمک بہت زیادہ تھا اس پر زید نے کہا کہ جس نے کھانے میں نمک ڈالا ہے اسے تین طلاق۔ دونوں عورتیں کہہ رہی ہیں نمک ہم نے نہیں ڈالا تو زید کیا کرے کس کو اپنے لئے حلال سمجھے اور کس کو حرام۔ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر زید کو معلوم ہے کہ فلاں عورت نے نمک ڈالا ہے جب تو ظاہر ہے کہ اسی پر طلاق پڑی اس کے انکار کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر وہ خود شبہہ میں ہے کہ کس نے نمک ڈالا لیکن یہ معلوم ہے کہ انہیں دونوں میں سے کسی ایک نے ڈالا ہے۔ اس صورت میں جب تک ایک کو معین نہ کرے کسی سے قربت نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ حلالہ نہ ہوجائے یعنی ہر ایک کو ایک ایک طلاق دے تا کہ وہ دوسرے سے نکاح کرسکیں۔ پھر شوہر ثانی بعد وطی انہیں طلاق دے دے یا مر جائے تو بعد عدت ان سے نکاح کرسکتا ہے۔ ایسا ہی فتاوی امجدیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۹ پر ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد نعیم برکاتی

مسئلہ:-

مدخولہ بیوی کو بیک وقت متفرق طور پر تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہوجاتی ہیں۔ کیا یہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- مدخولہ بیوی پر متفرق طور پر تین طلاق پڑنے کا ثبوت قرآن مجید سے یہ ہے کہ ائمۂ کرام لغت وفقہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ "فا" تعقیب مع الوصل کے لئے آتا ہے۔ یعنی جس کلام کے شروع میں "فا" داخل ہوگا وہ کلام اول سے متصل مانا جائے گا مثلاً: جاء نی زید فعمر. یعنی زید آیا اور اسی کے فوراً بعد عمر آیا۔

ایسے ہی باری تعالیٰ کا ارشاد: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ." (پ۲ ع۱۲) اور "فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ." یعنی جب تم دو طلاق دو تو بھلائی سے روک رکھو یا احسان کے ساتھ چھوڑ دو ـــــ پھر جب تیسری طلاق دو تو وہ عورت تمہیں حلال نہ ہوگی جب تک کہ وہ دوسرے سے نکاح نہ کرلے کیوں کہ "فَاِنۡ طَلَّقَهَا الخ" کا "فا" اس بات کا مقتضی ہے کہ اس کو "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" سے متصل کردے۔

لہذا مطلب یہ ہوگا کہ جب تم دو طلاق دو اور اسی سے متصلاً تیسری طلاق دو تو تینوں کا وقوع ہوجائے گا اور مدخولہ بیوی پر

طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

مسئلہ:۔

عورت نے اس شرط پر نکاح کیا کہ جب میرا دل چاہے گا میں طلاق حاصل کرلوں گی تو کیا اس صورت میں عورت جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں عورت اپنے آپ کو طلاق نہیں دے سکتی اس لئے کہ اس نے طلاق حاصل کرنے کا اختیار لیا ہے جو لغو ہے کہ حاصل کرنے کا اختیار ہر عورت کو رہتا ہے واقع کرنے کا اختیار اس نے نہیں لیا ہے۔ جیسا کہ ہر ہندوستانی کو گورنمنٹ کی ملازمت حاصل کرنے کا اختیار ہے مگر خود اپنے آپ کو ملازم بنادینے کا کا اختیار نہیں۔ اور شوہر راضی ہو تو ہر عورت اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار لے سکتی ہے اور اس میں عورت ہی کا نقصان ہے اس لئے کہ عورت کو اختیار رہے گا کہ جب چاہے گی وہ اپنے اوپر طلاق واقع کرکے چل دے گی تو اس صورت میں شوہر اسے نوکرانی کی طرح رکھے گا گھر کی ملکہ بنا کے نہیں رکھے گا نہ اس کے نام کوئی جائداد لکھائے گا یہاں تک کہ زیور بھی پہننے کے لئے نہیں دے گا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اسلم قادری

مسئلہ:۔

کس طرح طلاق دینا لینا بہتر ہے۔ اور کس طرح طلاق دینا لینا جائز نہیں؟

الجواب:۔ طلاق کی تین قسمیں ہیں حسن، احسن، بدعت جس طہر میں وطی نہ کی ہو اس میں ایک طلاق رجعی دینا اور چھوڑے رہنا یہاں تک کہ عدت گذر جائے یہ طلاق احسن ہے۔ اور غیر موطوءہ کو طلاق دینا اگر چہ حیض کے دنوں میں دی ہو یا موطوءہ کو تین طہر میں تین طلاقیں دینا بشرطیکہ ان طہروں میں وطی نہ کی ہو یا تین مہینے میں تین طلاقیں اس عورت کو دینا جسے حیض نہیں آتا ہے جیسے نابالغہ۔ یہ سب صورتیں طلاق حسن کی ہیں۔ البتہ حمل والی یا سن ایاس والی کو وطی کے بعد طلاق دینے میں کراہت نہیں یہ دونوں صورتیں یعنی طلاق حسن اور احسن جائز اور بہتر ہیں۔ اور ایک طہر میں دو یا تین طلاقیں دینا تین دفعہ میں یا دو دفعہ میں دینا یا ایک ہی دفعہ میں دے دینا خواہ تین بار لفظ طلاق کہنا یا یوں کہہ دینا کہ تجھے تین طلاق دی۔ یا یہ صورتیں نہیں مگر طہر میں طلاق بائن دی تھی تو یہ سب صورتیں طلاق بدعت کی ہیں جو ناجائز ہیں کہ طلاق دینے والا گنہگار ہوگا۔ ہدایہ اولین صفحہ ۳۴۴ میں ہے: "الطلاق علی ثلثة اوجه حسن و احسن و بدعی فالاحسن ان يطلق الرجل امرأته تطليقة واحدة فى طهر لم يجامعها فيه و يتركها حتى تنقضى عدتها و الحسن هو طلاق السنة و هو ان يطلق المدخول بها ثلثا فى ثلثة

اطهار و طلاق البدعة وهو ان يطلق ثلثا بكلمة واحدة او ثلث فى طهر واحد فاذا فعل ذلك وقع الطلاق و كان عاصيا و السنة فى الطلاق من وجهين سنة فى الوقت و سنة فى العدد فالسنة فى العدد يستوى فيها المدخول بها وغير المدخول بها والسنة فى الوقت يثبت فى المدخول بها خاصة وهو ان يطلقها فى طهر لم يجا معها فيه. اه ملتقطاً"

لیکن اگر طلاق رجعی کی صورت میں شوہر کی رجعت سے عورت کو ضرر پہنچنے کا قوی اندیشہ ہو تو ایک طلاق بائن حاصل کرنا جائز ہے۔ فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے: "الضرورات تبيح المحظورات." و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: شاہد رضا

مسئلہ:۔

زید نے اپنی مدخولہ بیوی سے صرف ایک بار کہا کہ جاؤ ہم نے طلاق دی تو اس پر کونسی طلاق واقع ہوئی؟

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں زید نے ایک جملہ میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدی لفظ جاؤ سے طلاق کی نیت پر کوئی قرینہ نہیں کہ طلاق بائن کا حکم لگے لہذا زید کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ فقیہ اعظم حضرت علامہ امجد علی علیہ الرحمہ طلاق کے لفظ صریح کو شمار کرتے ہوئے عالمگیری کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ''جا تجھ پر طلاق۔ ان سب سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر فقط جا بہ نیت طلاق کہتا تو بائن ہوتی۔'' (بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۱۲) اور مجدد اعظم محدث بریلوی رضی اللہ عنہ ایک سوال (کہ تو اپنے گھر کو جا میرے کام کی نہیں میں نے تجھے طلاق دی) کے جواب میں فرماتے ہیں: ''اگر واقعہ اسی قدر ہے کہ عورت نے یا کسی اور نے عورت کے لئے طلاق نہ مانگی تھی جس کے جواب میں یہ لفظ اس نے کہے نہ اس نے اس الفاظ کو مقرر کہا بلکہ صرف ایک ہی بار کہا تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ "لان اللفظ الاول يحتمل الرد فينوى على كل حال والثانى يحتمل السب فينوى فى الغضب و قد حلف و يكفى حلفه فى منزله كما فى الدر المختار و اللفظ الثالث و ان كان صريحا لايكون قرينة فى الاولين لان شرط النية ان تقدم كما فى رد المحتار. اه" و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد مفید عالم مصباحی
۲ رصفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:۔

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کے متعلق دو بار لفظ طلاق اردو میں لکھا پھر اسی سے متصل دو بار ہندی میں تحریر کیا تو اس صورت

میں کونسی طلاق واقع ہوئی۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید اگر بحلف بیان دے کہ اس نے اپنے اردو میں لکھے ہوئے دو بار لفظ طلاق کی تشریح کرنے کے لئے ہندی میں بھی دو بار لفظ طلاق تحریر کیا ہے تو دو طلاق رجعی کے وقوع کا حکم دیا جائے گا۔ عدت کے اندر رجعت اس صورت میں کرسکتا ہے۔ جیسا کہ ایک سوال کے جواب میں مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''اگر اس وقت ایک بار طلاق دی تھی اور باقی بار اور وہ کہ پوچھنے پر کہا اور وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نے ان دفعوں میں طلاق دینے کا ارادہ نہ کیا تھا بلکہ اس کے پوچھنے پر خبر دی تھی تو صرف ایک طلاق ہوئی اگر رجعی تھی تو رجعت کرسکتا ہے۔ جب تک عدت نہ گذرے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۲۲) اور اگر زید نے اردو میں لکھے ہوئے لفظ طلاق کی تشریح کے لئے نہیں تحریر کیا تو طلاق مغلظہ واقع ہوگئی عورت اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی کہ بے حلالہ اب کبھی اسی پر حلال نہیں ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ." (سورۂ بقرہ، آیت ۲۲۹) اور فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۵۴ میں ہے کہ: ''اگر واقع میں تین طلاقیں دی ہیں عند اللہ عورت اس پر حرام ہوگئی۔ بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ اھ'' و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد مفید عالم مصباحی

۴ ذیقعدہ ۲۲ھ

مسئلہ:-

ہندوستان میں جو کورٹ میرج یعنی کورٹ کے ذریعہ شادی ہوتی ہے شریعت کی نگاہ میں اس کی حقیقت کیا ہے۔

الجواب:- ہندوستان میں جو کورٹ میرج رائج ہے اس سے قطعاً نکاح نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس میں نہ ایجاب وقبول ہوتا ہے نہ عورت مرد کے دین و مذہب کا خیال کیا جاتا ہے۔ اور نہ مطلقہ و بیوہ کی عدت گذرنے کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ صرف عورت اور مرد کی درخواست پر ان کے میاں بیوی ہونے کی سند دیدی جاتی ہے۔ اور اسی کو نکاح سمجھا جاتا ہے جو عند الشرع ہرگز معتبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد مفید عالم مصباحی

۳ صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد حسین، مقام مروٹیا، ڈاکخانہ کپتان گنج بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ فدا حسین نے اپنے خسر رمضان کو ہندی میں ایک تحریر بھیجی جس کی اردو یہ ہے:

طلاق نامہ ۹۶/۹/۵ء

رمضان کی لڑکی صبر النساء، میں شاہ محمد کا لڑکا فدا حسین طلاق دے رہا ہوں، طلاق دے رہا ہوں، طلاق دے رہا ہوں اپنا سامان جا کے لے لینا جو اپنا سامان دیئے ہو وہ گھر جا کے لے آنا۔ خدا حافظ۔

دستخط: فدا حسین

فدا حسین سے صبر النساء کو دو لڑکے بھی ہیں۔ سوال یہ کہ صبر النساء پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر پڑی تو کون سی طلاق؟ اگر فدا حسین صبر النساء کو پھر رکھنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں فدا حسین کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اب وہ بغیر حلالہ اپنے شوہر کے لئے کسی بھی طرح حلال نہیں ہو سکتی۔ قال اللہ تعالیٰ "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ. فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ." (پ۲ رکوع ۱۳) حلالہ کے یہ معنی ہیں کہ اس طلاق کی عدت گذرے پھر عورت دوسرے سے نکاح صحیح کرے اور وہ اس سے کم از کم ایک بار ہم بستر بھی ہو پھر یہ دوسرا شوہر طلاق دے یا مر جائے تو دوسری بار عدت گذارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔ اس سے پہلے ہرگز نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۲ / ربیع الآخر ۱۸ھ

باب فی الطلاق قبل الدخول

غیر مدخولہ کی طلاق کا بیان

مسئلہ:۔ از: محمد یٰس ساکن گاؤں بی سابسنت پور وارڈ نمبر ۶ ضلع روپن دہی۔ نیپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سکئی بن سکندر نے اپنی بیوی طشب النساء بنت محمد یٰس ساکنہ گاؤں بی، سابسنت پور وارڈ نمبر ۶ روپن دہی کو کھلے عام طلاق دی اور کئی دفعہ یہی الفاظ استعمال کیا کہ ہم نے طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ طلاق دیا۔ اب ایسی صورت میں طشب النساء پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی طلاق واقع ہوئی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں سکئی کی بیوی طشب النساء اگر مدخولہ ہے تو اس پر ایک طلاق بائن پڑی اس صورت میں اگر سکئی اسے پھر رکھنا چاہتا ہے تو اس کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں اور اگر مدخولہ ہے تو اس پر تین طلاقیں پڑیں یعنی نکاح سے فوراً نکل گئی اب بغیر حلالہ طشب النساء سکئی سے نکاح نہیں کر سکتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ." (پارہ ۲ رکوع ۱۳) اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "و ان فرق بانت بالاولیٰ لا الی عدة و لذا لاتقع الثانية بخلاف الموطوة حيث يقع الكل" اھ (درمختار مع ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۴۹۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی

۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از: پیار محمد چھاؤنی ضلع بستی

زید کو گھر میں بند کر کے زبردستی اس سے تین بار اس کی غیر مدخولہ بیوی سے مخاطب کر کے کہلوایا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر پڑی تو کون سی طلاق؟ عورت کے گھر والے اگر زید کے ساتھ نکاح پر راضی ہو جائیں تو حلالہ کرانا پڑے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں اگرچہ زبردستی کی گئی مگر جبکہ زید نے زبان سے طلاق دئیے دی تو ہو گئی۔ بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۲۴۵ میں ہے۔ "ولو مكرها ای ولو كان الزوج مكرها على انشاء الطلاق لفظا" اھ لیکن چونکہ عورت غیر مدخولہ

ہے اس لئے صرف ایک طلاق بائن پڑی اور باقی دو لغو ہو گئیں، درمختار مع شامی جلد ۳ صفحہ ۲۸۴، ۲۸۶ میں ہے۔ "قال لزوجه غير المدخول بها انت طالق ثلاثا وقعن وان فرق بوصف او خبر او جمل بعطف او غيره بانت بالاولى لم تقع الثانية" اھ ملخصا اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ غیر مدخولہ کو کہا تجھے طلاق ہو۔ تجھے طلاق ہو۔ تجھے طلاق ہو یا کہا تجھے طلاق طلاق طلاق تو ایک بائن واقع ہوگی اھ ملخصا (بہار شریعت حصہ ۸ صفحہ ۱۸) لہذا عورت کے گھر والے اگر پھر زید کے ساتھ نکاح کرنے پر راضی ہو جائیں تو زید عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ اس کو دوبارہ اپنے نکاح میں لا سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۱۱؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

باب الکنایة

کنایہ کا بیان

مسئلہ: -از: جمیل احمد سائیکل مستری، مہراج گنج بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ محمد علی نے اپنی مدخولہ بیوی سیر النساء سے تین چار بار کہا ''اپنا طلاق لے جاؤ'' تو اس صورت میں محمد علی کی بیوی سیر النساء پر طلاق پڑی یا نہیں۔ اگر پڑ گئی اور محمد علی اسے پھر دوبارہ نکاح میں رکھنا چاہے تو کیا صورت ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب: - صورت مسئولہ میں محمد علی کی بیوی سیر النساء پر طلاق مغلظہ پڑ گئی اب بغیر حلالہ وہ محمد علی کے لئے حلال نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی طلاق کے الفاظ شمار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "طلاق لے فی ردالمحتار خذی طلاقك فقالت اخذت فقد صح الوقوع به بلا اشتراط نية كما فى الفتح و كذا لايشترط قولها اخذت كما فى البحر." (فتاویٰ رضویہ جلد۵ صفحہ ۵۰۹) اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَاتَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ." (پ۲ ع۱۳) حلالہ کی صورت یہ ہے کہ عدت گذرنے کے بعد سیر النساء کسی سنی سے صحیح نکاح کرے وہ کم سے کم ایک بار ہمبستری کرے پھر وہ طلاق دے یا مر جائے تو دوبارہ عدت گذرنے کے بعد وہ محمد علی سے نکاح کرسکتی ہے۔ اگر دوسرے شوہر نے بغیر ہمبستری طلاق دیدی تو حلالہ صحیح نہ ہوگا۔ اور اس صورت میں وہ محمد علی سے نکاح نہیں کر سکے گی کمافی حدیث العسیلہ۔

البتہ اگر محمد علی بحلف بیان کرے کہ اپنی طلاق لے جاؤ سے میری مراد یہ ہے کہ اپنی طلاق مجھ سے حاصل کر کے جاؤ اس لئے کہ لےلو کے معنی حاصل کرنے کے بھی آتے ہیں تو اس صورت میں وقوع طلاق کا حکم نہ کریں گے۔ محمد علی اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔

اور اگر لفظ جاؤ سے طلاق کی نیت نہیں کی ہے تو اس سے کوئی طلاق نہ پڑی: "لان اخرجی مما يحتمل ردا فلا يقع به بلانية و ان كانت الحال حال المذاكرة." ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ۴۷۴ میں ہے: اور لفظ جاؤ سے طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی "لان البائن لايلحق البائن." اس صورت میں محمد علی عدت کے اندر بھی سیر النساء کی مرضی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔

اور اگر لفظ جاؤ سے تین طلاق کی نیت کی تو تینوں واقع ہوگئیں ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۲۳ میں ہے۔ اس صورت

میں بھی بغیر حلالہ محمد علی سیر النساء سے نکاح نہیں کرسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲۹ر شعبان المعظم ۱۹ھ

مسئلہ: -از: شاہ محمد، جسجوا، بڑرا، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کئی بار یہ لفظ کہا کہ میں نے تمہیں جواب دیا۔ تو زید کی مراد معلوم کرنے کے لئے اس کے سامنے ایک تحریر پیش کی گئی اور اس سے ظاہر کیا گیا کہ یہ طلاق نامہ ہے تم اس پر دستخط کردو۔ اس نے طلاق نامہ سمجھ کر اس کے کاغذ پر دستخط کردیا جب کہ اس تحریر میں طلاق سے متعلق کوئی بات نہیں تھی۔ ایسی صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی تو کون سی؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جواب دینا اگر وہاں کے عرف میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے کہ جب عورت کی نسبت اس کو بولا جاتا ہے۔ طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے تو زید کی عورت اگر اس کی مدخولہ ہے تو اس پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو اس لئے کہ صریح میں نیت کی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں بغیر حلالہ ہندہ زید کے لئے حلال نہیں۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''صریح وہ ہے جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو اگرچہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو۔ اھ'' (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۰) ایسا ہی فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۱۵۴ میں ہے۔ اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "صریحہ مالم یستعمل الا فیہ ولو بالفارسیۃ." پھر اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: "فما لا یستعمل فیھا الا فی الطلاق فھو صریح یقع بلانیۃ. اھ" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۶۵)

اور اگر وہ طلاق کے الفاظ صریحہ سے نہ ہو بلکہ طلاق وغیر طلاق دونوں میں استعمال ہوتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور بقیہ لغو ہوجائیں گی۔ اس صورت میں عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ عدت میں یا عدت کے بعد جب چاہے نکاح کرسکتا ہے۔ "فان البائن لایلحق البائن." حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "ما استعمل فیھا استعمال الطلاق وغیرہ فحکمہ حکم کنایات العربیۃ فی جمیع الاحکام بحر. اھ" (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۴۶۵) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۶ر جمادی الآخرہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: گل شیر خاں، بزرگاں، جونپور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کی بعض غلط کاریوں کی وجہ سے اس سے یہ کہا کہ ''اب تم جہاں جانا چاہتی ہو چلی جاؤ'' تو اس جملہ سے طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر زید اپنی اس بیوی کو پھر رکھنا چاہے تو کیا صورت ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب:- ''جہاں جانا چاہتی ہو چلی جاؤ'' اگر زید نے یہ جملہ طلاق کی نیت سے کہا تھا تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اس صورت میں زید عدت کے اندر اور عدت کے بعد بھی جب چاہے عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اور قسم کھا کر انکار کردے کہ میں نے یہ الفاظ طلاق کی نیت سے نہیں کہے تھے تو طلاق ثابت نہ ہوگی اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۴۷ میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۴/ جمادی الآخرہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد ادریس، کوچر لی، ہینسر بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ شاہ محمد اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ اپنی بیوی کو رخصت کرانے گیا۔ جب سسرال والوں نے اسے رخصت نہیں کیا تو شاہ محمد نے اپنے ساتھی سے کہا کہ مذاق کرنے کے لئے ہماری بھابھی سے کہنا شاہ محمد نے اپنی بیوی کو جواب دے دیا۔ تو اس کے ساتھی نے ایسا ہی کیا۔ پھر شاہ محمد سے اس کی ممانی نے پوچھا کہ اپنی بیوی کو رخصت کرا لائے تو ہنس کر ممانی سے کہا کہ ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ تو اس صورت میں شاہ محمد کی بیوی پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر اس پر طلاق پڑ گئی اور شاہ محمد اس کو پھر رکھنا چاہے تو اس کے لئے کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ہم نے اسے چھوڑ دیا یہ لفظ صریح ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "قلت فکذا ''چھوڑنا'' بلساننا وفارغ خطی دینا بلسان کثیر من اھل الحرف فانہ صریح عند ھم فی الطلاق." (جد الممتار جلد دوم صفحہ ۴۷۸) اور ''جواب دینا'' اگر وہاں کے عرف میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے یعنی جب عورت کی نسبت اس کو بولا جاتا ہے تو طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے۔ تو شاہ محمد کی بیوی پر دو طلاق رجعی پڑ گئی۔ اگر چہ ہنسی مذاق میں کہا ہو اور طلاق کی نیت نہ کی ہو اس لئے کہ صریح میں نیت کی ضرورت نہیں۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''صریح وہ ہے جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو اگر چہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو'' (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۰) اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "صریحہ مالم یستعمل الا فیہ و لو بالفارسیۃ." (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۶۵)

لہٰذا اس صورت میں جب تک وہ عدت میں ہے شاہ محمد اس سے رجعت کرسکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں یعنی اتنا کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو نکاح میں پھیر لیا یا اس سے ہمبستری وغیرہ کرلے۔ اور اگر عدت گذر گئی ہے۔ تو عورت کی رضا سے نئے مہر کے ساتھ اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۵ صفحہ ۶۲۲ پر ہے۔

اور جواب کا لفظ اگر وہاں کے عرف میں الفاظ صریحہ سے نہ ہو بلکہ طلاق وغیر طلاق دونوں میں استعمال ہوتا ہو تو ایک طلاق بائن اور ایک رجعی واقع ہوئی۔ اور بائن کے ساتھ مل کر وہ بھی بائن ہوگئی۔ اس صورت میں عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ عدت میں یا عدت کے بعد جب چاہے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "ما استعمل فیها استعمال الطلاق وغیرہ فحکمه حکم الکنایات العربیة فی جمیع الاحکام بحر. اھ" (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۴۶۵) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۲/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کے ماں باپ زید کی بیوی کو اس کے بھیجنے کے لئے دن تاریخ متعین کر چکے ہیں لیکن جب زید کے سسرال والے رخصتی کے لئے گھر آئے تو زید غصہ میں اپنی بیوی کے سامنے قرآن پاک اٹھا کر کہا "جاؤ آج سے نہ تم میری بیوی ہو اور نہ ہم تمہارے شوہر ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر دونوں لفظوں کو بہ نیت طلاق کہا تو طلاق پڑ گئی۔ پھر لفظ جاؤ سے ایک یا دو طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق بائن اور ایک رجعی واقع ہوئی اور بائن کے ساتھ مل کر وہ بھی اس کے حکم میں ہوگئی۔ اس صورت میں عدت کے بعد اور عدت کے اندر بھی عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اور تین کی نیت کی تو طلاق مغلظہ واقع ہوئی اس صورت میں زید بغیر حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ." (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۰) اور اگر صرف دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوئی۔ اس صورت میں عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے۔ نکاح کی ضرورت نہیں۔ اور بعد عدت عورت کی مرضی سے نکاح کرسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ شرح وقایہ جلد دوم صفحہ ۷۷ میں ہے: "وکنایته ما لم یوضع له و احتمله وغیرہ فلا تطلق الا بنیته او دلالة الحال و منها اذهبی تقع واحدة بائنة ان نواها او ثنتین و ثلث ان نواہ. اھ ملخصاً" اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۹۱ میں ہے: "لست لك بزوج او لست لی بامرأة طلاق ان نواہ. اھ" ردالمحتار میں ہے: قوله طلاق ان نواہ اشار بقوله طلاق الی ان الواقع بهذه الکنایة رجعی کذا فی البحر. اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی
۱۳/محرم الحرام ۱۸ھ

مسئلہ:-

زید نے اپنی بیوی سے کہا ''میں نے تجھے طلاق دی نکل جا'' تو اس صورت میں کونسی طلاق پڑی؟

الجواب:- زید نے لفظ ''نکل جا'' سے اگر طلاق کی نیت کی تھی تو دو طلاق بائن پڑیں کہ ''میں نے تجھے طلاق دی'' یہ طلاق صریح رجعی ہے اور ''نکل جا'' کنایات طلاق سے ہے اور طلاق صریح محتاج نیت نہیں تو اس بائن نے اس رجعی سے مل کرا سے بھی بائن کردیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "ان البائن یلحق الصریح و الرجعی یصیر بلحوق البائن بائنا." (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۷۲) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۷۷ میں ہے: "الطلاق البائن یلحق الطلاق الصریح بان قال لها انت طالق ثم قال لها انت بائن تقع طلقة اخری. اھ" تو اس صورت میں عورت نکاح سے نکل گئی۔ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ اگر زید ہی سے کرنا چاہے تو عدت کے اندر بھی کرسکتی ہے۔ اور بعد عدت بھی۔ اور اگر زید نے ''نکل جا'' سے طلاق نیت نہیں کی تھی تو ایک طلاق رجعی پڑی کہ ''نکل جا'' یہ ردکا بھی احتمال رکھتا ہے اس لئے حالت مذاکرہ میں بھی نیت کی ضرورت ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: "لان اخرجی مما یحتمل ردا فلا یقع به بلانیة و ان کانت الحال حال المذاکرة لتقدم التطلیق کما نصوا علیه." (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۷۲) لہذا اس صورت میں شوہر کو رجعت کرنے کا اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۹ / جمادی الآخرہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: جمیل احمد، شہر مرزاپور

ہندہ کے والدین نے زید سے یہ بیان دیا کہ ہندہ کا شوہر نامرد ہے اس نے ہندہ سے کہا میں تیرے قابل نہیں ہوں میں نے تجھے آزاد کیا اور انہوں نے ہندہ کا نکاح دوسرے سے پڑھانے کے لئے کہا۔ زید نے ان کے کہنے پر بغیر تحقیق کئے ہندہ کا نکاح پڑھادیا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نکاح پڑھانے کے سبب زید پر کوئی مواخذہ ہے یا نہیں؟ جب کہ زید کو یہ اعتراف ہے کہ میں نے بغیر تحقیق نکاح پڑھایا ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- ہندہ کے شوہر کا یہ کہنا کہ میں تیرے قابل نہیں کلمہ طلاق سے نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۷۴۴ پر ہے۔ البتہ اگر اس نے واقعی یہ کہا ہے کہ میں نے تجھے آزاد کیا اور اس جملہ سے طلاق مراد لی ہے تو ہندہ پر ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۷۶ پر ہے: "لو قال اعتقتك طلقت باینة کذا فی معراج الدرایة" لہذا اس صورت میں اگر عدت گذرنے کے بعد زید نے ہندہ کا نکاح پڑھایا ہے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اور اگر شوہر نے بہ نیت طلاق

ہندہ سے یہ نہیں کہا ہے کہ میں نے تجھے آزاد کیا تو زید ہندہ کا نکاح پڑھانے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا اس صورت میں اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے اور ہندہ کو اس کے نام نہاد نئے شوہر سے الگ ہونے پر مجبور کرے۔ اگر وہ ایک دوسرے سے اس صورت میں الگ نہ ہوں تو مسلمانوں سے ان دونوں کا سماجی بائیکاٹ کرائے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پ ۷ ع ۱۴) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۶ رشعبان المعظم ۲۱ھ

مسئلہ: - از: امید علی، جھبیاؤں خرد، بستی

زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہم توں کا طلاق دے دیہیں چل توں کا تورے میکہ پہنچائے ابھیں تو میرے لائق نہیں ہے۔ عورت نے کہا ہم نہیں جائیں گے۔ اس کے بعد گاؤں والوں نے پوچھا کہ عورت کو گھر سے کیوں نکال رہے تو ہر ایک سے یہی کہا کہ جب ہم اس کو طلاق دیدے ہیں تو کیسے رکھیں۔ اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی۔ زید اسے پھر رکھنا چاہتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - صورت مسئولہ میں زید کی بیوی پر دو طلاق بائن واقع ہوگئی۔ کہ "ہم توں کا طلاق دے دہیں" صریح ہے۔ جس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور تو میرے لائق نہیں ہے۔ کنایہ ہے۔ جس سے ایک طلاق بائن واقع ہوئی اگر چہ یہ لفظ گالی کا احتمال رکھتا ہے اور اس میں نیت کی ضرورت ہوتی مگر مذاکرہ طلاق کے سبب نیت کی حاجت نہیں۔ اور رجعی بائن سے مل کر بائن ہوگئی۔ "لان البائن يلحق الصريح" فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۷۰۵ پر ہے تو میرے لائق نہیں۔ قیامت تک یا عمر بھر اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑ جائے گی۔ اھ تلخیصاً اور شامی جلد دوم صفحہ ۵۰۵ میں ہے: "الثاني يقع في حالة المذاكرة بلانية. اه"

اور گاؤں والوں کے پوچھنے پر ہر ایک سے زید کا یہ کہنا کہ جب ہم اس کو طلاق "دے دیئے ہیں تو کیسے رکھیں" اس سے مزید کوئی اور طلاق نہیں پڑے گی کہ یہ دی ہوئی طلاق کا اقرار ہے۔

لہٰذا زید اگر اسے پھر رکھنا چاہتا ہے تو اس کی رضا سے عدت کے اندر یا عدت کے بعد نئے مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں بشرطیکہ کہ اس سے پہلے کبھی طلاق نہ دی ہو۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۷۲۲ پر ہے۔ و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۴ ررجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:۔از: شاہ محمد، پکھرا بازار، بستی

زید اور ہندہ میاں بیوی ہیں آپس میں جھگڑا کے دوران زید نے ہندہ سے کہا تو میرے گھر سے نکل جا تو ہندہ نے کہا مجھے طلاق دو تب جاؤں گی۔ تو زید نے کہا میرے ساتھ تمہارا نکاح ہی نہیں ہوا ہے طلاق کیسا؟ تو ہندہ نے کہا یہ بچے کس کے ہیں اس پر زید نے کہا یہ بچے میرے نہیں ہیں۔ نیز زید نے یہ بھی کہا کہ اب جس کو فتویٰ منگانا ہو منگائے میں فتویٰ وغیرہ سے نہیں ڈرتا۔ اس پر گاؤں والوں نے جب اس کا مواخذہ کیا تو زید نے طلاق کا لفظ اپنی زبان سے ادا کرنے سے انکار کیا۔ اب ایسی صورت میں زید و ہندہ پر عند الشرع کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں زید کا یہ کہنا کہ تو میرے گھر سے نکل جا الفاظ کنایہ سے ہے اگر طلاق کی نیت سے کہا تو اس سے ایک طلاق بائن ہوگئی۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۲۲۴ میں ہے۔ اور میرے ساتھ تمہارا نکاح ہی نہیں ہوا ہے یہ بھی الفاظ کنایہ سے ہے۔ اور اس سے پہلے طلاق کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس لئے اب چاہے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو دونوں صورتوں میں ہندہ پر ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ اور زید کا انکار قابل قبول نہیں۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "یقع فی حالة الغضب و المذاکرة بلانیة." (فتاویٰ شامی جلد سوم صفحہ ۳۰۱) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۷۵ میں ہے: "لو قال لها لا نکاح بینی و بینك یقع الطلاق اذا نوی. اھ"

اور بچے زید ہی کے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "الولد للفراش." یعنی بچہ شوہر کا ہے اور زید کا یہ کہنا کہ "میں فتویٰ وغیرہ سے نہیں ڈرتا" اس میں شریعت کی توہین ہے۔ اور اسے ہلکا جاننا ہے اور یہ کفر ہے۔ حدیقۂ ندیہ جلد اول صفحہ ۲۹۹ میں ہے: "الاستخفاف بالشریعة ای عدم المبالات باحکامها و اهانتها و احتقارها کله کفر." یعنی شریعت کو ہلکا جاننا، اس کے احکام کے ساتھ لاپرواہی برتنا، اس کی توہین کرنا اور اسے حقیر جاننا سب کفر ہے۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "استخفاف کردن بعلم دین و بشریعت کفر ست۔" (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۱۴۰)

لہذا ہندہ زید کے نکاح سے نکل گئی۔ اور کفر بکنے کے سبب زید سخت گنہگار مستحق عذاب نار غضب جبار ہوا اس لئے اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کے ساتھ تجدید ایمان کرے اور اگر ہندہ کو دوبارہ رکھنا چاہتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے اور آئندہ کفر کے الفاظ اپنی زبان پر ہرگز نہ لانے کا پختہ عہد کرے۔ اگر وہ توبہ و تجدید ایمان نہ کرے تو سب مسلمان سختی کے ساتھ اس کا سماجی بائیکاٹ کریں اور اس کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا، سلام و کلام سب کچھ بند کر دیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پ۷ ع۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۲۸/ ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-

مدخولہ عورت کو کہا میں نے تجھے طلاق دی نکل جا تو اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوئی؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں پہلا جملہ میں نے تجھے طلاق دی یہ صریح ہے اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اور دوسرا جملہ 'نکل جا' یہ کنایہ سے ہے اگر اس سے طلاق کی نیت نہیں تو اس جملہ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی فتاوٰی امجدیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳ فتاوٰی خیریہ سے ہے۔"لا یقع الطلاق الا اذا نواه بقوله روحي لان روحي مثل اذهبي كما صرح صاحب البحر "اھ اور اگر نکل جا سے طلاق کی نیت کی تھی تو اس سے ایک طلاق بائن ہوگی اور طلاق رجعی کے ساتھ بائن ہو تو رجعی بھی بائن ہوجاتی ہے درمختار جلد دوم صفحہ ۵۰۹ پر ہے۔"البائن يلحق الصريح "علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں "اذا لحق الصريح البائن كان بائنا"اھ (ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۵۰۹) تو اس صورت میں دو بائن طلاقوں کے ساتھ عورت نکاح سے نکل جائے گی اگر پہلے کبھی شوہر نے طلاق نہ دی تھی تو عورت کی مرضی سے دوبارہ اس سے مہر جدید عدت کے اندر بھی نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں لیکن پھر اگر اس کے بعد طلاق دے گا تو تین ہو جائیگی بغیر حلالہ نکاح نہیں کرسکے گا اور اگر پہلے کبھی ایک طلاق دے چکا ہے تو اب تین ہوگئیں بغیر حلالہ نکاح نہیں کرسکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ."(پارہ ۲ رکوع ۱۳)

حلالہ کا معنی یہ ہے کہ اس طلاق کی عدت گزرے پھر عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے پھر اس کے ساتھ ہمبستری بھی ہو اب دوسرا شوہر طلاق دے یا مرجائے تو عدت گزرنے کے بعد شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے ورنہ نہیں. واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: وفاء المصطفیٰ الامجدی

مسئلہ:-

زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو صرف ڈرانے کے لئے غصہ میں کہا میں تجھے طلاق دیتا ہوں تم یہاں سے جاؤ اس صورت میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب زید نے کہا میں تجھے طلاق دیتا ہوں اور لفظ جاؤ سے طلاق کی نیت نہیں کی تو ایک طلاق رجعی پڑی اس صورت میں عدت کے اندر اس سے رجعت کرسکتا ہے یعنی بغیر نکاح اس کے ساتھ میاں بیوی جیسا تعلق رکھ سکتا ہے نکاح کی ضرورت نہیں اور بعد عدت بغیر حلالہ اس کی مرضی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے اور اگر تم یہاں سے جاؤ سے بھی طلاق کی نیت کی تو دو طلاق پڑی ایک رجعی اور ایک بائن اور بائن کے ساتھ رجعی مل کر وہ بھی بائن ہوگئی۔ (ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۶۰۳) پر ہے۔"اذا لحق الصريح البائن كان بائنا" اس صورت میں عورت کی مرضی سے عدت گذرنے کے پہلے بھی دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: عبدالحمید رضوی

۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۲۰ھ

باب تفویض الطلاق

طلاق سپرد کرنے کا بیان

مسئلہ:- از: محمد اقلیم رضا قادری ۳۵۶ ایل بلاک منگول پوری نئی دہلی ۸۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) زید کہتا ہے کہ مرد نے اپنی بیوی کو طلاق کا مالک بنایا یعنی مرد کو طلاق دینے کا جو اختیار ہوتا ہے اس اختیا کا مالک بنایا ایسی صورت میں مرد اگر اپنی بیوی کو تین طلاق سے زیادہ بھی دے تو طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ طلاق دینے کی مالک اب عورت ہوگئی ہے عورت اگر ایسی صورت میں مرد کو طلاق دے دے تو طلاق واقع ہوجائے گی بکر کہتا ہے کہ مرد اگر ایسا کرے بھی تو نکاح کی باگ ڈور مرد کے ہاتھ ہی میں رہے گی عورت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہوگا۔

(۲) زید کی بیوی درحقیقت ھندہ بنت خالد ہے اور کسی دباؤ یا خوف سے زید نے ایک طلاق نامہ لکھایا لوگوں کے سامنے علی الاعلان یہ کہہ دیا کہ میں ہندہ بنت عمر و کو طلاق دیتا ہوں جبکہ اس کی بیوی ہندہ بنت خالد ہے ایسی صورت میں زید کی بیوی مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مندرجہ بالا مسائل کی وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) زید کا قول صحیح نہیں شوہر کا بیوی کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار دینے کے باوجود اپنی بیوی کو طلاق دینے کا اختیار رہتا ہے اگر دے گا تو واقع ہوجائے گی جیسے کہ باپ کا اپنے بیٹے کو دوکان کی چیزیں بیچنے کا اختیار دینے کے باوجود خود باپ کو بھی بیچنے کا اختیار رہتا ہے اور زید کی بات بھی صحیح نہیں کہ عورت اختیار پانے کی صورت میں مرد کو طلاق دیدے تو واقع ہوجائے گی صحیح اس لئے نہیں کہ مرد پر کسی صورت میں طلاق نہیں پڑتی ہاں شوہر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو اپنے اوپر اسی مجلس میں طلاق واقع کرسکتی ہے۔

فتاوٰی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۸۷ میں ہے۔ "اذا قال لها طلقی نفسك فلها ان تطلق نفسها ما دامت فی مجلسها ذلك" اھ لہذا بکر کا بھی یہ کہنا صحیح نہیں کہ مرد اگر ایسا کرے بھی تو عورت کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا فقہ کی تمام کتابوں میں عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کے لئے اختیار دینے کے بیان کا مستقل ایک باب ہے جسے عربی میں تفویض الطلاق کہتے ہیں اور اردو میں سپرد کرنے کا بیان کہا جاتا ہے ملاحظہ ہو بہار شریعت حصہ ہشتم ۸ صفحہ ۲۵ واللہ تعالی اعلم۔

(۲) جبکہ زید کی بیوی ھندہ بنت خالد ہے اور اس نے ھندہ بنت عمر کو طلاق دی تو اس کی بیوی ھندہ بنت خالد پر طلاق نہیں پڑی اس کا کلام لغو ہوگیا۔ واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ ررمضان المبارک ۲۱ھ

باب الحلف بالطلاق

طلاق کی تعلیق کا بیان

مسئلہ:-

زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو بکر کے کنوئیں پر جائے گی تو طلاق پھر بعد میں کہا کہ اگر تو بکر سے بات کرے گی تو طلاق اس کے بعد کہا کہ اگر تو بکر کے گھر پر جائیگی تو طلاق اب طلاق سے بچنے کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ حل شرعی کرلے مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایک ہی حل شرعی تینوں کے لئے کافی ہے یا الگ الگ حل شرعی کرنا پڑے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے اور جب عدت گزر جائے تو عورت بکر کے کنوئیں پر جائے اس سے بات کرے اور اس کے گھر جائے پھر زید اس سے نکاح کرلے اس کے بعد اگر وہ عورت بکر کے کنوئیں پر جائے گی یا اس سے بات کرے گی یا اس کے گھر جائے گی تو طلاق نہیں پڑے گی، درمختار جلد دوم صفحہ ۵۴۴ میں ہے۔ "تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملك طلقت والا لا" اھ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔ "لما ابانها و انقضت العدة لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعد نزل الجزاء المعلق و لم یصارف محلا فمضی هملا و قد انتهی الیمین" اھ (فتاوی رضویہ جلد ۵ صفحہ ۷۸۷) مگر یہ حیلہ اس صورت میں درست ہے جبکہ اس سے پہلے کبھی اس عورت کو دو طلاقیں ایک ساتھ یا الگ الگ نہ دے چکا ہو ورنہ ایک طلاق دیتے ہی عورت حرام ہو جائے گی اور بغیر حلالہ زید کے لئے حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ:-

کہا کہ اگر ۱۰ رمحرم ۱۷ھ کو گھر نہ آؤں تو میری بیوی کو طلاق سمجھی جائے پھر وہ تاریخ مذکورہ پر گھر نہیں آیا تو کیا طلاق پڑی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں طلاق نہیں پڑی" فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۸۱۵ پر ہے۔ "نص فی الخانیة ان احسبی انك طالق لیس بطلاق و فی الهندیة عن الخلاصة امراة قالت لزوجها مراطلاق ده فقال داده انگار او کرده انگار لا یقع وان نوی" اھ واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۱۰ر ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ

باب الخلع

خلع کا بیان

مسئلہ:- از: شفاعت علی، رانی باغ ہڑ ہڑا، چرو پور، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی اور تقریباً چھ سال تک ایک دوسرے کیساتھ نباہ ہوا۔ پھر ہندہ جب ایک بار اپنے میکہ آئی تو پھر زید کے یہاں جانے سے انکار کردیا۔ اور طلاق کا مطالبہ کیا۔ کئی بار اس معاملہ میں پنچایت ہوئی مگر معاملہ حل نہ ہوا وہ برابر اپنے میکہ میں رہ کر طلاق مانگ رہی ہے۔ اب زید طلاق دینے کے لئے تیار ہے مگر اس کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم نے جتنا روپیہ شادی میں خرچ کیا ہے وہ ہمیں دیا جائے اور مہر ونان ونفقہ معاف کیا جائے تب ہی طلاق دیں گے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید اپنے مطالبہ میں حق بجانب ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بلا عذر شرعی طلاق کا مطالبہ کرنا سخت ناجائز وحرام ہے۔ ایسی عورت کے متعلق حدیث شریف میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ایما امرأة سئلت زوجها طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیها رائحة الجنة. "یعنی جو عورت بغیر کسی عذر معقول کے شوہر سے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ششم صفحہ ۲۷۲) اور دوسری حدیث میں ہے: "ان النبی قال المنتزعات و المختلعات هن المنافقات." یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے شوہر سے الگ رہنے والی اور خلع کرنے والی عورتیں منافقہ ہیں۔ (نسائی جلد دوم صفحہ ۱۰۷) اس حدیث کے تحت طیبی شرح مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۲۳۴۶ میں ہے: "قوله المنتزعات لعل المراد التی ینتزعن انفسهن من ازواجهن و ینشزن علیهم و المختلعات اللواتی یلتمس الخلع. اھ"

صورت مسئولہ میں اگر زیادتی شوہر کی طرف سے ہے تو زید کا خلع کے بدلے میں پوری شادی کا خرچ مانگنا و نان ونفقہ وغیرہ کی معافی کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔ بلکہ اس صورت میں تھوڑا مال بھی مانگنا اس کے لئے حلال نہیں۔ اور اگر زیادتی عورت کی طرف سے ہو تو شوہر خلع کے بدلے میں صرف مہر کی معافی کا مطالبہ کرے اور اس صورت میں عدت کے نفقہ سے اپنے کو بری کرنے کا مطالبہ کرسکتا ہے اور پوری شادی کا خرچ بھی لے سکتا ہے مگر بہتر ہے کہ مہر کی معافی کے علاوہ کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۸۸ میں ہے: "ان کان النشوز من قبلها کرهنا له ان یاخذ اکثر مما اعطاها من المهر. اھ" اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "کره تحریما اخذ شئ و یلحق به الابراء

عما لها علیه ان نشز وان نشزت لا و لو منه نشوز ایضا و لو باکثر مما اعطاها علی الاوجه فتح و صحح الشمنی کراهة الزیادة و تعبیر الملتقی لاباس به یفید انها تنزیهیة۔" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۵٦۰) و اللّٰه تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
٦ر جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

مسئلہ:-

خلع میں شوہر کی رضا ضروری ہے یا نہیں خلع کے لئے شریعت نے کتنا مال مقرر کیا ہے؟

الجواب:- خلع میں شوہر کی رضا ضروری ہے اس کی رضا کے بغیر قاضی یا عورت خلع نہیں کر سکتی۔ سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "خلع شرع میں اسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کر دے تنہا زوجہ کے کئے نہیں ہوگا۔" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۸۲۴) اور خلع کے لئے شریعت نے مال کی کوئی مقدار متعین نہیں فرمائی ہے اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر زیادتی شوہر کی جانب سے ہے تو اس حال میں تھوڑا مال بھی لینا اس کے لئے حلال نہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۸۸ میں ہے: "ان کان النشوز من قبل الزوج فلایحل له اخذ شی من العوض علی الخلع. اھ" اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "کره تحریما اخذ شئ و یلحق به الابر اعمالها علیه ان نشز" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ٦۰۹) اور اگر زیادتی عورت کی جانب سے ہو تو اس صورت میں شوہر خلع کے بدلے میں صرف اتنا مال لے جتنا اس نے مہر میں دیا ہو۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۸۸ میں ہے: "ان کان النشوز من قبلها کرهنا له ان یاخذ اکثر مما اعطاها من المهر." و اللّٰه تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد حنیف القادری

مسئلہ:- از: انور خاں، کرنیل گنج، کانپور

میرے لڑکے وکیل خاں کی شادی مسماۃ شبانہ پروین بنت رفیق شیخ ساکن وکرولی بمبئی کے ساتھ ۱۹۹۳ء میں ہوئی تھی وہ کل دس ماہ وکیل خاں کے ساتھ کانپور میں رہی اس کے بعد راضی خوشی سے وہ رہنے میکے گئی دونوں میں کسی کو کوئی شکایت نہیں تھی مگر جب وکیل خاں اپنی بیوی کو لانے گیا تو لڑکی نے آنے سے اور ان کے والدین نے بھیجنے سے انکار کر دیا۔ پھر سسرال والوں نے وکیل خاں کے خلاف بمبئی کورٹ میں کئی جھوٹے مقدمات قائم کر دیئے تمام سماجی دباؤ ڈالنے کے باوجود لڑکی کسی طرح کانپور آنے کے لئے اور وکیل خاں کے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں ہوئی بعد میں کچھ ذرائع سے معلوم ہوا کہ لڑکی اپنی ماں سے کسی دوسرے کے ساتھ شادی کرنے پر بضد ہے۔

الہ آباد ہائی کورٹ میں وکیل خاں کی طرف سے بیوی کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے استغاثہ (مقدمہ) بھی کیا گیا جس میں بیوی شبانہ پروین نے تحریری طور پر یہ بیان دیا کہ میں وکیل کے ساتھ کسی حال میں رہنا نہیں چاہتی۔ میں اپنے میکے بمبئی میں ہی رہنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد جج نے فیصلہ سنانے کے بجائے وکیل خاں پر پانچ سو روپے بطور جرمانہ واجب الادا کر کے مقدمہ خارج کر دیا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وکیل خاں اپنی بیوی کو رکھنے کے لئے تیار ہے اور اس کی بیوی کو کسی طرح کوئی شکایت بھی نہیں ہے مگر بغیر عدت اور کسی وجہ سے شبانہ پروین اپنے شوہر وکیل خاں کے ساتھ رہنے سے مطلقاً انکار کر رہی ہے۔ جیسا کہ الہ آباد ہائی کورٹ میں دی گئی اس کی تحریر سے واضح ہے وکیل خاں طلاق دینے کے لئے بھی راضی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اگر لڑکی طلاق چاہے یا مجبوراً وکیل خاں کو طلاق دینی پڑی یا طلاق نہ دینے کی صورت میں بھی وکیل خاں پر کیا واجب الادا ہوگا۔ ایک چھ سال کا لڑکا ہے وہ بھی اس ماں کے ساتھ ہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے۔ اسے ماں کے پاس ہی رہنا چاہئے یا باپ کے پاس اور ماں کے پاس رہنے کی صورت میں کیا اس کی کفالت وکیل خاں پر واجب ہوگی؟ برائے کرم شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ نیز واضح ہو کہ جہیز کے سامان بھی وکیل خاں اپنے سسرال سے نہیں لائے ہیں سب کچھ وہیں ہے زیورات بھی وہیں ہیں۔ وکیل خاں کے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ شبانہ پروین وکیل خاں کے ساتھ رہنے کو ہرگز تیار نہیں تو وکیل خاں کو چاہئے کہ وہ شبانہ پروین اور اس کے ولی سے لکھائے کہ ہم طلاق چاہتے ہیں۔ پھر وہ طلاق دے کر کسی شریف لڑکی سے دوسری شادی کر لے اور خوشگوار زندگی گذارے طلاق دینے کی صورت میں مہر اور عدت وغیرہ کا خرچ دینا ہوگا لیکن اگر وہ مہر اور عدت کے خرچ کے عوض طلاق دے یعنی خلع کرے تو ان چیزوں سے بھی وہ چھٹکارا پا جائے گا۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ." (پ۲ ع۱۳) اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "کرہ تحریما اخذ شئ و یلحق به الابراء عمالها علیه ان نشز وان نشزت لا و لومنه نشوز ایضا و لو باکثر مما اعطاها علی الاوجه فتح و صح الشمنی کراهة الزیادة و تعبیر الملتقی لا باس به یفید انها تنتزیهیة." (درمختار مع ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۵۶۰، ۵۶۱)

اور چوں کہ شبانہ پروین نے شوہر کے گھر آنے سے ناحق انکار کیا تو بعد انکار جتنے دن وہ اپنے میکہ میں رہی اس زمانہ کے نفقہ کی بھی وہ مستحق نہیں ایسا ہی فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۴۸۵ اور بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۵۹ پر ہے۔

اور لڑکا اپنی ماں کے پاس سات برس کی عمر تک رہے گا۔ پھر باپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس عمر سے پہلے طلاق کے بعد اس کی ماں کسی اجنبی سے دوسرا نکاح کر لے تو وہ اپنی نانی کے پاس رہ کر سات برس کی عمر پوری کرے گا۔ اور بہر

صورت اس کی پرورش کا خرچ وکیل خاں پر واجب ہوگا۔ اور اگر اس کی نانی نہیں ہوگی تو ماں کے دوسری شادی کرنے پر سات برس کی عمر سے پہلے ہی وہ اپنی دادی کی پرورش میں آجائے گا۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳ میں ہے۔ اور طلاق نہ دینے کی صورت میں لڑکا کے اخراجات کے علاوہ وکیل خاں پر کوئی چیز واجب الادا نہ ہوگی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۱/ ذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:۔

ہندہ کا نکاح زید سے ہوا ہندہ اپنے شوہر کے ہمراہ کچھ مہینے رہی پھر اپنے میکہ چلی آئی اب وہ کسی صورت سے اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اور کہتی ہے کہ میں اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہوں۔ حالانکہ شوہر اس کی ہر ضرورت کو پوری کرتا ہے۔ اور بارہا اس کو لینے کے لئے اس کے گھر بھی گیا تو کیا زید کے طلاق دیئے بغیر ہندہ کسی طرح اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے؟

الجواب:۔ بغیر ضرورت شرعیہ طلاق طلب کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: ایما امرأة سئلت زوجها طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیها رائحة الجنة۔ "یعنی جو عورت اپنے شوہر سے بغیر ضرورت طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۳)

اور دوسری حدیث میں ہے: "ایما امرأة اختلعت من زوجها بغیر نشوز فعلیها لعنة اللہ و الملئکة و الناس اجمعین۔" یعنی جو عورت اپنے شوہر سے خلع طلب کرے اور شوہر کی جانب سے کوئی بدخلقی نہ ہو تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت ہے۔ اور طلاق دینے کا حق صرف شوہر کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بیدہ عقدة النکاح۔" یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ ہے۔ (پ ۲، سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۷) اور حدیث شریف میں ہے: "الطلاق لمن اخذ بالساق۔ اھ" لہٰذا ہندہ بغیر عذر شرعی طلاق طلب کرنے کے سبب سخت گنہگار ہے۔ اور زید کے طلاق دیئے بغیر ہندہ کسی طرح اپنا نکاح ہرگز ہرگز فسخ نہیں کرا سکتی، اگر وہ کسی طرح زید کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو تو وہ مہر وغیرہ کچھ مال دے کر شوہر سے خلع کرا سکتی ہے کہ اس سے بھی طلاق بائن پڑ جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۸۸ میں ہے: " اذا تشاق الزوجان و خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس بان تفتدی نفسها منه بمال یخلعها به، فاذا فعلا ذلك وقعت تطلیقة بائنة و لزمها المال کذا فی الهدایة. اھ" واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر عالم مصباحی

۲۴/ جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ: -از: محمد سلیم برکاتی، کالپی شریف (جالون)

زید نے تقریباً چار سال پہلے ایک شادی شدہ غیر مطلقہ عورت سے ناجائز تعلقات قائم کرلئے اسی عرصہ میں زید سے اس عورت کے تین بچے بھی ہوئے زید اپنے والدین کے پاس نہیں رہتا ہے پھر بھی لوگ کہتے ہیں کہ گھر والوں کا زید سے ربط وضبط ہے اس بناء پر زید کے گھر والوں کا برادری سے بائیکاٹ ہے اور زید اب اس بات پر راضی ہے کہ اگر بکر رکھ لے تو ہم چھوڑ دیں گے لیکن بکر جس کی پہلے بیوی تھی نہ طلاق دیتا ہے اور نہ ہی رکھنے کو راضی ہے اور اس کے گھر والے بھی یہی کہتے ہیں ایسی صورت میں زید، مذکورہ عورت، بکر اور اس کے گھر والوں کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اور برادری کے لوگ اگر بکر کو اپنے ساتھ ملائے رہیں تو برادری پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- زید کا شادی شدہ غیر مطلقہ عورت سے نائز تعلقات قائم کرنا حرام حرام اشد حرام ہے۔ بکر اپنی عورت کو رکھے یا نہ رکھے بہر حال زید اور مذکورہ عورت پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں۔ اور علانیہ توبہ واستغفار کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا سخت سماجی بائیکاٹ رکھیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳)

اگر ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں تو بعد توبہ ان دونوں کو مسجد میں لوٹا، چٹائی رکھنے اور قرآن خوانی وغیرہ کرانے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً" (پ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱) اور اگر واقعی زید کے گھر والوں کا اس سے ربط وضبط ہے تو گھر والوں کا برادری سے بائیکاٹ صحیح ہے ورنہ نہیں۔

اور عورت مذکور کو چاہئے کہ جس طرح ہوسکے اپنے شوہر بکر سے طلاق حاصل کرے بعدہ طلاق کی عدت پوری کرنے کے بعد زید سے یا جس سے چاہے نکاح کرے کہ طلاق نکاح کے بغیر کسی دوسرے کے ساتھ میاں و بیوی کی طرح رہنا حرام حرام سخت حرام ہے۔ اگر بکر طلاق نہیں دیتا ہے اور نہ اسے رکھنے کے لئے تیار ہے تو وہ سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہے اس پر واجب ہے کہ اسے رکھے یا طلاق دے اگر دونوں میں سے ایک بھی نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اور اگر بکر کے گھر والے بھی وہی کہتے ہیں جو بکر کہتا ہے تو ان کا بھی بائیکاٹ کریں۔ اور برادری کے لوگ بکر سے طلاق دلوائیں یا اپنی عورت کو رکھنے کے لئے بقدر طاقت اس پر دباؤ ڈالیں۔ ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: "ان الناس اذا رأوا منكر افلم يغيروه يوشك ان يعمهم الله بعقابه." یعنی لوگ جب برا کام دیکھیں اور اسے نہ مٹائیں تو عنقریب خدائے تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۴۳۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۶؍ جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

باب الظہار

ظہار کا بیان

مسئلہ:-

زید نے اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں کے مثل ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر ان لفظوں سے اس کی مراد ظہار یا تحریم تھی یعنی تجھ سے ظہار کرتا ہوں یا کہ حرام سمجھتا ہوں جب تو ظہا ہو گیا یعنی نکاح بدستور باقی ہے مگر بغیر کفارہ دیئے عورت کے پاس جانا بلکہ شہوت کے ساتھ اسے ہاتھ لگانا بھی حرام ہو گیا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور وہ ممکن نہ ہو تو دو مہینے لگاتار روزے رکھے اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کے مثل اناج یا اس کی قیمت دے یا دونوں وقت ان کو پیٹ بھر کھانا کھلائے بغیر کفارہ دئے اگر عورت کو ہاتھ لگائے گا تو گنہگار ہوگا اور توبہ کرنا ہوگا اور پھر جب تک کفارہ ادا نہ ہو جائے عورت سے ہمبستری کرنا جائز نہیں ہوگا۔

درمختار جلد دوم صفحہ ۶۲۵ میں ہے۔ "یحرم علیه و طؤها علیه و دواء علیه حتی یکفر فان وطی قبله استغفر و کفر للظهار فقط و لا یعوده قبلها" پھر اسی کتاب میں ہے۔ "الکفارة تحریر رقبة فان لم یجد صیام شهرین متتابعین قبل المسیس فان عجزاطعم ستین مسکینا کالفطرة او قیمة ذلك و ان غذاهم و عشاهم جازوا" اھ ملخصا اگر اس نے یہ الفاظ طلاق کی نیت سے کہے تھے تو ظاہراً ایک طلاق بائن ہو کر عورت نکاح سے نکل گئی کہ عدت کے اندر عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے اور اگر کچھ نیت نہ تھی یا اعزاز و اکرام خواہ الفت و محبت کی نیت تھی یعنی اپنی ماں کے برابر عزیز یا پیاری جانتا ہوں تو یہ الفاظ لغو فضول ہیں عورت بدستور نکاح میں ہے اور کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہیں البتہ اگر لڑائی جھگڑے میں یا مذاکرۂ طلاق میں کہا تو شوہر کا قول کہ میں نے بلا نیت یا تکریم کی نیت سے کہا تھا قضاء قبول نہ ہوگا۔ درمختار جلد دوم صفحہ ۶۲۶ میں ہے۔ "ان نوی بانت علی مثل امی او کامی و کذا لو حذف علی خانیة برا او ظهارا او طلاقا صحت نیته و وقع ما نواه لانه کنایة والا ینوشیا او حذف الکاف لغا و تعین الادنی ای البریعنی الکرامة" اھ اسکے تحت ردالمحتار میں ہے۔ "قال الخیر الرملی و کذا لونوی الحرمة المجردة ینبغی ان یکون ظهارا و ینبغی ان لا یصدق قضاء فی ارادة البر اذا کان فی حال المشاجرة و ذکر الطلاق" اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۷/ذوالحجہ ۱۷ھ

باب العنین

عنین کا بیان

مسئلہ:- از: محمد فہیم کیراف، محمد عرفان، نگر پالیکا پریشد، خیر آباد، سیتاپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی زید سے ہوئی۔ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ زید نامرد ہے ہندہ کا بھائی جب اسے لینے گیا تو زید نے کہا لے جاؤ ہم سے کوئی مطلب نہیں۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اس جملہ سے طلاق نہیں واقع ہوئی کہ ''ہم سے کوئی مطلب نہیں'' ایسا ہی فتاوی رضویہ کے حوالہ سے بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۲۳ پر ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں روپیہ وغیرہ دے کر جس طرح بھی ہو سکے زید سے طلاق حاصل کی جائے۔ اگر وہ کسی طرح بھی طلاق نہ دے تو ہندہ ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے پاس دعویٰ کرے۔ جب عالم کو ثابت ہو جائے کہ فی الواقع شوہر نے قدرت نہ پائی تو وہ شوہر کو علاج ومعالجہ کے لئے مکمل ایک سال کی مہلت دے۔ اور اس مدت میں عورت شوہر سے جدا نہ رہے اگر سال گذرنے پر بھی قدرت نہ پائے تو عورت پھر دعویٰ کرے اور عالم پھر قدرت نہ پانے کا ثبوت لے اگر ثابت ہو جائے تو عورت کو اختیار دے کہ چاہے اس شوہر کے ساتھ رہنا پسند کرے چاہے تفریق۔ اگر عورت بلا توقف تفریق پسند کرے تو عالم شوہر کو طلاق کا حکم دے اگر وہ طلاق نہ دے تو خود تفریق کر دے پھر عورت چاہے تو دوسرا نکاح کر لے۔ درمختار جلد دوم مع شامی صفحہ ۵۹۴ میں ہے: "وجدته عنينا اجل سنة قمرية و رمضان و ايام حيضها منها لا مدة حجها و غيبتها و مرضه و مرضها فان وطئ مرة فبها و الا بانت بالتفريق من القاضى ان ابى طلاقها بطلبها و بطل حقها لو وجد منها دليل اعراض بان قامت من مجلسها او اقامها اعوان القاضى او قام القاضى قبل ان تختار شيئا به يفتى. اه ملتقطا" و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۶ ر شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: شہناز بانو

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ شہناز بانو بنت محمد موسم، پوسٹ ومقام بیتی پور کی شادی سید محمد نیاز بن سید محمد امین، پوسٹ ومقام نخن پور، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی کے ہمراہ ۲ ر اپریل ۹۴ء کو ہوئی تھی شہناز بانو

شادی ہی میں اپنے سسرال گئی تھی جس میں اس نے اپنے مذکورہ شوہر کو عنین پایا لیکن شہناز بانو نے اپنے شوہر کے بارے میں حیاء کی وجہ سے کسی سے بتایا نہیں چونکہ مذکورہ شوہر اپنا علاج کرا رہا تھا اس درمیان ۹۴ء سے ۹۵ء تک شہناز بانو کے والد نے چار مرتبہ رخصت کیا۔ بعد میں جب مذکورہ شوہر علاج سے کامیاب نہ ہوا تو شہناز بانو نے اپنی والدہ سے ساری بات بتائی ایسی صورت میں لڑکی نے جانے سے انکار کیا۔ ۱۳/اگست ۹۵ کو مصالحت کی پنچایت ہوئی تھی جس میں لڑکے نے بتایا کہ کچھ دن کا موقع دیدیا جائے علاج چل رہا ہے میں ٹھیک ہو جاؤں گا کچھ علاج باقی ہے وہ بھی ختم ہو جائے۔ پنچائت کے بعد لڑکی کے والد نے پھر رخصت کیا لیکن جوں کا توں ہی وہ عنین کا عنین تھا۔ ۲ ماہ تک اپنے مذکورہ شوہر کے ساتھ تھی لیکن دو سال کے درمیان کسی بار بھی اس کے ہمراہ حق زوجیت (ہمبستری) ادا نہ کیا گیا۔ واپسی کے بعد اپنی والدہ سے ساری بات بتائی ۹۶ میں لڑکی کے والد نے پھر رخصت کیا ڈیڑھ ماہ تک اپنی سسرال میں تھی لیکن جوں کا توں عنین (یعنی نامرد مکمل) ہی وہ رہ گیا۔ اب ایسی صورت میں شریعت شہناز بانو کو دوسری شادی کرنے کی اجازت دے تاکہ اس کی زندگی بحسن و خوبی گذرے؟

الجواب:- اگر شوہر واقعی نامرد ہے اور حق زوجیت ادا کرنے سے قاصر ہے تو اس پر طلاق دینا واجب ہے۔ اگر یوں ہی رکھ چھوڑے گا تو گنہگار ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ "فامساك بمعروف او تسريح باحسان. (پ۲ع۱۳) اگر شوہر طلاق نہ دے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس پر دباؤ ڈال کر اس سے طلاق دلوائیں۔ اگر اس میں کوتاہی کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اور شوہر اس طرح بھی طلاق نہ دے تو عورت قاضی کے پاس دعویٰ کرے۔ قاضی شوہر سے دریافت کرے اگر شوہر نامرد ہونے کا قرار کرے تو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے۔ دعویٰ کے قبل کا زمانہ حساب میں نہ آئے گا۔ بلکہ دعویٰ کے بعد ایک سال کی مدت درکار ہے۔ تو اگر سال کے اندر شوہر نے ہمبستری کرلی تو عورت کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا اور اگر ہمبستری نہ کی اور عورت جدائی کی خواستگار ہو تو قاضی شوہر کو طلاق دینے کے لئے کہے اگر وہ طلاق دیدے فبہا ورنہ قاضی تفریق کردے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۴۶۸ میں ہے: "اذا رفعت الامرأة زوجها الى القاضى و ادعت انه عنين و طلبت الفرقة فان القاضى يسئله هل وصل اليها او لم يصل فان اقرانه لم يصل اجله سنة. اھ" اور اسی میں ہے: "ابتداء التاجيل من وقت المخاصمة كذا فى المحيط." پھر اسی میں ہے: "لايكون هذا التاجيل الا عند قاضى مصر او مدينة فان اجلته المرأة او اجله غير القاضى لايعتبر ذلك كذا فى فتاوىٰ قاضى خان. اھ" اور جہاں قاضی شرع نہیں جیسے آج کل ہندوستان تو وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم دین جو مرجع فتاویٰ ہو قاضی شرع ہے۔ هكذا فى الحديقة الندية عورت مذکور شرعی طور پر چھٹکارہ حاصل کئے بغیر دوسرا نکاح ہرگز نہیں کرسکتی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۴/ذی الحجہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: اقبال احمد، پرسا بزرگ، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ حیات اللہ ساکن پرسا بزرگ کی شادی آسیہ خاتون بنت شفیع محمد ساکن بھیا پھریندا (تلنگ پوروہ) کے ساتھ ہوئی دونوں ہنسی خوشی سے زندگی گذار رہے تھے کچھ دنوں بعد لڑکا اور لڑکی کے والدین کے درمیان کسی بات پر معمولی اختلاف ہوگیا تو شفیع محمد نے اپنی لڑکی آسیہ کو اپنے گھر روک لیا۔ حیات اللہ اپنی بیوی کو رخصت کرانے کے لئے دوبارہ گیا اور حیات اللہ کے بڑے بھائی معین اللہ بھی دوبارہ رخصت کرانے گئے اور ان کی ماں بھی تین چار مرتبہ گئیں مگر شفیع محمد نے رخصت نہیں کیا یہاں تک کہ تقریباً ڈیڑھ سال گذر گئے تو شفیع محمد نے دیوبندی مولوی کے قائم کردہ نام نہاد محکمۂ شرعیہ میں دعویٰ کردیا اور اب اس مولوی سے نکاح فسخ کراکے اپنی لڑکی آسیہ خاتون کا دوسرا نکاح کرانا چاہتا ہے۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- دیوبندیوں کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنا پر مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہندوستان، پاکستان، اور بنگلہ دیش کے سیکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے ان کو کافر ومرتد قرار دیا ہے جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم." یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدمذہب سے دور رہو انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف صفحہ ۱۰) اور حدیث شریف میں ہے: "ان مرضوا فلا تعودوھم و ان ماتوا فلا تشھدوھم و ان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم و لا تجالسوھم و لا تشاربوھم و لا تواکلوھم و لا تناکحوھم و لا تصلوا علیھم و لا تصلوا معھم." یعنی بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو۔ ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔ اور جب بدمذہب سے سلام وکلام کرنا، ان کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا جائز نہیں تو ان کو اپنا حاکم شرعی ماننا حرام، ان سے اپنے کسی معاملہ کا فیصلہ کرانا حرام اور ان کے فیصلہ پر عمل کرنا حرام۔

شفیع محمد پر لازم ہے کہ دیوبندی کے نام نہاد محکمۂ شرعیہ سے اپنا مقدمہ اٹھالے کہ ایسے سے نکاح فسخ کراکے آسیہ خاتون کا دوسرے سے نکاح کرنا زنا کا دروازہ کھولنا ہے۔ اگر شفیع محمد دیوبندی مولوی سے نکاح فسخ کراکے آسیہ خاتون کا دوسرا نکاح کرے تو تمام مسلمان خصوصاً شفیع محمد کے سارے رشتہ داران سختی کے ساتھ اس کا سماجی بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پ ۷ ع ۱۴) اگر شفیع محمد اپنے معاملہ کا فیصلہ محکمۂ شرعیہ سے کرانا چاہتا ہے تو حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی

نائب مفتی دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کی طرف رجوع کرے جو گورکھپور، دیوریا، کشی نگر اور مہراج گنج چار ضلع کے سنی قاضی شرع ہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۸/ذی القعدہ ۱۸ھ

مسئلہ: -از: محمود احمد امجدی، ملہار پلٹن، اندور (ایم پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بھابھی سے ناجائز تعلق رکھتا ہے اور اپنی بیوی کو بیوی نہیں سمجھتا۔ تقریباً تین سال ہوگئے بیوی کو کچھ خرچ بھی نہیں دیا اور زید سے طلاق مانگی جاتی ہے تو وہ طلاق بھی نہیں دیتا اگر وہ طلاق دے تو بیوی تین سال کے نان ونفقہ اور مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ طلاق نہ دے تو بیوی کو اس سے چھٹکارا کی صورت کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - زید اگر واقعی اپنی بھابھی سے ناجائز تعلق رکھتا ہے تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ اپنی بھابھی سے ناجائز تعلق ختم کرے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان سختی کے ساتھ اس کا سماجی بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کریں۔ اگر مسلمان ایسا نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ إِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پ ۷ ع ۱۴)

زید جب کہ اپنی بیوی کو بیوی نہیں سمجھتا اور تقریباً تین سال ہوگئے اس کو کچھ خرچ بھی نہیں دیا تو اس پر لازم ہے کہ بیوی پر ظلم کرنے سے باز آجائے یا تو اس کو صحیح طریقہ سے رکھے ورنہ پھر طلاق دیدے۔ طلاق کی صورت میں بیوی مہر پانے کی مستحق ہے۔ اور طرفین کی رضا یا قاضی کی قضا کے بغیر اگر عورت اپنی ذات پر کسی طرح خرچ کرتی رہی تو گذرے ہوئے زمانہ کا نفقہ ساقط ہوگیا شوہر سے اب اس کا مطالبہ نہیں کرسکتی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۵۷۱ پر ہے: "اذا خاصمت المرأة زوجها فی نفقة ما مضی من الزمان قبل ان یفرض القاضی لها النفقة و قبل ان یتراضیا علی شئ فان القاضی لا یقضی لها بنفقة ما مضی عندنا کذا فی المحیط." اور اسی کے مثل فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول صفحہ ۳۹۲ پر بھی ہے۔ بلکہ اگر طرفین کی رضا یا قاضی کی قضا سے نفقہ کی کچھ مقدار مقرر بھی ہوتی تو طلاق کے سبب وہ بھی ساقط ہوجائے گی۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''طلاق سے پیشتر کا نفقہ ساقط ہوجاتا ہے مگر جب کہ اسی لئے طلاق دی ہو کہ نفقہ ساقط ہوجائے۔'' (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ اشاعت الاسلام، دہلی) زید اگر طلاق نہ دے تو اس کی بیوی ضلع کے قاضی شرع کے حضور استغاثہ پیش کرے وہ ان دونوں کے درمیان تفریق کردے۔ شارح بخاری حضرت علامہ

مفتی شریف الحق صاحب امجدی سربراہ شعبۂ دار الافتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور تحریر فرماتے ہیں کہ:"جوشوہر اپنی زوجہ کو نان ونفقہ نہیں دیتا اور اسکی خبر گیری نہیں کرتا اس کے بارے میں اب علمائے اہل سنت نے متفقہ طور پر یہ فتویٰ دیا ہے کہ بحالت مجبوری قاضی شرع تفریق کرسکتا ہے۔"(حاشیہ فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۱۸۶) اور جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم ہی اس کے قائم مقام ہے۔(حدیقۂ ندیہ جلد اول صفحہ ۳۴۰)۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۶/شوال المکرم ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد نور الہدیٰ خان، کدرا، سگولی، اناؤ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل میں:

(۱) زید وہندہ کا عقد ۱۹۹۲ء میں ہوا ایک عرصہ تک زوجین بحسن وخوبی زندگی گذارتے رہے اب کچھ عرصہ سے ہندہ میکے میں رک گئی ہے متعدد مرتبہ زید ہندہ کے پاس گیا نیز اپنے عزیز واقارب کو بھی بھیجا کہ کسی طرح سے مابین کی کدورت رفع ہوجائے لیکن ہندہ کسی بھی طرح راضی نہیں ہوئی۔

اب ہندہ نے فسخ نکاح کا مقدمہ دار القضاء میں کردیا ہے۔کیا شوہر کے زندہ رہنے کے باوجود قاضی کو یہ اختیار ہے کہ وہ ہندہ کو جدائی کا حکم صادر کرے؟

(۲) کیا ہندوستان میں دار القضاء قائم کیا جاسکتا ہے جب کہ یہاں پر بادشاہ اسلام بھی نہیں ہے اور نہ ہی قاضی کو اتنا اختیار ہے کہ اگر کوئی اس کے فیصلے کو نہ مانے تو وہ اس پر عمل کراسکے۔قاضی شرع کن وجوہات کی بناء پر فسخ نکاح کرسکتا ہے؟ نیز کیا ہندوستان کے قاضی کو فسخ نکاح کا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ہندہ کو جدائی کا حکم صادر کرے کہ یہ حق صرف شوہر کا ہے اگر وہ طلاق نہ دے تو کسی قاضی کے حکم سے نکاح فسخ نہ ہوگا۔قال اللّٰہ تعالیٰ "بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ" یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔(پ۲ ع۱۵) اور حدیث شریف میں ہے:"انما الطلاق لمن اخذ بالساق." (ابن ماجہ) البتہ قاضی زید وہندہ کے درمیان مصالحت کی کوشش کرے اگر ہندہ راضی نہ ہو اور زید کا ظلم ثابت ہو تو وہ زید کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ ہندہ کو طلاق دیدے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اس زمانہ میں جب کہ یہاں نہ حاکم اسلام ہے اور نہ اس کے مقرر کئے ہوئے قاضی تو اس صورت میں اعلم علماء بلد جو مرجع فتاویٰ ہو قاضی کے قائم مقام ہے۔حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:"اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور مؤکلة الی العلماء و یلزم الامة الرجوع الیهم و یصیرون ولاة فاذا عسر

جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم.
یعنی جب زمانہ ایسے سلطان اسلام سے خالی ہو جائے جوان امور کے لئے کافی ہو تو بہت امور علماء کے سپرد ہیں امت پر علماء کی طرف رجوع لازم ہے۔ اور علماء حاکم ہوں گے اور جب کسی ایک پر جمع ہونا دشوار ہو تو ہر طرف کے لوگ اپنے علماء کی اتباع کریں اور اگر کہیں متعدد علما ہوں تو ان میں جو سب سے زیادہ علم والا ہو اس کی اتباع کریں گے۔ اور اگر علم میں سب برابر ہوں تو ان کے مابین قرعہ ڈالا جائے۔ (حدیقۂ ندیہ جلد اول صفحہ ۲۴۰ بحوالۂ فتاوٰی فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۲۸۷) لہذا اگر کوئی منتخب شدہ قاضی ہو تو سارے امور اس کے سپرد ہوں گے۔ اور اگر منتخب شدہ نہیں ہے۔ تو اس ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم جو مرجع فتوٰی ہو وہی قائم مقام قاضی کے ہے۔ اور جب یہاں ہندوستان میں قاضی ہو سکتا ہے تو دار القضا بھی قائم کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ بہت سے دار القضا قائم ہیں جہاں سے مسلمانوں کے معاملات حل کئے جاتے ہیں جیسے دار القضا امجدیہ، اوجھا گنج بستی ادارۂ شرعیہ، پٹنہ، بہار اور مبارکپور وغیرہ۔ اور چند صورتوں میں شریعت نے قاضی کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ نکاح فسخ کر سکتا ہے خواہ شوہر راضی ہو یا نہ راضی ہو۔ مثلاً شوہر نامرد ہے۔ یا مفقود الخبر ہے یا مجنون ہے اسی طرح کے بعض اور مسائل میں وہ بھی ان شرائط کے ساتھ جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حنیف قادری
۱۰ ربیع الغوث ۱۴۲۹ھ

مسئلہ: -از: مراد حسین، دیورہ، بستی

ہندہ کا شوہر تقریباً چھ سال سے فالج کے مرض میں مبتلا ہے اس کے ساتھ ہندہ کے گذارے کی امید قطعی نہیں رہ گئی۔ اور وہ اسے طلاق بھی نہیں دیتا ہے تو کیا اس کے لئے دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - پیسہ وغیرہ کی لالچ دے کر یا کسی طرح بھی ہندہ اپنے فالج زدہ شوہر سے طلاق حاصل کرے یا وہ مرجائے اس کے بعد ہی وہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ اس سے پہلے ہرگز نہیں۔ فتاوٰی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۲۶ میں ہے: "اذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لها کذا فی الکافی." اور فتاوٰی فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۲۸۳ پر ہے۔ مفلوج شوہر کی عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں۔ درمختار باب العنین میں ہے: "لا یتخیر احدالزوجین بعیب الاخر و لو فاحشا. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی
۳ ر شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبد الحکیم، ترسی، اموڑھا بستی

تراب النساء کی شادی محمد علی کے ساتھ ہوئی وہ تین بار رخصت ہو کر تقریباً ڈیڑھ ماہ محمد علی کے ساتھ رہی۔ اس کا بیان ہے کہ محمد علی نامرد ہے۔ اور وہ طلاق دینے کے لئے تیار نہیں۔ کیا تراب النساء دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- نامرد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت اگر نامرد کے ساتھ نہ رہنا چاہے تو عورت قاضی کے پاس دعویٰ کرے۔ قاضی شوہر سے دریافت کرے۔ اگر شوہر نامرد ہونے کا اقرار کرے تو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے۔ دعویٰ کے قبل کا زمانہ حساب میں نہ آئے گا بلکہ دعویٰ کے بعد ایک سال کی مدت درکار ہے۔ تو اگر سال کے اندر شوہر نے ہمبستری کر لی تو عورت کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر ہمبستری نہ کی اور عورت جدائی کی خواستگار ہو تو قاضی شوہر کو طلاق دینے کے لئے کہے اگر وہ طلاق دے فبہا ورنہ قاضی تفریق کر دے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۲۲ میں ہے: "اذا رفعت المرأة زوجها الى القاضي و ادعت انه عنين و طلبت الفرقة فان القاضي يسئله هل وصل اليها او لم يصل فان اقرانه لم يصل اجله سنة. اھ" اور اسی کتاب اسی جلد کے صفحہ ۵۲۳ پر ہے: "ابتداء التاجيل من وقت المخاصمة كذا فى المحيط." پھر چند سطر بعد ہے: "لا يكون هذ التاجيل الا عند قاضى مصرا و مدينة فان اجلته المرأة او اجله غير القاضى لا يعتبر ذلك كذا فى فتاوىٰ قاضى خان. اھ" و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۲ رصفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی شادی سے پہلے زید کا دماغی توازن بھی کبھی خراب ہو جاتا تھا۔ لیکن شادی کی وقت ٹھیک تھا۔ پھر کچھ دنوں بعد وہ پاگل ہو گیا اور تقریباً چھ سال ہو گئے کہ اسی حالت میں ہے۔ کیا اس کی بیوی اب دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟ اس کے تین بچے بھی ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب زید پاگل ہو گیا اور ہندہ دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے تو وہ قاضی شرع کے پاس دعویٰ دائر کرے کہ اس کا شوہر زید پاگل ہو گیا۔ جب قاضی کو ثابت ہو جائے کہ وہ پاگل ہے تو وہ اسے سال بھر کامل کی مہلت دے۔ اگر اس مدت میں وہ ٹھیک ہو گیا تو فبہا۔ اور اگر ٹھیک نہ ہوا تو عورت پھر دعویٰ دائر کرے۔ اور قاضی شرع کو یہ ثابت ہو جائے کہ زید اب بھی پاگل ہی ہے۔ تو عورت کو اختیار دے۔ چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کرے یا شوہر کو۔ اگر اس نے اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اب قاضی تفریق کر دے۔ اس کے بعد عورت ایام عدت پورے کر کے جس سے نکاح جائز ہو کر لے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۹۰ پر ہے۔ مذکورہ صورت اس وقت ہے جب قاضی شرع کو جنون ثابت ہو اور اس کا مطبق ہونا ثابت نہ ہوا گر قاضی

شرع کو یہ ثابت ہوجائے کہ یقیناً یہ شخص مدت دراز سے مجنون ہے اور اس کا جنون مطبق ہے تو ایک سال کی مدت نہ دے گا فوراً عورت کو اختیار دے گا کہ شوہر کو اختیار کرے یا نفس کو۔ فتاوٰی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۲۶ پر ہے: "اذا كان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خيارلها كذا فى الكافى قال محمد رحمه الله تعالىٰ ان كان الجنون حادثا يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول اذا لم يبرأ و ان كان مطبقا فهو كالواجب و به ناخذ كذا فى الحاوى القدسى. اھ"

نوٹ:- جہاں حاکم شرع نہ ہو وہاں سنی صحیح العقیدہ مرجع فتوٰی اعلم علمائے بلد ایسے امور میں حاکم شرع ہے۔ و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی
یکم جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

باب العدة

عدت کا بیان

مسئلہ:- از: عبدالوارث اشرفی گولڈن الیکٹرک، مدینہ مسجد، ریتی چوک، گورکھپور

عدت والی عورت کو تعزیت یا شادی بیاہ میں شرکت کے لئے جانے کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مطلقہ اور بیوہ عورت عدت کے دنوں میں تعزیت اور شادی بیاہ میں شرکت کے لئے نہ جائے اور اگر جائے تو واپس آ کر رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں گذارے۔ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "معتدة موت تخرج فی الیدین و تبیت اکثر اللیل فی منزلها. اھ" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۷۳) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

یکم محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: مجیب الرحمٰن نظامی، مدرسہ عربیہ برکات غوثیہ، بستی

عدت کے ایام از روئے شرع کیا ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بیوہ عورت اگر حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے جیسا کہ قرآن شریف پارہ دوم رکوع ۱۴ میں ہے: "وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجاً یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْراً." اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۴۷۳ میں ہے: "عدة الحرة فی وفاة اربعة اشهر و عشرة ایام سواء کانت مدخولا بها او لا مسلمة او کتابیة تحت مسلم صغیرة او کبیرة او آئسة و زوجها حر او عبد حاضت فی هذه المدة او لم تحض و لم یظهر حبلها کذا فی فتح القدیر. اھ" اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ خواہ وہ بیوہ ہو یا طلاق والی ہو اور خواہ وجوب عدت کے وقت حاملہ ہو یا بعد میں، قرآن مجید پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: "و اولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن." اور فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول صفحہ ۵۳۸ میں ہے: "فان کانت الا معتدة عن الطلاق او الوطأ عن شبهة او الموت حاملا فعدتها بوضع الحمل سواء کانت حاملا وقت وجوب العدة او حبلت بعد الوجوب. اھ" اور طلاق والی مدخولہ عورت یعنی جس سے صحبت کر چکا ہے اگر نابالغہ یا آئسہ یعنی پچپن سالہ ہو تو اس کی عدت تین مہینہ ہے۔ قرآن عظیم پارہ ۲۸ سورۂ طلاق میں ہے: "وَ الّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّ الّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ." اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: "لو کانت المطلقة صغیرة او آئسة و هی حرة فعدتها ثلثة اشهر. اھ" اور طلاق والی مدخولہ عورت اگر حاملہ آئسہ اور نابالغہ نہ ہو یعنی حیض والی ہو تو اس کی مدت تین حیض ہے

خواہ یہ تین حیض تین ماہ تین سال یا اس سے زیادہ میں آئیں۔ قرآن پاک پارۂ دوم رکوع ۱۲ میں ہے: "وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ." اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "اذا طلق الرجل امرأته طلاقا بائنا او رجعيا او ثلاثا او وقعت الفرقة بينهما لغير طلاق و هي حرة ممن تحيض فعدتها ثلثة اقراء سواء كانت الحرة مسلمة او كتابية كذا في السراج الوهاج. اھ" اور اگر عورت کو ہمبستری اور خلوت صحیحہ کے پہلے طلاق دی گئی تو اس کے لئے عدت نہیں بعد طلاق وہ فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ قرآن عظیم پارہ ۲۲ رکوع ۳ میں ہے: "يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا." اور فتح القدیر میں ہے: "الطلاق قبل الدخول لا تجب فيه العدة. اھ" و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:-

ایک عورت باہر سے آئی اور بیان دیا کہ میں بیوہ ہوں میرا شوہر دو سال پہلے انتقال کر گیا۔ اس کے اس بیان پر زید نے اس سے شادی کر لی اور صحبت بھی کی۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ شوہر والی ہے۔ زید نے اسے گھر سے نکال دیا۔ اس صورت میں عدت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو عدت کا خرچ اور مہر زید پر لازم ہے یا نہیں؟

الجواب:- اگر واقعی زید نے یہ جان کر نکاح کیا کہ وہ بے شوہر والی ہے تو نکاح مذکور فاسد ہوا ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۱۴۸ پر ہے۔ اور نکاح فاسد میں زید کا اس عورت سے صحبت کرنے کے سبب اس پر عدت واجب ہے اور زید پر عدت کا خرچ لازم نہیں مہر مثل لازم ہے جب کہ مہر مقرر اس سے زیادہ ہو اور اگر وہ مہر مثل سے کم یا برابر ہے تو وہی لازم ہے۔ فتاویٰ خانیہ جلد اول صفحہ ۴۴۲ میں ہے: "رجل تزوج منكوحة الغير و دخل بها فان كان لا يعلم انها منكوحة الغير كان عليها العدة و لا نفقة لها. اھ" اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۸۰ پر ہے: "ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطأ في القبل لا بغيره كالخلوة لحرمة وطئها و لم يزد مهر المثل على المسمى لرضاها بالحط و لو كان دون المسمى لزم مهر المثل. اھ تلخيصاً" و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی

۱۰ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد سلیمان، پہاڑ پور، ہری پور، سلطان پور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ ہندہ ایک سال سے اپنے ماں باپ کے گھر ہے

سال بھر بعد ہندہ کے والد نے ہندہ کے شوہر زید سے جا کر طلاق لے لیا۔ زید کہتا ہے کہ ہندہ کو عدت گذارنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس کی عدت کا خرچ ملے گا کہ شریعت نے عدت کا حکم اس لئے دیا ہے کہ معلوم ہو جائے کہ مطلقہ کو حمل ہے یا نہیں۔ اور جب سال بھر سے شوہر و بیوی کی ملاقات ہی نہ ہوئی تو عدت گذارنے کا کیا سوال۔

لہذا قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ کیا جو عورت سال بھر سے یا اور زیادہ دنوں سے اپنے شوہر سے جدا ہو اس کے بعد طلاق ہو تو وہ بغیر عدت گذارے کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے؟ اور آیا شوہر کو عدت کا خرچ نہیں دینا پڑے گا؟

الجواب:- شوہر سے جدائی کتنی ہی طویل مدت کے بعد کیوں نہ ہو طلاق کے بعد عدت ضروری ہے کہ وہ صرف حمل معلوم کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ نکاح کے ختم ہونے کا سوگ بھی ہے۔ اور طلاق کی عدت کا خرچ بہر حال شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۲۶ میں ہے: "رجل تزوج امرأة نكاحا جائزا فطلقها بعد الدخول او بعد الخلوة الصحيحة كان عليها العدة كذا فى فتاوىٰ قاضى خان. اھ" اور سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی درمختار کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: "العدة سبب وجوبها النكاح و التأكد بالتسليم و ماجرى مجراه من موت او خلوة و هى فى حق حرة تحيض بعد الدخول حقيقة او حكما ثلثة حيض و فى حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعة او كبر ثلثة اشهر ان وطئت فى الكل و لو حكما كالخلوة و لو فاسدة." (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۸۴۴) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''جس عورت کو طلاق دی گئی ہے بہر حال عدت کے اندر نفقہ پائے گی طلاق رجعی ہو یا بائن یا تین طلاقیں عورت کو حمل ہو یا نہیں۔'' (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۵۱) اور فتاویٰ قاضی خاں جلد اول صفحہ ۴۴۰ میں ہے: "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة و السكنى كان الطلاق رجعيا او بائنا او ثلثا حاملا كانت او لم تكن. اھ"

لہذا صورت مسئولہ میں ہندہ پر عدت واجب ہے اور زید پر عدت کا خرچ۔ البتہ عورت اس صورت میں نفقہ پانے کی حقدار ہوگی جب کہ اس نے قاضی یا پنچ سے نفقہ دلوانے یا مقرر کرنے کا مطالبہ کیا ہو اگر اس نے ایسا نہ کیا یہاں تک کہ عدت گذر گئی تو نفقہ ساقط ہو گیا۔ اور زید غلط مسئلہ بتانے کے سبب گنہگار ہوا توبہ کرے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۰ ررجب المرجب ۱۹ھ

مسئلہ:- از: ریاض الدین اشرفی، دار العلوم انوار الاسلام، جھبیاؤں کلاں، بستی

زید جس کی عمر پچاس سال ہے اس نے اپنی پچاس سالہ بیوی کو طلاق مغلظہ دیدی۔ اب وہ اسے رکھنا چاہتا ہے تو حلالہ ضروری ہے یا نہیں؟ اور بیوی کو چار سال سے حیض نہیں آتا ہے تو اس کی عدت کیا ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:-صورت مسئولہ میں زید تین طلاق دینے کے سبب گنہگار رہوا توبہ کرے اوراس کی بیوی ہمیشہ کے لئے اس پرحرام ہوگئی۔اب بغیر حلالہ وہ دوبارہ اسے ہرگز نہیں رکھ سکتا۔اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:"فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَاتَحِلُّ لَهٗ مِنْ ' بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ.."(پ۲ع۱۳)

اور حلالہ کی صورت یہ ہے کہ طلاق کی عدت گذرنے کے بعد عورت دوسرے سے نکاح صحیح کرے پھر دوسرا شوہر اس سے ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دیدے یا مرجائے پھر طلاق یا موت کی عدت گذر جانے کے بعد ہی زید سے نکاح جائز ہوگا۔اس سے پہلے ہرگز نہیں۔فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۴۷۳ پر ہے:"ان كان الطلاق ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها. اه ملخصا" اور شوہر ثانی کی ہمبستری کے بغیر حلالہ صحیح نہ ہوگا۔کمافی حدیث العسیلۃ

اور زید کی بیوی کو اگرچہ چار سال سے حیض نہیں آتا ہے پھر بھی اس کی عدت تین حیض ہی ہے۔اگر پچپن سال کی عمر تک تین حیض نہ آئیں تو اب اس کی عدت تین مہینہ ہے۔خدائے تعالیٰ کاارشاد ہے:"وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ."(سورۃ البقرہ،آیت ۲۲۸)اور اسی کاارشاد ہے:"وَ الّٰئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ."(سورۃ الطلاق ۴)اور مراقی الفلاح صفحہ ۳۳ میں ہے:"الاياس هو خمس و خمسون سنة على المفتى به. اه"اور شامی باب العدۃ جلد سوم صفحہ ۵۱۶ پر ہے:"عندنا مالم تبلغ حد الاياس لا تعتد بالاشهر وحده خمس و خمسون سنة هو المختار. اه" اور تاوقتیکہ حلالہ ہوکر زید سے دوبارہ نکاح نہ ہوجائے وہ دونوں ایک دوسرے سے دور رہیں۔اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں۔قال الله تعالىٰ "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ."(پ۷ع۱۴) و اللّٰه تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۴ ربیع النور ۲۱ھ

مسئلہ:-از: مولانا محمد سلیم نعیمی، ہلدورا، بڑودہ (گجرات)

فتاویٰ فیض الرسول ج ۲ ص ۳۰۶ پر بیوہ سے متعلق مسئلہ درج ہے کہ"اگر لڑکا وغیرہ گھر کا کوئی دوسرا فرد شادی میں شرکت کرنے والا نہ ہو تو یہ خاص عزیزداروں کے یہاں دن میں اور رات کے کچھ حصہ میں شرکت کے لئے جاسکتی ہے اسے رات کا اکثر حصہ اپنے مکان میں گزارنا ضروری ہے۔" دریافت طلب امر یہ ہے کہ خود فتاویٰ فیض الرسول میں اسی مقام پر نیز بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ، ہدایہ اور درمختار وغیرہ میں ضرورت شدیدہ کی قید لگی ہوئی ہے۔تو کیا شادی میں شرکت صحیح معنوں میں ضرورت ہے۔اور اگر شادی میں اجازت ہے۔تو قریبی رشتہ داروں کی موت کے وقت جانے کے بارے میں عندالشرع کیا حکم ہوگا؟

بینوا توجروا.

الجواب:۔ موت کی عدت میں اگر باہر جانے کی حاجت ہو تو عورت دن میں اور رات کے کچھ حصہ میں باہر جاسکتی ہے بشرطیکہ رات کا اکثر حصہ اپنے مکان میں گزارے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۳۲ پر ہے۔ اور ہدایہ اولین اشرفیہ صفحہ ۴۰۸ پر ہے: "المتوفی عنها زوجها تخرج نهارا و بعض الليل و لاتبيت فی غير منزلها. اھ" اور مجمع الانہر جلد اول صفحہ ۴۷۲ پر ہے: "معتدة الموت تخرج نهارا و بعض الليل قدر ما تستكمل به حوائجها. اھ" اور الشرح الکبیر للمغنی جلد نہم صفحہ ۱۷۶ پر ہے: "للمعتدة الخروج فی حوائجها نهارا سواء كانت مطلقة او متوفی عنها. اھ" اور فتاوی خانیہ جلد اول صفحہ ۵۵۳ پر ہے: "المتوفی عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها. اھ" اور درمختار میں ہے: "معتدة موت تخرج جديدين. اھ" (الدر المختار فوق رد المحتار جلد سوم صفحہ ۵۳۶) اور اسی کے تحت شامی میں ہے: "المتوفی عنها زوجها تخرج بالنهار لحاجتها. اھ" اور تبیین الحقائق جلد سوم صفحہ ۳۷ میں ہے: "معتدة الموت تخرج اليوم و بعض الليل. اھ"

اور تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۴۶۸ پر ہے: "اما الامتناع عن الخروج من المنزل فواجب الا عند الضرورة و الحاجة. اھ" اور فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۸۴۹ پر ہے: ''عورت عدت وفات میں بضرورت باہر اس طور پر جاسکتی ہے کہ رات کا اکثر حصہ شوہر کے مکان پر گزارے۔ اھ''

اور ضرورت شدیدہ کی قید نہ بہار شریعت میں پائی گئی نہ فتاوی رضویہ میں نہ ہدایہ میں اور نہ تو درمختار میں اور نہ فتاوی فیض الرسول میں اور نہ ہی ان کے علاوہ فقہ کی دوسری کتابوں میں۔ اور اگر کہیں ہو بھی تو وہ حاجت شدیدہ کے معنی میں ہے۔ اور فتاوی فیض الرسول میں بھی حاجت شدیدہ ہی کی قید ہے نہ کہ ضرورت شدیدہ کی اور دونوں میں بہت فرق ہے۔

لہذا فتاوی فیض الرسول میں بیوہ سے متعلق جو مسئلہ درج ہے کہ ''اگر لڑکا وغیرہ یا گھر کا کوئی دوسرا فرد شادی میں شرکت کرنے والا نہ ہو تو یہ خاص عزیز داروں کے یہاں دن میں اور رات کے کچھ حصہ میں شرکت کے لئے جاسکتی ہے۔ لیکن رات کا اکثر حصہ اپنے مکان میں گزارنا ضروری ہے۔'' یہ حاجت کی صورت ہے اور مسئلہ بالکل صحیح و درست ہے۔ یوں ہی قریبی رشتہ داروں کی موت کے وقت بھی شرط مذکور کی قید کے ساتھ جانے کی اجازت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "ان امرأة سالت ام سلمة رضی الله تعالىٰ عنها مات زوجها عنها اتمرض اباها قالت ام سلمة رضی الله عنها كونی احد طرفی الليل فی بيتك. (بیہقی شریف جلد ہفتم صفحہ ۴۳۷) اور بحر الرائق جلد چہارم صفحہ ۱۵۳ میں ہے: "الظاهر من كلامهم جواز خروج المعتدة عن وفاة نهارا و لو كانت قادرة على النفقة و لهذا استدل اصحابنا بحديث فريعة اخت ابی سعيد الخدری رحمه الله تعالىٰ ان زوجها لما قتل اتت النبی صلى الله عليه وسلم

فاستاذنته فی الانتقال الی بنی خدرة فقال لها امکثی فی بیتك حتی یبلغ الکتاب اجله فدل علی حکمین اباحة الخروج بالنهار و حرمة الانتقال حیث لم ینکر خروجها و منعها من الانتقال و روی علقمة ان نسوة من همدان نعی الیهن ازواجهن فسئلن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه فقلن انا نستوحش فامرهن ان یجتمعن بالنهار فاذا کان باللیل فلترجع کل امرأة الی بیتها کذا فی البدائع و فی المحیط عزاء الثانی الی النبی صلی الله علیه وسلم و فی الجوهرة یعنی ببعض اللیل مقدار ما تستکمل به حوائجها و فی الظهیریه و المتوفی عنها زوجها لا باس بان تتغیب عن بیتها اقل من نصف اللیل قال شمس الائمة الحلوائی و هذه الروایة صحیحة. اھ" و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی

مسئلہ:- از: عبدالغفار وانی، سویہ بگ، بڈگام (کشمیر)

لڑکی اگر شافعی مسلک کی ہو اور لڑکا حنفی مسلک کا تو طلاق واقع ہونے کی صورت میں عدت کا شمار کس مسلک پر کریں گے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر لڑکی شافعی مسلک کی ہے تو اس پر شافعی مسلک کی اتباع کرنا لازم ہے لہذا شافعی مسلک کے مطابق ہی اس کی عدت شمار کی جائے گی۔ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں طلاق کی عدت تین طہر ہے۔ جیسا کہ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد چہارم صفحہ ۵۲۵ پر ہے: "عدة الحر بانقضاء ثلاثة اطهار. اھ" اور جب وہ لڑکی شافعی مسلک کے مطابق اپنی عدت تین طہر مکمل کر لے تب بھی وہ حنفی لڑکے کے لئے حلال نہ ہوگی ہاں شافعی مرد کے لئے ضرور حلال ہو جائے گی۔ اس لئے کہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک میں عدت طلاق تین حیض ہے جیسا کہ حنفی مسلک کی مستند کتاب فتاویٰ شامی جلد اول صفحہ ۶۵۹ میں ہے: "ان المذهب وجوب العدة مرة ثلاث حیض. اھ" اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۵۲۷ میں ہے: "علیها العدة ثلاث حیض. اھ" و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبدالقادر رضوی ناگوری

۳ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد عدنان حبیبی، مدرسہ حنفیہ جامع مسجد، اڑیسہ

ہندہ کو ڈیڑھ دو سال میں جا کر حیض آتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کی عدت حیض سے شمار ہوگی یا مہینے سے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ”عورت کو حیض آچکا ہے مگر اب نہیں آتا اور ابھی سن ایاس کو بھی نہیں پہنچی ہے تو اس کی عدت بھی حیض سے ہے جب تک تین حیض نہ آلیں یا سن ایاس کو نہ پہنچے اس کی عدت ختم نہیں ہوسکتی۔ اھ“ (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۲۳) اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۶۵۵ پر ہے: "انها تعتد للطلاق بالحيض لا بالاشهر." "اذا تأخر حيض المطلقة لعارض او غيره بقيت في العدة حتى تحيض او تبلغ حد الاياس. اه"

لہٰذا اگر چہ ہندہ کو ڈیڑھ دو سال میں حیض آتا ہے جب تک تین حیض نہ آئیں گے اس کی عدت پوری نہ ہوگی تاوقتیکہ پچپن سالہ ہوکر اس کو تین مہینے نہ گذر جائیں یعنی موجودہ صورت میں ہندہ کی عدت مہینوں سے شمار نہ ہوگی۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ." (پ۲ سورہ بقرہ، آیت ۲۲۸) و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۲۷/ ربیع الغوث ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:-

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی پھر رخصتی سے پہلے آپس میں نااتفاقی ہوگئی۔ تین سال تک مقدمہ چلا پھر زید نے طلاق دی درمیان میں ہندہ کو ایک بچہ پیدا ہوا لیکن زید کا بیان ہے کہ ہماری ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہندہ پر عدت گزارنا لازم ہے یا بغیر عدت گزارے دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں ہندہ پر عدت گزارنا لازم ہے بغیر عدت گزارے دوسرا نکاح ہرگز نہیں کرسکتی بشرطیکہ بچہ وقت نکاح سے چھ ماہ یا اس کے بعد پیدا ہوا ہو۔ حدیث شریف میں ہے: "الولد للفراش." (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۷۶) اور درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۴۵ میں ہے: "قد اكتفوا بقيام الفراش بلا دخول كتزوج المغربي بمشرقية بينهما سنة فولدت لستة اشهر مذ تزوجها لتصوره كرامة و استخداما. اه"

اور اگر وقت نکاح سے چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہوا تو اس پر عدت لازم نہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا." یعنی جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لئے کچھ عدت نہیں۔ (پ۲۲ سورۂ احزاب، آیت ۴۹) والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کبھولوی گجراتی

۲۰/ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

باب ثبوت النسب

ثبوت نسب کا بیان

مسئلہ:- از: حاجی قاسم علی، موضع چکہ سیوہار نواب، ضلع گونڈہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ شوہر باہر تھا جب وہ گھر پر آیا تو سات ماہ بعد اس کی بیوی کو بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ کس کا ہے؟ کچھ لوگ بلا ثبوت کہتے ہیں کہ دوسرے کا بچہ ہے۔ تو اس کے متعلق شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں بچہ شوہر ہی کا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "الولد للفراش." جولوگ دوسرے کا بچہ بتاتے ہیں وہ توبہ کریں۔ اور آئندہ ایسی بات زبان پر ہرگز نہ لائیں بلکہ گمان بھی نہ کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ر شعبان المعظم ۲۱ھ

مسئلہ:- از: سید محبوب قادری، خطیب وامام درگاہ مسجد چک لانبا، بیڑ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بکر کی لڑکی ہندہ کی شادی ہوکر چھ ماہ بیس دن گذرنے پر بکر کی لڑکی کو اولاد پیدا ہوئی۔ لہذا بکر کی لڑکی کو چھ ماہ بیس دن میں اولاد پیدا ہوئی اس بنا پر لڑکی کا شوہر اس لڑکی کو یعنی بیوی کو یہ کہہ کر طلاق دینا چاہتا ہے کہ اولاد ناجائز ہے۔ برائے مہربانی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ شرعی اعتبار سے بچے کی پیدائش چھ ماہ بیس دن میں ہوسکتی ہے یا نہیں؟ آیا وہ بچہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ شرح وقایہ جلد دوم صفحہ ۱۴۵ پر ہے: "اکثر مدة الحمل سنتان و اقلها ستة اشهر." یعنی حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے اور کم سے کم چھ ماہ ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۳۹ میں ہے: "اقلها ستة اشهر اجماعا." یعنی تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ اور ہدایہ جلد ثانی صفحہ ۴۰۹ میں ہے: "ان جاء ت به لستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه منه." یعنی عورت اگر چھ ماہ یا اس سے زائد پر لڑکا پیدا کرے تو شرعاً لڑکا اسی شخص کا ہے کہ عورت جس کے نکاح میں ہے۔ اور فتاوٰی عالمگیری جلد اول ۵۳۶ میں ہے: "اذا تزوج امرأة فجاء ت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه و ان جاء ت به لستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه منه." یعنی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس عورت نے نکاح کے وقت سے چھ مہینے سے کم پر لڑکا پیدا کیا تو وہ شوہر کا نہیں ہے۔ اور اگر چھ ماہ یا اس سے زیادہ پر پیدا کیا تو شریعت کے نزدیک وہ لڑکا شوہر کا ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں جب کہ شادی کے بعد چھ ماہ بیس دن گذرنے پرلڑکا پیدا ہوا تو وہ شوہر ہی کا ہے ناجائز ہرگز نہیں ہے۔ اگر شوہر اس بنا پر طلاق دے گا کہ وہ لڑکا ناجائز ہے تو اپنی عورت پر حرام کاری کا الزام لگانے اور شریعت کو جھٹلانے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲ ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد ممتاز احمد، ججوا، بڑرا، سدھارتھ نگر

گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ زید جماع پر قادر نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کی عورت سے جو بچے ہیں شریعت کی روشنی میں کس کے قرار پائیں گے۔ اور کیا صرف گاؤں والوں کے ایسا کہنے سے زید کے لڑکوں کو ولد الزنا کہا جا سکتا ہے؟ نیز اس کے بچوں کی امامت درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست ہے تو نہ پڑھنے والوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کے جو بچے عورت مذکور سے ہیں اسی کے قرار پائیں گے اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے: "الولد للفراش." یعنی لڑکا شوہر کا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۷) لہذا محض گاؤں والوں کے کہنے سے زید کی عورت سے جو بچے ہیں ولد الزنا نہیں کہلائیں گے بلکہ ثابت النسب ہی قرار دیئے جائیں گے۔ اور جب ان کا ولد الزنا ہونا ثابت نہیں تو ان کی امامت درست ہے جب کہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو۔

جو لوگ اس کے لڑکے کو ولد الزنا قرار دے کر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں۔ اس لئے کہ بدگمانی حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ." (پ۲۶ ع۱۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۴ جمادی الآخرہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: وزیر احمد، محلہ گڑگوڑیا، گاندھی نگر، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کا ہندہ سے ناجائز تعلق تھا پھر اسی سے زید کی شادی ہوئی اور کچھ ماہ پر لڑکا پیدا ہوا تو نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور وہ لڑکا شرعاً کس کا قرار پائے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کا ہندہ سے نکاح کرنا صحیح ہے۔ اگرچہ حمل نکاح سے پہلے کا ہو۔ فتاویٰ عالم گیری جلد اول صفحہ ۲۸۰ میں ہے: "اذا تزوج امرأۃ قد زنی ھو بھا و ظھر بھا حبل فالنکاح جائز عند الکل و له ان یطاھا عند الکل. اھ" اور اگر واقعی نکاح سے پہلے اس کا ہندہ سے ناجائز تعلق تھا تو وہ دونوں سخت گنہگار مستحق عذاب قہار ہیں ان

کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور نماز کی پابندی کا ان سے عہد لیا جائے۔ اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے، مسجد میں لوٹا و چٹائی رکھنے اور غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مَتَاباً۔" (پ۱۹ ع۴) اوران دونوں کے والدین کو بھی توبہ کرایا جائے اگر ان کی غفلت لاپروائی سے زید و ہندہ کا ناجائز تعلق ہوا۔ اور لڑکا شرعاً زید ہی کا ہے چاہے حمل نکاح سے پہلے ہوا ہو یا بعد میں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۵۳۶ میں ہے: "اذا تزوج الرجل امرأة فجائت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه و ان جائت لستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه منه اعترف به الزوج اوسكت." واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۹ رزی القعدہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: خلیل احمد خاں، وشیورہ، برج جگیشوری، ویسٹ بمبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے شادی کی اور شادی کے بعد چھ ماہ سے زائد پر ہندہ کو لڑکا پیدا ہوا۔ پیدائش کے وقت لڑکے کے بال بڑے تھے۔ تو لوگ یہ کہنے لگے کہ چھ ماہ کے بچہ کے سر میں بال نہیں ہوتا اور اسے بال ہیں تو شبہ کرنے لگے کہ لڑکا کسی دوسرے کا ہے۔ لہذا زید نے ہندہ کو طلاق دے دی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لڑکا شرعی طور پر کس کا ہے؟ اور لڑکا اپنی نانی کے گھر رہتا ہے تو زید اسے اپنائے یا چھوڑ دے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- عوام کا یہ کہنا کہ چھ ماہ کے بچہ کو سر میں بال نہیں ہوتا اور یہ اتنا بڑا ہے۔ تو شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے جس طرح چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ لہذا اگر واقعی شادی کے بعد چھ ماہ سے زائد پر ہندہ کو لڑکا پیدا ہوا تو وہ بچہ زید ہی کا ہے اور شرعی طور پر صحیح النسب ہے۔ اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ شرح وقایہ جلد دوم صفحہ ۱۴۵ میں ہے: "اكثر مدة الحمل سنتان و اقلها ستة اشهر." یعنی حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے اور کم سے کم چھ ماہ ہے۔ اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "اقلها ستة اشهر اجماعا." یعنی تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۷۶) اور حضرت علامہ برہان الدین مرغینانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "ان جائت به لستة اشهر فصاعدا يثبت نسبه منه." یعنی اگر عورت چھ یا چھ ماہ سے زائد پر لڑکا پیدا کرے تو شرعاً لڑکا اسی شخص کا ہے کہ عورت جس کے نکاح میں ہے۔ (ہدایہ جلد دوم صفحہ ۴۳۲) اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۵۳۶ میں ہے: "اذا تزوج الرجل امرأة فجائت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه و ان جائت به

لستة اشهر فصاعدا یثبت نسبه منه. "یعنی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس عورت نے نکاح کے وقت سے چھ مہینے سے کم پر لڑکا پیدا کیا تو وہ لڑکا ثابت النسب نہ ہوگا۔ (یعنی شوہر کا نہیں مانا جائے گا) اور اگر چھ یا چھ ماہ سے زیادہ پر پیدا کیا تو شرع کے نزدیک وہ لڑکا شوہر کا ہے۔

لہذا جب وہ لڑکا شرعاً اسی کا ہے تو وہ اسے ضرور اپنائے۔ اسے صحیح تعلیم و تربیت دلائے اور اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کرے جیسا کہ اپنے دوسرے لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۵؍جمادی الآخرہ ۲۱ھ

مسئلہ: - از: سید محمد اشفاق، سرائے خواجہ نئی بازار، الہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے نکاح اور رخصتی کے چھ ماہ کے بعد ولادت ہوئی سسرال والے طلاق دینا چاہتے ہیں۔ پیدا ہونے والا بچہ کس کا مانا جائے گا؟

حق پرورش اور ترکہ باپ کا ملے گا یا نہیں؟ شادی کے دس سال بعد اور کئی سال شوہر کے پردیس میں رہنے سے جو بچہ پیدا ہو اور شوہر انکار کرے شرعاً حلالی ہوگا یا حرامی؟ بینوا توجروا.

الجواب: - صورت مسئولہ میں جب کہ نکاح اور رخصتی کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہے اس لئے کہ حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ ہے۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۷٦ میں ہے: "اقلها ستة اشهر فیثبت النسب. اھ" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "الولد للفراش" یعنی بچہ شوہر کا ہے۔

لہذا اس بنیاد پر ہندہ کو طلاق دینا غلط ہے۔ اور بچہ باپ کے انتقال کے بعد ترکہ کا وارث ٹھہرے گا۔ اور پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے جب تک کہ وہ بچے کے غیر محرم سے شادی نہ کرے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۸۷۹ اور بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۴۱ میں ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۸۷ میں ہے: الحضانة تثبت للام. اھ" اور شادی کے دس سال بعد اور کئی سال شوہر کے پردیس میں رہنے سے جو بچہ پیدا ہوا وہ بھی شرعاً حلالی ہے۔ اور شوہر ہی کا ہے۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۸۴ میں ہے: "قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینهما سنة فولدت لستة اشهر مذ تزوجها لتصوره کرامة و استخداما فتح. اھ" اور شوہر کا انکار نہیں مانا جائے گا تاوقتیکہ وہ لعان نہ کرے جس کا تفصیلی بیان بہار شریعت وغیرہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی
۲۵؍شوال المکرم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد جمال الدین ڈھلمو پور، رگھوناتھ پور، بستی

محمد جمال الدین دہلی میں کام کرتا ہے وہ ربیع الاول کے مہینہ میں گھر آیا تین مہینہ رہ کر پھر وہ دہلی چلا گیا اور رمضان شریف کے مہینہ میں لڑکی پیدا ہوئی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ لڑکی دوسرے کی ہے تو اس کی بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حدیث شریف میں ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "الولد للفراش" (مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۷) لہٰذا وہ لڑکی، بہر حال جمال الدین ہی کی ہی۔ جو لوگ دوسرے کی بتاتے ہیں۔ وہ سخت گنہگار ہیں۔ ہاں اگر عورت زنا کا اقرار کرے یا چار گواہان شرعی سے زنا ثابت ہو جائے تو عورت کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے۔ اور اسے قرآن خوانی کرنے غریبوں کو کھانا کھلانے اور مدرسہ میں کتابیں وقف کرنے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و من تاب و عمل صالحا فانه یتوب الی الله متابا." (پ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۸ رشوال المکرم ۲۰ھ

مسئلہ:- از: مولانا فخر الدین، قاضی پورہ، شیودیال گنج، گونڈہ

زید کی شادی ۱۹/اپریل ۱۹۹۸ء میں ہوئی اور اسی روز رخصتی۔ پھر ۳۰ نومبر ۱۹۹۸ء میں بچہ پیدا ہوا وہ بچہ از روئے شرع کس کا ہے؟ گاؤں کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بچہ زید کا نہیں ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں مذکور تاریخ کے حساب سے زید کی شادی اور رخصتی کے ۷/مہینہ ۱۱/روز بعد بچہ پیدا ہوا تو از روئے شرع وہ بچہ زید کا ہی ہے کہ اگر چہ عام طور پر بچے ۹/ماہ پر پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن کم سے کم چھ ماہ پر بھی پیدا ہوتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ دو سال پر۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "(حمل کی مدت) کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس کامل بے کم و بیش۔" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۸۷۴ اور بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۳۵ میں ہے: "حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔" اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۷۶ پر ہے: "اکثر مدة الحمل سنتان و اقلها ستة اشهر اجماعا فیثبت النسب." اور فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۳۶ میں ہے: "اذ تزوج الرجل امرأة فجاء ت بالولد لاقل من ستة اشهر منذ تزوجها لم یثبت نسبه و ان جاء ت به لستة اشهر فصاعدا یثبت نسبه منه .اھ"

لہٰذا گاؤں کے جن لوگوں نے کہا کہ بچہ زید کا نہیں ہے وہ از روئے شرع غلطی پر ہیں توبہ کریں۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۱ رمحرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:-

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق رجعی دی جسے بعد طلاق انیس ماہ پر بچہ پیدا ہوا وہ ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟ اور اس ولادت سے رجعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر ہندہ نے عدت گذر جانے کا اقرار نہیں کیا تھا تو بچہ ثابت النسب ہے یعنی زید ہی کا بیٹا ہے۔اور ایسے ہی جب کہ اس نے عدت کے گذر جانے کا اقرار کیا تھا مگر اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو بھی ثابت النسب ہے۔اور اگر ہندہ نے عدت گذر جانے کا اقرار کیا تھا پھر چھ ماہ یا زیادہ پر بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب نہیں۔اور اس ولادت سے رجعت ثابت نہیں ہوئی بلکہ اس سے ہندہ بائنہ ہوگئی۔کیوں کہ ولادت سے رجعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب کہ یہ طلاق رجعی کے دو سال کے بعد ہو۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: ''جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہے اور عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار نہ کیا ہو اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا جب بھی نسب ثابت ہے اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا تو رجعت ثابت نہ ہوئی کہ ممکن ہے طلاق دینے سے پہلے کا حمل ہو اور اگر وقت اقرار سے چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں۔اھ تلخیصاً'' (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۳۵) اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں" يثبت نسب ولد معتدة الرجعي و ان ولدت لاكثر من سنتين مالم تقر بمضى العدة و المدة تحتمله و كانت الولادة رجعة لو فى الاكثر منهما او لتمامهما لا فى الاقل للشك و ان ثبت نسبه. اه ملخصاً" (درمختار مع شامی جلد سوم، صفحہ ۵۴۰) اور (قوله المدة تحتمله) کے تحت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "فان اقرت بانقضائها ثم جائت بولد لا يثبت نسبه الا اذا جاتت به لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار. اه تلخيصاً." اور شرح وقایہ جلد دوم صفحہ ۱۳۷ پر ہے: "بانت فى الاقل و راجع فى الاكثر اى اذا كان بين الطلاق و الولادة اقل من سنتين بانت اما اذا كان بين الطلاق و الولادة اكثر من سنتين فتثبت الرجعة. اه ملخصاً" و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحيح: جلال الدین احمد الامجدی

كتبه: محمد شبیر قادری مصباحی
۸ ربیع النور ۲۰ھ

مسئلہ:-

طلاق کے ڈھائی سال بعد لڑکا پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہے یا نہیں؟

الجواب:- طلاق کے ڈھائی سال بعد پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب نہیں۔اس لئے کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ

ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے شرح وقایہ مجیدی جلد دوم صفحہ ۱۴۵ میں ہے: "اکثر مدة الحمل سنتان و اقلها ستة اشهر." یعنی حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے اور کم سے کم چھ ماہ ہے۔ لیکن اگر طلاق رجعی ہے اور مطلقہ رجعیہ نے عدت پوری ہونے کا اقرار نہیں کیا تو ڈھائی سال کے بعد بھی پیدا ہونے والا لڑکا ثابت النسب ہوگا۔ ہدایہ اولین باب ثبوت النسب صفحہ ۴۳۰ میں ہے:" و یثبت نسب ولد المطلقة الرجعية اذا جائت به لسنتين او اكثر ما لم تقر بانقضاء عدتها لاحتمال العلوق فی حالة العدة لجواز انها تكون ممتدة الطهر." حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "جو عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہے اور عدت پوری ہونے کا اقرار نہ کیا ہو اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وہ مدت اتنی ہے کہ اس میں عدت پوری ہو سکتی ہے اور وقت اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا جب بھی نسب ثابت ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ عورت کا اقرار غلط تھا۔" (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۳۵)

اور طلاق بائن یا مغلظہ دینے کی صورت میں اگر ڈھائی سال کے بعد بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب نہ ہوگا۔ مگر جب کہ شوہر اس بچہ کی نسبت کہے کہ یہ میرا ہے یا ایک بچہ دو برس کے اندر پیدا ہوا اور دوسرا بعد میں چھ ماہ کے اندر تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۳۶ پر ہے۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد رئیس القادری البرکاتی

۱۶/ ذوالحجہ ۱۹ھ

مسئلہ:-

فتاویٰ عالمگیری ثبوت نسب کی یہ عبارت "اما اذا كانت صغيرة طلقها زوجها ان كان قبل الدخول فجائت بولد لاقل من ستة اشهر من وقت الطلاق يثبت النسب و ان جائت به لاكثر من ستة اشهر لا يثبت النسب. اھ" کیسے صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ثبوت نسب سے متعلق فتاویٰ عالمگیری کی عبارت منقولہ صحیح ہے اس لئے کہ صغیرہ مذکورہ کو بعد طلاق چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہونے کی صورت میں یقین سے ثابت ہو جاتا ہے کہ بچہ طلاق سے پہلے کا ہے یعنی شوہر ہی کا ہے۔ لہذا وہ ثابت النسب ہوگا۔ اور طلاق سے چھ مہینہ یا زائد پر پیدا ہونے کی صورت میں اس کا طلاق سے پہلے کا ہونا غیر یقینی ہے اس لئے وہ ثابت النسب نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں عبارت مسئولہ سے چند سطر پہلے اسی صفحہ پر ہے: "اصل فی هذا ان كل امرأة لم تجب عليها العدة فان نسب ولدها لا يثبت من الزوج الا اذا علم يقينا انه منه و هو ان يجئ لاقل من ستة اشهر. اھ"

اور ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۶۷۸ میں ہے:" قال فی الفتح حاصل المسئلة ان الصغيرة اذا طلقت فاما قبل

الدخول او بعده فان کان قبله فجائت بولد لاقل من ستة اشهر ثبت نسبه للتیقن بقیامه قبل الطلاق و ان جائت به لاکثر منها لایثبت لان الفرض ان لاعدة علیها و لایستلزم کونه قبل الطلاق لتلزم العدة. اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد عالم مصباحی

۵/محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:-

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دیدی بعد عدت دوسرے سے نکاح ہوا لیکن شوہر ثانی نے بغیر وطی طلاق دیدی ہندہ نے پھر عدت گذار کر زید سے نکاح کرلیا کچھ دنوں بعد اسے لڑکا پیدا ہوا تو اس بچہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:- شوہر اول زید کے طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد اگر چھ مہینہ کے اندر بچہ پیدا ہوا تو شوہر اول کا ہوگا اور چھ مہینہ یا زائد پر ہوا تو دیکھا جائے گا کہ شوہر ثانی کے وقت طلاق سے چھ مہینہ کے اندر پیدا ہوا یا چھ مہینہ کے بعد۔ اگر چھ مہینہ کے اندر پیدا ہوا تو شوہر ثانی کا ہوگا۔ بشرطیکہ شوہر ثانی کے وقت نکاح سے بچہ پیدا ہونے تک پورے چھ ماہ گذر گئے ہوں ورنہ ثانی کا بھی نہ ہوگا۔ اور اگر شوہر ثانی کے وقت طلاق سے چھ مہینہ بعد بچہ پیدا ہوا تو اگرچہ زید کا ہندہ سے دوبارہ نکاح فاسد ہے کہ طلاق مغلظہ دینے کے بعد دوبارہ نکاح اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ شوہر ثانی نے نکاح صحیح کرکے وطی بھی کی ہو مگر احتیاطا بچہ کا نسب زید سے مانا جائے گا۔ بشرطیکہ زید کے دوبارہ نکاح سے پورے چھ مہینہ پر بچہ پیدا ہوا ہو ورنہ مجہول النسب ہوگا۔ بحر الرائق ہدایہ جوہرہ نیرہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے۔ واللفظ للجوہرۃ جلد سوم صفحہ ۱۲۳ میں ہے: "اذا اقرت بالانقضاء فی مدة تنقضی لها العدة ثم جائت به لستة اشهر فصاعدا لم یلزمه لان اقل مدة الحمل ستة اشهر فاذا جائت به بعد الاقرار لستة اشهر علم انه حدث بعد الاقرار فلم یلزمه و ان جائت به لاقل من ستة اشهر لزمه لانا تیقنا کذبها بالاقرار. اھ" اور ہدایہ جلد ثانی صفحہ ۳۷۷ میں ہے: "الحبل حتی ظهر فی مدة یتصور ان یکون منه جعل منه لقوله علیه السلام الولد للفراش و ذلك دلیل الوطی منه و کذا اذا ثبت نسب الولد منه جعل و اطیا و یبطل زعمه بتکذیب الشرع. اھ" اور بدائع الصنائع جلد سوم صفحہ ۳۴۰ پھر اسی سے فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۵۳۸ میں ہے: "نکاح الثانی و ان کان فاسدا لکن لما تعذرا اثبات النسب من النکاح الصحیح فاثباته من الفاسد اولی من الحمل علی الزنا. اھ" واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: ابرار احمد اعظمی

۲۰/ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

باب الحضانۃ

پرورش کا بیان

مسئلہ:- از: محمد مجیب اشرف، دھارواڑ، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ کا خلع ہوا اس کے پاس دو بچے ہیں تو بچے ماں کے پاس کب تک رہ سکتے ہیں؟ اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بچے چھوٹے ہیں۔ ایک بچہ شیر خوار ہے۔ اور دونوں بچوں کو شوہر کے گھر والے زبردستی لے کے چلے گئے ہیں۔ اس میں شرعی حکم نافذ فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں شوہر کے گھر والے بچوں کو اپنے ساتھ لے جانے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور ظالم و جفا کار ہیں ان پر لازم ہے کہ فوراً دونوں بچوں کو ان کی ماں کے حوالہ کریں۔ اور لڑکا سات سال کی عمر تک اور لڑکی نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گی۔ لیکن اگر ماں پرورش کی اہل نہ ہو یا وہ بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرلے تو پرورش کا حق نانی کو ہو جائے گا۔ وہ نہ ہو تو دادی کو۔ اور بچوں کا خرچ و پرورش کا معاوضہ عند الشرع ان کے باپ پر لازم ہے۔ بشرطیکہ بچوں کے پاس اپنا مال نہ ہو۔ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "تثبت (ای الحضانۃ) للام و لو بعد الفرقۃ ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقھا او تزوجت باجنبی ام الام و ان علت ثم ام الاب و الحاضنۃ اما او غیرھا احق لہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء و قدر بسبع و بہ یفتی." اور پھر چند سطر بعد ہے: "و الام و الجدۃ احق بھا حتی تحیض و غیرھما احق بھا حتی تشتھی و قدر بتسع و بہ یفتی. اھ ملخصاً" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۸۷) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "نفقہ پائے گا باپ سے بشرطیکہ اپنا کوئی مال نہ رکھتا ہو۔ درمختار میں ہے: "تجب النفقۃ لطفلہ الصغیر." (فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۰۰)

لہذا اگر وہ بچوں کو واپس نہ کریں تو سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ظالم و جفا کار کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پ۷ع۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۵ ر شوال المکرم ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد امین، رمواپور کلاں، کوڑی کول، بستی

(۱) ہندہ حمل سے ہے اس کے سسرال والے اسے اپنے گھر رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ اپنے میکے ہی میں رہ رہی ہے۔ اس صورت میں وہ اپنے شوہر سے کس قدر اخراجات لینے کی مستحق ہے؟ بینوا توجروا۔

(۲) اور بعد وضع حمل بچہ کے اخراجات اور اس کی پرورش کا کون ذمہ دار ہوگا؟ زید نے ہندہ کے جہیز کا سامان اور سبھی زیورات کو لے لیا ہے اس کا واپس نہ کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) صورت مسئولہ میں ہندہ عدت کا نفقہ پانے کی مستحق ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''جس عورت کو طلاق دی گئی ہے بہر حال عدت کے اندر نفقہ پائے گی۔ طلاق رجعی ہو یا بائن یا تین طلاقیں عورت کو حمل ہو یا نہیں۔'' (بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۵۱) اور فتاویٰ قاضی خاں جلد اول صفحہ ۴۴۰ میں ہے: "المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ و السکنی کان الطلاق رجعیا او بائنا او ثلاثا حاملا کانت او لم تکن. اھ" اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اُولَاتِ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ." (پ ۲۸ سورۂ طلاق، آیت ۴) لہذا جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے زید پر ہندہ کو نفقہ دینا لازم ہے۔

البتہ وہ اس وقت سے نفقہ پانے کی حقدار ہوگی جس وقت سے کہ قاضی یا پنچ نفقہ کی مقدار مقرر کریں۔ ان کے مقرر کرنے سے پہلے کا خرچ پانے کی ہندہ حقدار نہیں۔ اور نفقہ میاں بیوی کی حیثیت سے مقرر ہوگا یعنی اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں جیسا ہوگا۔ اور دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں جیسا اور اگر ایک مالدار ہے دوسرا محتاج تو متوسط درجہ کا ہوگا۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۵۳ پر ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) صورت مستفسرہ میں اگر لڑکا پیدا ہو تو سات سال کی عمر تک اور لڑکی پیدا ہو تو نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گی لیکن اگر ماں پرورش کی اہل نہ ہو یا وہ بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرے تو پرورش کا حق نانی کو ہو جائے گا وہ نہ ہو تو دادی کو۔ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "تثبت (ای الحضانۃ) للام و لو بعد الفرقۃ ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام و ان علت ثم ام الاب. و الحاضنۃ اما او غیرها احق له ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء و قدر بسبع و به یفتی." پھر چند سطر بعد ہے: "و الام و الجدۃ احق بها حتی تحیض و غیرهما احق بها حتی تشتهی و قدر بتسع و به یفتی. اھ ملخصاً" (درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۸۷) اور بچہ کی پیدائش و پرورش کا خرچ باپ کے ذمہ ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۰۰ پر ہے۔

اور جہیز کی مالک عورت ہے۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "کل احد یعلم ان الجهاز للمرأۃ اذا طلقها تاخذہ کله." (رد المحتار جلد دوم ۳۹۹)

لہذا ہندہ کے جہیز کا سامان زید کا لے لینا سراسر ظلم وزیاتی ہے اس پر لازم ہے کہ ہندہ کے جہیز کا سارا سامان واپس کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں کہ وہ ظالم و جفا کار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۶/ ربیع الغوث ۱۹ھ

مسئلہ: - از: اختر رضا، مٹھول بازار، سدھارتھ نگر

زید نے سعودیہ سے لکھا کہ میں ہوش وحواس کی درستگی میں اپنی بیوی ہندہ کو طلاق سنت دے رہا ہوں کہ ہر ماہواری ختم ہونے کے بعد اس پر ایک طلاق پڑ جائے۔ اس طرح عدت پوری ہونے تک اس پر تینوں طلاقیں پڑ جائیں۔ تو ہندہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اگر پڑی تو کتنی؟ زید طلاق مغلظہ کی صورت میں بعد حلالہ دوبارہ اسے نہ رکھ کر دوسری شادی کرنے کے لئے تیار ہے۔ البتہ وہ پوری زندگی ہندہ اور بچوں کو خرچ اور رہنے کا مکان دینا چاہتا ہے کہ وہ میرے بچوں کی پرورش کرتی رہے۔ میں بھی کبھی کبھی اس سے ملتا رہوں گا تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - صورت مسئولہ میں تین ماہواری ختم ہونے کے بعد ہی ہندہ پر طلاق مغلظہ پڑ گئی۔ اب بغیر حلالہ وہ زید کے نکاح میں ہرگز نہیں آ سکتی۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۵۰ پر ہے: "لو قال انت طالق لحيض و هي ممن تحيض وقعت عند كل حيض تطليقة و لو قال مع ذلك للسنة تقع واحدة فى الحال ان كانت طاهرة من غير جماع ثم عند كل حيض اذا طهرت. اه ملخصاً" اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ." (پ۲ ع۱۳)

اور حلالہ کرا کے ہندہ کو رکھنا زید پر لازم نہیں وہ دوسری شادی کر سکتا ہے۔ اور بچوں کی پرورش کا حق ماں کو ہے لڑکا سات سال کی عمر تک اور لڑکی نو سال کی عمر تک اس کی پرورش میں رہے گی۔ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۵۶۶ میں ہے: "الحاضنة احق بالغلام حتى يستغنى عن النساء و قدر بسبع و به يفتى و احق بها حتى تشتهى و قدر بتسع و به يفتى. اه ملخصاً" لیکن ماں بچوں کے غیر محرم سے نکاح کر لے یا مر جائے تو بچے نانی کی پرورش میں رہیں گے۔ اگر نانی نہ ہو تو دادی ان کی پرورش کرے گی۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۴۱ میں ہے: "ان لم يكن له ام تستحق الحضانة بان كانت متزوجة بغير محرم او ماتت فام الام اولى و ان علت فان لم يكن للام ام فام الاب اولى ممن سواها." اور بچوں کی پرورش کا خرچ ان کے مال سے وصول کرے گی۔ لیکن اگر ان کے پاس مال نہ ہو تو اس کا خرچ ان کے باپ پر لازم ہوگا۔ درمختار مع ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۵۶۰ پر ہے: "تستحق الحاضنة اجرة الحضانة اذا لم تكن منكوحة و

لا معتدة. اھ" اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۶۲ پر ہے: "مؤنة الحضانة فی مال المحضون لو له و الا فعلی من تلزمه نفقته. اھ"

لہذا مذکورہ عمروں تک بچوں کی پرورش کا خرچ زید پر لازم ہے اور دودھ پلانے کی اجرت بھی ہندہ لے سکتی ہے اور اس کے پاس رہنے کا مکان نہ ہو تو زید اس کے میکہ میں یا اپنے مکان سے دور بچوں کی پرورش کے زمانہ تک رہنے کا مکان ضرور دے سکتا ہے۔ اور اس کے بعد بھی دے سکتا ہے۔ اور زندگی بھر کا خرچ بھی۔ لیکن وہ کبھی اس سے ہرگز نہیں مل سکتا کہ تین طلاق کے بعد زید کا ہندہ سے رشتہ نہیں رہ گیا تو اس سے ملنے پر متہم ہوگا۔ غیبت کا دروازہ کھلے گا۔ مسلمان فتنہ میں پڑیں گے اور انہیں فتنے میں ڈالنا حرام ہے۔ اگر وہ کبھی آپس میں ایک دوسرے سے ملیں جلیں تو مسلمان ان کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "جس بات میں آدمی متہم ہو مطعون ہو انگشت نما ہو شرعاً منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہے: "من کان یؤمن باللّٰه و الیوم الآخر فلا یقف مواقف التھم." جو بات مسلمانوں پر فتح باب غیبت کرے انہیں فتنے میں ڈالے گی اور انہیں فتنہ میں ڈالنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ." (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۲۲۷) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

لقد اصاب من اجاب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۱۴ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

باب النفقہ

نفقہ (خرچ) کا بیان

مسئلہ:- از: محمد یعقوب، خلیل آباد، مخلص پور روڈ، کبیر نگر (یوپی)

(۱) زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاق دیدیا طلاق دیئے ہوئے تقریباً چار ماہ کا عرصہ گذر گیا ہے۔ زید کی ہندہ سے تین اولاد بھی ہے جس میں سب سے بڑے بچے کی عمر ۷ سال ہے بچے فی الحال اپنی ماں کے پاس ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید پر ہندہ کے تعلق سے شرعاً کیا کیا چیزیں واجب ہیں؟

(۲) اگر زید حکم شرع پر عمل کرتے ہوئے ہندہ کو سب کچھ جو شرعاً واجب ہے اسے دینے کے لئے تیار ہو پھر بھی ہندہ کے گھر والوں کا کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹانا کہاں تک درست ہے؟

(۳) بچوں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے اگر وہ بچے ماں ہی کے پاس رہیں تو زید کو ان کا خرچ کس طرح دینا پڑے گا۔ شرعاً ایک مہینہ میں ہر بچے کا کیا خرچ ہوگا؟ واضح رہے کہ زید متوسط درجے کا کھاتا پیتا آدمی ہے۔ ان تفصیلات کی روشنی میں جواب قرآن و حدیث کے مطابق عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) زید نے اگر اب تک ہندہ کا مہر نہیں ادا کیا ہے اور اس نے معاف بھی نہیں کیا ہے تو اس پر مہر دینا واجب ہے۔ ہندہ کے گھر والوں نے اگر کچھ چیز دیا ہے تو اس کی مالک ہندہ ہے۔ زید کا اس چیز کو واپس کر دینا بھی واجب ہے۔ شامی جلد دوم صفحہ ۳۹۹ میں ہے: "کل احد یعلم ان الجهاز للمرأة اذا طلقها تأخذه كله. اھ" اور زید پر ہندہ کے زمانۂ عدت کا نفقہ لازم ہے لیکن اگر ہندہ نے حاکم یا پنچ سے نفقہ مقرر کرنے یا دلوانے کا مطالبہ نہ کیا یہاں تک کہ عدت ختم ہوگئی تو نفقہ ساقط ہوگیا۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۵۱ پر ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۵۸ میں ہے: "المعتدة اذا لم تخاصم فی نفقتها و لم يفرض القاضی شيئا حتی انقضت العدة فلا نفقة لها كذا فی المحيط." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) طلاق کے سبب زید پر جو چیزیں شرعاً واجب ہیں اگر وہ ہندہ کو سب دیدے تو پھر کورٹ کی طرف اس کا رجوع ناجائز وحرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ." یعنی اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ ورسول کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ (پ۵ سورۂ نساء، آیت ۵۹) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) لڑکا سات سال کی عمر تک اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گی۔ لیکن اگر ماں پرورش کی اہل نہ ہو یا

وہ بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرے تو پرورش کا حق نانی کو ہوگا اور وہ نہ ہو تو دادی کو۔ اور بچوں کی پرورش کا خرچ باپ پر لازم ہے۔ بشرطیکہ ان کے پاس اپنا مال نہ ہو۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۶۸۷ میں ہے: "تثبت (ای الحضانة) للام و لو بعد الفرقة ثم ای بعد الام بان ماتت او لم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبی ام الام و ان علت ثم ام الاب. و الحاضنة اما او غيرها احق له ای بالغلام حتی يستغنی من النساء و قدر بسبع و به يفتی." پھر اسی صفحہ پر چند سطر بعد ہے: "الام و الجدة احق بها حتی تحيض و غيرهما احق بها حتی تشتهی و قدر بتسع و به يفتی. اه تلخیصاً" اور خرچ قاضی شرع یا پنچ جس طرح بھی طے کردیں اسی طرح دینا لازم ہوگا۔ اور زید اگر واقعی متوسط درجہ کا آدمی ہے تو اوسط درجہ کا خرچ دینا لازم ہوگا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: محمد حسن وارث مشاہدی، بھولا پور، شنکر پور، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید (جو کہ سنی حنفی مسلمان ہے) نے اپنی منکوحہ ہندہ کو طلاق مغلظہ دیدی۔ اور ہندہ کے والدین کے مطالبہ پر زید نے جہیز ومہر اور عدت کی مدت کا خرچ ہندہ کو دیدیا۔ پھر دو ماہ بعد ہندہ نے کورٹ میں خرچ کا دعویٰ داخل کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ جب تک میری دوسری شادی نہ ہو زید مجھے ہر ماہ مبلغ پانچ سو روپے خرچ دیتا رہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ہندہ کا یہ مطالبہ صحیح ہے؟ اور زید پر ہر ماہ مطلوبہ رقم دینا لازم قرار دے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- عدت کے بعد عورت کا یہ مطالبہ کرنا سراسر غلط ہے کہ جب تک میری دوسری شادی نہ ہو پہلا شوہر مجھے ہر ماہ مبلغ پانچ سو روپے خرچ دیتا رہے۔ اس لئے کہ عورت جب تک عدت میں رہے اسی وقت تک شوہر پر خرچ لازم ہے اس کے بعد نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول للمطلقة الثلث النفقة و السكنى مادامت فى العدة. "یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تین طلاق والی عورت کے لئے رہنے کی جگہ اور خرچ ہے جب تک کہ وہ عدت میں رہے۔ (ہدایہ اولین کتاب الطلاق) اور فقہ اسلامی کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے: "النفقة تابعة للعدة." نفقہ عدت کے تابع ہے۔ یعنی عدت تک ہی طلاق والی عورت کو خرچ دیا جائے گا۔

لہٰذا عورت پر لازم ہے کہ وہ عدت کے بعد کے خرچ کے مطالبہ کے دعویٰ کو اٹھا لے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا اور اس کے باپ وغیرہ جتنے لوگ اس کی حمایت میں ہوں سب مسلمان ان کا سماجی بائیکاٹ کریں اس لئے کہ اس کا دعویٰ قرآن وحدیث اور اسلامی قانون کے بالکل خلاف ہے۔

اور حاکم کو چاہئے کہ وہ عدت کے بعد شوہر پر خرچ دینے کا فیصلہ ہرگز نہ کرے کہ اس سے سماج میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی ان میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوگی کہ شوہر بعد عدت خرچ دینے کے ڈر سے طلاق نہیں دے گا تو عورتیں آزاد ہو جائیں گی اور ان میں آوارگی و حرام کاری بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔

اگر حاکم نہ مانے اور شوہر پر بعد عدت خرچ کا فیصلہ دیدے تو یہ اس پر بہت بڑا ظلم ہوگا اور عورت کا شوہر سے بعد عدت خرچ وصول کرنا حرام ہوگا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَاتَاكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاكُلُوْا فَرِيْقاً مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ." یعنی دوسرے کا مال غلط طریقہ سے نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس مقدمہ اس لئے لے جاؤ کہ جان بوجھ کر لوگوں کا مال گناہ کے طریقہ پر کھاؤ۔ (پارہ دوم سورۂ بقرہ رکوع ۷) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۸؍ شوال المکرم ۲۱ھ

مسئلہ:- از: علی حسین سبحانی، حسن گڈھ، پریلا بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر سرکشی سے اپنے میکے جہیز کا کچھ سامان لے کر اپنے باپ کے ساتھ چلی گئی۔ اور مہر میں جو زیور اس کو دیا گیا تھا وہ اور جو صرف استعمال کے لئے دیا گیا تھا وہ سارے زیورات بھی لے گئی جب کہ باپ نے یہ لکھ کر دیا تھا کہ ہم پندرہ دن میں واپس لے آئیں گے۔ پھر پندرہ دن سے زیادہ ہو گیا مگر وہ واپس نہیں لائے تو زید نے ہندہ کو پہنچانے کے لئے کئی خطوط لکھے مگر وہ پھر بھی ہندہ کو نہیں پہنچائے یہاں تک کہ چھ مہینے گذر گئے تو زید نے طلاق دیدی۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ طلاق سے پہلے جو اپنے باپ کے گھر رہی اس زمانے کا نفقہ اور عدت کا نفقہ ہندہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور مہر میں زیورات پانے کے بعد پھر مہر کے لئے اس کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟ اور زید کو جہیز کا باقی سامان دینے سے انکار نہیں ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''اس کے باپ کا بلا وجہ شرعی روکنا محض ظلم ہے اور زوجہ نہ جائے گی تو نان و نفقہ کی مستحق نہ ہوگی" لانها ناشزة لامتناعها بغير حق و انما النفقة جزاء الاحتباس فاذا لا احتباس لانفقة. اھ" (فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۰۳) پھر تحریر فرماتے ہیں: ''زید بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی تو اب تک وہ نان و نفقہ کی اصلاً مستحق نہیں جب تک شوہر کے گھر میں نہ آئے۔ اھ'' اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۵۴۵ میں ہے: "ان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله."

لہٰذا ہندہ طلاق سے پہلے جو چھ ماہ اپنے باپ کے گھر رہی اس زمانے کا نفقہ پانے کی مستحق نہیں۔ اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۵۵۷ میں ہے: "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة و السكنى كان الطلاق رجعيا او بائنا او ثلاثا

حاملا کانت المرأة او لم تکن. اھ" پھر صفحہ ۵۵۸ پر ہے:"المعتدة اذا لم تخاصم فی نفقتها و لم یفرض القاضی لها شیئا حتی انقضت العدة فلا نفقة لها. اھ" اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۵۱ پر ہے۔لہذا اگر قاضی یا پنچ کے نفقہ مقرر کرنے سے پہلے عدت گذر گئی تو وہ عدت کا نفقہ بھی پانے کی حقدار نہیں۔اور مہر میں جو زیورات ہندہ کو دیئے گئے ہیں اگر اس کی قیمت ہندہ کے مہر کے برابر ہے۔تو مہر کا مطالبہ ہرگز جائز نہیں۔اور جو زیورات ہندہ کو صرف استعمال کے لئے دیئے گئے تھے اس پر لازم ہے کہ انہیں واپس کرے۔و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۵رشعبان المعظم ۱۸ھ

مسئلہ:-از: محمد سلیم، گو بھیا، بھداول، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ایک سال کے بعد وہ کہیں چلا گیا اور دو سال تک اپنی بیوی کی خبر گیری نہیں کی۔تو ہندہ کے باپ نے اس کا نکاح بکر سے کر دیا۔اور بکر نے ایک سال بعد اس کو طلاق دیدی۔تو اس صورت میں ہندہ بکر سے مہر اور عدت کا خرچ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ دلائل و براہین کے ساتھ بیان فرمائیں۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب بکر نے ہندہ سے نکاح کیا تو اگر اسے یہ معلوم تھا کہ وہ غیر کی منکوحہ ہے تو یہ نکاح باطل ہے۔اور اس صورت میں اس پر عدت نہیں۔فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۰ میں ہے:"لو تزوج بمنکوحة الغیر وهو یعلم انها منکوحة الغیر لاتجب العدة. اھ ملخصاً" اور جب عدت نہیں تو اس کا خرچ پانے کی حقدار نہیں۔البتہ اس صورت میں مہر مثل پائے گی۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:"یجب مهر المثل و لا یزاد فی الفاسد علی المسمی و فی الباطل یجب بالغا ما بلغ مطلقا. اھ" (جد الممتار جلد دوم صفحہ ۴۰۸) اور اگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ ہندہ غیر کی منکوحہ ہے تو نکاح فاسد ہوا۔لہذا اس صورت میں اگر وطی بھی کر لی تو عدت واجب مگر شوہر پر اس کا خرچ دینا واجب نہیں۔فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول صفحہ ۴۴۲ میں ہے:"رجل تزوج منکوحة الغیر و دخل بها فان کان لایعلم انها منکوحة الغیر کان علیها العدة و لا نفقة لها. اھ" ہاں اس صورت میں بکر پر ہندہ کے مہر مثل اور مسمی میں سے جو کم ہو اس کا دینا لازم ہوگا اور اگر مہر مقرر نہ ہوا تھا۔تو مہر مثل ہی دے گا۔فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۳۰ پر ہے:"ان کان قد دخل بها فلها الاقل مما سمی لها و من مهر مثلها ان کان ثمة مسمی و ان لم یکن ثمة مسمی فلها مهر المثل. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۳رجمادی الآخرہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: شرافت حسین عزیزی ثاقب، ارماوا یامگما، دھنباد (بہار)

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید آج سے بیس سال قبل ایک لڑکی جو غیر مسلم تھی اسے مسلمان بنا کر نکاح کرلیا اس کے بطن سے کئی بچے بھی ہیں فی الحال زید کا انتقال ہوگیا اس کی بیوی بچے بے سہارا ہوگئے۔ اور زید کے والد زندہ ہیں۔ مگر زید کی بیوی اور بچوں کو الگ کردینا چاہتے ہیں۔ جب کہ زید نے اپنی زندگی کی پوری کمائی باپ کے ہاتھ دیا اور ساتھ رہا۔ اپنے لئے ذاتی طور پر کچھ نہ کیا جو بھی کیا تمام گھر والوں کے لئے کیا۔ اب زید کے والد اپنی بہو سے کہتے ہیں کہ میں تجھے کوئی حق نہیں دونگا اس گھر سے نکال دونگا اس لئے کہ از روئے شرع تمہارا میرے گھر میں کوئی حق نہیں ہے۔ لہٰذا حضور والا سے گذارش ہے کہ از روئے قرآن وحدیث مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔ کیا زید کی بیوی بچے جو آج تک گھر کے افراد گنے جاتے رہیں آج بے یار ومددگار ہوکر اس گھر کے کسی چیز کا حقدار نہیں رہے۔ اگر کوئی صورت ہے تو ضرور تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر واقعی زید اپنی کمائی باپ کو دیتا رہا اور ہمیشہ اس کی خدمت میں لگا رہا تو زید کے والد پر اخلاقی فرض ہے کہ وہ زید کی بیوی بچوں کو ہرگز اپنے گھر سے الگ نہ کرے۔ ان کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا انتظام کرے۔ اور اس کے بچوں کو اچھی تعلیم وتربیت دلائے۔ کیوں کہ جب وہ عورت غیر مسلمہ سے مسلمہ ہوئی ہے تو اگر زید کا باپ اسے اپنے گھر سے نکال دے تو بہت ممکن ہے کہ وہ عورت اپنے میکہ جا کر مرتد ہوجائے اور اس کے ساتھ سب بچے بھی مرتد ہوجائیں۔ اور بیٹے کی اولاد اپنی اولاد کے حکم میں ہے۔ اس لئے اگر چھوٹے بچوں کا باپ نہ ہو یا ہو مگر صاحب نصاب نہ ہو تو دادا پر ان کا صدقۂ فطر نکالنا واجب ہے۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۸۱ میں ہے: "الجد کالاب عند فقده او فقره. اھ لہٰذا زید کے باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنی بہو اور اس کے یتیم بچوں کو اپنے ساتھ رکھے اور ان کے ساتھ ہر ممکن بھلائی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس سے دور رہیں اور اس کو اپنے سے دور رکھیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۹ رمحرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد آزاد، چمن گنج، کانپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں دور حاضر میں مطلقہ کے نفقات باعتبار عدت کیا ہوں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مطلقہ کے نفقات مرد وعورت کی حالت کے اعتبار سے ہوں گے یعنی اگر مرد وعورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں جیسا ہوگا۔ اور اگر دونوں غریب ہوں تو غریبوں جیسا۔ اور ایک مالدار ہے اور دوسرا غریب تو متوسط درجہ کا یعنی غریب جیسا کھاتے ہوں اس سے عمدہ اور مالدار جیسا کھاتے ہوں اس سے کم اور شوہر مالدار ہو اور عورت محتاج تو بہتر یہ ہے کہ جیسا اپنا

کھاتا ہو عورت کو بھی دے مگر یہ واجب نہیں۔ واجب متوسط ہے۔ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۱۰۷ میں ہے: "قال فی البحر و اتفقوا علی وجوب نفقة الموسرین اذا کانا موسرین و علی نفقة المعسرین اذا کانا معسرین و انما الاختلاف فیما اذاکان احدهما موسرا و الآخر معسرا فعلی ظاهر الروایة الاعتبار لحال الرجل فان کان موسرا و هی معسرة فعلیه نفقة الموسرین و فی عکسه نفقة المعسرین و اما علی المفتی فتجب نفقة الوسط فی المسلمین وهو فوق نفقة المعسرة و دون نفقة الموسرة. اهـ" و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

کتبہ: خورشید احمد مصباحی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: ممتاز علی، دکھن دروازہ شہر بستی

اگر عورت نے طلاق کا مطالبہ کیا اور شوہر نے طلاق دیدی تو اس صورت میں وہ دین مہر جہیز کا سامان اور عدت کا خرچ پائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- طلاق کا مطالبہ عورت کرے یا شوہر خود طلاق دیدے بہر صورت جہیز کا سامان عدت کا خرچ اور مہر عورت کو ملے گا۔ شامی جلد سوم صفحہ ۱۵۸ میں ہے: "کل احد یعلم ان الجهاز للمرأة اذا طلقها تاخذه کله. اهـ" اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۵۷ پر ہے: "المعتدة عن الطلاق تستحق النفقة کذا فی فتاویٰ قاضی خان." اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''طلاق سے مہر تمام وکمال واجب الادا ہوگیا۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۱۲) لیکن اگر عدت کے کچھ دن گذر گئے اس کے بعد عدت کے خرچہ کا مطالبہ کیا تو صرف مابقی دنوں ہی کا خرچ پائے گی۔ اور اگر پوری عدت گذرنے کے بعد اس کا خرچہ مانگا تو کچھ پانے کی مستحق نہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۵۸ پر ہے: "اذا لم تخاصم فی نفقتها و لم یفرض القاضی شیا حتی انقضت العدة فلا نفقة لها کذا فی المحیط." و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۲۵ / ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد رفیق کیپٹن بس اسٹینڈ ٹیکم گڑھ (ایم پی)

زید کا نکاح ہندہ سے ہوا معلوم ہوا وہ نامرد ہے تو اس سے طلاق لے لی گئی سوال یہ ہے کہ عدت کا خرچ اور مہر پانے کی ہندہ مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر زید سے خلوت کے بعد طلاق لی گئی تو ہندہ عدت کا خرچ اور مہر دونوں پانے کی مستحق ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۲۴ میں ہے: "لها المهر کاملا علیها العدة بالاجماع ان کان الزوج

قد خلا بها. اھ" اسی میں صفحہ ۵۵۷ پر ہے: "تستحق النفقة امرأة العنين. اھ ملخصاً" لیکن اگر عدت گذرنے تک اس نے نفقہ طلب نہیں کیا اور قاضی نے مقرر بھی نہیں کیا تو اس کے بعد اسے نفقہ نہیں ملے گا۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۵۸ میں ہے: " المعتدة اذا لم تخاصم فی نفقتها و لم یفرض القاضی شیئا حتی انقضت العدة فلا نفقة لها كذا فی المحیط." و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: شمس الہدیٰ نظامی، موہن پوروہ، گورکھپور

زید اپنی بیوی اور بچوں کا کچھ خیال نہیں کرتا۔ وہ ایک غیر مسلمہ سے تعلق رکھتا ہے جب کہ اس کی بیوی اپنا اور اپنے دو بچوں کا خرچ محنت مزدوری کر کے کسی طرح چلاتی ہے تو زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اگر زید کا انتقال ہو جائے تو اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بیوی اور بچوں کا نان ونفقہ (خرچ) شوہر کے ذمہ ہے۔ ان کے خورد ونوش کی ضروریات کو بقدر طاقت پوری کرنا شوہر پر واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ." یعنی جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور کپڑا حسب دستور واجب ہے۔ (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲۳۳) اور فتاویٰ قاضی خاں مع ہندیہ جلد اول صفحہ ۴۴۵ پر ہے: "نفقة الاولاد الصغار و الاناث معسرات علی الاب لا یشارکه فی ذلك احد و لا تسقط بفقره. اھ" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "بے شک ہندہ (زید کی بیوی) کا نان ونفقہ زید پر لازم ہے اور بچوں کی خبر گیری بھی زید پر واجب ہے۔ اھ تلخیصاً" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۰۱) اور مسلمان مرد کا غیر مسلمہ سے تعلق رکھنا سخت ناجائز وحرام ہے۔

لہذا زید اپنی بیوی اور بچوں کا کچھ خیال نہ رکھنے اور غیر مسلمہ سے ناجائز تعلق رکھنے کے سبب سخت گنہگار، مستحق عذاب نار، لائق غضب جبار اور حقوق اللہ وحقوق العبد میں گرفتار ہے اس پر لازم ہے کہ فوراً غیر مسلمہ سے قطع تعلق کرے۔ اور توبہ واستغفار کرے اپنی بیوی اور بچوں کا خیال رکھے ان کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا تمام انتظام اپنے ذمہ لے۔ اور اسے مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے، میلاد شریف اور قرآن خوانی کرانے اور غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً. (پ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱) اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا چھوڑ دیں تاوقتیکہ وہ اپنی برے کاموں سے باز آ کر توبہ واستغفار نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ

الظّٰلِمِیْنَ" (پ ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸)

اگر وہ بغیر توبہ کئے اسی حالت میں مرجائے تو اس کی نماز جنازہ علماء وخواص نہ پڑھیں عوام پڑھ لیں کہ وہ سخت فاسق وفاجر اور اشد حرام کا مرتکب ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فاسقہ فاجرہ کی نماز جنازہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "البتہ یہ چاہئے کہ خواص نہ پڑھیں عوام پڑھ لیں۔" (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۶۵) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸ر جمادی الآخرہ ۲۰ھ

کتاب الایمان والنذور

قسم اور نذر کا بیان

مسئلہ:- از: غلام زین العابدین، اٹوا کنگائی، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید وبکر میں جھگڑا ہوگیا تو زید نے بکر کو کہا کہ تم نے یہ قسم کھائی ہے کہ بکر کو اپنے کسی معاملہ میں شریک رکھوں تو اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کروں لیکن بکر کا کہنا ہے کہ میں نے اس طرح کی قسم نہیں کھائی ہے۔ مگر جب برادری نے زید سے اس طرح کی قسم پر شہادت مانگی تو زید نے کہا میں شہادت نہیں پیش کر پاؤں گا لیکن اگر قرآن پر بھروسہ ہے تو میں قرآن اٹھا سکتا ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ عند الشرع قسم ہے یا نہیں اور اگر زید قرآن اٹھا کر بیان دیدے کہ بکر نے اس طرح کی قسم کھائی ہے تو اس کی بات از روئے شرع مانی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اللہ عزوجل کے جتنے نام ہیں ان میں سے کسی نام کے ساتھ قسم کھائے تو قسم ہوتی ہے۔ یوہیں خدائے تعالیٰ کی جس صفت کے ساتھ قسم کھائی ہو اس سے قسم ہوتی ہے۔ یہ عند الشرع قسم نہیں ہے کہ میں فلاں کو اپنے کسی معاملہ میں شریک رکھوں تو اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کروں۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والوضوان تحریر فرماتے ہیں: "اگر اس کو کھاؤں تو سوئر کھاؤں یا مردار کھاؤں یہ قسم نہیں۔" (بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۲۰) اور زید قرآن مجید اٹھا کر بھی بیان کرے کہ بکر نے اس طرح قسم کھائی ہے تب بھی اس کی بات نہیں مانی جائے گی اس لئے کہ وہ مدعی ہے اور حدیث شریف میں ہے: "البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر." بکر البتہ اگر قسم کھالے تو اس الزام سے بری الذمہ قرار دیا جائے گا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵/ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: عبد الصمد، گاندھی نگر، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں زید نے رضیہ کے ساتھ زنا کیا اس کا علم اس کی زوجہ حامدہ کو ہوگیا۔ حامدہ چھت سے کود کر جان دینے جا رہی تھی۔ زید نے اپنی زوجہ کی جان بچانے کے لئے قرآن مجید کی جھوٹی قسم کھائی کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔ حالانکہ اس سے یہ فعل قبیح سرزد ہوا ہے۔ زید کے سلسلے میں شرع کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جو کام پہلے کر چکا ہے اگر اس کے متعلق جھوٹی قسم کھائی کہ ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ تو ایسی قسم کو غموس کہتے

ہیں۔اوراس میں کفارہ لازم نہیں۔البتہ زید جھوٹی قسم کھانے کی وجہ سے سخت گنہگار ہوا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۵۲ میں ہے: "غموس و هو الحلف علی اثبات شئ او نفیه فی الماضی و الحال یتعمد الکذب فیه فهذه الیمین یا ثم فیها صاحبها و علیه فیها الاستغفار و التوبة دون الکفارة. اھ" اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۱۶ امیں بھی ہے۔

اور زنا کاری کے سبب بھی زید سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور لائق غضب قہار ہے۔لہذا جتنے لوگ اس کی اس حرام کاری کو جانتے ہوں ان میں سے کم از کم دس لوگوں کے سامنے وہ قرآن مجید ہاتھ میں لے کر توبہ واستغفار کرے اور آئندہ جھوٹی قسم نہ کھانے اور حرام کاری سے باز رہنے کا عہد کرے۔اور کسی ایک طالب علم دین کو ایک جوڑا کپڑا سلوا کر دیدے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مَتَاباً." (پ۱۹سورہ فرقان،آیت ۷۱) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۹/ذی القعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:-از: محمد حسام الدین،سرسیا،سدھارتھ نگر .

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے مسلمانوں کی عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے مسجد میں اس طرح قسم کھلائی کہ ہم لوگ آئندہ گاؤں میں گائے نہیں ذبح کریں گے اور نہ ہی اس کا گوشت اپنے گھروں میں لائیں گے اس لئے کہ اس میں حکومت کی طرف سے ممانعت ہے۔لہذا اگر گاؤں میں ذبح کریں یا اس کا گوشت اپنے گھروں میں لائیں تو اللہ ورسول سے دور ہو جائیں۔اب دریافت طلب امر یہ ہے اس طرح کہلوانا عندالشرع قسم ہے یا نہیں اگر ہے تو جو لوگ قسم توڑ دیں ان پر کفارہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا.

الجواب:-جملۂ مذکورہ عندالشرع قسم ہے جیسا کہ درمختار مع ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۵۷ پر ہے: "تعلیق الکفر بالشرط یمین." اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کلمہ شریف اور قرآن مجید سے پھر جانے کی قسم کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''ان میں سے جس کے خیال میں یہ ہو کہ واقعی ایسا کرنے سے قرآن مجید اور کلمہ شریف سے پھر جائے گا اور یہ سمجھ کر ایسا کیا وہ کافر ہو گیا اس کی عورت اس سے نکل گئی نئے سرے سے اسلام لائے اس کے بعد عورت اگر راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے ورنہ مسلمان اسے قطعاً چھوڑ دیں۔اس سے سلام وکلام اس کی موت وحیات میں شرکت سب حرام۔اور جو جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ سے پھرنا نہ ہوگا وہ گنہگار ہوا اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۶۰) اور حدیث شریف میں ہے: "من قال بری من الاسلام فان کان کاذبا فهو کما قال و ان

کان صادقا فلن رجع الی الاسلام سالما." یعنی جو شخص یہ کہے (اگر میں نے یہ کام کیا ہے یا کروں) تو اسلام سے بری ہو جاؤں۔ لہٰذا اگر وہ جھوٹا ہے تو جیسا کہا ویسا ہی ہے اور اگر اپنے قول میں سچا ہے تو اسلام کی طرف ہرگز سلامت نہ لوٹے گا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۷) اور درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۵۷ پر ہے: "ان اعتقد الکفر به یکفر و الا یکفر." لہٰذا صورت مسئولہ میں جن لوگوں نے قسم منعقد ہونے کے بعد توڑا ان پر دو کفارے لازم ہوئے۔ جیسا کہ کہ حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "بری من اللہ و بری من رسوله یمینان." (درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۵۷)

کفارہ کی صورت یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو ایک ایک جوڑے کپڑے دے یا ایک غلام آزاد کرے۔ اور اگر ان میں سے کسی ایک کی قدرت نہ رکھتا ہو تو لگاتار تین روزے رکھے۔ اگر کھانے اور جوڑے وغیرہ کی استطاعت کے باوجود ان میں سے کفارہ ادا نہ کیا تو روزے سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ. (پ ۷ سورۂ مائدہ رکوع ۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: رضی الدین احمد قادری

۱۵ ربیع النور ۱۸ھ

مسئلہ:-

غوث پاک کی نذر مانی کہ اگر میرا لڑکا ہوگا تو میں اس کو فلاں چیز سے تول کر نذر کروں گا۔ تو سادات کو اس چیز کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اولیاء کرام کی جو نذر مانی جاتی ہیں واقع میں وہ نذر شرعی نہیں بلکہ عرفی ہوا کرتی ہے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان حدیقۂ ندیہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: "و من هذا القبیل زیارة القبور و التبرک بضرائح الاولیاء و الصالحین و النذر بهم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة علی الخادمین بقبورهم. اھ" (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۵۹) اور جب کہ وہ نذر شرعی نہیں ہوا کرتی تو سادات کرام کو بھی اس چیز کا لینا جائز ہے۔ البتہ وہ نذر جو شرعی ہوا کرتی ہے۔ مثلاً کوئی بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کرے کہ مجھ کو فرزند عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو میں اتنا مال فی سبیل اللہ خرچ کروں گا۔ اور اس کا ثواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ یا فلاں ولی اللہ کی بارگاہ میں نذر کروں گا۔ تو اب یہ نذر شرعی ہوگئی۔ اور اس کا پورا کرنا واجب ہوگیا۔ قال اللہ تعالیٰ: "و لیوفوا نذورهم. "لہٰذا ایسی صورت میں سادات وغنی اور اس کے اصول وفروع یعنی ماں باپ، بیٹا بیٹی وغیرہ کو اس چیز کا لینا جائز نہیں۔ خاص فقراء ومساکین کا حق ہوگیا۔ سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ردالمحتار کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

"مصرف الزكاة هي ايضاً مصرف النذر. اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۷ ۹) واللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد کمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۸/ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد ادریس قادری، دھوراجی، راج کوٹ

زید نے بکر سے کہا کہ قسم کھاؤ اگر میرے بیٹے کو پان کھلاؤ گے تو تمہاری بیوی کو تین طلاق بکر نے اقرار کیا اور کہا میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں تمہارے بیٹے کو پان کھلاؤں تو میری بیوی کو تین طلاق۔ تو کیا بکر زید کے بیٹے کو پان کھلائے گا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی؟ جب کہ ابھی بکر کی شادی بھی نہیں ہوئی ہے۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کے بیٹے کو پان کھلانے سے بکر کی بیوی پر طلاق نہیں واقع ہوگی اگر چہ اس نے قسم کھا کر اقرار کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ اقرار و قسم نکاح سے پہلے ہے۔ اور طلاق کو نکاح پر معلق بھی نہیں کیا گیا جب کہ تعلیق میں شرط یہ ہے کہ وقت تعلیق عورت نکاح میں ہو یا تعلیق نکاح پر ہو۔ تنویر الابصار میں ہے: "شرط الملك او الاضافة اليه." البتہ بکر زید کے بیٹے کو پان کھلائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ دینا واجب ہوگا۔

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو پے در پے تین روزے رکھے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۲۳ پر ہے۔ و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۲۱/محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد رفیق احمد، مستری کمپاؤنڈ، شانتی نگر، بھیونڈی

زید گاؤں کی مسجد کا امام و مدرسہ کا مدرس تھا۔ ایک دیوبندی نے اس پر زنا کی تہمت لگائی اور گاؤں والوں سے کہا کہ اگر میرے غیر مقلد ہونے کی وجہ سے میری بات کا اعتبار نہ ہو تو زید کو قسم کھلا کر پوچھ لو۔ گاؤں والوں نے زید سے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ دیوبندی نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا ہے اور قسم بھی نہ کھائی۔ عورت سے معلوم کیا تو اس نے اقرار جرم کر لیا۔ گاؤں والوں نے توبہ وغیرہ کے بعد عورت کو سماج میں شامل کر لیا لیکن زید کو امامت و تدریس سے ہٹا کر اس کا بائیکاٹ کر دیا۔ تو گاؤں والوں کا مذکورہ سلوک کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زنا کے ثبوت کے لئے اقرار یا چار شرعی عادل مردوں کی گواہی کا ہونا ضروری ہے۔ ردالمحتار جلد ششم صفحہ ۴۶ میں ہے: "ان الزنا يثبت بالاقرار و البينة. اھ" اور فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۱۵۰ میں ہے: "لا تقبل الشهادة على الزنا الا شهادة اربعة احرار مسلمين. اھ" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے

ہیں کہ: ”شریعت کا حکم یہ ہے یا تو چار گواہ مسلمان ثقہ پرہیز گار قابل شہادت زنا سے ثابت کرادے کہ وہ اس وقت خاص میں اس کا مکان معین میں اس مرد کا اس عورت کے ساتھ زنا کرنا اور اپنا بچشم خود اس کے بدن کو اس کے بدن میں سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھنا بیان کریں۔ جب تو زنا کی حد آئے گی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۷۳)

اور جس پر زنا کا الزام ہو اس سے قسم کھلانا غلط ہے۔ فتح القدیر جلد پنجم صفحہ ۱۱۰ میں ہے: "لا یستحلف فی القذف اذا انکرہ. اھ" اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”یہاں قسم لینے کی بھی اجازت نہیں بلکہ ان لوگوں پر شرعاً لازم ہے کہ چار مرد عادل کی شہادت سے زنا کا ثبوت دیں جنہوں نے آنکھوں سے خاص یہ فعل کرتے دیکھا ہو۔“ (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۳۲۲) اگر وہ ایسا ثبوت نہ دے سکیں تو الزام لگانے والے شرعاً سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے اور اگر ہندوستان میں اسلامی حکومت ہوتی تو ہر ایک کو اسی اسی کوڑے لگائے جاتے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ." یعنی جو لوگ پارسا عورتوں (مردوں) پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں۔ (پ ۱۸ سورۂ نور، آیت ۴)

اور زید نے نہ زنا کا اقرار کیا اور نہ وہ لوگ شرعی گواہ پیش کر سکے تو گاؤں والوں کا زید کو امامت و تدریس سے ہٹانا اور بائیکاٹ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ لہذا گاؤں والوں پر ضروری ہے کہ وہ زید سے معافی مانگیں اور اس کا بائیکاٹ ختم کریں ورنہ سخت گنہگار عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔

البتہ عورت اپنے اقرار کے سبب زانیہ ہے اور گاؤں والوں کا اس کے ساتھ مذکورہ سلوک صحیح ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی زانی اور زانیہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: ”وہ مرد و عورت دونوں اپنے اپنے حق میں سچے مانے جائیں گے اور دوسرے کے حق میں جھوٹے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۷۷)

اور دیوبندی، وہابی و غیر مقلدین سنی صحیح العقیدہ امام کو نکالنے کے لئے ان کے اوپر غلط الزام عائد کر کے انہیں رسوا کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا سنی مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بدمذہبوں کی باتوں پر ہرگز اعتبار نہ کریں اور ان سے دور رہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم." یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:-

بکر نے زید سے کہا کہ تم نے ہمارا روپیہ چوری کرلیا ہے اس نے کہا میں نے نہیں لیا ہے۔اس پر بکر نے زید سے کہا اگر تم چوری نہیں کئے ہو توقسم کھاؤ زید قسم کھانے کے لئے ہرگز تیار نہیں تو اس صورت میں زید کا چور ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مستفسرہ میں زید کا چور ہونا ثابت نہیں اور قسم نہ کھانے کی وجہ سے اسے چور نہیں کہا جائے گا البتہ زید سے بکر کو چوری کا روپیہ دلایا جائے گا۔حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''مدعیٰ علیہ نے پہلے مدعی کے دعویٰ سے انکار کیا اس کے ذمہ حلف آیا تو حلف سے بھی انکار کیا اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مدعا علیہ انکار دعویٰ میں جھوٹا ہے کیونکہ سچا تھا تو حلف کیوں نہ اٹھایا بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ آدمی کبھی سچی قسم سے بھی گریز کرتا ہے اپنا اتنا نقصان ہوگیا یہ گوارہ ہے مگر قسم کھانا منظور نہیں اگرچہ سچی ہوگی۔'' (بہار شریعت حصہ سیزدہم صفحہ ۱۵) اور درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۴۲۹ میں ہے: " الاحتراز عن اليمين الصادقة واجب ای ثابت." و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد اسلم قادری

مسئلہ:-

زید اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ بکر نے مجھ سے پانچ ہزار روپے قرض لیا ہے اور بکر بھی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے زید سے قرض نہیں لیا ہے۔تو اس صورت میں قسم کس کی مانی جائے گی اور بکر سے زید کو روپیہ دلایا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید مدعی ہے اور بکر مدعیٰ علیہ زید کی قسم ہر صورت میں لغو اور بے کار ہے۔رہا بکر تو اس کی قسم جب معتبر ہے کہ زید اپنا دعویٰ قاضی کے پاس کرے اور قاضی زید سے بینہ طلب کرے اگر وہ بینہ نہ لاسکے تو قاضی کے سامنے بکر سے قسم طلب کرے اور قاضی بکر کو قسم کھانے کا حکم دے اور جب بکر قسم کھالے تو اس سے زید کو روپیہ نہیں دلایا جائے گا۔حدیث شریف میں ہے: " البينة على المدعی و اليمين على من انكر. " اور اگر زید بینہ لے آئے تو بکر پر واجب ہوگا۔کہ زید کے پانچ ہزار روپے دیدے اس کے سوا اگر دونوں اس بات پر راضی ہو جائیں کہ غیر قاضی یا بطور خود قسم کھائیں مدعی قسم کھائے یا مدعیٰ علیہ یا دونوں تو یہ محض نامسموع ہوگا۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں: "اصطلحا على ان يحلف عند غير قاض و يكون بريا فهو باطل لان اليمين حق القاضی مع طلب الخصم و العبرة ليمين و لا نكول عند غير القاضی. " (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۳۸۴) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: شاہد رضا

مسئلہ:- از: محمد ہارون، عرفان بھورا، مالیگاؤں، مہاراشٹر

دس بیویوں، سولہ سیدوں کی کہانی شہادت نامہ اور دوسری کتابیں پڑھنے کی منت ماننا کیسا ہے؟ اگر نہیں تو کوئی ایسی

ترکیب بتائیں جس کی برکت سے تنگدستی وغیرہ ساری تکلیفوں سے نجات مل سکے؟ **بینوا توجروا.**

الجواب:- شہادت نامہ، دس بیویوں کی کہانی اور سولہ سیدوں کی کہانی اگر صحیح روایتوں پر مشتمل ہوں تو ان کا پڑھنا اچھا ہے یوں ہی دیگر سبق آموز کہانیاں بھی اور اگر ان میں غلط اور جھوٹی روایتیں بیان کی گئی ہوں تو ان کا پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ ان کتابوں کے پڑھنے کی منت ماننا ضرور جہالت ہے۔ ایسا ہی فتاوٰی رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۸۸ اور فتاوٰی مصطفویہ صفحہ ۵۲۶ پر ہے۔ اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''منت ماناکرو تو نیک کام، نماز، روزہ، خیرات، درود شریف کلمہ شریف، قرآن شریف پڑھنے، فقیروں کو کھانا دینے، کپڑا پہنانے وغیرہ کی منت مانو۔'' (بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۳۵) و اللّٰہ تعالٰی اعلم.

انتباہ:- جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہے اس پر بھروسہ رکھتا ہے نمازوں کی پابندی کرتا ہے اللہ اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا وَّ یَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ وَ مَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ." یعنی جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (پ ۲۸ سورۂ طلاق، آیت ۳۰۲) اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''بعد نماز عشاء ننگے سر ایسی جگہ کہ سر وآسمان میں چھت یا درخت مانع نہ ہو روزانہ 'یا مسبب الاسباب' پانچ سو مرتبہ اور اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں بہت زیادہ نفع ہوگا۔'' (فتاوٰی رضویہ جلد نہم صفحہ ۹) و اللّٰہ تعالٰی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۹/ ذوالقعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد وکیل، مدرسہ غوثیہ فیضان رضا بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک غیر منکوحہ ہونے کے باوجود اس کے شکم میں دو ماہ کا حمل قرار پایا لوگوں نے جب پوچھا زید کا حمل ہونا بتایا۔ مزید وہ قرآن شریف اٹھانے کی لئے تیار ہے کہ یہ زید ہی کا حمل ہے۔ مگر زید اس سے انکار کرتا ہے۔ اب دونوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:- جب زید انکار کرتا ہے تو محض ہندہ کے کہنے سے زید کا حمل ہونا ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ زید خود اقرار نہ کرے یا چار عادل گواہوں سے ثابت نہ ہو جائے۔ اور ہندہ کا قرآن مجید اٹھا کر قسم کھانا بیکار اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور زید سے قسم بھی نہیں لی جائے گی کہ حدود میں مدعٰی علیہ پر قسم نہیں ایسا ہی حاشیۂ فتاوٰی امجدیہ جلد دوم صفحہ ۳۲۲ پر ہے: "اور شیخ الامام حضرت علامہ ابن ہمام علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "لا یستحلف فی القذف اذا انکرہ و لا فی شئ من الحدود لانہ یقضی بالنکول وھو ممتنع فی الحدود لان النکول اما بذل و البذل لایکون فی الحدود او قائم مقام الاقرار

و الحد لایقام بما ھو قائم مقام غیرہ بخلاف التعزیر و القصاص فانہ یستحلف علی سببھما و یستحلف فی السرقة لاجل المال فان نکل ضمن المال و لایقطع۔" (فتح القدیر جلد پنجم صفحہ ۱۱۰) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۰؍صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

کتاب الحدود والتعزیر

حدود وتعزیر کا بیان

مسئلہ:- از: محمد رمضان علی، مقام اکوارے، پوسٹ شنکر پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک بیوی تھی کچھ دنوں کے بعد زید کی بیوی کا ناجائز تعلق زید کے بھائی کے ساتھ ہوگیا۔ بعد میں زید کو معلوم ہوا کہ میری بیوی کا تعلق غلط ہے میرے بھائی کے ساتھ اس کے علاوہ محلّہ والوں نے بھی جان لیا کہ ان دونوں میں ناجائز تعلق ہے جس کی وجہ سے بھائی کے ساتھ پٹیدار کوئی بھی زید کے گھر کھانا وغیرہ کھانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کی صورت کیا ہوگی؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب:- زید کی بیوی اور اس کے بھائی کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور مسلمان پنچ اگر چاہیں تو انہیں کوئی جسمانی سزا بھی دے سکتے ہیں۔ البتہ ان سے روپے کا جرمانہ وصول کرنا حرام ہے۔ "لان التعزیر بالمال منسوخ والعمل علی المنسوخ حرام." اور ان دونوں سے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کا عہد لیا جائے۔ نیز انہیں قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھنے اور غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُوْلٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ." (پ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۰) اور زید کی بیوی اور اس کے بھائی کو ایک دوسرے سے دور کر دیا جائے۔ بعد توبہ بھی اگر وہ دونوں ایک گھر میں رہیں یا ایک دوسرے سے بات کریں تو ان کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں مسلمان ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کریں۔ خدائے تعالیٰ کا حکم ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پ۷ ع۱۴) لہٰذا بعد توبہ زید اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے۔ لیکن اپنے بھائی سے دور رکھے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹/ ذوالقعدہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد نعیم برکاتی، برکاتی بک اسٹال، کول پیٹھ ہبلی، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ عمرو کی کتابوں کی فلمیں پریس میں تھیں۔ پریس کے مالک زید نے عمرو کی فلموں سے اس کی کتابیں چوری سے چھاپ کر بکر کو دیں اور بکر کو اس چوری کی خبر نہ تھی۔ جب عمرو کو اس بات کا علم ہوا تو اس

نے اپنی فلموں کے استعمال کرنے کا معاوضہ زید سے طلب کیا۔اب وہ معاوضہ کی آدھی رقم بکر سے مانگتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید مجرم ہے نہ کہ بکر۔اس لئے کہ اس نے چوری سے عمرو کی کتابیں اس کی فلموں سے چھاپ کر بکر کو دیں اور بکر کو اس چوری کی خبر نہ تھی۔لہٰذا زید کا بکر سے معاوضہ کی آدھی رقم کا مطالبہ کرنا غلط ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ر ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد اختر ربانی، نرائن پورہ، چھتر پور

ایک شخص سے زنا سرزد ہوا تو پنچ نے اس سے پانچ سو روپیہ جرمانہ وصول کر کے مسجد میں دیا۔تو اس روپے کو مسجد کی ضروریات پر خرچ کرنا کیسا ہے؟

الجواب:- جرمانہ لینا جائز نہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔(فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۳۵) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الآثار کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: "التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ." (شامی جلد سوم صفحہ ۱۹۶)

لہٰذا جن لوگوں نے پانچ سو روپیہ جرمانہ کے طور پر وصول کیا ہے وہ گنہگار ہوئے۔ان پر واجب ہے کہ اس روپے کو واپس کر دیں کہ اس کا ضروریات مسجد میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ہاں جو شخص گناہوں کا عادی ہو اور یہ معلوم ہو کہ بغیر جرمانہ لئے باز نہ آئے گا تو اس سے لے لیں۔اور جب توبہ کر لے تو وہ رقم اسے واپس کر دیں۔جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''تعزیر بالمال یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں۔ہاں اگر دیکھے بغیر لئے باز نہیں آئے گا تو وصول کر لے۔پھر جب اس کام سے توبہ کر لے تو واپس دیدے۔'' (بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۱۱۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبدالحی قادری

مسئلہ:- از: مقیم احمد برکاتی، نرائن پورہ، چھتر پور

زید ایک اجنبی بیوہ کے یہاں جاتا آتا رہتا ہے۔دونوں میں تنہائی بھی ہوتی ہے لیکن کسی نے انہیں برائی کرتے دیکھا نہیں۔تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟ بکر انہیں مجرم نہیں ٹھہراتا وہ کہتا ہے کہ ثبوت زنا کے لئے چار گواہ ہونا ضروری ہے تو اس معاملہ میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگرچہ ثبوت زنا کے لئے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے لیکن پھر بھی زید کا اجنبی بیوہ کے یہاں آنا جانا اور اس کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا سخت ناجائز و حرام ہے۔سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ

ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے۔اشباہ میں ہے:"تحرم الخلوة بالاجنبية و يكره الكلام معها." (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۷) اور حدیث شریف میں ہے:"لايخلون رجل بامرأة (اى اجنبية) الا كان ثالثهما الشيطان. رواه الترمذى." یعنی مرد کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۹)

لہٰذا زید اور بیوہ مذکورہ پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے سے دور رہیں اور دونوں علانیہ توبہ واستغفار کریں۔اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا سخت بائیکاٹ کریں۔ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام سب بند کردیں۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَاتَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ."(پ۷ ع۱۴) اور بائیکاٹ کی صورت میں جو ان کا ساتھ دیگا ان پر بھی فاسقوں جیسا عذاب ہوگا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَاكَانُوْا یَفْعَلُوْنَ." (پ۶ ع۱۴) و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی | کتبہ: محمد سمیر الدین جیبی مصباحی
۷ر جمادی الآخرہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد اختر حسین چشتی، اورنگ آباد

زید نے رضیہ کے ساتھ زنا کیا جب کہ رضیہ زید کی بہو ہے تو اس صورت میں رضیہ اپنے شوہر بکر کی زوجیت میں رہے گی یا نہیں؟ شرعاً کیا حکم ہے؟ بينوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں رضیہ اب اپنے شوہر بکر کی زوجیت میں ہرگز نہیں رہ سکتی۔اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۷۴ میں ہے:"تحرم المزنى بها على آباء الزانى و اجداده و ان علوا و ابنائه و ان سفلوا كذا فى فتح القدير." اور درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۳۷ میں ہے:"بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر الا بعد المتاركة و انقضاء العدة.اھ" اور فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۵۹ میں ہے کہ:''لڑکے کی زوجہ کو اگر شہوت کے ساتھ چھوا تو وہ عورت اب لڑکے پر بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔اھ''

لہٰذا بکر پر لازم ہے کہ اس عورت کو چھوڑ دے اور وہ عدت گذار کر چاہے تو دوسرے سے نکاح کرلے۔اگر بکر نہ چھوڑے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔اور واضح رہے کہ زید بھی اس کو اپنے نکاح میں نہیں لاسکتا۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:" حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ (الیٰ ان قال) وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ." (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۲۳) والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی | کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۱۸ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد شریف کٹڑی بازار، ڈاکخانہ تلک پور، بستی

زید اپنی بیوی ہندہ کو اپنے گھر چھوڑ کر بمبئی گیا۔ پھر چھ ماہ بعد واپس آیا تو بیوی کو حاملہ پایا اس سے دریافت کیا کہ یہ حمل کس کا ہے تو اس نے کہا کہ بکر کا ہے لیکن بکر انکار کرتا ہے تو اسے شرعاً مجرم قرار دیا جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صرف عورت کے بیان سے بکر کا مجرم ہونا از روئے شرع ثابت نہ ہوگا تاوقتیکہ بکر خود اقرار نہ کرے یا چشم دید چار عادل گواہوں سے یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ بکر نے ہندہ سے زنا کیا۔ ورنہ کسی آدمی کی عزت ہی برقرار نہ رہے گی۔

البتہ ہندہ سخت گنہگار، مستحق عذاب نار اور لائق قہر قہار ہے اسے علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور وہ کم از کم چالیس عورتوں کے مجمع میں آدھا گھنٹہ سر پر قرآن مجید لئے کھڑی رہے اور اسی حال میں یہ عہد کرے کہ آئندہ میں ایسی غلطی کبھی نہ کروں گی۔ جب یہ سب کرلے تو اسے مسجد میں لوٹا، چٹائی رکھنے، میلاد شریف، قرآن خوانی کرانے اور فقرا ومساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَاباً." (پ۱۹ سورۂ فرقان، آیت ۷۱) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۱۰ر جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

مسئلہ:- از: سید عبد القدیر، بجھوکا پور، دھرولی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی زید کو اور اس کے گھر کے افراد کو گالی گلوج اور دیگر قسم کی بری باتیں کہتی رہتی ہے۔ جس میں ایک لفظ حرامی کہتی ہے بار بار۔ ایسی صورت میں زید اور اس کے گھر والے کیا کریں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مسلمان کو گالی گلوج دینا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "سباب المسلم فسوق." اور کسی کو حرامی کہنا بہت سخت ہے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو مذکورہ عورت کو کوڑے مارے جاتے جیسا کہ بہار شریعت حصہ نہم بیان تعزیرات میں ہے۔ موجودہ صورت میں وہ عورت گھر والوں کے سامنے توبہ کرے ان سے معافی مانگے اور عہد کرے کہ میں آئندہ گالی گلوج نہیں بکونگی اور نہ کسی کو حرامی کہونگی اگر وہ ایسا نہ کرے تو گھر والے اس کا بائیکاٹ کریں اس سے بات چیت کرنا بند کردیں اور شوہر اسے کوئی مناسب سزا دے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴ر ذی الحجہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد اسلام، دھوراپار، سنت کبیر نگر

حضور مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

زید نے اپنی بیوی کی چھوٹی بہن کے ساتھ زنا کرلیا ہے تو زید کا نکاح ٹوٹے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر زید کے فعل حرام کی سزا کیا ہوگی؟ تفصیلا درج فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

الجواب:- بیوی کی بہن سے زنا کے سبب نکاح نہیں ٹوٹا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''سالی سے زنا عورت کو حرام نہیں کرتا۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۱۶۸) لیکن زید اور اس کی سالی زنا کے سبب سخت گنہگار ہوئے۔ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ان دونوں کو بہت کڑی سزا دی جاتی۔ موجودہ صورت میں حکم یہ ہے کہ ان دونوں کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے، ان سے نماز کی پابندی کا عہد لیا جائے، ان کو قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے، غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے اور مسجد میں لوٹا چٹائی دینے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و من تاب و عمل صالحا فانه يتوب الى الله متابا." (پ۱۹ ع۴) کوئی مالی جرمانہ ان پر نہیں لگایا جاسکتا۔ لان التعزير بالمال منسوخ و العمل على المنسوخ حرام. "البتہ پنچ انہیں کچھ جسمانی سزا دے سکتا ہے۔ و الله تعالىٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۹ر صفر المظفر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد رفیق عزیز الرحمان، شانتی نگر، بھیونڈی، تھانہ (مہاراشٹر)

زید اپنے گاؤں کی مسجد کا امام اور مدرسے کا مدرس تھا ایک دن ایک دیوبندی غیر مقلد نے گاؤں والوں سے کہا کہ زید نے ایک عورت سے زنا کیا ہے اور میں اس کا چشم دید گواہ ہوں اس پر لوگوں نے زید سے باز پرس کی تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھ پر جھوٹا الزام لگایا جارہا ہے۔ اس پر غیر مقلد نے کہا کہ اگر میری گواہی آپ لوگوں کی نظر میں غیر معتبر ہے تو زید سے کہا جائے کہ اپنی برأت ظاہر کرنے کے لئے قسم کھالے تو لوگوں نے زید سے قسم کھانے کو کہا تو اس نے قسم کھانے سے انکار کردیا جس کی وجہ سے گاؤں والوں نے اسے مسجد ومدرسہ سے الگ کردیا۔ اور سماجی بائیکاٹ بھی کیا ہے۔ اور جس عورت سے زید کو متہم کیا گیا تھا اس عورت نے بھی اقرار جرم کیا تو اسے بعد توبہ سماج میں شامل کرلیا گیا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے ساتھ گاؤں والوں کا یہ سلوک کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زنا کا ثبوت اس وقت تک ہرگز نہیں ہوسکتا جب تک کہ چار مرد عاقل، بالغ، سنی صحیح العقیدہ، پرہیز گار، دیندار جو نہ کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوں اور نہ کسی گناہ صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں، نہ خفیف الحرکات ہوں وہ شرعی قسم کے ساتھ شہادت دیں کہ انہوں نے ایک وقت معین میں زید کو فلاں عورت کے ساتھ زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے یوں مشاہدہ

کیا جیسے سرمہ دانی میں سلائی۔ یا پھر زانی وزانیہ خود زنا کا اقرار کریں۔ اور اگر ان مذکورہ شرطوں میں سے ایک بھی شرط کم ہوئی تو زنا قطعاً ثابت نہ ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۷۹ پر ہے۔

اور باب زنا میں عورتوں یا چار مردوں سے کم کی گواہی ہرگز معتبر نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد سوم صفحہ ۴۵۱ پر ہے: "الشھادة علی الزنا تعتبر فیھا اربعة من الرجال و لا تقبل شھادة النساء. اھ ملخصاً" اور وہابی، دیوبندی، بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کافر ومرتد ہیں۔ اور کافر ومرتد کی گواہی قطعاً معتبر نہیں اگر چہ ہزاروں لوگ گواہی دیں تو باب زنا میں ان کی خبر کیوں کر معتبر ہوگی۔ ہدایہ جلد سوم صفحہ ۱۶۳ پر ہے: "لا تقبل شھادة المرتد لانہ لا ولایة لہ. اھ" اور ایسا ہی درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۴۷۶ پر بھی ہے۔

لہٰذا گاؤں والوں کا دیوبندی کے کہنے پر زید سے زنا کے متعلق باز پرس کرنا اور قسم کھلانا ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی زید پر قسم کھانا ضروری کہ کچھ دعوے ایسے بھی ہیں جن کے منکر پر قسم نہیں اور دعویٰ زنا بھی اسی میں سے ہے جیسا کہ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۴۸۵ پر ہے: "لو انکر و لا بینة لھا لم یستحلف. اھ" اور ایسا ہی ہدایہ جلد سوم صفحہ ۲۰۴ پر بھی ہے۔ لہٰذا گاؤں والے زید کو مذکورہ بات کی بنا پر مسجد ومدرسہ سے نکالنے، بائیکاٹ کرنے اور دیوبندی کی بات سننے وماننے کے سبب سخت گنہگار ہوئے ونار جہنم کے حقدار ٹھہرے جب کہ حدیث شریف میں آیا ہے: "ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم." یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) پس گاؤں والوں پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور زید سے معافی مانگیں اور اسے اپنے ساتھ پہلے کی طرح ملائیں اگر اس کے علاوہ کوئی اور محظورات شرعی نہ ہو۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۱۶/ جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

مسئلہ:-

مسلمان مرد زید نے ایک غیر مسلم عورت ہندہ سے صحبت کی پھر ہندہ مسلمان ہوگئی اور اسی مرد کے نکاح میں آگئی اب سوال یہ ہے کہ نکاح سے قبل جو صحبت ہوئی وہ ناجائز وحرام ہوئی یا نہیں؟ امام صاحب کا کہنا ہے کہ وہ ناجائز نہیں ہوئی ان کے متعلق کیا حکم ہے اور ان کی اقتداء میں نماز کیسی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ہندہ کے اسلام قبول کرتے ہی اس کے پہلے کے سارے گناہ معاف ہوگئے حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا "ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ" یعنی اسلام پہلے کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۴) البتہ زید حرام کاری کے سبب سخت گنہگار مستحق غضب جبار لائق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار

کرے اور مردوں کی پنچایت میں ایک گھنٹہ قرآن مجید سر پر لے کر کھڑا رہے اور عہد کرے کہ میں آئندہ حرام کاری نہیں کروں گا اور اسے مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے اور غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں مددگار ہوتی ہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔"وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَاباً"(پ۱۹سورہ فرقان آیت نمبر ۷۱)اور زید نے ہندہ کے اسلام لانے اور نکاح کرنے سے پہلے جو صحبت کی وہ زنا و حرام ہے اور امام صاحب کا اسے ناجائز نہ کہنا غلط ہے ان پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور آئندہ فتوی نہ دیں کہ بے علم کا فتوی دینا حرام ہے حدیث شریف میں ہے۔من افتى بغير علم لعنته ملائكة السماء و الارض"یعنی جو بے علم فتوی دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہے اور امام صاحب کے توبہ کے بعد ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ اور کوئی شرعی خرابی نہ ہو۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

مسئلہ:-از:محمد شاہ عالم قادری،میرگنج،جونپور

زید کافی دنوں سے باہر تھا گھر پہ موجود نہ تھا آنے کے بعد زید کو معلوم ہوا کہ اس کی عورت کے شکم میں بچہ ہے تب زید نے عورت سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ اسکی عورت نے صاف صاف تسلیم کرلیا کہ یہ بچہ ایک غیر مسلم کا ہے اس کے بعد زید غصہ میں آکر اس وقت اپنی عورت کو لے جاکر اس کے ماں باپ کے یہاں چھوڑ آیا قریب ایک ہفتہ نہیں ہونے پایا کہ بچہ پیدا ہو گیا اب اس صورت میں کیا کریں؟ زید کہتا ہے کہ ہم طلاق دیں گے اور کوئی ہمارے لئے راستہ نہیں۔ کلام پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید کی بیوی سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اگر یہاں اسلامی حکومت ہوتی تو اسے بہت کڑی سزا دی جاتی موجودہ صورت میں زید کی بیوی کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اس سے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کا عہد لیا جائے اور اسے قرآن خوانی ومیلاد شریف کرنے، مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے اور غرباء ومساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے غرض ہر اعمال صالحہ پہ کاربند رہنے اور صغائر وکبائر سے اجتناب کی تاکید کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ومددگار ہوتی ہیں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔"وَ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَاباً"(پ۱۹سورہ فرقان آیت ۷۱)

مگر زید کی بیوی نے جس گناہ عظیم کا ارتکاب کیا وہ زید کی غلطیوں کے سبب ہوا۔ ایک یہ کہ اس نے اپنی بیوی سے دور پردیس میں عرصۂ دراز تک قیام کیا اور اس نے حقوق زوجیت کا خیال نہ کیا جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے جدا ہو کر چار ماہ سے زائد پردیس نہ رہے۔ اور دوسری یہ کہ اس نے اپنی بیوی کے لئے کوئی نگراں مقرر نہ کیا جب کہ خود کو اور اپنی بیوی بچوں کو برے کاموں سے بچانا ہر شخص پر فرض ہے قال اللہ تعالی:"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَاراً."اے ایمان والو! خود کو اور اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ(پارہ ۲۸سورہ تحریم آیت ۶)اور حدیث شریف

میں ہے کہ: "کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ." "تم میں سے ہر شخص حاکم وذمہ دار ہے اور ہر حاکم ذمہ دار سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۷۱)

لہذا زید اپنی بیوی کو طلاق نہ دے کہ یہ ناانصافی اور سراسر ظلم ہوگا اس لئے کہ وہ خود بھی اپنی بیوی کی بے راہ روی کا سبب ہے اور اگر نہ مانے اور طلاق دیدے تو مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ و اللّٰہ تعالی اعلم.

کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

بالمبتدع من يعتقد شيئا على خلاف ما يعتقده اهل السنة و الجماعة. اھ" و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۹ر ذو القعدہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: نسیم الدین وارثی، ۱۴۸/۹۰، افتخار آباد، کانپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اخلاقی طور سے انسانیت کے رشتے سے قادیانیوں کی مدد یا حفاظت کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ پوری تفصیل صادر فرمائیں نوازش ہوگی۔ بينوا توجروا.

الجواب:- مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''کتاب دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر (غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ: ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اپنی گڑھی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عز وجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۲۹۹)

اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ''قادیانی کی تصنیف ازالۂ اوہام صفحہ ۶۸۸ میں ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الہام و وحی غلط نکلی تھی۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۶ و صفحہ ۲۸ میں لکھتا ہے کہ قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں۔ (بہار شریعت حصۂ اول صفحہ ۵۷) قادیانیوں کے اسی طرح کے اور بھی بہت سے کفری عقیدے ہیں جن کی بنا پر علمائے حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ "من شك فى عذابه و كفره فقدكفر." یعنی جو اس کے (معذب اور) کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۵۱)

اور دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی محمود الحسن سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند، مولوی عزیز الرحمٰن مفتی دار العلوم دیوبند، مولوی انور شاہ کشمیری اور دیوبندیوں کے مشہور مفتی مولوی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ ان کے بہت سے عالموں نے قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "ضميم اشد العذاب على مسيلمة الپنجاب" تصنیف مولوی مرتضی حسن چاند پوری سابق ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند۔ اور جب قادیانی کافر و مرتد ہیں تو مرتد کے لئے بادشاہ اسلام کو حکم ہے کہ انہیں قتل کردے۔ ملاحظہ ہو درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۲۸۶۔ اور جب ان کے قتل کا حکم ہے اور انہیں زندہ رہنے کا حق نہیں حاصل ہے تو ان کی مدد یا حفاظت کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۲ر رجب المرجب ۱۹ھ

مسئلہ:۔از: محمد وکیل خاں، بس اسٹینڈ چھتر پور (ایم پی)

ایک گاؤں کے لوگ اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں مگر دیوبندی میں رشتہ کرتے ان کے پیچھے نماز اور نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ نیز دوسرے مکتب فکر کی لوگوں کی برائی بیان کرنے سے منع کرتے ہیں۔ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ دیوبندی اپنے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸ تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنیاد پر کافر و مرتد ہیں۔جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے ''اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا اس کو لڑکی دینا زنا کے لئے پیش کرنا ہے۔اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کی نماز جنازہ پڑھنا سب کے سب باطل محض اور ناجائز و حرام ہیں۔حدیث شریف میں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ان مرضوا فلاتعودوهم و ان ماتوا فلاتشهدوهم و ان لقيتموهم فلاتسلموا عليهم ولا تجالسوهم و لاتشاربوهم و لاتواكلوهم ولاتناكحوهم و لاتصلوا عليهم و لاتصلوا معهم." یعنی بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۲ میں ہے:"لايجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة و لامسلمة و لاكافرة اصلية و كذلك لايجوز نكاح المرتدة مع احد كذا فى المبسوط .اه" اور شفائے قاضی عیاض و درمختار وغیرہ میں ہے:"من شك فى كفره و عذابه فقد كفر. اه" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:''جو شخص دیوبندی کو مسلمان ہی جانے یا ان کے کفر میں شک کرے بفتوائے علماء حرمین شریفین ایسا شخص خود کافر ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۸۱) لہذا جو لوگ اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں اور دیوبندی سے رشتہ کرتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں اور دوسرے مکتب فکر کے لوگوں کی برائی بیان کرنے سے منع کرتے ہیں اگر انہیں کافر سمجھتے ہوئے کسی کے دباؤ، لحاظ یا چاپلوسی میں آکر ایسا کرتے ہیں تو سخت گنہگار ہیں توبہ و استغفار کریں اور ایسی حرکتوں سے باز آئیں۔ اور ان کے یہاں لڑکی دیئے ہیں تو فوراً لاکر کسی سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کروادیں۔اور اگر وہ انہیں مسلمان سمجھ کر یہ سب کرتے ہیں تو توبہ و تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں۔ و اللّٰہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: شمیر الدین جیبی مصباحی

مسئلہ:۔از: محمد گلزار حسین، مدرسہ عربیہ اہل سنت فیض الرسول، بھوئی گاؤں، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے لیکن نماز پنج وقتہ پابندی سے ادا نہیں کرتا کبھی پڑھتا بھی ہے اور کبھی نہیں پڑھتا اب ایسے

مسئلہ:- از: بھولن شاہ، ندوری، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ زید بہت کافی نماز پڑھتا ہے اور دیکھنے میں شکل و صورت سے کافی پرہیزگار معلوم ہوتا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ ہمارے پاس معاذ اللہ جبرئیل امین آئے تھے اور کیا حرام ہے کیا حلال سب بتادیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ زید کے خون سے جس کا بھی تعلق ہے اس کو اللہ نے بخش دیا ہے۔ حضور والا سے گذارش ہے کہ تشفی بخش جواب دے کر ہم لوگوں کو اطمینان دیں۔ یہ واقعہ عالم خواب کا نہیں بلکہ زید کا کہنا ہے کہ حقیقت اپنی نگاہوں سے دیکھا ہے؟

الجواب:- شخص مذکور جھوٹا مکار فریب کار، مسلمانوں کو گمراہ کرنے والا شیطان ہے۔ مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سلام وکلام اور شادی بیاہ میں اس کو شریک کرنا یا اس کے کسی کام میں شریک ہونا سب بند کریں۔ جب وہ توبہ کرلے تو اس کے بعد بھی لوگ اس کے پاس نہ بیٹھیں جب خوب اطمینان ہو جائے تب اس سے مسلمان سلام وکلام وغیرہ جاری کریں۔ اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''امیر المؤمنین غیظ المنافقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بد مذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی۔ ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اس کے ساتھ خرید وفروخت نہ کریں، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں، مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر نہ ہوں بتعمیل حکم احکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہو جاتے جب ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے عرضی بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہو گیا اس وقت اجازت فرمائی'' (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۱۳) و ھو تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۳۰/ ذی القعدہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد افتخار خاں، محلہ آغا دریاں خاں، شہر بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ میلاد شریف کے دوران ایک مسجد کے امام نے تقریر میں مندرجہ ذیل باتیں کہیں:

بزرگان دین نے اپنی زندگی کو سور سے بدتر بنایا تھا تبھی کسی مرتبہ کو پہنچے۔ جب اس بات پر اعتراض کیا گیا تو زید نے کہا بزرگان دین ہی نہیں بلکہ ہم سب لوگ سور سے بدتر ہیں۔ امام مذکور سے جب ثبوت پیش کرنے کے لئے کہا گیا تو۔ اس نے اپنے دعوی کے ثبوت میں ایک کتاب کے کچھ صفحات پیش کئے جس کی فوٹو کاپی ارسال ہے۔ دریافت طلب یہ امور ہیں:

(۱) کیا کتاب کے پیش کردہ صفحات میں کہیں سارے انسانوں کی زندگی کو سور سے بدتر لکھا ہے؟

(۲) سارے انسانوں کو سور سے بدتر کہنا کیسا ہے؟

(۳) بزرگان دین کی زندگیوں کو سور سے بدتر کہنا کیسا ہے۔

(۴) کیا ایسا کہنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب:- (۱) کتاب کے پیش کردہ صفحات میں کہیں بھی سارے انسانوں کی زندگی کو سور سے بدتر ہرگز نہیں لکھا ہے بلکہ ان صفحات میں کسی طرح بھی کہیں سور کا ذکر نہیں ہے۔ مولوی مذکور کا اپنی غلط بات کے ثبوت میں کتاب کے ان صفحات کو پیش کرنا سراسر جھوٹ اور کھلا ہوا فریب ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی زندگی سارے انسانوں کی زندگیوں سے اعلیٰ و افضل ہے کہ ان کا ہر لمحہ یاد خدا میں گذرتا ہے وہ کبھی کسی حال میں اللہ سے غافل نہیں ہوتے نہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرتے ہیں اور وہ گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ لہذا بزرگان دین کی ایسی اعلیٰ اور پاکیزہ زندگی کو سور سے بدتر کہنا ان کی کھلی ہوئی گستاخی، بے ادبی اور توہین ہے۔ و اللّٰہ تعالی اعلم.

(۳) وہابیوں دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے: ''یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔'' تقویۃ الایمان مطبوعہ مطبع قیومی کانپور صفحہ ۱۰) ظاہر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں سب سے بڑے مخلوق ہیں۔ اور دوسرے انبیاء و اولیاء وغیرہ حضور سے چھوٹے مخلوق ہیں۔ تو تقویۃ الایمان کی اس عبارت کا یہ مطلب ہوا کہ انبیاء و اولیاء میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی شان کے سامنے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ یعنی چمار کی بھی کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت عزت اللہ کی شان کے آگے ہے لیکن حضور سید عالم اور دوسرے انبیاء و اولیاء کی شان اللہ کی شان کے آگے اتنی بھی عزت و وقعت نہیں جتنی کہ ایک چمار کی عزت و وقعت ہے۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۸ پر صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں العیاذ باللّٰہ تعالیٰ.

تو مولوی مذکور غالبًا وہابی دیوبندی ہے جو اپنے پیشوا کے نقش قدم پر چل کر چار قدم اس سے اور آگے بڑھ گیا کہ اس کے پیشوا نے سب کو چمار سے زیادہ ذلیل ٹھہرایا اور اس مولوی نے سارے انسانوں کو سور سے بدتر قرار دیا۔ خلاصہ یہ کہ سارے انسانوں کو سور سے بدتر کہنا انکی توہین و بے ادبی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے سب پر عزت بخشی جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ''وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ.'' یعنی اور بیشک ہم نے آدم کی اولاد (انسان) کو عزت دی۔ (پارہ ۱۵ سورۂ اسراء آیت ۷۰) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۴) جب کہ امام مذکور بزرگان دین کی زندگی کو سور سے بدتر قرار دیتا ہے اور اتنا فریب کار ہے کہ اپنی غلط بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے جھوٹا حوالہ دیتا ہے اور بدعقیدہ بھی ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ غنیہ صفحہ ۴۷۹ میں ہے: ''یکرہ تقدیم المبتدع لانہ فاسق من حیث الاعتقاد و ھو اشد من الفسق من حیث العمل و المراد

باب الردۃ

ردّت کا بیان

مسئلہ:- از: ڈاکٹر رقیم الدین خاں، بلہور، ضلع کانپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید جو سنی عالم کہلاتا ہے نیز معروف خطیب بھی ہے ایک ایسے جلسے میں جس کا انعقاد دیوبندی عقیدے کی جماعت جمعیۃ علماء ہند نے کیا اور جس میں وہابی، دیوبندی، رافضی وغیرہم شریک تھے اس میں زید بھی باقاعدہ شریک ہوا اور اپنے خطاب میں عوام وخواص سے یہ اپیل کی وہ مسلکی اختلافات بھول کر متحد ہو جائیں اور مولانا اسعد مدنی صاحب کے ذریعہ شروع کی گئی تحریک کو آگے بڑھائیں۔

واضح ہو کہ وہابیوں دیوبندیوں پر حسام الحرمین میں علماء حرمین طیبین نے کفر کا حکم صریح دیا اور صاف فرمایا: "من شك فی كفره و عذابه فقد كفر" دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں ودیگر گمراہ بددین فرقوں سے مسلمانان اہل سنت کا اشتراک کیسا ہے اور مذکورہ بالا زید کے بیان پر زید پر کیا حکم شرع شریف ہے؟ نیز جو لوگ زید کے قول وعمل سے پوری طرح واقف ہونے کے باوجود زید کو اپنے جلسوں میں بحیثیت مقرر بلاتے ہیں کیا ان کا زید کو بلانا زید کے اس فعل قبیح کی حمایت وتائید نہیں ہوگی کسی خلاف شرع فعل کی تائید کرنے والوں پر کیا حکم شرع شریف ہے؟ جواب مفصل ومدلل عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب:- وہابی، دیوبندی اور رافضی جو بالعموم تبرائی ہیں یہ سب اپنے کفریات کے سبب کافر ومرتد ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ وہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۷۰) اور تحریر فرماتے ہیں کہ: ''وہابیہ و نیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ خذلہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔ ان میں ایک آدھ اگرچہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفران پر لازم تھے مگر اب اتباع واحباب میں اصلاً کوئی ایسا نہیں جو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر کلامی نہ ہو۔ ان سے میل جول قطعی حرام ان سے سلام وکلام حرام انہیں پاس بٹھانا حرام اور ان کے پاس بیٹھنا حرام۔ اھ ملخصاً'' (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۹۰) اور تحریر فرماتے ہیں کہ: ''کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامۂ ائمۂ ترجیح وفتویٰ کی تصحیحات پر (تبرائی رافضی) مطلقاً کافر ہے۔ اھ'' (ردالرفضہ صفحہ ۳)

اور خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ." یعنی اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (پارہ ۷ رکوع ۱۴) اور ارشاد فرماتا ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى

الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ." یعنی ظالموں کی طرف مائل نہ ہو کہ تمہیں دوزخ کی آگ لگے گی۔ (پارہ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۳)
اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: "ایاکم و ایاھم." یعنی بدمذہبوں سے دور بھاگو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰)

لہٰذا مسلمانان اہل سنت کو وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں اور دیگر گمراہ و بددین فرقوں سے اشتراک حرام ہے اور جس نام نہاد عالم نے مسلمانوں سے یہ اپیل کی ہے کہ وہ مسلکی اختلاف کو بھول کر متحد ہو جائیں اور مولانا اسعد مدنی کے ذریعہ شروع کی گئی تحریک کو آگے بڑھائیں۔ وہ مسلمانوں کے لئے گمراہی کا دروازہ کھولنے والا حقیقت میں جاہل ہے کہ مزاج شریعت سے ناواقف ہے اور مداہن فی الدین فاسق معلن سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور لائق قہر قہار ہے۔ اس پر توبہ فرض ہے اور اپنی اپیل سے رجوع لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا بائیکاٹ کیا جائے اسے جلسوں میں ہرگز نہ بلایا جائے کہ اس کی تقریر سننی ناجائز ہے اور اس کی تائید کرنا حرام ہے۔ و اللہ تعالی اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۲/رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: نیاز احمد خاں قادری، بکرم جوت، پوسٹ شنکر پور، بستی،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان چمار کے یہاں کا گھی منگوا کر کھایا (خرید کر) جبکہ وہ پہلے خنزیر پالتا تھا اور کھاتا بھی ہے۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.
(۲) ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو سور کا بچہ کہا از روئے شرع اس بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.
(۳) ایک مسلمان نے یہ کہا کہ مسلمان سے اچھا کافر ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کہنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) توبہ کرے و اللہ تعالی اعلم.
(۲) یہ بھی توبہ کرے اور جس کو سور کا بچہ کہا اس سے معافی مانگے۔ و اللہ تعالی اعلم.
(۳) کافر کو مسلمان سے اچھا کہنا کفر کو اسلام سے اچھا قرار دینا ہے۔ لہٰذا شخص مذکور توبہ و استغفار اور تجدید ایمان کرے۔ اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے" وَ لَاتَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ." (پارہ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۴/ صفر المظفر ۱۹ھ

شخص کو کافر کہنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے ایسے شخص کو کافر کہہ دیا تو کافر کہنے والے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے لیکن پوری طرح شریعت کا پابند نہیں رہ پاتا۔ البتہ اکثر میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل پاک کو بنام عرس پاک بڑے احترام واہتمام کے ساتھ منعقد کرتا ہے۔ ایسی محفل کو پیر، خدا ورسول کی بارگاہ کہنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

(۳) کافر کی نماز جنازہ میں شریک ہونا کیسا ہے؟ نیز اگر کوئی شریک ہوا تو ازروئے شرع اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بہت سے صحابۂ کرام وتابعین عظام اور ائمۂ اعلام اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو قصداً نماز ترک کرے اور بعض احادیث کا یہی ظاہر اور اس آیت کریمہ سے یہی مستفاد ہے۔ "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ لَاتَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ." یعنی نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ (پارہ ۲۱ رکوع ۷) اور دیگر صحابۂ کرام وائمہ وتابعین فرماتے ہیں کہ جب تک فرضیت کا انکار نہ کرے یا اسے ہلکا نہ جانے کافر نہیں بلکہ وہ فاسق وفاجر اور مستحق نار وغضب جبار ہے اور ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ودرست ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اس مذہب محقق کی بنیاد پر زید کو کافر کہنے والے شخص کا قول خطا ہے۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اور اس وجہ سے کافر کہنے والے کی نہ تکفیر کی جائے گی اور نہ ہی اسے گمراہ کہا جائے گا پھر اگر اس نے زید کو زجراً کافر کہا تو حرج نہیں کہ مقام زجر میں ایسا کہنا ثابت ہے اگر کہنے والا یہ اعتقاد رکھتا کہ نماز چھوڑنے والا کافر ہے تو اسے چاہئے کہ اس سے باز آئے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو اختیار کرے ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۴۰۷ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل کو ہر خدا ورسول کی بارگاہ کہنا محض جہالت ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسا کہنے سے پرہیز کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) سوال سے ظاہر ہے کہ کافر سے وہ نام نہاد مسلمان مراد ہیں جن کی بدمذہبیت حد کفر کو پہنچی ہوئی ہے۔ اور ان کی نماز جنازہ میں شریک ہونا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان مرضوا فلا تعودوھم و ان ماتوا فلا تشھدوھم و ان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم و لا تجالسوھم و لا تشاربوھم و لا تواکلوھم و لا تناکحوھم و لا تصلوا علیھم و لا تصلوا معھم." یعنی اگر بدمذہب بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔ اور جو ان کے جنازہ کی نماز میں انہیں کافر سمجھتے ہوئے کسی کے دباؤ لحاظ یا چاپلوسی میں آ کر

شریک ہوا وہ سخت گنہگار ہے توبہ واستغفار کرے اور اگر وہ انہیں مسلمان سمجھ کر شریک ہوا تو توبہ وتجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی
۲ر شعبان المعظم ۱۹ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: عمر اشرفی، مقام نکہا، کلواری، بستی

ایک سنی صحیح العقیدہ مسلمان نے چند وہابیوں کی ہاں میں ہاں ملائی۔ بظاہر بات چیت بھی کیا مگر دل میں وہابیوں کو برا جانتا رہا یہاں تک کہ تھوڑی دور سواری پر سوار ہو کر سفر بھی کیا مگر دل میں برا جانا تو کیا ایسا شخص کافر ہو گیا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر اس نے وہابیوں کی کسی کفری بات پر ہاں میں ہاں ملائی تو وہ کافر ہو گیا اگرچہ دل میں وہابیوں کو برا جانتا رہا۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۲۷۶ میں ہے: "اذا اطلق الرجل کلمۃ الکفر عمدا لکنہ لم یعتقد الکفر قال بعضھم یکفر وھو الصحیح عندی کذا فی البحر الرائق، اھ ملخصاً" اس صورت میں اس پر لازم ہے کہ توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کرے اور اگر کسی کفری بات پر نہیں بلکہ کسی دوسری بات پر ہاں میں ہاں ملائی تو کافر نہیں ہوا مگر گنہگار ضرور ہوا توبہ کرے اور آئندہ ان سے دور رہے ایسے ہی لوگوں کے متعلق حدیث شریف میں ہے۔ "ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم." یعنی بد مذہب سے دور رہو اور ان کو اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی
۴ر ربیع الغوث ۲۱ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: قاضی معز الدین چیف قاضی آف ناسک

(۱) زید اپنے کو سنی کہتا ہے لیکن زید کا بڑا بھائی بد مذہب (وہابی) ہے دونوں ایک ہی مکان میں رہتے ہیں تو ایک مکان میں رہنے کی وجہ سے اس پر بد مذہب ہونے کا فتویٰ عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

(۲) اگر شرعی ثبوت کی بنیاد پر زید بد مذہب ہے تو کیا اس کی لڑکی ہندہ پر بھی بد مذہب ہونے کا فتویٰ عائد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا.

(۳) زید کے بار بار اپنے کو سنی کہنے اور ضد پر اس کی لڑکی ہندہ کا نکاح پڑھانے کے لئے قاضی شہر نے اپنے نائب قاضی کو بھیجا کہ جب اس شادی میں زید کا بد مذہب بھائی بھی شریک تھا شہر والوں کا کہنا ہے کہ قاضی شہر کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اور ان پر توبہ

اس لئے مذکورہ بالا عقیدہ رکھنا اور اس کی نشر واشاعت میں حصہ لینا کھلا ہوا کفر ہے تو دونوں میں سے کس کا قول حق ہے؟ بینــــوا توجروا.

الجواب:- بکر کا کہنا درست ہے بیشک اللہ تعالی زمان ومکان سے پاک ہے اور جہت وجگہ میں وہ کسی طرح محدود نہیں اور زید کا یہ کہنا کہ اللہ تعالی آسمان پر ہے یہ عقیدہ کفر ہے اور اس کی نشر واشاعت کرنا لوگوں کو گمراہ وبد مذہب بنانا ہے اس لئے کہ اللہ تعالی کے آسمان میں ہونے کا عقیدہ رکھنا اس کے لئے مکان ثابت کرنا ہے اور یہ کفر ہے اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''اللہ تعالی کے لئے مکان ماننا کفر ہے۔ بحر الرائق جلد پنجم صفحہ ۱۲۹ میں ہے۔ "یـکـفـر بقوله يجوز ان يفعل الله فعلا لا حكمة فيه و باثبات المكان لله تعالی" فتاوی قاضی خان فخر المطابع جلد چہارم صفحہ ۴۳۰ "يـكون كفرا لان الله تعالى منزه عن المكان" فتاوی خلاصہ قلمی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲ "يكفر لانه اثبت المكان لله تعالی" فتاوی عالمگیری مطبع مصر جلد دوم صفحہ ۱۲۹ "یکفر باثبات المكان لله تعالی" جامع الفصولین جلد دوم صفحہ ۲۹۸ فتاوی ذخیرہ سے "قال الله تعالى فى السماء عالم لو اراد به المكان كفر" اھ (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۳)

اور حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد اول صفحہ ۲۴۸ پر ہے۔ "الله تـعـالى يستحيل ان يكون فى مكان اى مكان كان فى السماء او الارض" اور فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۸ میں ہے۔ "لـو قال الله فى السماء فان اراده به المكان يـكفر وان لم تكن له نية يكفر عند الاكثر و هو الاصح و عليه الفتوى" اھ ملخصا اور فتاوی قاضی خان مع ہندیہ جلد سوم صفحہ ۵۷۸ پر ہے۔ "قال خدای برآسمان میداند کہ من چیزی ندارم یـکـون كفرا لان الله تعالى منزه عن المكان" اھ فتاوی بزازیہ مع ہندیہ جلد سوم صفحہ ۳۲۴ پر ہے۔ "لو قال مرا برآسمان خدا است وبرزمین فلاں کفر" اھ

لہذا زید پر لازم ہے کہ وہ اپنے اس عقیدہ سے توبہ کرے اگر وہ نہ مانے تو اس سے پوچھا جائے کہ اگر اللہ تعالی آسمان پر ہے تو جب آسمان نہیں تھا تب خدا کہاں تھا اس لئے کہ آسمان حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا بعد میں ہوا اگر وہ کہے کہ جب آسمان نہیں تھا تو خدا بھی نہیں تھا تو اس نے خدائے تعالی کو بھی حادث مانا یعنی بعد میں پیدا ہونے والا اور یہ کفر ہے اور اگر یہ کہے کہ اللہ تعالی کی طرح آسمان بھی قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے تو یہ بھی کفر ہے کہ اللہ کے سوا کوئی چیز قدیم نہیں۔ واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی

۱۰ ربیع صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد سعید خان موضع ڈومرڈیہہ، سرگوجہ (ایم پی)

تیری امت کو مٹانا، کفر نے آسان جانا سن کر آمین کہنے والے پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- آمین کہنے والے کا اگر ایسا عقیدہ ہے تو کفر ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ لوگ بغیر سوچے سمجھے آمین کہہ دیتے ہیں لہذا

وہ توبہ واستغفار کرے۔ واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

مسئلہ:۔ از: محمد شفیق اداری، ضلع سرگوجہ (ایم پی)

جو مسلم نیتا ووٹ حاصل کرنے کے لئے یہ کہے کہ میرے نوجوان ساتھیوں افسوس کہ میری پیدائش مسلمان کے یہاں ہوئی اگر ہندو کے یہاں ہوتی تو تمام ہندو بھائی مجھے ووٹ دیتے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ ایسا کہنے والا شخص دائرۂ اسلام سے نکل گیا اس لئے کہ اس نے کفر کی تمنا کی اور یہ کفر ہے فتاوٰی قاضی خان مع ہندیہ جلد سوم صفحہ ۵۷۳ پر ہے۔ "لانہ تمنی الکفر و ذلك کفر" اھ اگر عورت رکھتا ہو تو وہ اس کے نکاح سے نکل گئی اس پر توبہ وتجدید ایمان ونکاح لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان کو اس سے قطع تعلق کا حکم ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پ۷ آیت ۱۴) واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: عبدالحمید رضوی

راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت دو شخص حضرت عزت کے حضور کھڑے کئے جائیں گے حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ عرض کریں گے الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا رب عزوجل فرمائے گا: "أدخلا الجنة فاني ألیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمه احمد و لا محمد." یعنی جنت میں جاؤ کہ میں نے حلف فرمایا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ یعنی جب کہ مؤمن ہو اور مؤمن عرف قرآن و حدیث اور صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو" کما نص علیه الائمة فی التوضیح وغیرہ." ورنہ بدمذہبوں کے لئے تو حدیثیں یہ اشارہ فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ اھ" (احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۸۰) اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۲۱۰ میں بھی ہے لہذا زید پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے اور اپنے باطل خیال سے باز آئے۔ احمد یا محمد نام والوں کو لعین وغیرہ کہنے کی ہرگز جرأت نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۲۵ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: اکبر علی، موضع رہار نگر بازار، بستی

ہندہ کا لڑکا بیمار رہا کرتا ہے تو وہ ایک ہندو سوکھا کے پاس گئی۔ سوکھا نے کہا کہ مورتی پر اگر بتی سلگاؤ تو ہندہ نے مورتی پر اگربتی سلگائی تو مسلمانوں نے ہندہ کا بائیکاٹ کر دیا۔ اور اس کے یہاں کھانا پینا بند کر دیا۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں مسلمانوں نے جو ہندہ کا بائیکاٹ کیا وہ صحیح ہے۔ اب اسے علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور اس سے عہد لیا جائے کہ وہ آئندہ پھر اس طرح کی کوئی غلطی کبھی نہیں کرے گی اور اس کا نکاح پھر سے پڑھایا جائے۔ جب یہ سب ہو جائے تو اس کا بائیکاٹ ختم کر دیا جائے اور اس کے یہاں کھانا پینا جاری کر دیا جائے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۴ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: فیض الحسن قادری رضوی، بسنت رام پور، چھتیس گڈھ (ایم۔ پی)

بسنت رام پور میں اہل سنت و جماعت کی ایک میٹنگ ہوئی اس میں یہ طے پایا کہ کوئی سنی دیوبندی سے سلام نہیں کرے گا اور نہ دیوبندیوں کو اپنے گھر کسی کار خیر میں شریک کرے گا۔ اس کے بعد زید جو حافظ قرآن ہے دوسرے دن اپنے گھر دیوبندیوں کو کھانا کھلایا۔ اب دریافت طلب امر ہے کہ زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- دیوبندی اپنے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸ تحذیر الناس صفحہ ۳/۱۴/۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱

کی بناء پر بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں اس لئے ان سے تعلقات رکھنا، ان کو سلام کرنا، ان کو اپنے گھر پر کسی کا خیر وغیرہ میں شریک کرنا اور ان کے ساتھ کھانا، یا کھلانا پینا یا پیلانا سب ناجائز و حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم و ان لقیتوھم فلاتسلموا علیھم و لاتجالسوھم و لاتشاربوھم و لاتواکلوھم." یعنی بدمذہب سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالدیں، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو، اور نہ ان کے ساتھ پیو، اور نہ ان کے ساتھ کھاؤ۔ یہ حدیث ابن ماجہ مسلم، ابوداؤد، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔ اھ (انوار الحدیث صفحہ ۱۰۳)

لہذا جو باتیں میٹنگ میں طے پائی گئیں وہ سب صحیح و درست ہیں اس پر ہر شخص کو عمل کرنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "اتبعوا سواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار." یعنی بڑی جماعت کی پیروی کرو تو بیشک جو شخص جماعت سے الگ ہوا تنہا ہو گیا وہ دوزخ میں گیا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰)

اور اہل سنت سب سے بڑی جماعت ہے اور اسی پر امت کے اکثر لوگ قائم ہیں اور اسی کے پیروکار ہیں اور یہی جماعت حق ہے اور اس کے سوا جو فرقے مثلاً دیوبندی، وہابی، غیر مقلدین، رافضی خارجی قادیانی، تبلغی جماعت وغیرہ سب باطل اور جھوٹے ہیں۔ امام کبیر حضرت علامہ شرف الدین الحسن بن عبداللہ بن محمد الطیبی شارح مشکوٰۃ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "السواد الاعظم السواد یعبر به عن الجماعة الکثیرة انظروا الی الناس و الی ما ھم علیه فما علیه الاکثر من علماء المسلمین من الاعتقاد و القول و الفعل فاتبعوھم فیه فانه ھو الحق و ماعداہ باطل. اھ" (شرح الطیبی جلد ۲ صفحہ ۶۷۳)

لہذا زید حافظ قرآن توبہ کرے اور اس سے عہد لیا جائے کہ آئندہ دیوبندیوں سے تعلقات نہیں رکھے گا نہ ان کو اپنے گھر کھانا کھلائے گا اور نہ ان کے گھر کھائے گا اور نہ ان سے سلام وکلام کرے گا اگر زید ایسا نہ کرے تو اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کیا جائے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پارہ ۷ سورۂ انعام آیت ۶۸) واللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد عبدالقادری رضوی ناگوری

۲۱ رصفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ: - از: حافظ قمر الدین رضوی ۴۲۳ ٹیا محل جامع مسجد دہلی۔ ۶

زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے اور اس نے لکھا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے سچے ایمان کی نشانی ہے اور یہ عقیدہ اپنانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ بکر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان سے پاک ہے جہت وجگہ میں وہ کسی طرح محدود نہیں

تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے۔تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید جواپنے کوسنی کہتا ہے۔اگر واقعی وہ سنی ہےیعنی فتاویٰ حسام الحرمین کوحق مانتا ہے مولوی اشرفعلی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کو ان کی کفریات قطعیہ کی بنا پر کافر ومرتد مانتا ہے اور کسی ضروریات دین یا ضروریات اہل سنت کا انکار نہیں کرتا ہے تو وہ سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے، بدمذہب بھائی کے ساتھ ایک مکان میں رہنے کے سبب اسے بدمذہب نہیں قرار دیا جاسکتا۔اور اگر فتاویٰ حسام الحرمین کوصحیح نہیں سمجھتا اور مولویان مذکور کو کافر ومرتد نہیں مانتا یا ان کے کفر میں شک کرتا ہے تو بمطابق فتاویٰ علمائے حق "من شك فی کفرہ و عذابه فقد کفر." وہ کافر ہے اگر چہ وہ اپنے کوسنی کہتا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر شرعی ثبوت کی بنیاد پر زید بدمذہب ہے تو اس کی بالغہ لڑکی بدمذہب نہیں قرار دی جائے گی البتہ اگر وہ بھی حسام الحرمین کے فتویٰ کوحق نہیں مانتی اور مولویان مذکور کو کافر ومرتد نہیں کہتی یا ان کے کافر ہونے میں شک کرتی ہے۔یا ضروریات دین و ضروریات اہل سنت میں سے کسی بات کا انکار کرتی ہے تو بیشک وہ بدمذہب ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۳) زید اور اس کی لڑکی ہندہ کے سنی صحیح العقیدہ ہونے کی صورت میں اگر نکاح پڑھا اور پڑھوایا گیا تو اس کے سبب قاضی اور نائب قاضی پر نہ توبہ لازم اور نہ تجدید ایمان ونکاح البتہ اگر قاضی اور نائب قاضی کوظن غالب تھا کہ اگر ہم زید پر دباؤ ڈالیں گے کہ اپنے بدمذہب بھائی کو شادی کی شرکت سے الگ کرو تو اس سے زید بدمذہب نہیں ہوگا تو ایسی صورت میں ان پر لازم تھا کہ زید پر اس بات کا دباؤ ڈالتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تو دونوں توبہ کریں۔اور اگر غالب گمان یہ تھا کہ زید پر ایسا دباؤ ڈالنے سے وہ بدمذہب ہوجائے گا تو اس صورت میں قاضی اور نائب قاضی پر کوئی الزام نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ: جلال الدین احمد الامجدی		کتبہ: محمد اولیس القادری الامجدی

۲۳ ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد یونس قادری، راج کوٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

کسی مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر کہے تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ کافر کہنے والا خود مسلمان ہے۔اور دین اسلام کو ہلکا جاننا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو کافر کہنا کفر ہے جوشخص کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہوجائے گا۔حدیث شریف میں ہے: ایما امرء قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما فان کان کما قال و الا رجعت علیه. "یعنی جوشخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دو میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے جسے کہا اگر وہ کافر تھا تو خیر ورنہ یہ تکفیر اسی قائل پر

پلٹ آئے گی یہ کافر ہو جائے گا۔ (رواہ مسلم و الترمذی و نحوہ البخاری عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنھما) (بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۶ صفحہ ۱۱)

البتہ اگر اس میں کوئی بات کفر کی پائی جاتی ہے اگر چہ بظاہر دیندار و متقی بنتا ہو تو اسے کافر کہنے میں حرج نہیں۔ مثلاً اللہ ورسول کی شان میں گستاخی کرتا ہو یا ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہو تو بیشک وہ کافر ہے۔ اور اسے کافر ہی کہیں گے۔ و اللّٰہ تعالی اعلم.

اور دین اسلام کو ہلکا جاننا کفر ہے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ الرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ''استخفاف کردن بعلم دین و بشریعت کفرست، بلکہ بجز د انکار کافر شود نہ کہ استخفاف۔'' (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۱۴۰) اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قُلْ أَبِاللَّهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ." یعنی تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۶۵) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی | کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: ڈاکٹر آفاق احمد، کبیر پور (بھاگلپور)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید ایک مدرسہ چلاتا ہے۔ وہ بکر سے کہتا ہے کہ آج ہمارے مدرسہ میں ایک بچہ داخلہ کے لئے آیا۔ جس کا نام احمد حسین تھا۔ میں نے اس کا نام بدلدیا۔ احمد حسین کی جگہ کچھ اور نام رکھ دیا۔ بکر نے کہا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو زید جواب دیتا ہے کہ احمد نام کا آدمی فتین ہوتا ہے۔ بکر کہتا ہے کہ احمد رضا کے نام سے تو ساری سنیت جانی جاتی ہے۔ تو زید جواب دیتا ہے کہ احمد رضا بھی فتین ہوتے اگر اس کے سر پر آل رسول کا ہاتھ نہ ہوتا۔ ایسا کہنے والے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کا یہ کہنا کہ احمد نام کا آدمی فتین ہوتا ہے بالکل غلط ہے۔ ایسا کہنے والا خود فتین ہے۔ وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار وغضب جبار ہے۔ اور جس بچہ کا نام احمد حسین تھا اسے بدل کر صرف اس وجہ سے دوسرا نام رکھنا کہ احمد نام کے فتین ہوتے ہیں ہرگز درست نہیں۔ کہ احمد و محمد دونوں نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ ہیں۔ نیز اس کا یہ کہنا کہ احمد رضا بھی فتین ہوتے اگر اس کے سر پر آل رسول کا ہاتھ نہ ہوتا۔ یہ بھی ہرگز درست نہیں اس کے اس قول سے ظاہر ہے کہ وہ خود فتنہ گر ہے۔ اور اس کے عقیدہ میں فساد معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنی صحیح العقیدہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شیدائی ہوگا اور مسلک اعلیٰ حضرت کا ماننے والا ہوگا وہ اس طرح کا کلام ہرگز نہیں کر سکتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

باب اللقطة

لقطہ کا بیان

مسئلہ:- از: محمد ریاض الدین حبیبی مصباحی، جامع مسجد رینوکوٹ، سون بھدر

بازار یا راستے میں روپیہ یا کوئی چیز ملے یا مسجد میں کوئی شخص اپنا سامان بھول سے چھوڑ کر چلا جائے تو اسے کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جو مال کہیں پڑا ہوا ملے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو اصطلاح شرع میں اسے لقطہ کہتے ہیں اور لقطہ امانت کے حکم میں ہے اٹھانے والے پر لازم ہے کہ لوگوں سے کہہ دے کہ جو کوئی گمی چیز ڈھونڈتا ہوا ملے اسے میرے پاس بھیج دینا اور جہاں وہ چیز پائی ہو وہاں اور بازاروں اور شارع عام اور مسجدوں میں اعلان کرے اگر مالک مل جائے تو اسے دیدے ورنہ اتنا زمانہ گذرنے پر کہ ظن غالب ہو جائے کہ اب اس کا مالک تلاش نہ کرے گا۔ اسے اختیار ہے کہ اس کی حفاظت کرے یا اگر خود مسکین ہے تو اپنے اوپر صرف کرے ورنہ صدقہ کردے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ دہم صفحہ ۱۰، اور فتاوی امجدیہ جلد دوم صفحہ ۳۱۴ پر ہے۔

اور فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۲۸۹ پر ہے: "یعرف الملتقط اللقطة فی الاسواق والشوارع مدة یغلب علی ظنه ان صاحبها لا یطلبها بعد ذلك ثم بعد تعریف المدة المذکورة الملتقط مخیر بین ان یحفظها و بین ان یتصدق بها. اھ" اور درمختار میں ہے: "فان اشهد علیه عرف ای نادی علیها حیث وجدها و فی المجامع الی ان علم ان صاحبها لا یطلبها فینتفع الرافع بها لو فقیرا و الا تصدق بها علی فقیر. اھ" (الدر المختار فوق رد المحتار جلد چہارم صفحہ ۲۷۸) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

یکم ربیع الغوث ۲۲ھ

کتاب المفقود

مفقود کا بیان

مسئلہ:- از: رفیع اللہ سلمانی، حسو کٹرہ، شہر فیض آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ۱۹۸۹ء میں ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد زید نے ہندہ کو جلانے کی کوشش کی تو ہندہ کسی صورت سے بچ کر اپنے میکے چلی آئی۔ اور پھر زید پر مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ ایک مرتبہ زید عدالت میں حاضر ہوا اس کے بعد پھر کبھی نہیں حاضر ہوا البتہ اس کے والد ہر تاریخ پر حاضر ہوتے رہے۔ زید کے والد اپنے احباب سے کہتے رہے کہ میرا لڑکا سورت (گجرات) میں کام کرتا تھا اور وہاں ۹۲ء کے فساد میں قتل کر دیا گیا۔ زید کے والد نے جن لوگوں سے قتل کے بارے میں کہا ہے وہ لوگ ضرورت پڑنے پر بیان دے سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہندہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ عند الشرع جو حکم ہو واضح فرمائیں مہربانی ہوگی۔ بینوا توجروا.

الجواب:- زید اگر واقعی ۹۲ء کے فساد میں قتل کر دیا گیا تو ہندہ کسی دوسرے سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر اس کا مقتول ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں بلکہ وہ ایک افواہ ہو اور اس کی زندگی کا بھی حال معلوم نہ ہو تو وہ مفقود الخبر ہے اور مفقود کی بیوی کے لئے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوے سال ہونے تک انتظار کرے اور امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ کا مختار یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے۔ "قوله عليه السلام اعمارا متى ما بين الستين الى السبعين." مگر وقت ضرورت ملجیہ مفقود کی عورت کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔

ان کے مذہب پر عورت ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے پاس اپنا دعویٰ پیش نہ کیا اور بطور خود چار سال انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے۔ اس مدت میں اس کے شوہر کی موت وزندگی معلوم کرنے کی کوشش کریں اور جس علاقہ میں شوہر کے گم ہونے کا گمان ہو اس علاقہ کے کثیر الاشاعت اخبار میں کم سے کم تین بار تلاش گم شدہ کا اعلان شائع کریں۔ جب یہ مدت گذر جائے اور اس کے شوہر کی موت وزندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے اور تلاش گم شدہ کے اعلانات کے اخبارات بطور ثبوت حاضر کرے۔ اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گذار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اس سے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "ہمارے مذہب میں وہ

نکاح نہیں کر سکتی جب تک شوہر کی عمر سے ستر سال گذر کر اس کی موت کا حکم نہ دیا جائے اس وقت وہ بعد عدت وفات نکاح کر سکے گی۔ یہی مذہب امام احمد کا بھی ہے۔ اور اسی طرف امام شافعی نے رجوع فرمائی۔ امام مالک کہ چار سال مقرر فرماتے ہیں وہ اس کے گم ہونے کے دن سے نہیں بلکہ قاضی کے یہاں مرافعہ کے دن سے۔ خود امام مالک نے کتاب مدونہ میں تصریح فرمائی کہ مرافعہ سے پہلے اگر چہ بیس برس گذر چکے ہوں ان کا اعتبار نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۰۰) اور جہاں سلطان اسلام وقاضی شرع نہ ہوں وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم ہی اس کا قائم مقام ہے۔ (حدیقۂ ندیہ جلد اول صفحہ ۳۴۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵ رشوال المکرم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: اکبر علی، مدرسہ انجمن الاسلام، فیض العلوم، دھنوجی، کشی نگر

ہندہ کی شادی عرصہ قبل خالد سے ہوئی تھی ایک سال کامل دونوں ساتھ رہے بعدہ خالد جو کہ گونگا ہے غائب ہو گیا اس کے غائب ہونے کے کچھ دن بعد ہندہ کو ایک بچی پیدا ہوئی۔ جب ہندہ کے والدین کافی پریشان ہوئے اور یقین کر لیا کہ اب وہ نہیں آئے گا تو ہندہ کی شادی سات سال بعد خالد کے چھوٹے بھائی زید سے کرا دیا ابھی دو سال نہیں ہوئے تھے کہ خالد واپس گھر آ گیا اس کے بعد ہندہ نے خالد سے کہا کہ میں آپ کے انتظار میں سات سال پریشان رہی مجبور ہو کر میرے والدین نے میرا نکاح آپ کے بھائی سے کرا دیا آپ کیا کہتے ہیں؟ تو خالد نے ارشارہ ہی سے کہا ''ٹھیک ہے تم اسی پر رہو'' واضح رہے کہ اس وقت زید وہندہ سے آٹھ بچے ہو چکے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جس گمشدہ مرد کی موت وزندگی کا حال نہ معلوم ہو وہ مفقود الخبر ہے۔ مفقود کی بیوی کے لئے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوے سال ہونے تک انتظار کرے۔ اور امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مختار یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے: لقولہ علیہ السلام اعمار امتی ما بین الستین الی سبعین." (بیہقی شریف جلد سوم صفحہ ۵۱۸)

مگر وقت ضرورت ملجۂ مفقود کی بیوی کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ ان کے مذہب پر عورت ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے اور وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے پاس اپنا دعویٰ پیش نہ کیا اور بطور خود چار سال تک انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی۔ بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے اس مدت میں اس کے شوہر کی موت وزندگی معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور جس علاقہ میں شوہر کے گم ہونے کا گمان ہو اس علاقہ کے کثیر الاشاعت اخبار میں کم سے کم تین بار تلاش گمشدہ کا اعلان شائع کریں۔ جب یہ مدت گذر جائے اور اس کے شوہر کی موت وزندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے

حضور استغاثہ پیش کرے اور تلاش گمشدہ کے اعلانات کے اخبارات کو بطور ثبوت حاضر کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت وفات گذار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کرسکتی ہے اس سے پہلے کسی سے اس کا نکاح ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ایسا ہی فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۲۸۶ میں ہے۔

اگر مذکورہ کاروائی کرنے کے بعد ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ کیا جاتا اور اس کے بعد خالد واپس آجاتا تو بھی وہ اسی کو لوٹائی جاتی۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۱۹ پر ہے۔اور حدیث شریف میں ہے:"امرأة المفقود اذا اقدم وقد تزوجت امرأته و هی امرأته ان شاء طلق و ان شاء امسك و لاتخير." یعنی مفقود جب لوٹ آئے اور اس کی بیوی دوسرا نکاح کرچکی ہو تو بھی وہ اسی کی بیوی ہے چاہے تو طلاق دے اور چاہے تو روک رکھے اور اسے اختیار نہیں۔(بیہقی شریف جلد ہفتم صفحہ ۷۳۱)اور ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۲۹۷ میں ہے:"لو عاد حيا بعد الحكم بموته قال ط رأيت المرحوم ابا السعود نقل ان زوجته له و الاولاد للثانی.اھ"

اور صورت مسئولہ میں جب کہ ہندہ کے والدین نے مذکورہ کاروائی کیے بغیر اس کا نکاح زید کے ساتھ کیا تو نکاح حرام ہوا اور ہندہ بدستور خالد ہی کی بیوی ہے۔ ہندہ کے والدین اس کا نکاح زید کے ساتھ کرنے کے سبب سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہوئے انہیں نیز زید و ہندہ اور نکاح خواں سب کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے۔اور زید و ہندہ پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔اگر وہ ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا سماجی بائیکاٹ کریں۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ."(پ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸)

اور خالد جو کہ گونگا ہے اس کا اشارے سے یہ کہنا کہ "ٹھیک ہے تم اسی پر رہو" اگر اس سے طلاق مفہوم ہو تو طلاق واقع ہوگئی۔فتح القدیر جلد سوم صفحہ ۳۴۸ میں ہے:"طلاق الاخرس واقع بالاشارة لانها صارت مفهومة فكانت كالعبارة.اھ" اور ایسا ہی فقہ کی دوسری کتابوں میں بھی ہے۔لہٰذا اس صورت میں اگر ہندہ کے طلاق کی عدت گذر چکی ہو تو وہ فوراً زید سے دوبارہ نکاح کرلے ورنہ عدت گذرنے پر نکاح کرے۔و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۲۶/ربیع الغوث ۲۲ھ

کتاب الشرکۃ

شرکت کا بیان

مسئلہ:- از محمد مستقیم، جگرناتھ پور، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے باپ کی زندگی میں صرف اپنی کمائی سے کچھ زمین اپنے نام سے رجسٹری کروائی کیا باپ کے انتقال کے بعد اس زمین میں زید کے دوسرے بھائیوں کا حق ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب کہ زید نے اپنی کمائی سے زمین خریدی تو اس میں زید کے دوسرے بھائیوں کا حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۸ شعبان المعظم ۱۹ھ

مسئلہ:- از: قمر الدین احمد، مدرسہ عربیہ احیاء العلوم، جنگل علی بہادر، شیخ پورہ مانی رام، گورکھپور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مسئلہ ذیل میں کہ زید نے بکر سے بطور قرض کچھ روپیہ بزنس کرنے کے لئے لیا بکر نے قرض دیا اور کہا کہ مجھے بزنس میں شریک سمجھنا مگر میں تمہارے ساتھ رہ کر وقت نہ دے سکوں گا اس لئے مال کی خریداری میں جو کرایہ وغیرہ خرچ ہوا سے نکال کر جو نفع بچے اس سے آدھا مجھے بھی دیتے رہنا بکر کا زید سے آدھا نفع لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب زید نے بکر سے کچھ روپیہ بزنس کے لئے لیا اور بکر نے یہ کہہ دیا کہ مجھے بھی بزنس میں شریک سمجھنا مگر میں تمہارے ساتھ رہ کر وقت نہ دے سکونگا اور اخراجات وضع کرنے کے بعد جو نفع بچے اس سے آدھا مجھے بھی دیتے رہنا تو اس صورت میں روپیہ قرض نہیں ہے۔ بلکہ اگر زید نے بھی اپنا کچھ روپیہ تجارت میں لگایا تو یہ شرکت عنان ہے اور اس میں برابر نفع لینے کی شرط لگانا بھی درست ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اگر دونوں نے اس طرح شرکت کی کہ مال دونوں کا ہوگا مگر کام فقط ایک ہی کرے گا او نفع دونوں لیں گے اور نفع کی تقسیم مال کے حساب سے ہوگی یا برابر لیں گے یا کام کرنے والے کو زیادہ ملے گا تو جائز ہے۔ اھ“ (بہار شریعت حصہ دہم صفحہ ۲۹) اور فتاویٰ عالمگیری مصری جلد دوم صفحہ ۳۲۰ میں ہے: ”لو كان المال منهما في شركة العنان و العمل على احدهما ان شرط الربح على قدر رؤس اموالهما جاز.“ پھر چند سطر بعد ہے: ”اشترطا الربح بينهما على السواء او على التفاضل فان الربح بينهما على الشرط كذا في السراج الوهاج. اه“ لہذا بکر کا زید سے آدھا نفع لینا جائز ہے۔ اور اگر زید نے اپنا کچھ روپیہ تجارت میں نہیں لگایا تو مضاربت ہے اس صورت میں بھی بکر کا آدھا نفع لینا جائز ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ چہاردہم صفحہ ۳ پر

ہے۔اور فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم صفحہ ۲۸۳ میں ہے: "قال خذ هذا المال على النصف او بالنصف و لم يزد على هذا جازت. اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۷ر محرم الحرام ۱۸ھ

مسئلہ:۔از: محمد مختار احمد، ساکن وڈاکخانہ ترکولیا تیواری، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) زید کے تین لڑکے خالد، بکر اور عمرو ہیں۔ان میں بکر باہر رہتا ہے خالد زراعت اور عمرو ملازمت کرتا ہے۔باپ کی موجودگی میں خالد گھر کا سربراہ اعلیٰ تھا اور زراعت، صناعت اور ملازمت نیز ٹریکٹر وغیرہ کی ساری کمائی اسی کے پاس پہنچتی تھی۔اور دس ہزار روپے اس کے کھاتہ میں ہر وقت بیلنس رکھا جاتا تھا۔جب بٹوارہ کا معاملہ سامنے آیا تو وہ کھلم کھلا انکار کر دیا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔بکر جو باہر رہتا تھا ساری آراضی اس نے بنوائی مگر سب آراضی باپ کے نام کرایا۔اور پچھتر ہزار کا جیون بیمہ اپنے نام سے کروایا۔اور خالد کے نام بھی پچیس ہزار کا بیمہ کروایا اور یہ کہا کہ تم ٹریکٹر سے اپنا بیمہ چلاتے رہو۔اور عمرو نے چالیس ہزار کا ایریا کرا سے ڈاکخانہ میں چھ سال کے لئے فکس کر دیا۔خالد اپنا بیمہ نہیں چلا سکا۔بکر نے اپنا چلایا اور عمرو کا ابھی جمع ہی ہے۔اب خالد کا کہنا ہے کہ بکر اپنے جیون بیمہ اور عمرو اپنے فکس شدہ رقم سے حصہ دیں۔بکر اور عمرو کا کہنا ہے کہ تم اتنے سال سے ٹریکٹر اور زراعت وغیرہ کی آمدنی کا حساب دو خالد نے کہا ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے سب خرچ ہو گیا۔جب کہ بٹوارے کی آخری تاریخ تک خالد کا یہ اقرار رہا کہ میرے پاس دس ہزار روپیہ ہے۔لیکن جب چند دن کے بعد بٹوارہ پیش ہوا تو انکار کر دیا۔اب سوال یہ ہے کہ بکر اور عمرو اپنی جمع شدہ رقم سے خالد کو حصہ دیں؟ کیا اس میں خالد حصہ پانے کا حقدار ہے؟ اگر حقدار ہے تو راس المال سے پائے گا یا جو منافع ہوئے اس سے؟ بینوا توجروا.

(۲) خالد نے اپنے لڑکے کی شادی کی اس میں پچاس ہزار روپیہ خرچ ہوا اور جہیز کا سامان بھی خالد کے پاس ہے۔بکر اور عمرو کا کہنا ہے کہ خالد نے مشترکہ کمائی سے اپنے لڑکے کی شادی کی۔تو اب ہم لوگ اپنی کمائی کا پچاس ہزار روپیہ اپنے لڑکوں کی شادی کے لئے خالد کے لڑکے کے مقابلہ میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

(۳) والدین کے ساتھ عمرو کو خادم بنا کر حج کے لئے بھیجا گیا۔ہر آدمی پر ساٹھ ساٹھ ہزار روپے خرچ ہوئے۔جب عمرو نے بکر کے لڑکے کی شادی کے عوض میں پچاس ہزار روپیہ رکھنا چاہا تو خالد نے عمرو سے کہا کہ تم ساٹھ ہزار روپیہ دو کیوں کہ تمہارے حج کرنے میں ساٹھ ہزار روپیہ لگا ہے۔کیا خالد عمرو سے ساٹھ ہزار روپے کا مطالبہ کر سکتا ہے۔جب کہ عمرو کو والدین کے ساتھ متفقہ طور پر حج کے لئے خادم بنا کر بھیجا گیا تھا؟ بینوا توجروا.

(۴) زمین کے بٹوارے میں خالد نے اپنی اچھی زمین اپنے لئے منتخب کرلی۔ ایک زمین جو خالد کے حصہ سے ڈھائی منڈی کم ہے وہ عمرو کے حصہ میں ڈال دی۔ اور کہا کہ ڈھائی منڈی زمین جو ساجد نے دبالی ہے عمرو اس سے لڑکر لے لے عمرو کو اس زمین کے پانے کی امید نہیں ہے کیونکہ اس زمین پر ساجد نے بیت الخلا وغیرہ بنوالیا ہے تو کیا ڈھائی منڈی کم زمین کا معاوضہ عمرو کو ملے گا؟ اگر اتنی زمین نہیں مل رہی ہے تو عمرو اس کے بدلے میں اتنا پیسہ کاٹ لے یہ جائز ہوگا؟ بینوا توجروا.

(۵) خالد کا کہنا ہے کہ ہمیں پورا حصہ نہیں دیا گیا ہم قیامت میں ان لوگوں سے وصول کریں گے۔ اگر خالد کا شرعی حصہ بنتا ہے تو ازروئے شرع حکم سے مطلع فرمائیں تا کہ قیامت کے دن باز پرس سے بچ سکیں۔ والدین عمرو کے ساتھ ہیں جمع شدہ رقم سے کیا والدین کو بھی حصہ ملے گا؟

الجواب:- (۱) بکر عمرو جب کہ اپنے بھائی خالد اور باپ سے الگ کاروبار کرتے ہیں تو ایسی صورت میں اپنی کمائی سے جو کچھ مال یا روپیہ جمع کئے وہ خاص انہیں کے ہیں خالد ان میں سے حصہ پانے کا حقدار نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے نوکری کا روپیہ یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے خیریہ عقود الدریہ میں ہے: "سئل فی ابن کبیر ذی زوجۃ و عیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموالاً ھل ھی لوالدہ اجاب ھی للابن حیث لہ کسب مستقل." (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳،۲) عرف عام میں یہ ہوتا ہے کہ جو بھائی باہم یکجا رہتے اور اتفاق رکھتے اور کھانے پینے وغیرہا اخراجات میں غیریت نہیں برتتے ان سب کی وہ آمدنی جو گھر بھیجتے ہیں گھر والے جو ضرورت پڑے اس میں بے تکلف خرچ کرتے ہیں اور وہ اس پر راضی ہوتے ہیں ان کا مقصد اسے دوبارہ واپس لینا نہیں ہوتا بلکہ یہی خیال کرتے ہیں کہ باہم ہمارا ایک معاملہ ہے جس کا مال جس کے خرچ میں آجائے کچھ پرواہ نہیں۔ تو جو صرف ہو گئے ہو گئے اس کا بدل نہیں مل سکتا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۲۱،۲۲ میں ہے۔ لہذا خالد کے لڑکے کی شادی میں جو روپیہ خرچ ہوا اس کے عوض میں بکر و عمرو روپیہ نہیں لے سکتے۔

اسی طرح جب باہم رضامندی سے عمرو کو والدین کے ساتھ خادم بنا کر حج کے لئے بھیجا گیا تھا تو اب اس خرچ کا عوض خالد کو نہیں مل سکتا۔ عمرو سے ساٹھ ہزار روپئے کا مطالبہ کرنے کا اسے کوئی حق نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲۹ پر ہے: "من انفق فی امر غیرہ بغیر امرہ و لا مضطرا الیہ فانہ یعد متبرعاً فلا یرجع بشیٔ." و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) اگر یہ بٹوارہ باپ کی موجودگی میں اس کی مرضی سے ہوا ہے تو اگرچہ عمرو کو ڈھائی منڈی زمین کم ملی ہے اس کے بدلے وہ پیسہ نہیں کاٹ سکتا کہ باپ اپنی زندگی میں ساری جائداد کا مالک ہوتا ہے وہ جسے چاہے اور جتنا چاہے دیدے کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ حصہ سوم صفحہ ۳۸۰ میں ہے۔ مگر باپ ایسا کرنے کے سبب گنہگار ہوا۔ اور اگر باپ نے سارے

لڑکوں کے درمیان برابر تقسیم کرنے کے لئے کہا تھا مگر خالد نے خود ہی اپنی مرضی سے اچھی زمین لے لی اور خراب و کم زمین عمرو کو دی تو وہ ظالم جفا کار سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور غاصب ہے۔ اور یہی حکم ساجد کے لئے بھی ہے۔ عمرو ڈھائی منڈی کم زمین کا معقول معاوضہ اپنے دونوں بھائیوں سے کسی طرح بھی لے سکتا ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۵) خالد کا یہ کہنا کہ ہمیں پورا حصہ نہیں دیا گیا ہم قیامت میں وصول کریں گے غلط ہے اس لئے کہ بکر اور عمرو کے جمع شدہ پیسوں میں اس کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ جواب نمبر۱ میں گذرا۔

اسی طرح والدین کا بھی جمع شدہ روپیوں میں شرعی حصہ نہیں ہے۔ مگر لڑکوں پر فرض ہے کہ روپے پیسے ہر طرح سے والدین کی خدمت کریں تاکہ جنت کے مستحق ہوں۔ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "رغم انفه رغم انفه رغم انفه قيل من يا رسول الله قال من ادرك والديه عند الكبر احدهما او كلاهما ثم لم يدخل الجنة." یعنی اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود (یعنی ذلیل ورسوا ہو) کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے؟ فرمایا جس نے ماں، باپ دونوں کو یا ایک کو بوڑھاپے کے وقت پایا پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔ (انوار الحدیث صفحہ ۴۰۳ بحوالہ مسلم شریف)

اور اگر والدین نفقہ کے محتاج ہوں تو ایسی صورت میں لڑکوں پر ماں باپ کا نفقہ دینا واجب ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مع خانیہ صفحہ ۵۶۴ میں ہے: "يجبر الولد المؤسر على نفقة ابوين المعسرين مسلمين قدرا على الكسب اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: عبدالحی قادری
۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۸ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: فیاض الدین منظری، سکراول پچھم ٹانڈہ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زفر اور عمرو دو سگے بھائی ہیں دونوں الگ رہتے ہیں۔ ایک پاورلوم کا کنکشن مشترکہ ہے بلکہ کرایہ نصف نصف جمع ہوتا ہے۔ زفر جو کہ بڑے ہیں انہوں نے اپنی طرف ٹی۔ وی بھی لگا رکھا ہے جو برابر استعمال ہوتا ہے اسی مشترکہ کنکشن سے۔ اب سوال یہ ہے ٹی۔ وی کے استعمال میں جو پاور خرچ ہوتا ہے عمرو اس کا کرایہ علیحدہ طور پر طلب نہ کرے تو اس کے اوپر کیا حکم ہے؟ اور جواب تک مشترکہ طور پر دے چکا ہے اس کو طلب کرسکتا ہے یا نہیں؟ نہ طلب کرنے اور سکوت اختیار کرنے کی صورت میں عمرو پر کیا حکم لاگو ہوتا ہے؟ بينوا توجروا.

الجواب:- ٹی۔ وی ایک قسم کا چھوٹا سنیما اور فتنہ کی جڑ ہے۔ جس کی خرید وفروخت اور استعمال ناجائز وحرام ہے۔ ایسی خرافاتی چیزوں سے مسلمانوں کو بچنا لازم ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں ٹی۔ وی کے استعمال میں جو پاور خرچ ہوتا ہے عمرو اس

کا کرایہ نہ دے کہ گناہ میں مدد حرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لا تعاونوا علی الاثم و العدوان." (پ۶ ع۵) اور مشترکہ طور پر جواب تک دے چکا ہے اس کو طلب کر سکتا ہے۔ اور ٹی۔ وی کے استعمال میں جتنی بجلی زفرزچ کرتا ہے اتنے کرایہ عمرو وضع کرکے دے یا اپنا کنکشن الگ کروالے اور نہ طلب کرنے کی صورت میں گناہ پر مدد کرنے کے سبب عمرو توبہ کرے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد کبیر الدین حبیبی مصباحی

۱۴ر جمادی الاخرہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: شاہ محمد حشمتی، محمود نگر، اترولہ، بلرام پور

زید و بکر دونوں سگے بھائی ہیں زید تنخواہ کا مکمل پیسہ بکر کو دیدیتا تھا اور جمعراتی و میلاد کا نذرانہ کچھ بچا کر رکھ لیتا تھا یہ بات بکر کو بھی معلوم تھی اسی لئے کبھی کبھی وہ زید کو گھر سے خرچ دیدیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جو پیسہ تمہیں جمعراتی وغیرہ کا ملتا ہے۔ اسی سے خرچ چلاؤ۔ اب دونوں میں بٹوارہ ہو گیا ہے تو کیا زید نے جو پیسہ جمعراتی وغیرہ کا بچا کر رکھا ہے اس میں بکر کا بھی حق ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید نے جمعراتی وغیرہ کا جو پیسہ بچا کر رکھا ہے وہ خاص اسی کا ہے اس میں بکر کا کوئی حق نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد سابع صفحہ ۳۲۴ پر ہے۔ اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ ہو کر کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے نوکری کا روپیہ یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے۔ خیریہ و عقود الدریہ میں ہے: "سئل فی ابن کبیر ذی زوجة و عیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالا هل هی لوالده اجاب هی للابن حیث له کسب مستقل. اھ" اور اسی کتاب کی جلد ۸ صفحہ ۲۴۵ میں ہے: "ان سهم الوارث فی المورث دون مملوك وارث آخر. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۳ صفر المظفر ۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبد الخالق خاں، جمگوڑھ، بلرام پور

زید چار بھائی ہیں اور ایک ہی میں رہتے ہیں۔ تقریباً چار سال قبل زید کی نوکری کے سلسلے میں ۲۵ ہزار روپے بطور رشوت دے گئے۔ اور زید کی نوکری لگ گئی اور تنخواہ کی پوری رقم مشترکہ طور پر گھر میں خرچ ہوتی رہی۔ اب چاروں بھائی الگ ہو گئے ہیں وہ زید سے کہتے ہیں کہ رشوت میں دی گئی رقم سے ہم لوگوں کا حصہ واپس کردو۔ تو رشوت میں دی گئی رقم میں بھائیوں کا حصہ مانگنا کیسا ہے؟

الجواب:- جب چاروں بھائی ایک ہی میں رہتے تھے۔ اور مذکورہ رقم تبھی بطور رشوت زید کی نوکری کے لئے دی گئی تھی اور تنخواہ ملنے کے بعد سے پوری رقم گھر میں خرچ ہوتی رہی تو اب الگ ہو جانے کے بعد اس کے بھائیوں کا مذکورہ رقم مانگنا غلط ہے۔ کہ عرف میں یہ صورت اباحت کی ہے۔ بشرطیکہ دیتے وقت کسی نے قرض یا عاریت کہہ کر نہ دیا ہو۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''بالجملہ مدار عرف پر ہے اور یہاں عرف قاضی اباحت کہ جو بھی باہم یکجا رہتے اور اتفاق رکھتے اور خورد نوش وغیرہا مصارف میں غیریت نہیں برتتے ان کی سب آمدنی یک جا رہتی ہے۔ اور جسے جو حاجت پڑے بے تکلف خرچ کرتا ہے۔ اور دوسرا اس پر راضی ہوتا ہے۔ دوبارہ واپسی کا ارادہ نہیں رکھتا نہ وہ آپس میں یہ حساب کرتے ہیں اس دفعہ تیرے خرچ میں زائد آیا۔ اتنا مجرا دے نہ صرف کے وقت ایک دوسرے سے کہتا ہے میں نے اس روپئے سے اپنے حصہ کا تجھے مالک کردیا بلکہ یہی خیال کرتے ہیں کہ باہم ہمارا ایک معاملہ ہے جن کا مال جس کے خرچ میں آ جائے کچھ پرواہ نہیں۔ اور یہ عین معنی اباحت ہی قرار دیں گے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۲۲)

لیکن زید کے بھائی اگر یہ کہیں کہ مذکورہ رقم ہم نے بطور قرض دی تھی تو ان کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا۔ اور زید پر ان کے حصہ کی رقم دینا لازم ہوگا۔ اور اگر زید اس کے خلاف کا دعویٰ کرے تو اسے گواہ پیش کرنا ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۳۲۴ میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی
۳۰ ربیع النور ۲۱

مسئلہ:- از: ممتاز احمد قادری، ہڑھا، ضلع باندہ، یوپی

زید نے بکر سے دس ہزار روپئے اس شرط پر روزگار کرنے کو لیا کہ نفع اور نقصان دونوں میں ہم اور آپ برابر شریک رہیں گے تو اس عقد کے متعلق شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ کو شرع شریف میں مضاربت کہتے ہیں اور یہ جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ جو بھی مال نقصان ہوگا سب کے سب رب المال کا ہوگا۔ مضارب اس کا ذمہ دار نہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''مضارب کے ذمہ نقصان کی شرط باطل ہے وہ اپنی تعدی و دست درازی و تضیع کے سوا کسی نقصان کا ذمہ دار نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۷۱) اور پھر اسی صفحہ پر عقود دریہ سے نقل کرتے ہیں: "سئل فیھما اذا خسر المضارب فھل یکون الخسر ان علی رب المال. الجواب نعم" لہٰذا صورت مسئولہ میں زید کا بکر سے روزگار کے لئے اس شرط پر روپیہ لینا کہ نفع اور نقصان دونوں میں ہم اور آپ برابر شریک ہوں گے صحیح نہیں ہے کہ زید (مضارب) کے ذمہ نقصان کی شرط باطل ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: نعمان رضا برکاتی

کتاب الوقف

وقف کا بیان

مسئلہ:- از: ماسٹر حبیب اللہ، موضع پرسا بزرگ، ڈاکخانہ جگنادھام، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ گاؤں میں عیدگاہ کی زمین ضرورت سے زائد ہے۔ تو عیدگاہ کی مرمت اور دینی مدرسہ کی آمدنی کے لئے عیدگاہ کی زمین کے کچھ حصہ میں دوکان نکلوانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر عیدگاہ کی وہ زمین کسی شخص خاص یا چند لوگوں نے مل کر دی ہو تو ان کی اجازت سے اور اگر چکبندی کے موقع پر گورنمنٹ نے چھوڑی ہو تو گاؤں والوں کی اجازت سے عیدگاہ کی زمین میں دوکان نکلوانا جائز ہے۔ اس لئے کہ گاؤں میں عیدگاہ کے لئے وقف صحیح نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عیدگاہ وقف نہیں ہو سکتی کہ محض بے حاجت و بے قربت بلکہ مخالف قربت ہے تو وہ زمین وعمارت ملک بانیان ہیں انہیں اختیار ہے۔ اس میں جو چاہیں کریں خواہ اپنا مکان بنائیں یا زراعت کریں۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۱۶) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۵ر محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد احمد، کٹہرہ، ضلع گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مدرسہ کے نام پر زمین خریدی گئی اور اکثر حصہ پر مدرسہ کی تعمیر ہوئی۔ ضرورت کے پیش نظر ایک گوشہ میں اراکین مدرسہ مسجد کی تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جب مدرسہ کے نام پر زمین خریدی گئی اور اس کے اکثر حصہ پر مدرسہ کی تعمیر بھی ہو گئی تو اراکین مدرسہ اس کے کسی گوشہ میں مسجد کی تعمیر نہیں کر سکتے کہ وہ زمین مدرسہ کے لئے وقف ہو گئی خواہ وہ زمین کسی نے وقف کی ہو یا چندہ کی رقم سے مدرسہ کے لئے زمین خریدی گئی ہو۔ البتہ اس میں کوئی کمرہ بنا کر اسے نماز کے لئے خاص کر سکتے ہیں مگر وہ جگہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحری فرماتے ہیں: "وہ زمین وعمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک پیسہ چندہ ہو اور جس کا ہزار روپے سب شریک ہیں اور جب کہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا

مقصود تھا اس میں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جز کا مالک رہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جب کہ اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لئے نفع مسلمین کے واسطے کر دینا مقصود ہوتا ہے۔ اور یہی حاصل وقف ہے تو اگر چہ نصاً وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً دلالۃً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۳۶)

اور تغییر وقف جائز نہیں یعنی مدرسہ کی زمین کو مسجد بنانا یا مسجد کی زمین کو مدرسہ بنانا جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۹۰ میں ہے: "لایجوز تغییر الوقف. اھ" اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیه. اھ" (ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۴۲۷) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۷ ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: محمد امیر اللہ عزیزی، نوتن کیمیکل ورکس، غلہ منڈی، گاندھی نگر، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مدرسہ کے نام پر زمین خریدی گئی ضرورت کے مطابق اکثر حصہ پر مدرسہ بنا ہے۔ اور منصوبہ کے مطابق بہت کچھ باقی ہے۔ زمین خریدتے وقت مدرسہ کے منصوبہ میں پرائمری درجات، مانٹیسری اسکول، ٹکنیکل تعلیم کے لئے عمارت، نسواں اسکول، تعلیم بالغاں اور مسجد وغیرہ کی تعمیر شامل تھیں اب اراکین مدرسہ اسی زمین پر جو مدرسہ کے نام پر خریدی ہے مسجد کی تعمیر کرانا چاہتے ہیں تو اس زمین پر مسجد کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟ فقہ کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:۔ چندہ دینے والے چندہ کی رقم کے مالک ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''زر چندہ چندہ دہندوں کی ملک پر رہتا ہے اور ان کی اجازت سے صرف ہوتا ہے۔اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۵۷)

لہٰذا اگر چندہ دینی مدرسہ کے نام پر وصول کر کے زمین خریدی گئی تو اس کی خریداری کے وقت اراکین مدرسہ کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ چندہ دینے والوں کی ہی نیت کا اعتبار ہے تو وہ زمین صرف دینی مدرسہ کی ہے اس زمین پر مانٹیسری اسکول، ٹکنیکل تعلیم کے لئے عمارت یا مسجد کسی بھی دوسری چیز کی تعمیر ہرگز جائز نہیں۔ اس لئے کہ مدرسہ کی زمین کو مسجد، ٹکنیکل کالج یا مانٹیسری اسکول وغیرہ بنانا وقف کو بدلنا ہے اور وہ ہرگز جائز نہیں۔ فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۴۹۰ پر ہے: "لایجوز تغییر الوقف." البتہ نماز پڑھنے کے لئے مدرسہ کا کوئی کمرہ خاص کر سکتے ہیں۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۰ ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: چیرمین جامع مسجد ٹرسٹ، دونڈائچہ، دھولیہ، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک پلاٹ زمین جامع مسجد ٹرسٹ کے نام مدرسہ سے متصل ایک پلاٹ اور جامع مسجد ٹرسٹ کے نام دیا۔ دیتے وقت اپنی نیت وارادہ کا کچھ اظہار نہیں کیا۔ کچھ دنوں کے بعد محلّہ کے چند افراد نے یہ خواہش ظاہر کی کہ یہاں ایک مسجد ہونی چاہئے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مذکورہ تینوں پلاٹوں پر مسجد بنائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر مسجد بنائی جاسکتی ہے تو جامع مسجد ٹرسٹ کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟ کیا جامع مسجد ٹرسٹ دوسرے لوگوں کو اجازت دے کر اس جگہ پر مسجد بناسکتے ہیں؟ مسجد بنانے کی صورت میں جو انتظامیہ باڈی ہوگی وہ جامع مسجد ٹرسٹ سے بالکل الگ ہوکر کام کرنا چاہتی ہے کیا یہ درست ہے،؟ واضح رہے۔ کہ زید نے جو پلاٹ جامع مسجد ٹرسٹ کی تحویل میں کیا تھا۔ اب کہتا ہے کہ میں نے یہ پلاٹ مسجد ہی کے لئے دیا ہے۔ (صرف ایک پلاٹ) آج زید موجود ہے۔ کیا اس کا قول معتبر ہے؟ جامع مسجد ٹرسٹ نے دارالعلوم غوثیہ رضویہ کے نام پر عوام سے چندہ لے کر مذکورہ پلاٹ پر کم وبیش تین حصہ تعمیری کام کردیا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید نے جو زمین مدرسہ کے لئے وقف کی ہے۔ اس پر مسجد نہیں بنائی جاسکتی ہے۔ کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی ہے دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا حرام ہے۔ کہ شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہے۔ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۴۵۶ میں ہے: "شرط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به. اھ" اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۴۹۰ میں ہے: " لايجوز تغيير الوقف. " اور جو زمین جامع مسجد ٹرسٹ نے خریدی ہے اگر وہ مدرسہ کے پیسے سے ہے تو اس پر مسجد نہیں بنائی جاسکتی ہے۔ اور اگر مسجد کے پیسے سے خریدی گئی ہے تو اس پر مسجد ہی کی کوئی چیز بنائی جائے گی۔ اور زید نے جو دوسری زمین جامع مسجد ٹرسٹ کو دی ہے اگر چہ دیتے وقت اپنی نیت کا اظہار نہیں کیا تھا مگر اب کہتا ہے کہ میں نے اس دوسری زمین کو مسجد بنانے کی لئے دی ہے تو اس کی نیت کا لحاظ کیا جائے گا۔ اور اس پر مسجد ہی بنائی جائے گی۔ اس لئے کہ جو چیز جس مقصد کے لئے وقف کی جائے اسی کام میں وہ لائی جائے گی۔ دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا جائز نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۴۲ میں ہے۔

جو زمین زید نے وقف کی ہیں اگر اہل ہو تو وہ خود اس کا متولی ہے۔ اور اس سلسلہ میں اپنے تعاون کے لئے وہ کمیٹی بھی بناسکتا ہے۔ اور جو زمین جامع مسجد ٹرسٹ نے خریدی ہے اس کے منتظم وہی لوگ ہیں۔ ان کی اجازت سے دوسرے لوگ بھی منتظم ہوسکتے ہیں۔

اور جامع مسجد ٹرسٹ نے مدرسہ کا جو تعمیری کام کیا ہے۔ اگر وہ مدرسہ کی زمین پر ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر مسجد کی زمین پر ہے تو اس کی دوصورتیں ہیں۔ اگر وہ زمین مسجد کی آمدنی کے لئے ہے تو اس پر مدرسہ بنانا جائز ہے مگر مدرسہ کی جانب سے

مسجد کو معقول کرایہ دینا ہوگا۔ اور خاص تعمیر مسجد کے لئے ہے تو اس پر مدرسہ بنانا ہرگز جائز نہیں۔ اس صورت میں اس کا ڈھا دینا واجب ہے۔ اور مدرسہ کا جو نقصان ہوا ہے اس کا تاوان دینا ٹرسٹیوں پر لازم ہے۔ فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۱۶ پر فتح القدیر سے ہے:

"الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیه دون زیادة.اھ" و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۷؍رجب المرجب ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد یعقوب، بمبئی کلاتھ اسٹور، جعفر آباد، ضلع بلرامپور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع عظام مسئلہ ذیل میں دار العلوم کے ایک عالم صاحب نے اپنے انتقال کے پندرہ بیس روز قبل اپنے چند مخصوص لوگوں سے وصیت کی کہ میرے انتقال کے بعد مجھے مدرسہ کی زمین میں جو اتر جانب ہے۔ وہاں دفن کرنا بلکہ نشاندہی بھی کردی، اور اگر آبادی والے مدرسہ کی زمین میں دفن کرنے سے منع کردیں گے تو قبرستان میں رکھنا وہاں بھی روکیں گے تو میرے گاؤں پہنچا دینا۔ انتقال کے بعد چند لوگوں نے قبرستان میں رکھنے کے لئے کہا اور کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ان کی وصیت تھی کہ مدرسہ کی زمین میں رکھنا بہر کیف تو تو میں میں بہت ہوئی مگر اخیر میں مدرسہ کی زمین میں دفن کیا گیا۔ جواب طلب امر اینکہ عالم صاحب کی وصیت درست ہے یا نہیں؟ زمین تو ان کی ملکیت میں نہیں تھی بلکہ زمین مدرسہ کی تھی۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

نیز اطراف میں طریقۂ نماز جمعہ اس طرح رائج ہے کہ دو رکعت نماز جمعہ بنام فرض کے بعد فوراً تکبیر کہتے ہیں اور چار رکعت فرض ظہر بجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور یہاں پر دو رکعت جمعہ کے بعد چار رکعت سنت مؤکدہ ظہر پڑھتے ہیں بعدہ چار رکعت فرض ظہر بجماعت پڑھتے ہیں۔ نماز جمعہ و ظہر کا صحیح طریقہ تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- عالم صاحب کا مدرسہ کی زمین میں دفن کرنے کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ کہ مدارس کی زمینیں مردہ دفن کرنے کے لئے نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ ان کی ضروریات کے لئے ہوتی ہیں۔ اور جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی ہے دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا حرام ہے۔ فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۱۶ میں عالمگیری سے ہے: "لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته." پھر اسی کتاب کے صفحہ ۶ پر فتح القدیر سے ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیه اھ." و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

اور سائل کے اطراف میں جو طریقۂ نماز جمعہ رائج ہے کہ دو رکعت نماز جمعہ بنام فرض (یعنی حقیقت میں جو نفل ہے) پڑھنے کے بعد فوراً تکبیر کہتے ہیں اور چار رکعت فرض ظہر بجماعت ادا کرتے ہیں یہی صحیح ہے۔ اور دوسرا طریقہ جو سائل کے یہاں رائج ہے وہ صحیح نہیں ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے جو چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھتے ہیں وہ ظہر ہی کی نیت سے پڑھیں بنام جمعہ دو رکعت

پڑھنے کے بعد پھر اس کے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

یکم / ربیع الآخر ۱۸ھ

مسئلہ:- از: عبد المصطفیٰ مقام لنگر ہا بستی

(۱) خالد نے مسلمانوں کا قبرستان جس میں وہ لوگ ایک مدت سے مردہ دفن کرتے تھے۔ اپنے نام بیع نامہ کروالیا ہے اور اس میں مالکانہ تصرف کرتا ہے۔ اس کے درخت لکڑی اور پھل وغیرہ اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ اب مسلمان اس میں مردہ دفن کرنے سے گھبراتے ہیں کہ آج نہیں تو کسی دن یہ یا اس کے بچے اس میں ہل چلائیں گے جس سے قبروں اور مردوں کی بے حرمتی ہوگی۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ خالد کا قبرستان لکھانا اور اس میں مالکانہ تصرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

(۲) جو لوگ زید، بکر اور خالد کے حالات کو جانتے ہوئے ان کا ساتھ دیتے ہیں ان کی شادی بیاہ میں شریک ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''عامۂ قبرستان وقف ہوتے ہیں اور وقف کی بیع و رہن حرام ہے اور خاص قبرستان کسی کی ملک ہو جس میں اس نے مردے دفن کئے ہوں مگر اس کام کے لئے وقف نہ کیا ہو وہ بھی مواضع قبور کو نہ بیچ سکتا ہے نہ رہن کرسکتا ہے کہ اس میں توہین اموات مسلمین ہے اور ان کی توہین حرام ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۰۸) لہذا خالد کا قبرستان اپنے نام لکھالینا اور اس میں مالکانہ تصرف کرنا سخت ناجائز و حرام ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''جب وہ زمین موقوفہ ہے تو اس پر قبضۂ مالکانہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔'' (فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۸) اور تنویر الابصار مع درمختار جلد سوم صفحہ ۴۰۲ میں ہے: ''اذا تم و لزم لا یملك و لا یملك. اھ'' خالد تصرف بیجا کے سبب سخت گنہگار لائق قہر جبار ہے۔ وہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور کاغذات سے اپنا نام خارج کرواکر قبرستان کا نام درج کروائے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان پر واجب ہے کہ اس کا سخت بائیکاٹ کریں۔ جو اس میں پہلوتہی کرے گا اسے فاسق کی طرح عذاب نار ہوگا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''کَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ.'' (پ۶ سورۂ مائدہ، آیت ۷۹) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) جو لوگ زید، بکر اور خالد کے حالات کو جانتے ہوئے ان کا ساتھ دیتے ہیں ان کی شادی بیاہ میں شریک ہوتے ہیں ان پر لازم ہے۔ ایسے لوگوں کا ساتھ چھوڑ دیں اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کا بھی سختی کے ساتھ سماجی بائیکاٹ کیا جائے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سلام کلام سب بند کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَ لَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ..''

(پ۱۲سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدیؔ　　　　کتبہ: اظہار احمد نظامی
۱۰رصفر المظفر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:-

دیہات میں ایک عیدگاہ تھی جس میں پہلے دیہات ہی کے لوگ عیدین کی نماز پڑھتے تھے اب وہ برسوں سے ویران پڑی ہے تو اس زمین وعمارت کو مدرسہ میں تبدیل کرسکتے ہیں۔ یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- دیہات میں عیدگاہ وقف نہیں ہوسکتی کہ یہ محض بلاضرورت وبلاقربت ہے۔ کیوں کہ وقف میں قربت ضروری ہوتی ہے۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۲۹۴ میں ہے: "شرطه ان یکون قربة فی ذاته. اھ" اس لئے کہ دیہات میں عیدین کی نماز جائز نہیں۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۶۱۱ پر ہے: "فی القنیة صلاة العید فی القری تکره تحریما ای اشتغال بما لا یصح. اھ" تو وہاں عیدگاہ بنانا بلاضرورت ہے۔ اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں گاؤں میں عیدین جائز نہیں تو وہاں عیدگاہ وقف نہیں ہوسکتی ہے محض بے حاجت وبے قربت ہے بلکہ مخالف قربت ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۱۶)

لہذا جب وقف صحیح نہیں ہوا تو وہ ملک واقف وچندہ دہندگان کی طرف پلٹ آئی۔ اب انہیں لوگوں کی اجازت سے اس زمین وعمارت کو مدرسہ میں تبدیل کرسکتے ہیں۔ "لان المال لهم فیصرف باذنهم." ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۸۵ پر ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدیؔ　　　　کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی
۵رربیع الاول ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد اسرائیل ایڈوکیٹ منیجر مدرسہ ہذا واراکین مدرسہ ہذا، شری دت گنج بازار، بلرام پور (یوپی)

گرام گلوریا معافی، پوسٹ شری دت گنج بازار، ضلع بلرام پور، یوپی میں ایک مدرسہ عربیہ اہل سنت فیض الرسول عرصہ چالیس سال سے چل رہا ہے۔ اس مدرسہ سے ملی ہوئی کچھ زمین گرام سماج کی تھی اس زمین پر مدرسہ کا قبضہ ہے جب سے مدرسہ قائم ہوا تب سے ہے کچھ دن کے بعد گاؤں کے مسلمانوں نے مل کر اس زمین کی چہار دیواری اٹھا دی تھی گیٹ کے لئے جگہ چھوڑ دی تھی جب مدرسہ میں کچھ بجٹ ہوگیا تب گاؤں والوں نے گیٹ لگوانے کی لئے باؤنڈری کو اونچا کیا تا کہ گیٹ لگ جائے اور جو زمین مدرسہ کی باؤنڈری کے اندر ہے جاڑے کے موسم میں بچے اس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اسی میں مدرسہ کا سالانہ جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہوتا ہے۔ اسی اسکول سے ملا ہوا ایک کھیل میدان بچوں کا ہے گاؤں کے مسلمانوں نے اس کی

باؤنڈری کے لئے بنیاد ڈالا تو گاؤں کا پردھان جو کہ مسلمان ہے کچھ اور مسلمانوں کو لے کر کھیل میدان اور اسکول کی باؤنڈری ایس۔ڈی۔ایم کے ذریعہ رکوادیا تب گاؤں کے مسلمانوں نے ایس۔ڈی۔ایم کے یہاں کھیل کا میدان اور اسکول کی باؤنڈری کے لئے دعویٰ پیش کیا اور بیان دینے کے لئے اترولہ تحصیل گئے تب گاؤں کے پردھان نے کچھ مسلمانوں کو ساتھ لے کر اسکول کی باؤنڈری گرانے کے لئے اور کھیل میدان کے لئے دعویٰ پیش کیا۔تب گاؤں کے مسلمانوں نے اسکول کی باؤنڈری نہ گرنے کے لئے دوسرا دعویٰ کیا۔ایس۔ڈی۔ایم صاحب مدرسہ میں آئے اور موقع کو دیکھتے ہوئے مدرسہ کی باؤنڈری کی زمین کو اسکول کے حق میں ۹۷/۷/۲۸ کو فیصلہ دے دیا۔لیکن گرام پردھان جو مسلمان ہے ایس۔ڈی۔ایم کے فیصلہ کے باوجود اپیل پر اڑا ہوا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اسکول کی باؤنڈری کو گرا کر چھوڑیں گے اس لئے گاؤں کے مسلمان کافی پریشان ہیں۔آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس پردھان اور جو مسلمان پردھان کے ساتھ ہیں سے گاؤں کے مسلمان کیسے پیش آئیں۔سلام کلام رکھیں یا ترک کردیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مطلع فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب کہ چالیس سال سے مذکورہ زمین مدرسہ کے قبضہ میں ہے اور جاڑے کے موسم میں بچے اس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور مدرسہ کا سالانہ جلسہ بھی اس میں ہوتا ہے اور پھر ایس۔ڈی۔ایم بھی جب مدرسہ کے حق میں فیصلہ دے دیا تو وہ زمین مدرسہ کے لئے وقف ہوگئی۔اور مال وقف مثل مال یتیم ہوتا ہے۔جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۔" (پ۴ع۱۲)

لہٰذا گاؤں کا پردھان اور جو مسلمان اس کے ساتھ مل کر باؤنڈری گرانے اور اس کی خلاف مقدمہ دائر کرنے اور پھر اپیل کرنے کے درپے ہیں وہ سب سخت گنہگار ہیں۔لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا یک لخت بند کردیں۔جب تک کہ اپنی ان حرکات سے وہ باز نہ آجائیں۔قال اللہ تعالیٰ: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔" (پ۷ع۱۴) اور جو اس میں پہلوتہی کرے گا اس پر فاسقوں جیسا عذاب ہوگا۔قال اللہ تعالیٰ: "كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ۔" (پ۶ع۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد نمیر الدین جیبی مصباحی

۲۸/جمادی الاولیٰ ۱۸ھ

مسئلہ:۔

عیدگاہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ عیدگاہ کو ایک مسجد کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ بدلنا جائز نہیں ہے کیونکہ عیدگاہ اکثر احکام میں مسجد کی طرح ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۱۸ مکتبہ نعیمیہ میں ارشاد فرماتے ہیں: "عیدگاہ ایک زمین ہے کہ

مسلمانوں نے نماز عید کے لئے خاص کی۔ امام تاج الشریعہ نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ وہ مسجد ہے اس پر تمام احکام مسجد ہیں نہایہ میں اگر مختار للفتوی یہ رکھا کہ وہ عین مسجد نہیں ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اس کی تنظیف و تطہیر ضروری نہیں" اھ

اور عیدگاہ ایک وقف ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۹۰ میں ہے: "لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما و لا الرباط دکانا" اھ لیکن اگر دیہات کی عیدگاہ ہو تو اسے منتقل کر سکتے ہیں کہ وہاں عیدگاہ کا وقف صحیح نہیں ہے۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۱۶ پر ہے۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: شبیر احمد مصباحی

مسئلہ:- از: شمس الحق قریشی، سستی پور، بہار

جانور ذبح کر کے بیچنے والوں نے سال بھر کے جانوروں کے مغز کو مسجد پر وقف کیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں مسجد پر جانوروں کے مغز کا یہ وقف صحیح نہیں ہے۔ اولاً اس لئے کہ شئ موقوف کا بوقت وقف واقف کی ملکیت میں موجود ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ سال بھر کے جانورں کے مغز بوقت وقف واقف کی ملکیت میں موجود نہیں ہیں۔ فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۳۵۳ شرائط وقف میں ہے: "منها الملك وقت الوقف" اھ ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۳۵۹ میں ہے: "الواقف لابد ان یکون مالکا له وقت الوقف ملکا تاماً و لو بسبب فاسد" اھ. ثانیاً اس لئے کہ اشیاء منقولہ میں صرف اسی کا وقف صحیح ہے جس کے وقف کا رواج اور تعامل ہے۔ اور یہاں مغز کے وقف کا رواج نہیں ہے۔

لہذا اس کا وقف صحیح و لازم نہیں بلکہ وہ اپنے مالک کی ملکیت ہے جس میں اسے ہر طرح کے تصرف کا حق ہے فتاوی عالمگیری جلد۲ صفحہ ۳۶۱ میں ہے: "اما وقف المنقول مقصودا فان کان کراعا او سلاحا یجوز و فیما سوی ذلك ان کان شیئا لم یجز التعارف بوقفه کالثیاب و الحیوان لایجوز عندنا وان کان متعارفا کالفأس و القدوم و الجنازة و ثیابها و مایحتاج الیه من الاوانی و القدور فی غسل الموتی و المصاحف لقراءة القرآن قال ابویوسف رحمه الله تعالی انه لایجوز و قال محمد رحمه الله تعالی یجوز و الیه ذهب عامة المشایخ رحمهم الله تعالی منهم الامام السرخسی کذا فی الخلاصة و هو المختار و الفتوی علی قول محمد رحمه الله تعالی کذا قال شمس الائمة الحلوانی کذا فی مختار الفتاوی اه و هکذا فی الهدایة المجلد الثانی علی صفحة ٦٤٠. و الله تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عالم مصباحی

۲۲ / ربیع الغوث ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-

مسجد کی غیر ضروری چیزیں بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسری مسجد والے اسے خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مسجد کا وہ سامان جو مسجد کے لئے کار آمد نہیں اور ان کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اسے بیچنا اولی ہے اور وہ قیمت اسی مسجد کی تعمیر میں صرف کریں۔ دوسرے کام میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ہاں جب کہ یہ مسجد ان سے مستغنی ہے تو سیع کئے جائیں اور دوسری مسجد کے ہاتھ بیع کرنا اولی ہے کہ بدستور معظم رہیں گے وہ قیمت اس مسجد کی تعمیر میں صرف ہو اور کام میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں بیع متولی کرے اور وہ نہ ہو تو امین متدین جماعت محلہ'' اھ ملخصا (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۸۶) و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی	کتبہ: عبدالحمید مصباحی

مسئلہ:- از: محمد رضی صدیقی یار علوی، محلہ کسان ٹولہ، سنڈیلہ، ضلع ہردوئی

ایک شخص مدرسہ کو اپنے باپ کا کہتا ہے اور دوسرا شخص مسجد کو اپنے باپ کی بتاتا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے سنا ہے کہ مدرسہ کو اپنے باپ کا بتانے والے نے مدرسہ اپنے نام رجسٹری کرالی ہے۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مذکورہ صورت میں مدرسہ وقفی ہے اور وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں ہے: "الوقف لا یملك" اور مسجدیں اللہ کی ہیں کسی کی ذاتی ملک نہیں جیسا کہ اس کا فرمان ہے: "و ان المسٰجد للہ" (سورۂ جن آیت ۱۸)

لہذا جو لوگ مدرسہ و مسجد کو اپنے باپ کی بتاتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ آئندہ ایسی بات نہ کہیں۔ اور جو یہ سنا گیا ہے کہ اس نے مدرسہ اپنے نام رجسٹری کرالی ہے تو پہلے اس کی تحقیق کریں۔ اگر واقعی اس نے رجسٹری کرالی ہے تو وہ اسے ختم کرائے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالی کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" (پارہ ۷ رکوع ۱۴) و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی	کتبہ: عبدالحمید مصباحی

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ ذیل میں:

ایک پرانی مسجد ہے جس کی اب توسیع ہونے جارہی ہے اس کی پرانی تعمیر اس طرح ہے کہ زمین سے تقریبا دس پندرہ فٹ اوپر مسجد اور بصورت تہ خانہ جس میں وضوخانہ و غسل خانہ ہے اور کچھ حصوں میں مٹی بھری ہوئی ہے نئے پلاننگ کے تحت مٹی سے بھرے ہوئے حصے کو خالی کر کے وضوخانہ و غسل خانہ و حوض وغیرہ کے کام میں از سر نو لانے کا ارادہ ہے جواز یا عدم جواز سے مطلع فرما کر تسکین قلب فرمائیں۔ بینوا توجروا.

مثال

اوپر مسجد ہے

وضوخانہ	مٹی بھری ہوئی جگہ	کمرہ جو پہلے سے بنا ہے

الجواب:- فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''جب مسجد تعمیر ہوگئی تو تحت الثری سے عرش تک اتنی فضاء مسجد ہوگئی اس کی مسجدیت باطل نہیں کی جا سکتی پھر اس مسجد کو دوبارہ تعمیر کرانے میں حدود مسجد کے اندر نیچے اوپر دکان نہیں بنائی جا سکتی'' (فتاوی امجدیہ جلد سوم صفحہ ۱۴۴) اور اسی کے مثل ایک سوال کے جواب میں کتاب مذکور کے صفحہ ۱۲۵ پر ہے: ''صحن مسجد یعنی مسجد کا وہ حصہ جس میں عمارت نہیں ہے جسے مسجد صیفی کہتے ہیں یہ مسجد ہی ہے اور اس حصہ میں بعد تمام مسجدیت حوض نہیں بنایا جا سکتا اور اگر مسجد بناتے وقت قبل تمام مسجدیت حوض بنائیں تو بنا سکتے ہیں کہ ابھی تک وہ جگہ مسجد نہیں ہے'' اھ

اور فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۶۴ پر ہے: "قيم المسجد لايجوز له ان يبني حوانيت في حد المسجد او في فنائه ملخصاً" اور بہار شریعت حصہ دہم صفحہ ۸۲ پر ہے: ''مسجد کی چھت پر امام کے لئے بالا خانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجدیت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا اگر چہ کہتا ہو کہ مسجد ہونے کے پہلے سے میری نیت بنانے کی تھی'' اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "لو بنى فوقه بيتا للامام لايضر لانه من المصالح اما لو تحت المسجدية ثم اراد البناء منع" (درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۴۰۶)

لہذا جس طرح بعد تمام مسجدیت مصالح مسجد کے لئے اوپر یا نیچے حجرہ، حوض یا دکان بنانا جائز نہیں اسی طرح صورت مسئولہ میں نقشے کے مطابق مٹی سے بھری ہوئی جگہ پہ حوض بنانا جائز نہیں ہے۔ و الله تعالى اعلم.

کتبہ: وفاء المصطفی امجدی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

باب في المسجد

مسجد کا بیان

مسئلہ:- از: حافظ منیر الدین رضوی، خطیب شہر ناسک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد کی خطیر رقم جو نیشنلائزڈ بینک (جس کا منافع لینا جائز قرار دیا گیا ہے۔) میں جمع ہے۔ اصل رقم کی بقا کے ساتھ جو اس کا منافع حاصل ہو رہا ہے اس منافع سے دینی فلاحی اور رفاہ عام مثلاً قبرستان کے لئے زمین، مسلم طبیہ کالج، مسلم اسکول، مدرسہ، یونیورسٹی، شفاخانہ بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر مذکورہ کام نہیں کرتے ہیں تو مسلمانوں میں زبردست انتشار پیدا ہو جائے گا۔ نیز گورنمنٹ نے انکم ٹکس کے نام پر خطیر رقم لے لیا ہے۔ اگر یہ رقم ایسی ہی رہی تو سال بہ سال ایک خطیر رقم لیتی رہے گی جو مسلمانوں کا بڑا نقصان ہے۔ بینوا توجروا.

(۲) اعراس بزرگان دین جو مدرسے میں مدرسے ہی کی جانب سے منائے جاتے ہیں اس پر مدرسہ کی رقم خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مسجد کی رقم کا نفع مسجد ہی کا ہے اسے مذکورہ چیزوں میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

نوٹ:- یہی سوال ناناپارہ سے آیا تھا جس کا تفصیلی جواب لکھا جا چکا ہے۔

(۲) جو اعراس بزرگان دین مدرسہ کی طرف سے کئے جاتے ہیں ان کے لئے الگ سے چندے کر لئے جائیں۔ مدرسہ کی رقم ان پر خرچ کرنا جائز نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۴؍رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبداللہ، مقام سرسیا، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں ایک غیر مسلم زمین دار نے سیکڑوں سال پہلے اپنی زمین میں چند مسلمانوں کو آباد کیا تھا۔ اس زمین میں مسلمانوں نے مسجد کی بنیاد رکھی اور کرسی برابر دیوار آ گئی پھر چند لوگوں کے ورغلانے پر اس زمیندار نے مقدمہ قائم کر کے مسجد کی تعمیر کو بند کروا دیا ہے۔ اب مسلمان اس جگہ سے مسجد کی اینٹ نکال کر دوسری جگہ مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جب کہ زمینداری ختم ہو گئی تو آبادی کی وہ زمین مذکور اس زمیندار کی ملکیت نہیں رہ گئی۔ اور جب اس پہ

مسلمانوں نے مسجد کی بنیاد رکھدی تو وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہوگئی۔ لہذا اس کی اینٹ نکال کر دوسری مسجد کے بنانے کی اجازت از روئے شرع ہرگز نہیں کہ پرانی مسجد کی توہین ہوگی۔ غیر مسلم نے مقدمہ قائم کر کے مسجد کی تعمیر روکوادی تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ مقدمہ کی پیروی کرتے رہیں اور بااثر لیڈروں سے حاکم پر دباؤ ڈلواتے رہیں قانون کے مطابق انشاء اللہ مسلمانوں ہی کی ڈگری ہوگی پھر اسی جگہ پر مسجد کی تعمیر مکمل ہوگی بروقت نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی نیت کے بغیر کوئی جگہ بنالیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷؍ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد زاہد حسین، محلہ دھرم پور، سمستی پور (بہار)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ عبدالجبار قریشی نے ایک کٹھہ زمین مسجد کے لئے وقف کی جس پر مسجد تعمیر ہوئی زندگی بھر وہ اس کے متولی رہے ان کے انتقال کے بعد کیا ان کے لڑکے تولیت وصدارت کے شرعی طور پر حقدار ہیں؟ ان کے لڑکوں نے آٹھ دھور کا اضافہ کر کے مسجد کو وقف کیا تو کیا عبدالجبار قریشی کے لڑکے محمد شمس الحق قریشی اس مسجد کی تولیت وصدارت کے حقدار ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بعد انتقال عبدالجبار قریشی ان کے لڑکے تولیت وصدارت کے شرعی طور پر حقدار ہیں۔ بشرطیکہ اس کے اہل ہوں۔ اور آٹھ دھور کے اضافہ کے بعد بھی ان میں جو تولیت وصدارت کی اہلیت رکھتا ہو وہی ان کا حقدار ہے۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’واقف کے خاندان والے موجود ہوں اور اہلیت بھی رکھتے ہوں تو انہیں کو متولی کیا جائے۔‘‘ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴؍صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: ایس کے شہادت، بالاسور (اڑیسہ)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل پر قرآن وحدیث کی روشنی میں:

(۱) مسجد کی زمین جو خارج مسجد ہے۔ جسکے راستے سے چوپائے مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس میں گانجہ یا شراب، دیوبندی، قادیانی، ہندو اور زکاۃ وقربانی کی کھال وغیرہ کے رقوم سے احاطہ بندی یا کمرہ برائے مصارف مسجد۔ وضو خانہ اور بیت الخلاء وغیرہ تعمیر کرا سکتے ہیں یا نہیں۔ نیز جس شخص کے پاس رقوم ہیں اگر اسے اپنے ذاتی کام میں لگایا ہے تو اس پر شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) گورنمنٹ سے بذریعہ ایم۔ ایل۔ اے یا ایم۔ پی یا کلکٹر کے فنڈ سے رقوم حاصل کر کے۔ مندرجہ بالا کام کرنا کیسا ہے؟ اور ان رقومات کو مسجد میں لگانے کی کیا سبیل ہے۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

(۳) اشتہار چندہ کے لئے رسید یا کسی جگہ پر بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کی جگہ پر صرف باسمہ تعالیٰ لکھنا کیسا ہے؟

الجواب:- (۱) گانجہ اور شراب کے کاروبار کرنے والوں کی اگر صرف حرام کی آمدنی ہے تو دینی معاملہ میں ان سے چندہ نہ لیں تا کہ ان کو عبرت ہو اور اگر حلال آمدنی بھی ہے تو ان کی رقم مسجد کے کاموں میں لگا سکتے ہیں۔ اور دیوبندی وقادیانی وغیرہ کسی بدمذہب سے کوئی تعاون لینا جائز نہیں کہ ان سے کسی طرح کا تعلق دین وایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔ اور مذہبی معاملہ میں ہندؤں سے امداد لینا منع ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ہندؤں سے مسلمان امر دین میں مدد نہ لیں۔ حدیث شریف میں ہے:" انا لا نستعين بمشرك. " اور اگر وہ خود شرکت چاہیں تو بطور چندہ شریک نہ کیا جائے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۲۳۰ نصف اول)

اور زکاۃ کی رقم حیلۂ شرعی سے مذکورہ کاموں میں صرف کر سکتے ہیں لیکن اگر وہاں کے مسلمان کسی طرح دوسری رقوم سے مسجد کے مصارف پورے کر سکتے ہیں تو زکاۃ کی رقم حیلۂ شرعی سے بھی ان میں صرف نہ کریں تا کہ غرباء ومساکین جو اس کے اصل مصارف ہیں ان کی حق تلفی نہ ہو۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلۡفُقَرَاءِ وَ الۡمَسٰكِيۡنَ الخ. " (پ۱۰ سورۂ توبہ، آیت ۶۰) اور جس شخص کے پاس مسجد کی رقم ہے اگر اس نے اپنے کام میں لگالیا ہے تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً مسجد کی رقم اس کے فنڈ میں جمع کرے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔"وَ اِمَّا يُنۡسِيَنَّكَ الشَّيۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ. " (پ ۷ ع ۱۴)

(۲) ایم۔ ایل۔ اے، ایم۔ پی یا کلکٹر کے فنڈ سے گورنمنٹ کی دی ہوئی رقم مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''خزانہ والی ملک کی ذاتی ملک نہیں ہوتا تو اس کے لینے میں حرج نہیں جب کہ کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۶۰)

اور گورنمنٹ کی دی ہوئی رقم اگر ہم اپنے مدرسہ اور مسجد میں نہ لگائیں تو وہ اپنے قانون کے مطابق اسے دوسرے غیر اسلامی کاموں کے لئے دے دیں گے تو ہمارا مال ہمارے دینی کاموں میں صرف نہ ہوا اور کسی دین باطل کی تائید میں خرچ ہو گیا کوئی مسلم عاقل اسے گوارہ کر سکتا ہے؟ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۲۷۔

(۳) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ قرآن مجید کی آیت ہے لہذا اسے چندہ کی رسید اور اشتہار جیسی چیزوں پر لکھا جائے تو عموماً بے ادبی ہوتی ہے۔ اس کے بجائے باسمہ تعالیٰ یا اس جیسا کوئی دوسرا جملہ ہی لکھا جائے۔ و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵/ رمضان المبارک ۱۹ھ

مسئلہ:۔از: بسم اللہ، لیکھ پال، جمیل احمد، مہراج گنج بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ نواب علی اور ایک دوسرے شخص نے مسجد بنانے کے لئے زمین دی جس کے درمیان ایک غیر مسلم کی زمین صرف دس فٹ کے قریب چوڑی تھی۔ان دونوں کے زمین دینے کے سبب درمیان کی زمین بہت زیادہ مہنگی چونسٹھ ہزار میں خریدی گئی۔جب کہ اتنے روپئے سے اسی آبادی میں اس سے کئی گنا زمین خریدی جاسکتی تھی۔جب مسجد کی بنیاد رکھی جانے لگی تو نواب علی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور دوسرے شخص نے انکار کردیا اور کہا ہم نہیں دیں گے جس سے مسجد کو زبردست نقصان پہنچا تو اس دوسرے شخص کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اس کا ساتھ دیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ مسلمان ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کریں؟ اس شخص کا ایک حمایتی کہتا ہے زمین اس کی ہے دے چاہے نہ دے۔تو اس کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ دوسرے شخص نے جب مسجد کے لئے زمین دے دی تو وہ زمین وقف ہوگئی۔اس کی ملکیت سے نکل گئی۔ اب وہ اس زمین کا مالک نہیں رہ گیا۔اور اسے واپسی کا اختیار نہیں۔جیسا کہ بریلی شریف کے فتویٰ ۱۰۸۰۸۱ میں بھی ہے کہ وقف کے بعد شی موقوفہ واقف کی ملک سے نکل جاتی ہے اور واقف کو بھی اس کی واپسی کا حق نہیں۔اور وقف کے لئے لکھنا ضروری نہیں صرف زبان سے کہہ دینے پر بھی وقف ہوجاتا ہے۔جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۳۸ پر تحریر فرمایا ہے۔لہذا دوسرے شخص نے بھی جب مسجد کے لئے زمین دیدی تو وہ مسجد کی ہوگئی۔رجسٹری نہ کرنے کے سبب اب دینے سے انکار کرتا ہے تو وہ سخت گنہگار ہے اور اس کے زمین دینے کی وجہ سے درمیان کی زمین بہت مہنگی خریدنی پڑی تو اس طرح مسجد کو زبردست نقصان پہنچانے کے سبب بھی وہ بہت بڑا مجرم ہے۔اس پر لازم ہے کہ جو زمین وہ مسجد بنانے کیلئے دے چکا ہے اس پر سے اپنا قبضہ ہٹالے اور اسے مسجد بنانے کے لئے مسلمانوں کو دیدے۔اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کریں اور جو لوگ اس کا ساتھ دیں ان کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: " وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ." (پ ۷ ع ۱۴) جو شخص مسجد کو اتنا بڑا نقصان پہنچائے مسلمان اگر اس کا بائیکاٹ نہیں کریں گے تو وہ بھی سخت گنہگار ہوں گے۔اور ان پر فاسقوں جیسا عذاب ہوگا۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ." (پ ۶ ع ۱۴).
اور اس کے کسی حمایتی کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ زمین اس کی ہے دے چاہے نہ دے۔اس لئے کہ جب اس نے اپنی زبان سے کہہ دیا کہ میں نے مسجد کے لئے زمین دیدی تو اب شریعت کے نزدیک وہ اس کی زمین نہیں رہ گئی۔کما ھو مصرح فی الکتب الفقھیة. و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱/ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد انوار قادری، بھگوتی مارکیٹ، تمکوہی روڈ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک آبادی میں کہیں سے ایک مولوی صاحب آئے ان کی دعا سے ایک انگریز کی بیمار لڑکی تندرست ہوگئی تو انگریز نے انہیں ایک بڑی زمین دی جس کے بعض حصہ پر انہوں نے مدرسہ قائم کر کے خود پڑھانا شروع کیا اور اب سے تقریباً پچاس سال قبل وہ کہیں چلے گئے جن کا آج تک پتہ نہ چلا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس بڑی زمین کے کچھ حصہ پر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں انگریز نے جو زمین مولوی صاحب کو دی اس کے وہ مالک ہوگئے اور جب انہوں نے اس کے بعض حصہ پر مدرسہ قائم کیا تو اس زمین کے کچھ حصہ پر مسجد بنانا بھی جائز ہے۔ اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۰/ربیع الغوث ۲۲ھ

مسئلہ:- از: عبارت حسین، موضع ٹیما، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مسجد کا مینارہ بنانے کے لئے کچھ اینٹ دیا تھا جو رکھا ہوا تھا۔ اسی درمیان ایک دینی مدرسہ کو اینٹ کی ضرورت پڑی تو صدر نے مدرسہ کے مولانا سے پوچھا کہ مسجد کا اینٹ مدرسہ میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے کہا لگ سکتا ہے بعد میں اتنا اینٹ مسجد میں دیدیا جائے گا۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مسجد کا سامان مدرسہ یا کسی اور جگہ لگانا جائز نہیں یہاں تک کہ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں نہیں لگا سکتے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۳۸ میں ہے۔

لہذا مسجد کا اینٹ مدرسہ میں لگانا جائز نہیں۔ اگر مدرسہ میں لگا دیا گیا ہے تو اس کی جگہ دوسرا اینٹ خرید کر مسجد کو دیں۔ اور مولانا غلط مسئلہ بتانے کے سبب توبہ کریں۔ و الله تعالیٰ اعلم.

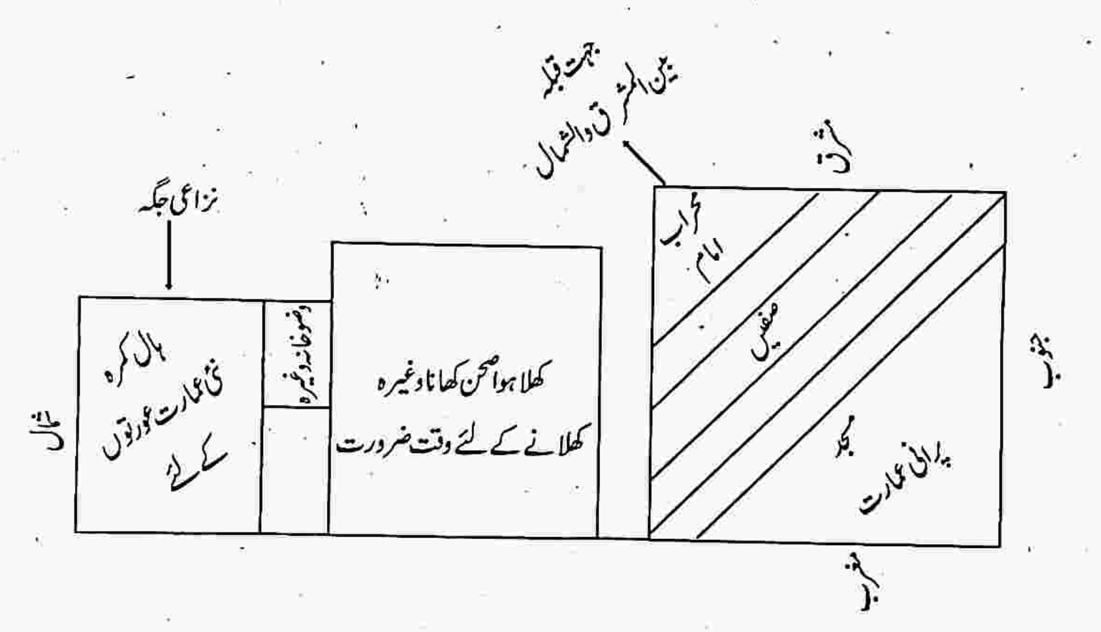
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۵/جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ: - از: احمد مشیر قمر ہوسٹن، امریکہ

کیا فرماتے ہیں علمائے ربانیین مسئلہ ذیل میں کہ یہاں ایک پرانا مکان تھا اس کو خرید کر مسجد میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس کے اطراف وجوانب میں کچھ زمین خالی تھی جس کے کچھ حصہ کو پارکنگ کے لئے مختص کر دیا گیا جو کہ یہاں ضروری ہوتا ہے۔ لیکن

ایک طرف یعنی جانب شمال کچھ زیادہ جگہ تھی اس پر نئی عمارت تعمیر کی گئی۔ جس کا مقصد تھا کہ پرانے مکان سے مسجد کو منتقل کر کے نئی عمارت میں لے جایا جائے مگر بعض لوگوں کے اعتراض کرنے پر مسجد اپنے قدیم مستقر سے منتقل ہو سکی۔ پھر اس جدید عمارت میں بیت الخلا، غسل خانہ، مطبخ (بوقت ضرورت استعمال ہوتا ہے) اور دو ایک کمرے سونے کے لئے اور ایک ہال نما کمرہ ابھی خالی تھا۔ اس میں اب عورتوں کی نماز کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مگر عورتوں کے لئے جو جگہ مختص کی گئی ہے وہ اگر چہ مسجد کی قدیم عمارت سے الگ اور علیحدہ ہے مگر وہ حصہ امام کی محاذاۃ سے آگے ہوتا ہے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے۔



یہاں کے مقامی علماء نے فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۹۱ کے حوالہ سے یہ بتایا کہ مقام مذکور میں عورتوں کا تقدم امام پر لازم آتا ہے اس لئے وہاں کسی بھی صورت میں کسی کو بھی نماز پڑھنے کی اجازت مع جماعت نہ دی جائے گی کہ یہ مفسد نماز ہوگا۔ مگر ایک عالم صاحب تشریف لائے اور انہوں نے اپنی ذمہ داری پر وہاں جماعت میں شرکت کے ساتھ عورتوں کی نماز پڑھوادی اور کہا کہ ''چونکہ عمارت علیحدہ ہے اس لئے نماز میں کوئی حرج نہیں''

اب سوال یہ ہے کہ اس نزاعی جگہ پر عورتوں یا مردوں کو جماعت سے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز جو نماز پڑھی گئی اس کا حکم کیا ہے؟ نیز جن عالم صاحب نے وہاں نماز کی اجازت دی ان کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بالتفصیل جواب باصواب سے نوازا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں اس نزاعی جگہ پر مرد وعورت کسی کو بھی مسجد کے امام کی اقتدا میں جماعت سے نماز پڑھنا جائز نہیں اس لئے کہ مقتدیوں کا امام پر مقدم ہونا لازم آتا ہے جب کہ مقتدی کا امام سے مقدم نہ ہونا شرائط اقتدا سے ہے۔ جیسا کہ حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "تقدیم الامام بعقبہ عن عقب المقتدی شرط لصحۃ اقتدائہ. اھ" اور اگر مسجد سے مقام مذکور تک صفوں کا اتصال نہیں اور ظاہر یہی ہے تو اس وجہ سے بھی وہاں پر امام مسجد کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں کہ اس کے لئے صفوں کا اتصال بھی شرط ہے۔ فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۸۸ پر فتاویٰ قاضی خاں، خلاصہ اور محیط للسرخسی کے حوالے سے ہیں۔ "ان قام علی سطح دارہ المتصل با لمسجد لایصح اقتدائہ و ان کان لا یشتبہ علیہ حال الامام. وھو الصحیح الا اذا کان علی رأس حائط المسجد." پھر اسی میں ہے: "لو قام علی دکان خارج المسجد متصل بالمسجد یجوز الاقتداء لکن بشرط اتصال الصفوف. اھ"

لہٰذا اس نزاعی جگہ پر جتنی نمازیں امام مسجد کی اقتدا میں پڑھی گئیں ان کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ اور جس عالم نے مقام مذکور میں امام مسجد کی اقتدا کو صحیح قرار دیا اس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا۔ اور حدیث شریف میں ہے: "من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء و الارض. رواہ ابن عساکر." یعنی جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر آسمان وزمین کے ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۱۱۱) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۱ رذی القعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد رضا رضوی، منگلی (ایم۔ پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مسجد کی تعمیر میں کافر کی رقم لگا سکتے ہیں کہ نہیں؟ وہ بھی تعمیری کام میں حصہ لینا چاہتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر مسجد کی تعمیری کام میں کوئی کافر حصہ لینا چاہتا ہے اور اس کے لئے رقم دے تو اسے مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "اگر اس (کافر) نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمان کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحۃ کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوا دو مسلمان نے ایسا ہی کیا تو وہ مسجد ضرور مسجد ہوگئی اور اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔ "لانہ انما یکون اذناً للمسلم بشراء الآلات للمسجد بمالہ." (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۹۶)

لیکن اگر کافر سے چندہ لینے کے سبب اس بات کا اندیشہ ہو کہ مسلمانوں کو بھی مندر کی تعمیر، رام لیلا، گنپتی اور ان کے دوسرے مذہبی پروگراموں میں چندہ دینا پڑیگا۔ یا کافر کی تعظیم کرنی پڑے گی۔ تو ایسی صورت میں کسی بھی کام کے لئے ان سے چندہ

لینا جائز نہیں۔ لیکن چندہ ان سے بہر حال ہرگز نہ مانگے۔ حکم مذکور اس صورت میں ہے جب کہ وہ خود دے۔ حدیث شریف میں ہے:" انا لانستعین بمشرك." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۲رشوال المکرم ۲۰ھ

مسئلہ:- از: احمد مشیر قمر قادری، ہوسٹن، امریکہ

کیا فرماتے ہیں فقہائے احناف مسئلہ میں کہ امریکہ میں بعض جگہوں پر شاپنگ سینٹر میں ایک دوکان کی جگہ جو خالی ہوتی ہے کرایہ پر لے کر اس میں نماز اور دیگر دینی کام انجام دیتے ہیں۔ اس میں نماز پنجگانہ، جمعہ اور عیدین بھی ادا کرتے ہیں۔ مگر وہ کرایہ ہی کی جگہ ہوتی ہے۔ اگر کبھی اس جگہ کو چھوڑنا پڑا تو وہ پھر کسی بھی کام میں استعمال کی جا سکتی ہے۔ اچھے اور جائز مقاصد میں بھی اور غلط و ناجائز مقاصد میں بھی۔ کچھ لوگ ایسی جگہوں کو عبادت خانہ کہتے ہیں کچھ لوگ اس کو مسجد بھی کہتے ہیں۔ اب امر مستفسر یہ ہے کہ:

(۱) کیا ایسی جگہ کو مسجد کہا جا سکتا ہے اور اس کا احترام بالکل مسجد ہی کی طرح کیا جائے؟ نیز کیا اس میں نماز کا ثواب مسجد میں نماز پڑھنے کے برابر ہوگا؟

(۲) حالت جنابت میں کیا اس جگہ جانا اسی طرح قبیح ہے جس طرح مسجد میں؟

(۳) اس میں اعتکاف کرنے سے کیا اعتکاف ہو جائے گا؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر ہو جائے گا تو کیا مسجد جو وقف کی ہو اس کے حکم کے مثل اس کا حکم ہوگا؟

(۴) اگر کوئی شخص اس جگہ پر اعتکاف کرائے اور لوگوں کو اس کی طرف راغب کرے تا کہ لوگ زیادہ سے زیادہ اعتکاف میں بیٹھیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۵) جب کہ اس کے قریب اور مضافات میں مسجد جو حقیقۃً مسجد ہے موجود ہے۔ تو اس میں اعتکاف نہ کر کے مذکورہ بالا صفات کی حامل جگہ پر اعتکاف کرنے والے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) گھر کا وہ کمرہ جو نماز و دیگر عبادات کے لئے مخصوص کر دیا جاتا ہے فقہائے کرام اسے مسجد سے تعبیر کرتے ہیں اگر چہ وہ حقیقۃً مسجد نہیں اور نہ ہی اس کا حکم مسجد جیسا ہے۔ مگر مجازاً اس پر مسجد کا اطلاق ہے۔ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۱۶۹ میں ہے:"البول فوق بیت فیه مسجد ای مکان اعد للصلاۃ و جعل له محراب و انما قلنا هذا لانه لم یعط له حکم المسجد. "لہذا مذکورہ جگہ کو مسجد تو کہا جا سکتا ہے لیکن جب وہ حقیقت میں مسجد نہیں اور نہ ہی اس کا حکم مسجد جیسا ہے۔ تو اس کا احترام بھی بالکل مسجد ہی کی طرح کرنا ضروری نہیں۔ اور نہ ہی اس میں نماز کا ثواب مسجد میں نماز پڑھنے کے برابر ہوگا۔ و اللّٰہ

تعالیٰ اعلم.

(۲) جب اس کا حکم مسجد جیسا نہیں ہے تو جنابت کی حالت میں وہاں جانا بھی مسجد میں جانے کی طرح قبیح نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) اس میں اعتکاف کرنے سے اعتکاف بھی نہیں ہوگا کہ اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا شرط ہے۔ فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۱۱ پر شرائط اعتکاف کے بیان میں ہے: "منها مسجد الجماعة." اور بدائع الصنائع جلد دوم باب الاعتکاف صفحہ ۱۰۸ پر ہے: " هذه العبادة لا تؤدى الا فى المسجد. اھ" پھر صفحہ ۱۱۲ پر ہے: " اما الذى يرجع الى المعتكف فيه فالمسجد و انه شرط فى نوعى الاعتكاف الواجب و التطوع. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۵،۴) جب کہ وہ جگہ مسجد نہیں تو اس میں اعتکاف کرنے سے اس کا ثواب نہیں ملے گا۔ لہٰذا اس میں اعتکاف کرنے کے لئے لوگوں کو راغب کرنا بے سود ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۱ر ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: سمیع اللہ مشاہدی، موضع قاضی پور، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نئی مسجد بنانے کے لئے ایک شخص نے زمین دی۔ اس زمین پر ایک در بن کر تیار ہو گیا دوسرے در کی دیواریں کھڑی ہو گئیں۔ اس کے بعد جو زمین بچی ہے۔ نہ وہ نماز پڑھنے کے لئے ابھی تک متعین ہوئی اور نہ ابھی تک اس پر نماز پڑھی گئی۔ اس کے پورب اتر کون پر نل ہے۔ اور پورب ودکھن کون پر کمرہ ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسجد کی زمین کے ان حصوں پر نل و کمرہ جو بنایا گیا ہے ان کو باقی رکھا جائے یا کمرہ توڑ دیا جائے اور نل اکھڑوا دیا جائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ مسجد بنانے کے لئے زمین دینے سے کل زمین مسجد نہیں ہو جاتی اسی لئے اس زمین کے بعض حصے پر وضو گاہ اور استنجا خانہ وغیرہ ضروریات مسجد کی چیزیں بنانا بھی جائز ہے۔ اور نل و امام کا کمرہ بھی مسجد کی ضروریات سے ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں مسجد کے لئے دی گئی زمین کا وہ حصہ جو ابھی نماز پڑھنے کے لئے متعین نہیں ہوا تھا اس پر نل گاڑنا اور امام کے لئے کمرہ بنانا جائز ہے بلکہ قبل تمام مسجدیت مسجد کی چھت پر بھی امام کے لئے کمرہ بنا سکتا ہے۔ فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۹۱ میں ہے: " ان المسجد انما يصير مسجدا بجعله فاذا بنى فوقه او تحته بيتا او سر دابا لمصالحه لم يجعل هذا القدر مسجدا بخلاف ما اذا تمت المسجديت و لم يجعل تحته و لا فوقه شيئا فقد صار مسجدا فى جانبيه الى منقطع الجهتين. اھ ملخصاً" اور بہار شریعت حصہ دہم صفحہ ۸۲ میں ہے: "مسجد کی چھت پر امام کیلئے بالاخانہ بنانا چاہتا

ہے اگر قبل تمام مسجدیت ہوتو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا۔ اھ" اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع. اھ" (درمختار جلد سوم صفحہ ۴۰۶) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۵ر شعبان المعظم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: شبیر حسین برکاتی، مدرسہ تعلیم القرآن اہل سنت، کانپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ گورنمنٹ جو کالونیاں بنوا کر مزدوروں کے نام الارٹ کرتی ہے جوان کے قبضہ میں ہمیشہ کے لئے ہوجاتی ہے۔ زید اپنے نام کی الارٹ شدہ ایک عمارت مدرسہ کے لئے وقف کیا [illegible] قائم ہوگیا۔ نیز اسی عمارت میں کچھ مسجد کی شکل دے کر پنجگانہ نماز اور جمعہ وعیدین ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین وغیرہ کی ادائیگی جائز ہے یا نہیں یا نماز کا اعادہ ہے؟ شریعت کی روشنی میں تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں مذکورہ زمین پر نماز کی ادائیگی جائز ہے اس لئے کہ مسلمان کے لئے پوری روئے زمین مسجد ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "الارض کلها مسجد." یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام روئے زمین مسجد ہے۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۷)

لیکن نماز جمعہ وعیدین قائم کرنے کے لئے سلطان اسلام یا اس کے نائب کی اجازت ضروری ہے۔ مگر اس زمانہ میں جب کہ یہاں نہ حاکم اسلام ہے اور نہ اس کے مقرر کردہ قاضی تو سنی صحیح العقیدہ اعلم علمائے بلد جو مرجع فتاویٰ ہو وہ احکام شرعیہ جاری کرنے میں سلطان اسلام اور قاضی کے قائم مقام ہے۔ حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور مؤکلة الی العلماء و یلزم الامة الرجوع الیهم و یصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم. اھ" (حدیقہ ندیہ جلد اول صفحہ ۲۴۰ بحوالۂ فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۲۸۷)

لہٰذا شہر کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین جو مرجع فتاویٰ ہو اس کی اجازت سے نماز جمعہ وعیدین کی ادائیگی جائز ہے۔ بغیر اس کی اجازت کے ہرگز جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "نماز حکم شرعی ہے احکام شرع کے مطابق ہی ہوسکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کرلیا۔ حکم شرعی یہ ہے کہ اقامت جمعہ کیلئے سلطان اسلام یا اس کا نائب یا اس کا ماذون شرط ہے۔ اور جہاں سلطان اسلام نہ ہو عالم دین فقیہ معتمد اعلم علمائے بلد کے اذن سے امام جمعہ وعیدین مقرر ہوسکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو بمجبوری جسے وہاں کے عامۂ مسلمین انتخاب کرلیں وہ امامت جمعہ یا عیدین

کرسکتا ہے۔ ہر شخص کو اختیار نہیں کہ بطور خود یا ایک دو یا دس بیس یا سو پچاس کے کہے سے امام جمعہ یا عیدین بن جائے۔ ایسا شخص اگر چہ اس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق و فجور نہ ہو جب بھی امامت جمعہ و عیدین نہیں کرسکتا اگر کرے گا نماز اس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ ان تین طریقوں میں سے ایک وجہ کا امام یہاں شرط صحت نماز تھا جب شرط مفقود مشروط مفقود۔ اھ'' (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۷۵) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۲/ربیع الغوث ۱۹ھ

مسئلہ:۔ از: محمد عیسیٰ نظامی، مقام وڈا کخانہ صالح پور، سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے تعمیر مسجد کے لئے زمین دی جس پر عرصہ دراز سے مسجد بنی ہوئی تھی بکر نے بھی اس کے بغل میں مسجد کو زمین دی جو اس کے گھیرے میں تھی۔ چونکہ مسجد بوسیدہ ہو چکی ہے اس لئے توسیع کے ساتھ دونوں کی دی ہوئی زمینوں پر رضا مسجد کے نام سے بنانے کا پروگرام ہوا۔ نقشہ میں رضا مسجد لکھوا کر ایک صاحب خیر کو دکھایا گیا تو انہوں نے دو لاکھ روپیہ دے دیا۔ اب زید کے وارثین کہتے ہیں کہ زید کے نام مسجد بنے گی ورنہ ہم بننے نہیں دیں گے۔ اس پر بکر کے ورثہ کہتے ہیں کہ اگر زید کے نام سے مسجد بنے گی تو اس میں بکر کا بھی نام رہے گا۔ تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجد مذکور کے لئے زمین اگر زید و بکر نے دی ہے تو ان کے ورثا اتنا تو مطالبہ کرسکتے ہیں کہ اس کی دیوار پر کہیں لکھوا دیا جائے کہ یہ مسجد زید و بکر کی موقوفہ زمین پر تعمیر ہے۔ لیکن زید کے وارثین کا یہ مطالبہ سراسر غلط ہے کہ زید کے نام سے مسجد بنے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ اس کے وارثوں کے روپیوں سے نہیں تعمیر ہوگی بلکہ اسے دوسرا مسلمان بنوا رہا ہے۔ اور یہ کہنا مسجد کے ساتھ ظلم و زیادتی ہے کہ زید کے نام پر مسجد بنے گی ورنہ ہم نہیں بننے دیں گے۔

لہٰذا اگر وہ مسجد کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے سے باز نہ آئیں اور اس کی تعمیر میں رکاوٹ پیدا کریں تو ایسے ظالموں و جفا کاروں کا سارے مسلمان سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." یعنی اور جو کہیں تمہیں شیطان بھلائے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (پ ۷ ع ۱۴) اور اس کا فرمان ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." یعنی اور ظالموں کی طرف نہ مائل ہو کہ تمہیں (جہنم کی) آگ چھوئے گی۔ (پ ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳)

اور اس لئے بھی ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کریں کہ تعمیر مسجد ایمان کی دلیل ہے اور اس میں رکاوٹ ڈالنا کفر کی نشانیوں میں سے ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ." یعنی اللہ کی مسجدوں کو صرف

وہی تعمیر کرتا ہے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔(پ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۱۸) اگر مسلمان ایسے ظالموں کا بائیکاٹ نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "كَانُوْا لَايَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَاكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ." (پ۶ سورۂ مائدہ، آیت ۷۹) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۵؍رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد عمر، بیر پور، تھر ابازار، بلرام پور

زید کے والد بکر نے اپنی کچھ زمین بنام مسجد وقف کردی اور اس پر مسجد کی بنیاد بھی رکھ دی گئی اور اذان و جماعت بھی ہوئی۔ بعدہ زید نے یہ کہہ کر مذکورہ زمین پر اپنے مکان کی بنیاد رکھدی کہ یہ زمین میری ملک ہے نہ کہ میرے باپ کی لہذا زید اور اسے حق بجانب کہنے والوں پر حکم شرع کیا عائد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کے والد بکر نے اگر واقعی اپنی زمین مسجد کے نام سے وقف کردی جس پر مسجد کی بنیاد رکھی گئی اور اذان و جماعت بھی ہوئی تو وہ مسجد ہوگئی۔ درمختار جلد سوم صفحہ ۴۰۴ میں ہے: "ویزول ملكه عن المسجد و المصلى بقوله جعلته مسجدا." اب زید کا یہ کہنا کہ یہ زمین میری ہے بظاہر غلط ہے کہ اگر وہ زمین زید کی ملک ہوتی تو مسجد کی بنیاد رکھی جاتے اور اذان و جماعت کے وقت ہی مزاحمت کرتا۔

لہذا زید پر لازم ہے کہ وہ مسجد سے اپنا قبضہ ہٹالے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اور اسے حق بجانب کہنے والے حکم شرع کو جانیں اور اپنی دھاندلی سے باز آجائیں۔ واللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: ابرار احمد امجدی برکاتی

۵؍رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:- از: حاجی محمد فاروق، متولی مدینہ مسجد، کوربا

حضرت اقدس مفتی صاحب قبلہ برکاتہم القدسیہ　　　سلام مسنون.

مزاج وہاج؟

ایک اہم مسئلہ پیش خدمت ہے جس سے شہر میں کافی انتشار ہے براہ کرم بہت جلد جواب عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چار کمروں پر مشتمل ایک ہال ہے۔ اس زمین پر جس غیر مسلم کا قبضہ تھا اس نے اس وقت کے متولی مسجد کمیٹی کو مدرسہ کے لئے دیدیا تھا ۱۹۷۷ء سے شہر کی انتظامیہ (نگر نگم ساڑا) کے رجسٹر

میں بھی مدینہ مسجد کمیٹی کا قبضہ درج ہے اور یہ بھی درج ہے کہ موجود کرایہ دار، کرایہ دار ہیں۔ انہیں کمروں میں سے ایک کمرہ میں کبھی امام صاحب رہتے تھے دوسرے ایک بڑے کمرہ میں مدرسہ لگتا تھا ایک کمرہ کرایہ پر بھی دیا گیا۔ چوتھا نمبر کمرہ مؤذن صاحب کو رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔

مسجد کمیٹی نے اس جگہ پر مسافر خانہ بنانے کا پلان بہت پہلے ہی بنالیا تھا جیسا کہ دشواری حلقہ نمبر ۹ نے اپنی تحریر سے ظاہر بھی کیا ہے کہ ۹۶۲ والی زمین جس پر مسافر خانہ بنا ہوا ہے اور اسی کے لئے متعین ہے اور آج یہ صورت حال ہے کہ کمرہ نمبر ۱ پر زید کا قبضہ ہے کمرہ نمبر ۲ پر بکر کا قبضہ ہے کمرہ ۳ کے کرایہ دار نے کمرہ کو کمیٹی کے سپرد کردیا ہے کمرہ ۴ چونکہ مؤذن صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اس میں ان کی بیوہ ہندہ رہتی ہیں۔ جماعت کے پاس اتنا پیسہ نہیں تھا کہ اس مسافر خانہ کو توڑ کر جو بوسیدہ حالت میں ہے کوئی شاندار عمارت بناتی مگر جب دھیرے دھیرے کچھ پیسہ اکٹھا ہوا تو کمیٹی نے سوچا کہ اس زمین پر جماعت خانہ بنوایا جائے۔

• مندرجہ بالا دو کرایہ دار برابر کرایہ دیتے رہے کئی سالوں تک انہوں نے کرایہ دیا مگر اچانک ان لوگوں نے کرایہ دینا بند کردیا۔ کمیٹی بہت دنوں تک خاموش رہی شاید یہ لوگ کسی مجبوری کی وجہ سے کرایہ نہیں دے پار ہے ہیں مگر جب رابطہ قائم کیا گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ اب ہم خود مالک ہوگئے ہیں پندرہ سالوں سے ہم رہ رہے ہیں ہم نے اپنے نام پر پٹہ مالکانہ حق بنوالیا ہے سرکاری دفتر سے معلوم کیا گیا تو پتہ چلا کہ یہ کرایہ دار پٹواری سے مل کر پیسہ کھلا کر اپنے نام سے پٹہ بنوالیا ہے مگر جو پٹہ ملا ہے اس کا نمبر ۹۶۳/۲ ہے جبکہ نمبر ۹۶۲ ہے سختی کیا گیا کہ آپ خالی کردیں مگر ان لوگوں پر آج تک کوئی اثر نہ ہوا بلکہ کرایہ دار نمبر (۱) زید نے روزنامہ اخبار میں ایک سنسنی خیز خبر شائع کروادی کہ جماعت کے لوگ مندر اور اس سے متصل کمروں کو بم سے اڑانے کی دھمکی دے رہے ہیں شہر میں اس کا بڑا زبردست اثر ہوا۔ روزنامہ اخبار میں جو مضمون زید کی دستخط سے جاری ہوا ہے کہ جس میں لکھا تھا کہ جماعت کے لوگ مندر (انہیں کمروں سے متصل ایک مندر ہے) اور کمروں کو بم سے اڑانے کی دھمکی دے رہے ہیں جبکہ ہم اس مندر کی شرکچھا (حفاظت) کرتے آرہے ہیں۔ (معاذ اللہ) دو روز کے بعد جماعت کی میٹنگ ہوئی زید کو جماعت سے برطرف کردیا گیا چار اور لوگ جو زید کے ساتھ کھاتے پیتے تھے ساتھ بیٹھتے تھے ان چاروں کو بھی اس کی پاداش میں برطرف کردیا گیا۔ سلام وکلام بند کردیا گیا۔ زید کے ساتھ ساتھ یہ لوگ گھومتے تھے چائے نوشی کرتے تھے بلکہ شہر کے مین بس اسٹنڈ میں ٹنٹ لگوا کر عورتوں کو بے پردہ ساتھ رکھ کر غیروں کو سنا سنا کر جماعت کو برا بھلا کہا گیا بلکہ کمیونسٹ پارٹی کے ایک لیڈر کے سامنے یہ کہتے ہوئے بھی شرم نہیں آئی کہ دیکھئے صاحب ہم لوگ مندر کی شرکچھا (حفاظت) کی بات کرتے ہیں تو جماعت والوں نے ہمیں بائیکاٹ کردیا ہے۔ بالآخر جب ان لوگوں کو چاروں طرف سے لعنت وملامت کیا جانے لگا۔ عوام وخواص نے ہر طرح کا احساس دلایا تو عمرو کے دستخط سے ایک مضمون تقریباً ڈیڑھ ماہ کے بعد مدینہ مسجد کے امام صاحب کے نام ایک پرچہ لکھ کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی کہ

میرا زید سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر سوال یہ کہ جتنے دن زید کے ساتھ رہے کھاتے پیتے رہے ظاہراً تو یہی کہا جائے گا کہ عمرو اور اس کے دوساتھی کفر پر راضی رہے اور مدرسہ کے ایک ذمہ دار عالم کو بلوایا گیا۔ عمرو نے ان کے سامنے بھی اپنی برائت کا اظہار کیا رجوع کیا۔ کیا از روئے شرع عمرو کا اتنا کر لینا کافی ہے۔ علی الاعلان توبہ تجدید نکاح وتجدید ایمان کی ضرورت نہیں جب کہ عمرو کو عالم ہونے کا دعویٰ بھی ہے کبھی کبھی کہیں کہیں نماز بھی پڑھا دیتا ہے۔ پڑھی ہوئی نمازوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا لوگوں کے ساتھ جماعت کیسا برتاؤ کرے کیا کرے؟ نیز جماعت نے اگر کفریہ جملہ نیز کفر کا ساتھ دینے والوں کے لئے یہ کیا کہ مسجدوں میں اعلان کر کے جماعت سے برطرف کر دیا تاوقتیکہ علانیہ توبہ وتجدید نکاح وتجدید ایمان اور کمروں کو خالی نہ کردیں۔ کیا جماعت کا ایسا کرنا از روئے شرع جائز ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل اور مفصل جواب عنایت فرما کر کرم فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- سوال میں یہ نہیں ظاہر کیا گیا کہ زمین مذکور جس پر غیر مسلم کا قبضہ تھا وہ کس کی ملکیت تھی اگر وہ کسی شخص خاص کی ملکیت تھی تو غیر مسلم کے دینے سے مدرسہ کی ملکیت نہ ہوئی اور اگر وہ حکومت کی زمین تھی تو متولی مسجد نے جب غیر مسلم سے لے کر اسے مدرسہ کی ملکیت قرار دیدیا تو وہ مال وقف ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''مال وقف مثل مال یتیم ہے جس کی نسبت (اللہ تعالیٰ کا) ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے۔ اور عنقریب جہنم میں جائے گا۔'' جیسا کہ پ۴ ع۱۲ میں ہے: "اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ." (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۷۵) لہذا اس صورت میں زید اور بکر وغیرہ مدرسہ کے موقوفہ کمروں پر ناجائز غاصبانہ قبضہ کرنے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں ان پر لازم ہے کہ فوراً اپنا قبضہ ہٹا کے کمیٹی کے حوالے کر دیں اور جتنا کرایہ ان کے ذمہ باقی ہے وہ بھی ادا کریں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔

کفریہ جملہ کیا ہے یہ بھی سوال میں ظاہر نہیں کیا گیا بہر حال جس نے اخبار میں جھوٹی خبر شائع کر کے ہندو مسلم فساد برپا کرنے کی کوشش کی وہ مسلمانوں کے مجمع میں علانیہ توبہ واستغفار کرنے کے ساتھ تجدید ایمان ونکاح بھی کرے مدرسہ کا کمرہ خالی کرے اور جس اخبار میں اس نے جھوٹی خبر شائع کی تھی اسی میں یہ اعلان کرے کہ فلاں تاریخ کو جو ہم نے مندر اور اس سے متصل کمروں کو بم سے اڑانے کی خبر چھپوائی تھی وہ غلط ہے۔ میں تمام مسلمانوں سے اسی اخبار کے ذریعہ معافی مانگتا ہوں۔ اگر وہ یہ ساری باتیں نہ کرے تو مسلمان سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ: " وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پ۷ ع۱۴)

اور عمرو وغیرہ جن لوگوں نے زید کا ساتھ دیا وہ لوگ بھی علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ دو ایک آدمیوں کے سامنے براءت کا

اظہار کافی نہیں تاوقتیکہ وہ علانیہ توبہ استغفار نہ کریں۔ان لوگوں کا بھی بائیکاٹ رکھیں۔حدیث شریف میں: "توبة السر بالسر و العلانية بالعلانية." یعنی پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ طور پر ہونا اور کھلم کھلا گناہ کی توبہ علانیہ ہونا ضروری ہے۔جماعت (کمیٹی) کا مسجد میں اعلان کر کے ان لوگوں کو برطرف کرنا بالکل درست ہے۔اور تمام مسلمان اس وقت تک مکمل سماجی بائیکاٹ رکھیں جب تک کہ وہ لوگ حکم شرعی پر عمل درآمد نہ کردیں۔و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۸/صفر المظفر ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میرگنج، ضلع جونپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جو بہت بلندی پر بنی ہوئی ہے متولی اور اہل محلہ اس کے صحن کے نیچے دوکانیں بنانا چاہتے ہیں تاکہ مسجد کی مستقل آمدنی ہو جائے اور دوکانوں کی چھت پھر حسب سابق مسجد کا صحن ہو جائے گی تو اس طرح مسجد کے صحن کے نیچے دوکانیں بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صحن مسجد یعنی مسجد کا وہ حصہ جس میں عمارت نہیں ہے جسے مسجد صیفی کہتے ہیں۔وہ بھی تحت الثریٰ سے عرش تک مسجد ہی کے حکم میں ہے اس کے نیچے دوکانیں بنانے کی اجازت نہیں ہے نہ اس میں ایسا کام کر سکتے ہیں جو احترام مسجد کے خلاف ہو۔فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۱۴۴ میں عالمگیری سے ہے: "قيم المسجد لا يجوز له ان يبني حوانيت في حد المسجد و فنائه لان المجسد اذا جعل حانوتاً مسكنا تسقط حرمته و هذا لا يجوز اه."

ہاں اگر صحن مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جو فرش مسجد کی بعد جوتے وغیرہ اتارنے کے لئے ہیں یا بیکار پڑی ہے اور اس غرض سے ہے کہ اگر کبھی مسجد بڑھانے کی ضرورت ہو یا غسل خانہ وغیرہ ضروریات مسجد کیلئے کام میں لائی جائے گی تو اس کے نیچے دوکانیں بنانا جائز ہے کہ یہ حقیقۃً مسجد نہیں ہے بلکہ وہ ایسی ہی اغراض کے لئے ہے۔درمختار جلد سوم صفحہ ۴۰۶ میں ہے: "لو بنى فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۲/ذوالحجہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: وائی خاں، یس دواخانہ، جلال پور، امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اوپر مدرسہ بنانا یا مدرسہ کے اوپر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- وقف کرنے والے کا قبل تمام مسجدیت اس کے اوپر مدرسہ بنانا جائز ہے جس طرح قبل تمام مسجدیت امام

کے لئے اس پر بالا خانہ بنانا جائز ہے۔ البتہ بعد تمام مسجدیت اس کے اوپر مدرسہ بنانا جائز نہیں۔ درمختار جلد سوم صفحہ ۴۰۶ میں ہے: "لو بنی فوقه بیتا للامام لایضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع." اسی طرح مدرسہ کے اوپر مسجد بنانا جائز نہیں ہے کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی ہے دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا حرام ہے کہ شرعاً وقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہے۔ درمختار جلد سوم صفحہ ۴۵۶ میں ہے: "شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل به." البتہ مسجد بیت کی طرح مدرسہ پر مسجد بنانا جائز ہے۔ اور اگر شخصی مدرسہ ہو تو اس صورت میں بھی اس پر مسجد بنا سکتے ہیں مگر اس کے نچلے حصے کو مسجد کی ملکیت قرار دینا ہوگا اور ہر مہینہ ایک معقول رقم بطور کرایہ مدرسہ کی جانب سے مسجد کو دینا ہوگا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی ؔ کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۴ر ذوالقعدہ ۱۷ھ

مسئلہ: - از: صغیر احمد خاں برکاتی، رانی تلیہ، چھترپور، ایم پی

(۱) کافر کے دیئے ہوئے مصلے پر نماز پڑھنا اور اس کے دیئے ہوئے پیسے کو مسجد کے لئے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بابا صاحب کی مزار کے نام پر گورنمنٹ نے زمین دی تو اس پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

الجواب: - کافر کے دیئے ہوئے پیسے کو مسجد میں لگانے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''مسجد میں لگانے کو روپیہ اگر اس طور پر دیتا ہے کہ مسجد یا مسلمانوں پر احسان رکھتا ہے یا اس کے سبب مسجد میں کوئی مداخلت رہے گی تو لینا جائز نہیں۔ اور اگر نیاز مندانہ طور پر پیش کرتا ہے تو حرج نہیں جبکہ اس کے عوض کوئی چیز کافر کی طرف سے خرید کر مسجد میں نہ لگائی جائے بلکہ مسلمان بطور خود خریدیں یا راہوں، مزدوروں کی اجرت میں دیں اور اس میں بھی اسلم وہی طریقہ ہے کہ کافر مسلمان کو ہبہ کر دے مسلمان اپنی طرف سے لگائے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۸۴) اور اسی جلد کے صفحہ ۳۹۶ پر تحریر فرماتے ہیں اگر اس نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمان کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحۃً کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوادو مسلمان نے ایسا ہی کیا تو وہ مسجد ضرور مسجد ہوگئی اور اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔ "لانه انما یکون اذنا للمسلم بشراء الآلات للمسجد بماله. اھ"

لہٰذا اگر کافر اپنے روپئے کو نیاز مندانہ دے یا مسلمان کو ہبہ کر دے تو اس سے مسجد بنانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور اسی طرح اگر اس نے مصلّی کو بھی نیاز مندانہ دیا یا مسلمان کو ہبہ کر کے اس کا مالک بنا دیا۔ تو گویا اس کی اجازت پائی گئی۔ لہٰذا اس مصلّی پر نماز پڑھنا جائز ہے: "فکان کالصلاۃ فی ارض الکافر باذنه بل اولیٰ. اھ" مگر ایسی چیزیں کافروں سے نہ طلب کی جائیں حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "انا لانستعین بمشرك." اور اگر کسی وقت گناہ کا

اندیشہ ہو تو قبول بھی نہ کیا جائے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) دیہات اور شہر کی وہ زمین جو کسی خاص آدمی کی ملک نہیں ہوتی اور حکام و پردھان اس میں بطور خود تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں قبرستان، مسجد، مدرسہ جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں وہ زمین حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:" عاد الارض للہ و رسولہ .اھ" ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۹ پر ہے۔ لہذا بابا صاحب کے نام پر جو گورنمنٹ نے زمین دی ہے اس پر مسجد بنانا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: رضی الدین احمد برکاتی

مسئلہ:- از: معین الدین، موضع مینہا

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین ملت اس مسئلہ میں کہ گرام سماج کی زمین تھی جس پر عرصہ ۲۵ سال معین الدین کا قبضہ چلا آرہا ہے معین الدین نے زمین اپنے نام کرا کر کے اس پر مکان تعمیر کرالیا بعد میں علی احمد و عتیق اللہ نے ایس۔ڈی۔ایم کو گھوس دے کر اس زمین کو پھر گرام سماج کرا کے اسی جگہ کو یعنی معین الدین کا مکان گرا کر انہیں کی بنیاد پر مسجد بنوا رہے ہیں۔ ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ گرام سماج کی زمین پر مسجد بنوانا جائز ہے اور اس پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جب کہ اس زمین کا مقدمہ دو عدالتوں میں چل رہا ہے۔ ایسی صورت میں وہاں مسجد بنوانا کیسا ہے؟ اس کا مفصل جواب حوالہ کے ساتھ دیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- حدیث شریف میں ہے:" من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ." یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۱۰) لہذا صورت مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ زمین معین الدین کی تھی جو مسلمان کو ایذا دے کر ظلم سے حاصل کی گئی ہے تو اس پر مسجد بنانا جائز نہیں اور نماز تو ساری دنیا کی زمین پر پڑھنا جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے:" جعلت لی الارض مسجدا." یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ساری روئے زمین میرے لئے مسجد بنا دی گئی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۹) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد حنیف قادری

۹؍رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:-

بچوں کو مسجد میں پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مسجد میں بچوں کو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ پڑھانا جائز ہے: (۱) تعلیم دینی ہو (۲) معلم سنی صحیح العقیدہ

ہو۔(۳)معلم بلا اجرت پڑھائے کہ اجرت لے کر پڑھانا کاردنیا ہے۔اور مسجد دنیوی کاموں کے لئے نہیں ہے۔(۴)نا سمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں۔(۵)جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ درحقیقت مسجد کا مقصد جماعت ہے۔(۶)شوروغل سے نماز میں خلل نہ ہو۔(۷)معلم یا متعلم کسی کے بیٹھنے سے قطع صف نہ ہو ان شرائط کے ساتھ کوئی مضائقہ نہیں۔

حدیث شریف میں ہے:" جنبوا مساجدکم صبیانکم و رفع اصواتکم." اور درمختار جلد اول صفحہ ۴۸۶ میں ہے:"یحرم ادخال صبیان و مجانین حیث غلب تنجیسھم والا فیکرہ. اھ" اور الغاز الفقہ صفحہ ۱۳۱ پر الاشباہ والنظائر سے ہے:" تکرہ الصناعة فیه من خیاطةاو کتابة باجر و تعلیم صبیان باجر لا بغیرہ." البتہ اگر بارش یا تیز دھوپ ہونے کی وجہ سے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو اور اس کے علاوہ کہیں جگہ نہ ہو تو مجبوراً مسجد میں اجرت لے کر بھی پڑھا سکتا ہے۔فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے:" الضرورات تبیح المحظورات." اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی المولیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:" و فی اقرار العیون جعل مسئلة المعلم کمسئلة الکاتب و الخیاط فان کان یعلم حسبة لاباس به و ان کان باجر یکرہ الا اذا وقع ضرورة. (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۶۰۶) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اظہار احمد نظامی

۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:-از: ماسٹر محمد رئیس، سسواری، مغل، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ گاؤں سماج کی زمین پر ایک مسجد کی بنیاد رکھی مسجد مکمل ہو چکی ہے لیکن صحن کی طرف بنیاد پڑی ہے۔موجودہ بنیاد کے اندر ہی وضوگاہ وغیرہ بنانے کا ارادہ تھا لیکن اب اس وضوگاہ کو ترک کر کے صحن کے دکھن جانب صحن کے باہر وضوگاہ بنانے کا ارادہ ہے۔صحن کے اندر جتنا حصہ وضوگاہ کے لئے متعین تھا اتنا کم کر دیا گیا صحن کے اتری جانب عام راستہ ہے جس طرف سے ٹرک وغیرہ آتا جاتا ہے ان کے آنے جانے کی وجہ سے صحن کی اتری جانب کی دیوار دو مرتبہ ٹھوکر لگنے سے ٹوٹ چکی ہے اس خدشہ کی وجہ سے اور راستہ کی تنگی کی وجہ سے مذکورہ حصہ کم کیا جا رہا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے یا جواز کی کوئی صورت ہو تو آگاہ فرمائیں کرم ہوگا؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں گاؤں سماج کی جتنی زمین پر مسلمانوں نے مسجد کے لئے بنیاد بھری اتنی زمین وقف کے حکم میں ہو کر فنائے مسجد ہو گئی۔لہذا اس کا کچھ حصہ راستہ کے لئے چھوڑنا سخت ناجائز و حرام ہے۔سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:"فنائے مسجد کی حرمت مثل مسجد ہے۔"(فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۲۱)اور فتاویٰ عالمگیری مع

خانیہ جلد دوم صفحہ ۴۲۶ میں ہے: " الفناء تبع المسجد فیکون حکمه حکم المسجد کذا فی المحیط السرخسی." واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی
۲۵ / جمادی الآخرہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: اہل ملہنی بازار، جونپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ آبادی کی زمین تھی تو زید بکر، عمرو اور خالد نے اس زمین کی قیمت رضامندی سے مسجد میں دے کر اس زمین کو حاصل کرلیا ہے۔ اب زید اور بکر تو اپنے حصے کی زمین پر قابض ہوگئے مگر عمرو نے خالد کے حصہ کی زمین پر بھی قبضہ کرلیا تو خالد کا کہنا ہے کہ چونکہ مجھے اس زمین میں سے کچھ نہیں ملا اس لئے جو قیمت میں نے اس زمین کے بدلے مسجد میں دیا ہے اس قیمت کا مسجد میں لگانا جائز نہ ہوگا تو کیا خالد کا روپیہ مسجد میں لگ چکا ہے وہ خالد کو واپس کیا جائے یا مسجد میں جو لگ گیا ہے اس کا لگنا جائز ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں عمرو پر واجب ہے کہ خالد کے حصہ کی زمین پر سے اپنا قبضہ ہٹالے کہ یہ ظلم صریح اور حق تلفی ہے جو سخت ناجائز وحرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: " وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ." اور حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: " من اخذ شبرا من الارض ظلما فانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین." یعنی جو بالشت بھر زمین ناحق دبالے گا قیامت کے دن اتنا حصہ زمین کے ساتوں طبقے توڑ کر ان کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۵۴) لہذا اگر عمرو خالد کی زمین واپس نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا سخت بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا: " وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ." (پ ۷ ع ۱۴) اور خالد نے جب کہ زمین کے بدلے مسجد کو روپیہ دیا تو وہ روپے مسجد کی ملک ہوگئے اور زمین مذکور خالد کی ملک ہوگئی اور جب اس نے اپنی زمین پر قبضہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ دوسرے نے قبضہ کرلیا تو یہ خالد کی غلطی ہے۔ لہذا جو رقم مسجد کی ملک ہوکر مسجد میں صرف ہوگئی وہ خالد کو واپس نہ ملے گی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی
۳۰ / صفر المظفر ۱۹ھ

مسئلہ:- از: شکیل احمد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:
مسجد کے صحن میں بالغ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے پردے کا معقول انتظام کرکے یا مسجد کے اوپر چھت بنا کر خارج مسجد سے

راستہ نکال کر کیا نسواں مدرسہ قائم کر سکتے ہیں؟ نیز مسجد کی رقم جو تعمیر مسجد کے لئے ہے کیا نسواں مدرسہ کی تعمیر میں لگ سکتی ہے؟ از روئے شرع مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب:- صحن مسجد مسجد ہے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''صحن مسجد یعنی مسجد کا وہ حصہ جس میں عمارت نہیں ہے جسے مسجد صیفی کہتے ہیں یہ مسجد ہی ہے۔'' (فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۱۲۵) اور آجکل پڑھانے والے عموماً اجرت لے کر ہی پڑھاتے ہیں جب کہ اجرت لے کر مسجد میں پڑھانا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اجرت پر تعلیم دینا دنیاوی کام ہے مسجد دنیاوی کام کے لئے نہیں ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ''اگر پڑھانے والا (مسجد میں) اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور زیادہ ناجائز ہے کہ اب کار دنیا ہوگیا اور دنیا کی بات کے لئے مسجد میں جانا حرام ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۴۶) اور مسجد کے اوپر مدرسہ قائم کرنا جائز نہیں۔ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۴۰۶ میں ہے: "لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع. اھ" اور مسجد کی رقم جو تعمیر مسجد کے لئے ہے مدرسہ کی تعمیر میں ہرگز نہیں لگ سکتی ہے کہ ایک مدرسہ کی آمدنی جب کہ دوسرے مدرسہ میں نہیں لگ سکتی تو مسجد کی آمدنی مدرسہ میں کیوں کر لگ سکتی ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۶۸ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
۲۶/ شوال المکرم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: چیئرمین انجمن اسلام کولہار، بیجاپور، کرناٹک

گورنمنٹ پانی کا ذخیرہ (DAME) تیار کر رہی ہے اس کے تحت پوری آبادی کے زیر آب ہونے کا یقین دلایا گیا ہے۔ جس میں پتھروں سے بنی ہوئی مسجد بھی ہے تو مسلمان اپنے ذاتی سامان منتقل کرنے کے ساتھ کیا مسجد کو شہید کرنے کے بعد اس کے سامان کو بھی منتقل کر کے اسے دوسری جگہ بنا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر پوری آبادی کے ساتھ مسجد کے بھی زیر آب ہونے کا یقین ہے تو اسے شہید کرنے کے بعد اس کے سامان کو منتقل کر کے دوسری جگہ مسجد بنا سکتے ہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۰۵ اور فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۱۴۹ میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
۹/ جمادی الآخرہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد اسلم رضوی، کیرتی، بیجاپور (کرناٹک)

ایک مسجد ہے جس کے پیچھے ایک مدرسہ بنا ہے اب کمیٹی نے مدرسہ کی آمدنی کے لئے اس کے پیچھے مسجد کی دیوار سے متصل

کرایہ کا ایک مکان تعمیر کیا ہے تو کیا وہ مکان کسی فیملی یعنی میاں، بیوی کو رہنے کے لئے دیا جاسکتا ہے اور یہ مکان کسی ہندو کو بھی دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مذکورہ مکان کسی بھی شخص کو رہنے کے لئے کرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ہندو یا کسی بدمذہب وہابی وغیرہ کو نہ دیا جائے بلکہ کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو دیا جائے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۹/ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ:- از: شیخ بشیر محمد ایڈوکیٹ سومناتھ پور، اڑیسہ

مسلم کمیونٹی سینٹر کے نام سے سرکاری روپیہ مسجد بنانے کے لئے خرچ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- گورنمنٹ کا پیسہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا تو اسے مسجد وغیرہ بنانے میں خرچ کرنا جائز ہے بشرطیکہ کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۶۰ پر ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۶/ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد ادریس وعبد الرؤف تنوا، گور بازار، بستی

مسجد کی بغل میں مدرسہ کے لئے کچھ زمین وقف کی گئی جس پر کچھ دن تعلیم بھی ہوئی۔ اب مدرسہ وہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دیا گیا ہے تو مسجد تنگ پڑ جانے کی وجہ سے اس زمین کو خرید کر یا بغیر خریدے مسجد میں شامل کرنا کیسا ہے؟ اور مسجد کے اتر جانب ایک چک روڈ ہے جس کا کچھ حصہ مسجد میں شامل کر لیا گیا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مدرسہ کی زمین کو مسجد میں شامل کرنا حرام و ناجائز ہے کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف ہو دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۹۰ پر ہے: "لا یجوز تغییر الوقف اھ." اور ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۳۸۸ میں ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ اھ."

لہٰذا مدرسہ کی زمین کو مسجد میں شامل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ البتہ جب مسجد بڑھانے کے لئے بغل میں اس کی اپنی کوئی زمین نہ ہو اور مدرسہ کو مذکورہ زمین کی ضرورت بھی نہ ہو اور نہ ہی اسے مسجد میں شامل کرنے سے مدرسہ کو کوئی نقصان ہو تو خرید کر مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''اگر مسجد تنگ ہوگئی ہے اور اس کے اپنے متعلقات کی زمینوں سے بڑھانے کی گنجائش نہیں تو اگر وہ زمین وقف صحیح شرعی نہیں یا اس کے لے لینے سے ضرر نہیں پہنچتا تو بقیمت لے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اھ ملخصاً'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۲۸) اور چک روڈ مسجد میں شامل کر لینے سے اگر بعد میں

فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲؍رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: مصلیان جامع مسجد دار العلوم اہل سنت، ناسک (مہاراشٹر)

جامع مسجد دار العلوم اہل سنت ناسک کی تحویل میں چار کروڑ روپے ہیں اور اس کی تعمیر و تزئین میں زیادہ سے زیادہ چالیس لاکھ روپے خرچ ہوں گے اس کے بعد مسجد کو رقم کی حاجت نہیں اس لئے کہ اس کی آمدنی کے ذرائع موجود ہیں۔ اور مذکورہ چار کروڑ رقم بینک میں جمع ہے، جس میں سے ہر سال پندرہ لاکھ کی رقم ٹیکس میں چلی جاتی ہے اگر یوں ہی چند سال کے لئے رقم بینک میں رہنے دیا جائے تو آہستہ آہستہ پوری رقم ٹیکس میں ختم ہو جائے گی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں مذکورہ رقم دیگر رفاہی کام میں صرف کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ مسجد کی رقم رفاہ عام میں خرچ کرنا حرام ہے۔ ہرگز جائز نہیں بلکہ ایک مسجد کی رقم دوسری مسجد میں بھی خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔ لیکن جبکہ مذکورہ مسجد کی رقم پندرہ لاکھ روپے سالانہ ٹیکس کے نام پر گورنمنٹ کے کھاتے میں چلی جارہی ہے تو اس صورت میں اس کی رقم دوسری مسجد میں لگانے کی اجازت ہے اس لئے کہ ساری مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ جیسا کہ اسی کا فرمان ہے: "ان المسجد للّٰہ." (پ ۲۹ سورۂ جن، آیت ۱۸) اور فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے: "الضرورات تبیح المحظورات." (الاشباہ والنظائر صفحہ ۴۹)

لہذا دار العلوم اہل سنت جامع مسجد ناسک کے ذمہ داران پر لازم ہے کہ ان کی لاپرواہی سے اب تک مسجد کی جتنی رقم گورنمنٹ کے کھاتے میں گئی اتنی رقم کو اپنی جیب سے دیں اور بینک میں جمع شدہ مسجد مذکور کی رقم نکال کر خود اس مسجد کو جتنی ضرورت ہو اس پر صرف کریں اور باقی رقم دوسری مسجدوں کو دیدیں۔ اسے رفاہ عام میں ہرگز نہ خرچ کریں۔ اور مسجد مذکور کی آمدنی زیادہ ہے تو اسے خرچ کرنے کے لئے کوئی اتنا بڑا مفتی اس مسجد کا امام معقول مشاہرہ پر مقرر کریں کہ شہر ناسک اور اس کے اطراف کے مسلمانوں کو کسی دوسری جگہ کے مفتی کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے بلکہ ملک کے مسلمان ناسک کے اس مفتی کی طرف رجوع کریں۔

کسی نااہل کو مفتی ہرگز نہ قرار دیں اور موجودہ امام کو نائب امام بنادیں تاکہ امام اول کی غیر موجودگی میں وہ نماز پڑھادیا کرے۔

اگر مسجد کی موجودہ انتظامیہ کمیٹی ایسا نہ کرے اور اس مسجد کی رقم دوسری مسجد میں خرچ کرنی پڑے یا کسی طرح اس کمیٹی سے مسجد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو مسلمانان ناسک پر لازم ہے کہ اس کمیٹی کو بدل دیں اور جو لوگ مسجد کو نقصان سے بچانے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اس کا انتظام ان کے سپرد کردیں۔ ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۵۴ پر درمختار سے ہے: "ینزع وجوبا و لو الواقف درر فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون." (یعنی اگر خود واقف کی طرف سے مال وقف پر کوئی

اندیشہ ہوتو واجب ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے۔اور وقف اس کے ہاتھ سے لے لیا جائے تو غیر واقف بدرجۂ اولیٰ۔ترجمہ از فتاوٰی رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۷۳) اور اسی کتاب اسی جلد کے صفحہ ۴۵۰ پر ہے:"مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی القدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ وہ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ "لَا یُصِیْبُہُمْ ظَمَأٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ اِلٰی قولہ تعالیٰ اِلَّا کُتِبَ لَہُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ." (پ۱۱ع۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۱۷/ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:-

ہمارے گاؤں میں ایک مشترکہ چرائی گاہ ہے جو کہ کافی عرصہ سے بے کار تھی اور غیر آباد تھی۔اب یہ چرنے کے قابل نہیں رہی۔مویشیوں کی چرنے کی لئے ہمارے گاؤں کے ساتھ لگے گھنے جنگل (پلانٹیشن) کے کئی کمپارٹمنٹ ہیں جن میں مویشی چرتے ہیں اس طرح جو بے کار چرائی گاہ تھی اس کا بیشتر حصہ جو کہ غیر آباد تھا گاؤں والوں نے مشترکہ طور پر آباد کیا اس سے سالانہ کچھ آمدنی حاصل ہوتی ہے اس کا ایک حصہ گاؤں میں موجود جامع مسجد اور ایک محلہ کی مسجد کے اخراجات میں صرف کیا جاتا ہے۔اور ایک حصہ مذکورہ اسکول میں صرف کیا جاتا ہے۔شریعت کی رو سے ایسا کرنا کیسا ہے جائز ہے؟

الجواب:- جب کہ وہ مشترکہ چرائی گاہ ہے اور مویشیوں کے لئے وقف نہیں ہے تو اگر سب لوگوں کی اجازت سے اس کی آمدنی مذکورہ مصارف میں صرف کرتے ہیں تو یہ جائز ہے۔و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری

مسئلہ:- از: عبدالخالق رضوی، درہ (اڑیسہ)

امام صاحب کا کمرہ مسجد سے تقریباً دوسو میٹر دور ہے اس کمرہ میں پنکھا نہ ہونے کی وجہ سے کچھ لوگوں نے بستی کے سردار کے حکم پر مسجد کا پنکھا اور الیکٹرک بورڈ نکال کر امام کے کمرہ میں لگا دیا کچھ دوسرے سے لوگوں نے کہا کہ یہ طریقہ غلط ہے مسجد کا کوئی سامان اپنے کام میں لگانا جائز نہیں امام صاحب اس وقت خاموش رہے اور لوگوں کو منع نہیں کیا تو ان سب کے لئے شریعت کا حکم کیا ہے؟

الجواب:- جب امام صاحب کا کمرہ مسجد سے اتنی دور ہے تو اس کمرہ میں مسجد کا پنکھا اور الیکٹرک بورڈ لگانا جائز نہیں بستی کے سردار نے اگر اس کا حکم دیا تو بہت برا کیا۔اور جن لوگوں نے کہا یہ طریقہ غلط ہے اور مسجد کا کوئی سامان اپنے کام میں لگانا جائز نہیں۔ان لوگوں نے بالکل صحیح کہا۔بیشک مسجد کا کوئی بھی سامان اپنے صرف میں لانا اور دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں کہ تغییر وقف ہے اور تغییر وقف جائز نہیں یہاں تک کہ ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں نہیں لگا سکتے ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث

بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''نہ مسجد کی کوئی چیز اپنے مصرف میں لائی جا سکتی ہے اور نہ کوئی تصرف کسی طرح حلال ہو سکے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۰) اور درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۴۹۰ پر ہے: "لا یجوز نقلہ و نقل مالہ الی مسجد آخر." اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۴۹۰ میں ہے: "لا یجوز تغییر الوقف." اور شامی جلد سوم صفحہ ۴۲۷ پر ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ اھ"

لہذا بستی کا سردار پنکھا کھول کر لائے اور امام صاحب پر واجب ہے کہ فوراً اس کمرہ سے پنکھا اور الیکٹرک بورڈ نکال کر مسجد میں لگا دیں۔ ورنہ سب سخت گنہگار ہوں گے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اویس القادری امجدی

مسئلہ:- از: عاشق علی، بڑری کلاں پوسٹ مدن پورہ، مہراج گنج

آبادی سے ایک کلومیٹر دور ایک مسجد تھی جو مسمار ہو گئی کیا اسے آباد کرنے کے لئے اس کی خالی زمین پر مدرسہ بنانا جائز ہے اگر نہیں تو پھر اسے آباد کرنے کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مسجد کی زمین پر مدرسہ ہرگز تعمیر نہیں کر سکتے کہ جو چیز جس غرض کے لئے وقف ہو دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا حرام و ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''مطلق مسجد کو مدرسہ میں شامل کر لیا جائے یہ حرام اور سخت حرام ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۸۱)

اور فتاویٰ عالمگیری خانیہ جلد دوم صفحہ ۴۹۰ میں ہے: "لایجوز تغییر الوقف." اور شامی جلد سوم صفحہ ۴۲۷ پر ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ."

لیکن مسجد کی وہ زمین جو خارج مسجد ہے اس پر مسجد کی طرف سے ایک عمارت بنادی جائے اور اس عمارت کو منتظمین مدرسہ کرائے پر لے لیں اور اس کرائے کی آمدنی مسجد کے کاموں پر صرف کریں۔ یا مدرسہ والے ہی اس زمین پر اپنی عمارت بنالیں اور صرف زمین کا کرایہ مسجد کو دیتے رہیں۔ اس طرح وہ مسجد آباد ہو جائے گی۔ فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۱۲۷ پر ہے: ''اگر وہ گوشہ داخل مسجد نہ ہو تو ضرورت مسجد کے لئے اسے دوکان بنانا جائز ہے۔'' و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۱۸/ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:-

کوئی ایسی جگہ ہو جہاں مسجد نہ ہو مگر جمعہ فرض ہو۔ مسلمان ایک کرایہ کا مکان لے کر اس مکان میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں زید کہتا ہے کہ اس مکان میں جماعت ہونہ ہو ایک آدمی کو پانچوں وقت اذان دینا سنت مؤکدہ ہے

ورنہ بھی لوگ گنہگار ہوں گے بکر کہتا ہے کہ یہ ایک کرایہ کا مکان ہے مسجد نہیں اور یہاں جماعت مستحبہ کے ساتھ نماز بھی نہیں ہوتی ایسی جگہ اذان دینا سنت مؤکدہ نہ ہوگا تو ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) مذکورہ بالا جگہ میں اذان کا حکم جیسا کہ بیرون مسجد دیا جاتا ہے تو کس طرح دیا جائے کیا ایسی جگہ اذان کے مسائل مسجد کے جیسے ہوں گے یا کمرے کے اندر بھی دے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بکر کا کہنا صحیح ہے بیشک جب وہ ایک کرایہ کا مکان ہے مسجد نہیں اور وہاں جماعت مستحبہ کے ساتھ نماز بھی نہیں ہوتی تو ایسی جگہ اذان دینا سنت مؤکدہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ جب فرض پنجگانہ و جمعہ جماعت مستحبہ کے ساتھ مسجد میں وقت پر ادا کئے جائیں تو ان کے لئے اذان سنت مؤکدہ ہے بلکہ اس کا حکم واجب کے مثل ہے یعنی اگر اذان نہ کہی تو سب لوگ گنہگار ہوں گے ایسا ہی بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۲۹ میں ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۵۳ پر ہے: "الاذان سنة الاداء المكتوبات بالجماعت و قيل انه واجب و الصحيح انه سنة مؤكدة.اھ" لیکن اگر اسی مکان میں کسی وقت کوئی بھی نماز پڑھے تو وہ بغیر اذان نماز نہ پڑھے۔ و الله تعالیٰ اعلم.

(۲) ایسی جگہ اذان کے مسائل مسجد ہی کے جیسے ہوں گے کہ اذان کا تعلق نماز سے ہے نہ کہ مسجد سے۔ لہٰذا اندر نہیں دے سکتے اور اذان ایک طرح کا خاص اعلان ہے تو باہر سے ہی دینا ضروری ہے۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

یکم ربیع الاول ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد کبیر خاں متھرا بازار، بلرام پور

زید نے مسجد بنوانے کے لئے بکر اور بقرعیدی سے دس بسوا زمین لی بقرعیدی نے اپنا حصہ پانچ بسوا زمین مسجد کے لئے وقف کردی اور بکر نے اپنے حصہ کی پانچ بسوا زمین کے بدلے زمین لی۔ زید کے کوئی لڑکا نہیں تھا تین لڑکیاں تھیں۔ زید نے اپنی کاشت کی زمین میں بکر کو پانچ بسوا زمین دیدی۔ بیع نامہ یا کوئی تحریر نہیں لکھی تھی چالیس سال بعد چک بندی میں زید نے بکر کو جو زمین دی تھی پھر زید کی زمین میں شامل ہوگئی۔ زید نے چکبندی کے بعد زمین دینے سے انکار کردیا۔ زید نے اپنی زمین اپنے داماد غفران خاں کو دیدی۔ زید اور غفران خاں کا انتقال ہوگیا غفران کا لڑکا طالب خاں اور وہ بکر ابھی زندہ ہیں آج تک بکر کو زمین نہیں ملی اور نہ اس زمین کا روپیہ ہی ملا، مسجد کو بنے تقریباً ستر سال ہوگئے ہیں اب مسجد توڑ کر نئے سرے سے بنوانا ہے ایسی صورت میں کیا کریں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید نے مسجد بنوانے کے لئے بکر اور بقرعیدی سے زمین لی اور بقرعیدی نے اپنے حصہ کی پانچ بسوا زمین مسجد کے لئے وقف کردی تو وہ زمین وقف ہوگئی۔ اور زید نے بکر کی پانچ بسوا زمین کے بدلے اپنی پانچ بسوا زمین بکر کو دیدی اور اس

نے اس زمین پر قبضہ بھی کرلیا تو یہ بیع بھی صحیح ہوگئی۔ بیع نامہ یا تحریر کوئی ضروری نہیں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ”رجسٹری نہ شرعاً ضروری نہ اسے تکمیل عقد میں اصلاً کچھ دخل بلکہ شرعاً تو صرف ایجاب و قبول کا نام بیع ہے اگرچہ بیعنامہ بھی نہ لکھا جائے۔“ (فتاوی رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۸)

اور اس دس بسوا زمین پر زید نے مسجد بنوادی تو بکر کی پانچ بسوا زمین بھی مسجد کے نام وقف ہوگئی وہ زمین قیامت تک کے لئے مسجد ہی رہے گی۔ فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ”بیشک مسجد کے لئے وقف ہونا ضروری ہے مگر اس کے لئے اتنا کافی ہے۔ (اس زمین پر) اس نے مسجد کے مثل عمارت بنوائی اور لوگوں کو نماز کے لئے اجازت دی اور نماز جماعت پڑھ لی گئی لفظ وقف زبان سے کہنے یا وقف نامہ تحریر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ (فتاوی امجدیہ جلد سوم صفحہ ۱۳۲) اور شامی جلد سوم صفحہ ۴۰۵ میں ہے: "اذا اذن با لصلاۃ فیہ قضی العرف بزوالہ عن ملکہ و مقتضی ھذا انہ لا یحتاج الی قولہ وقفت و نحوہ و ھو کذلك.اھ"

اور چکبندی کے بعد زید نے بکر کو زمین دینے سے انکار کردیا اور ساری زمین اپنے داماد غفران خاں کو دیدی تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار حق العبد میں گرفتار ہوا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَاتَـاكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ." یعنی آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ (پ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۸) اور حدیث شریف میں ہے: "من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیمۃ الی سبع ارضین." یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص دوسرے کی زمین کا کچھ حصہ ناحق دبالے تو اسے قیامت کے دن سات زمینوں کی (تہ) میں دھنسایا جائے گا۔ (بخاری شریف صفحہ ۳۳۲)

بکر کو چاہئے تھا کہ وہ اپنی زمین زید سے لکھالیتا اگر اس نے نہیں لکھایا پھر بھی زید کے لئے ضروری تھا کہ وہ بکر کی زمین چکبندی کے بعد بھی اسے دے دیتا۔ بہر حال اب غفران خاں کے لڑکے طالب خاں پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ زمین فوراً بکر کو دیدے یا وہ راضی ہو تو زمین کی قیمت ادا کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا سماجی بائیکاٹ کریں اس کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا سب چھوڑ دیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَاتَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳)

اگر مسلمان ایسے شخص کا بائیکاٹ نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "كَانُوْا لَايَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَاكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ." (پ۷ سورۂ مائدہ، آیت ۷۸) اور مسجد توڑ کر نئے سرے سے بنانے میں بکر کی سابقہ زمین اسے واپس نہیں کی جائے گی اس لئے کہ زید کے وقف کرنے کے سبب وہ مسجد کی ملک ہوگئی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۸؍شعبان المعظم ۲۰ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مسجد کی تعمیر ہورہی ہے تعمیر کے نام سے چندہ ہوتا ہے تو کیا مسجد کی تعمیر کے روپیہ سے امام اور مؤذن کو تنخواہ دے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- چندہ جس کام کے لئے کیا گیا ہے اس کے غیر میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: ''چندہ دینے والے جس مقصد کے لئے چندہ دیں اس مقصد میں وہ رقم صرف کی جاسکتی ہے دوسرے میں صرف کرنا جائز نہیں۔ اھ ملخصا'' (فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۴۲)

لہٰذا اگر خاص تعمیر مسجد کے لئے چندہ ہوا ہے تو اس چندہ کی رقم سے امام ومؤذن کو تنخواہ دینا جائز نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

۵/رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد رضا نوری

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں مسجد بن رہی ہے اس میں کچھ تعمیری کام ہوا ہے جس میں متولی صاحب بوہرے لوگوں سے مسجد کے نام پر چندہ لئے ہیں کیا ان کی رقم لگا سکتے ہیں؟ جب کہ وہ گستاخ رسول ہیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- بوہرے جو گستاخ رسول ہیں وہ کافر ومرتد ہیں مسجد کی تعمیر کے لئے ان سے چندہ لینا سخت ناجائز وحرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا." یعنی کافروں میں سے کسی کو نہ اپنا دوست بناؤ نہ مددگار۔ (پ۵ سورۂ نساء، آیت ۸۹) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''تفسیر ارشاد العقل السلیم علامہ ابوسعید عمادی وتفسیر فتوحات الٰہیہ میں ہے: " نهوا عن الاستعانة بهم فى الغزو و سائر الامور الدينية." یعنی مسلمان منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت (مددطلب) کریں۔ اھ ملخصا'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۵۲۸)

لہٰذا جس متولی نے بوہرے سے مسجد کی تعمیر کے نام پر چندہ لیا ہے وہ سخت گنہگار ہوا اس پر واجب ہے کہ توبہ استغفار کرے اور بوہرے کی رقم اسے واپس کردے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

۲۴/جمادی الآخرہ ۲۰ھ

(۱) بوہرے رافضی مرتد ہیں اور ہر مرتد کافر ہے بلکہ کافروں کی بدتر قسم (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۰۵)

مسئلہ:۔ از: محمد عاطف ابرار، دارالعلوم رضائے مصطفیٰ، اندرون قلعہ، (کرناٹک)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مسجد کی توسیع بائیں جانب کی جارہی ہے دائیں طرف گنجائش ہی نہیں ہے۔اب اس صورت میں کیا محراب ومنبر بدستور اپنے مقام پر رہوں گے یا جدید تعمیر کے وسط میں۔اور اگر وسط میں قرار پایا تو منبر اپنی قدیم جگہ برقرار رکھا جائے گا یا ختم کردیا جائے گا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ محراب حقیقۃً وسط مسجد کا نام ہے۔لہٰذا جدید تعمیر میں محراب صوری کو وسط میں کیا جائے کیوں کہ یہ محراب حقیقی کی علامت ہے۔قدیم مقام پر اسے باقی تو رکھ سکتے ہیں مگر اس کے سامنے امام کا کھڑا ہونا مکروہ اور خلاف سنت ہے کہ حدیث شریف میں امام کو وسط مسجد میں کھڑے ہونے کا حکم ہے۔جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:"توسطوا الامام." (مشکوٰۃ شریف ۹۹) اور منبر محراب حقیقی کی بغل میں ہوتا ہے۔اس لئے اس کو بھی اپنے مقام سے ہٹا کر محراب حقیقی کے قریب کیا جائے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:"امام کے لئے سنت متوارثہ کہ زمانۂ اقدس رسالت سے اب تک معہود ہے وسط مسجد میں قیام ہے کہ صف پوری ہوتو امام وسط صف میں ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی ومتوارث ہے۔محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا وسط دیوار قبلہ میں بنانا حادث ہے اسی محراب حقیقی کی علامت ہے۔یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اس کا اتباع نہ ہوگا بلکہ مراعات توسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت وانتفاء کراہت وامتثال ارشاد حدیث "توسطوا الامام" ہو۔" (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۱۲)

و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

۱۸ر ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مسجد میں مدرسہ کے جنریٹر سے روشنی پہنچانا اس سے اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اگر وہ جنریٹر مدرسہ کے لئے وقف ہے تو اس کی روشنی مسجد میں پہنچانا جائز نہیں۔اور اس سے اذان دینا بھی جائز نہیں کہ یہ وقف میں بیجا تصرف ہے جو حرام ہے۔اور اگر وہ اس لئے وقف ہو کہ مدرسہ میں کام آئے اور اسے یا اس کا پاور کرایہ پر سپلائی کیا جائے تو کرایہ لے کر اس کی روشنی مسجد میں پہنچانا اور اس سے اذان دینا دونوں جائز ہے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ:"فرش، دری، چٹائی یوہیں بتی بھی اگر اس سے مراد خالی شمع دان ہو اپنی ذات میں قابل اجارہ ہیں کرایہ

پر دینے کے لئے وقف ہوں تو متولی دے سکتا ہے۔اھ ملخصاً" (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے اس سے لگی ہوئی دکھن جانب ایک مسلمان کی زمین تھی جس پر وہ اپنے بیل وغیرہ باندھتا تھا کچھ لوگوں نے اسے سمجھایا کہ مسجد کی دیوار پر بیل کے پیشاب اور گوبر کا چھینٹا جاتا ہے تم یہ زمین مسجد میں دیدو۔ تو اس نے وہ زمین مسجد میں دیدی۔ کچھ دنوں بعد لوگوں نے اس زمین پر مدرسہ اسلامیہ بنالیا۔ جس پر کئی برسوں تک مدرسہ جاری رہا۔ اب مدرسہ والوں نے اس زمین کو چھوڑ کر دوسری جگہ مدرسہ بنالیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زمین مذکور کو مسجد میں شامل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جب شخص مذکور نے اپنی زمین مسجد میں وقف کردی تو وہ مسجد کی ہوگئی۔ اس میں مدرسہ بنانا جائز نہ تھا کہ وہ وقف کا بدلنا ہے اور وقف کا بدلنا جائز نہیں۔ ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۳۸۸ پر ہے:" ان الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ .اھ" اس پر مدرسہ بنانے والے گنہگار ہوئے توبہ کریں۔ مسجد تنگ ہو تو زمین دینے والے نے خواہ کسی نیت سے وہ زمین دی ہو اسے مسجد میں شامل کرسکتے ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

مسئلہ:- از: محمد ادریس قادری، راجگھاٹ، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ جامعہ عزیز العلوم کے صدر مدرس نے جامعہ کے صدر اعلیٰ کی وساطت سے جامعہ کے نام مسجد سے بطور قرض پانچ ہزار روپئے لیا۔ مذکورہ رقم صدر مدرس نے اپنی ضرورتوں میں خرچ کرڈالا اور اب تک مسجد کی وہ رقم ادا نہیں کیا۔ درمیان میں اختلاف کی وجہ سے بغیر حساب وکتاب کئے صدر مدرس چلے گئے اب ملنے کی قطعی امید نہیں۔ اب مسجد کی مذکورہ رقم کا ادا کرنا کس پر لازم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مسجد کی رقم کو قرض دینا جائز نہیں۔ جس نے قرض دیا ہے وہ توبہ کرے اور مذکورہ رقم مسجد کو ادا کرے۔ فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۵۰۹ پر ہے:"ان الاقراض تبرع و التبرع اتلاف فی الحال و الناظر للنظر لا للاتلاف. اھ" اگر وہ ادا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:" وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. "(پ ۷ ع ۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

۱۵ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ:

میں کرایہ دار ہوں کئی مدت سے اور میرے مکان کے بازو میں سیمنٹ کی دوکان ہے وہ بھی کرایہ دار ہیں اور مالک مکان نے ہم دونوں کو یہ مکان اور دوکان فروخت کرنے کی تعلق سے تحریراً وعدہ کیا تھا اور یہ دونوں مکان اور دوکان کے بازو ایک چھوٹا مکان ہے جسے انہوں نے تبلیغ والوں کو فروخت کر دیا اور ساتھ میں ہمارا مکان اور دوکان بھی اندر ہی اندر دھوکے سے فروخت کر دیا۔ اور اب تبلیغ والے اس چھوٹے سے مکان میں بطور مسجد نماز ادا کر رہے ہیں اور ہم کو بھی مجبور کر رہے ہیں کہ مکان اور دوکان خالی کر دیں مگر ہم ایک مدت سے رہ رہے ہیں تو کیا یہ جائز ہے کہ اس جگہ مسجد تعمیر کریں؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب کہ مالک مکان و دوکان نے اس جگہ کو تبلیغ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اب ان کا اختیار ہے جو چاہیں اس زمین پر بنائیں۔ لیکن مالک مکان وعدہ خلافی کرنے کے سبب سخت گنہگار اور حق العباد میں گرفتار ہوا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور وعدہ خلافی کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا." یعنی اور عہد پورا کرو بے شک عہد سے سوال ہوتا ہے۔ (پ۱۵ بنی اسرائیل، آیت ۳۴) اور حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللّٰه." یعنی جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھ کو تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اھ۔ (بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۲۱) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: سلامت حسین نوری

مسئلہ:- از: اہل سنت وجماعت، ہر بھا گھاٹ، بیلگام (کرناٹکا)

مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں گورنمنٹ آف کرناٹکا یا کسی ممبر پارلیمنٹ یعنی ایم۔ پی فنڈ سے یا کسی بھی کافر، مشرک ہندو سے امداد کے طور پر روپیہ لینا اور اس رقم سے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ وہابی، تبلیغی، جماعت اسلامی، دیوبندی اور شیعہ وغیرہم کی رقم تعمیر مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- گورنمنٹ کا خزانہ کسی شخص کی ذاتی ملک نہیں ہوتا یوں ہی ممبر پارلیمنٹ یعنی ایم۔ پی فنڈ کی رقم بھی۔ لہذا اسے لے کر مسجد تعمیر کرنا جائز ہے۔ جب کہ کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۶۰ پر ہے۔

اور کافر اگر اس طور پر روپیہ دیا ہے کہ مسجد یا مسلمانوں پر احسان رکھتا ہے یا اس کے سبب مسجد میں کوئی مداخلت رہے گی یا اس بات کا اندیشہ ہو کہ مندر یا رام لیلا وغیرہ میں مسلمانوں کو چندہ دینا پڑے گا یا کافر کی تعظیم کرنی پڑے گی تو لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر نیاز مندانہ طور پر پیش کرتا ہے تو حرج نہیں: "لانہ انما یکون اذنا للمسلم بشراء الآلات للمسجد بمالہ." ہاں ایسی چیز

مسلمانوں کو قبول نہ کرنا چاہئے کہ مسجد کو ملک کافر سے آلودہ کرنا ہے۔ ایسا ہی فتاوٰی رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۹۶، ۴۸۴ میں ہے۔

اور جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، دیوبندی، وہابی اور شیعہ وغیرہم ومرتدین گمراہ، گمراہ گر ہیں۔ لہٰذا ان سے چندہ لینا جائز نہیں۔ ان سے چندہ لینا بہت بڑے فتنہ کا باعث ہے اس لئے کہ جو لوگ ان سے روپیہ لیں گے وہ ان سے میل جول رکھیں گے سلام، کلام کریں گے ان کی تعظیم کریں گے۔ اپنے تمام تقریبات میں انہیں شریک کریں گے اور یہ خود انکے یہاں شرکت کریں گے اور یہ سب حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "ایاکم وایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم." یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں اور فتنہ میں مبتلا کردیں۔ (مسلم شریف جلد اول ۱۰) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۱۵/ذوالقعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: قاری محمد امیر الدین اشفاقی ناگوری، متعلم جامعہ اسحاقیہ، جودھپور، راجستھان

زید مسجد کے چراغ کا تیل اپنے ہاتھوں اور منہ پر لگاتا ہے آیا اس طرح زید کو مسجد کے چراغ کا تیل استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کو مسجد کی چراغ کا تیل اپنے ہاتھوں اور منہ پر لگانا ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ مسجد کے لوٹے میں پانی بھر کر اپنے گھر نہیں لے جاسکتا۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "مسجد کی اشیاء مثلاً لوٹا، چٹائی وغیرہ کو کسی دوسری غرض میں استعمال نہیں کرسکتے مثلاً لوٹے میں پانی بھر کر اپنے گھر نہیں لے جاسکتے ہیں۔ اگرچہ یہ ارادہ ہو کہ واپس کر جاؤں گا۔ اھ" (بہار شریعت حصہ ۱۰ صفحہ ۸۴) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۹/صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: سید شفیع، مدینہ مسجد، سرسی، ہ روار (کرناٹک)

ہمارے یہاں مدینہ مسجد سے متصل دکھن جانب ایک حجرہ ہے جس میں ایک مزار شریف ہے۔ نمازیوں کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے مسجد کے اوپر ایک اور منزل تعمیر کی جارہی ہے ساتھ میں اس حجرہ کی چھت کو اوپر والی منزل میں شامل کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس میں بھی نماز پڑھی جاسکے۔ کیا اس صورت میں اس چھت پر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں حجرہ کی چھت کو مسجد میں شامل کرنا جائز ہے اور اس پر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ لیکن اگر وہ حجرہ مسجد کی ملک میں ہے تو اس کی چھت پر نماز پڑھنے سے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔ اس لئے کہ مسجد ہونے کے لئے زمین یا چھت کا مسجد کی ملک میں ہونا ضروری ہے۔ بحر الرائق جلد پنجم صفحہ ۲۵۱ میں ہے: "شرط کونہ مسجدا

ان یکون سفله وعلوه مسجدا.اھ"

اوراس مسجد کی دوسری منزل پر نماز اس وقت پڑھیں جب نیچے جگہ نہ رہے اس لئے کہ بغیر ضرورت مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۲۲ میں ہے:" الصعود علی سطح کل مسجد مکروه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکره الصعود علی سطحه للضرورة. اھ ملخصا" و اللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:۔از: عبدالرزاق لشکری، جام نگر، گجرات

کسی دارالعلوم کی تعمیر کے لئے مسجد میں چندہ کرنا اور اس کے لئے اعلان کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور چندہ کرنے و دینے والوں کو روکنا کیسا ہے؟ بنیوا توجروا.

الجواب:۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:''مسجد میں کار خیر کے لئے چندہ کرنا جائز ہے جب کہ شور و چپقلش نہ ہو۔خود احادیث صحیحہ سے اس کا جواز ثابت۔اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۲۶) اوراسی میں جلد نہم آخر صفحہ ۱۲۵ پر ہے:''خطبہ کے وقت چندہ مانگنا حرام ہے اور خالی وقت میں کسی دینی کام کے لئے مانگے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے سنت سے ثابت ہے۔اھ ملخصاً''

لہٰذا تعمیر مدرسہ کے لئے چندہ کرنا اور اس کا اعلان کرنا جائز ہے جب کہ وہ سنیوں کا دینی مدرسہ ہو کہ وہ کار خیر ہے۔ بشرطیکہ شور وغوغا اور نمازیوں کی نماز میں خلل یا لوگوں کی گردنیں پھلانگنا نہ پایا جائے۔مذکورہ شرائط کے ساتھ چندہ کرنے والوں و دینے والوں کو روکنا جائز نہیں کہ کار خیر سے روکنا ہوگا جو شیطان کا کام ہے۔و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۲۰ر جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

مسئلہ:۔از: فردوس خاں، بلالی مسجد، پہاڑستان نگر، اودے پور، راجستھان

زید نے ایک قطعہ زمین مسجد کے لئے وقف کی جس پر مسجد بنائی گئی اور اس مسجد سے متصل جانب مغرب میں گورنمنٹ کی خالی زمین تھی جس پر مسجد کی دوکانیں بنی ہوئی ہیں اور جانب جنوب میں بھی متصلاً ۶۰/۴۰ کی ایک قطعہ زمین اور گورنمنٹ کی ہے جو بلا نام ہے اور وہ زمین تقریباً دس سال سے مسلمانوں کے قبضے میں ہے جس پر ایک عمارت تین کمروں اور غسل خانہ و بیت الخلاء پر مشتمل بنا کر کمیٹی نے کرایہ پر دے دیا ہے۔اور اب نمازیوں کی کثرت کی بنا پر مسجد تنگ ہونے لگی ہے جانب مغرب کی دوکان کی زمین اور جانب جنوب کی بلا نام قبضہ کردہ خالی زمین پر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ ہندوستان کی موجودہ حالات کے پیش نظر

اگر اس زمین کی قیمت گورنمنٹ کو دی جائے تو بھی وہ زمین کو مسجد و مدرسہ کے نام پر نہیں دے گی اور اس زمین کی مسجد کو ابھی سخت ضرورت ہے بغیر اس کو شامل کئے مسجد ادھوری رہے گی تو اس کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟

اور موجودہ مسجد کو باقی رکھتے ہوئے اس کی دوکانوں، مکانوں کی چھت اور خالی زمین کی اوپری حصہ پر اصل مسجد بنانے کا خیال ہے اس صورت میں اصل مسجد اوپر اور موجودہ مسجد نیچے ہوگی۔ اور اوپر جگہ کم پڑنے پر نیچے کے حصہ مین بھی نماز ادا کی جائے گی یہ شرعا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ اس صورت میں موجودہ مسجد کا محراب پیچھے اور مجوزہ مسجد کا محراب آگے بائیں طرف ہٹ کر کے ہورہا ہے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟ نیچے دوکان، مکان، مدرسہ اور اوپر مسجد بنانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- شہر کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا اور گورنمنٹ اس میں بطور خود تصرف کرتی ہے جسے چاہتی ہے دیتی ہے اور جو چاہتی اس میں بنوالیتی ہے۔ ایسی زمین خدائے تعالیٰ کی ملک ہوتی ہے۔ اور بیت المال کی کہلاتی ہے۔ عندالشرع وہ گورنمنٹ کی ملکیت نہیں ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "عاد الارض للّٰہ و رسولہ." ایسا ہی فتاوٰی رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۹ پر ہے۔ لہذا موجودہ مسجد کی مغرب وجنوب میں جو زمین ہیں اس پر مسجد بنانا جائز ہے۔

البتہ مسجد بناتے وقت یہ خیال رہے کہ مسجد سے متصل جو مدرسہ ہے اگر وہ وقفی ہے تو اسے مسجد کردینا ہرگز جائز نہیں۔ فتاوٰی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۹۰ پر ہے: "لا یجوز تغییر الوقف. اھ" اور مدرسہ کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے لیکن وہاں مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا چاہے وہ خالی چھت ہو یا مسجد نما عمارت بنائی گئی ہو۔

اور وہ جگہیں جو خالی پڑی ہوئی ہیں جسے گورنمنٹ اپنی قرار دیتی ہے اور جیسا چاہتی ہے تصرف کرتی ہے۔ نیز موجودہ حالات سازگار بھی نہیں ہیں کہ فتنہ فساد کا سخت اندیشہ ہے اس لئے وہاں مسجد نہ بنائی جائے۔ اس کے علاوہ اور کئی خرابیاں ہیں۔ اول تو یہ ہے کہ اوپر کی مسجد کو اصل مسجد قرار دے کر نیچے کی موجودہ مسجد کو ویران کرنا ہے یہ بہت بڑا ظلم ہے جو ہرگز جائز نہیں۔ قرآن مجید میں ہے: "وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَا." یعنی اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (پ۱ سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۴)

دوم یہ کہ مسجد سے متصل جانب جنوب میں جو مدرسہ ہے اور وہ وقفی ہے تو اسے مسجد کردینا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ جیسا کہ اوپر گزرا البتہ اگر وہ ملک مسجد ہے یا کسی اور کی ملک ہے وہ اسے مسجد میں ہبہ کرے تو اس کے چھت پر مسجد بنانا جائز ہے۔ سوم: یہ کہ اگر اصل مسجد نیچے کی موجودہ مسجد ہی کو قرار دیں تو جو لوگ نیچے کے حصہ پر مسجد ہوجانے کے بعد اوپر جائیں گے اگر وہ امام سے آگے بڑھے تو ان کی نماز فاسد اور اگر آگے نہ بڑھے بلکہ وہیں پر نماز ادا کی جہاں موجودہ مسجد ہے تو بقیہ حصے کا بنانا بیکار ہوگا۔

لہذا بہتر طریقہ یہ ہے کہ موجودہ مسجد کے اوپر بقدر ضرورت دوسری اور منزلیں تعمیر کرلی جائیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ نیچے

کا حصہ اوپر ہوجانے کے بعد اوپر نماز پڑھنے کے لئے جائیں کہ نیچے جگہ ہوتے ہوئے اوپر جانا ممنوع ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۲۲ میں ہے: "الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لایکرہ الصعود علی سطحہ للضروۃ کذا فی الغرائب. اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۳؍ ذوالحجہ ۲۱ھ

مسئلہ:-

زید نے مسجد بنانے کے لئے زمین دی تو اس پر استنجا خانہ غسل خانہ دوکانیں اور مسجد کے نیچے تہہ خانہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید نے زمین جب کہ مسجد بنانے کے لئے دی ہے تو اس پر استنجا خانہ بنانا جائز ہے مگر دوکانیں بنانا جائز نہیں جیسا کہ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف پھیرنا ناجائز ہے اگرچہ وہ غرض بھی وقف ہی کے فائدہ کی ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۵) لیکن ضروریات مسجد کے لئے تہ خانہ بنانا درست ہے جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''مسجد کے نیچے ضروریات مسجد کے لئے تہ خانہ بنانا درست ہے۔'' (بہار شریعت جلد نہم صفحہ ۵۷)

اور صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں: "لو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی مسجد بیت المقدس." (ہدایہ جلد دوم صفحہ ۶۴۴) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد نعمان رضا برکاتی

مسئلہ:-

مسجد سے پچھم اس کی اپنی زمین ہے تو اس کی جدید تعمیر میں وہ زمین مسجد میں شامل کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مسجد کی جو اپنی زمین ہے اگر وہ مسجد کردینے کے لئے وقف ہے تو مسجد تنگ ہو یا نہ ہو بہر حال اُسے مسجد میں شامل کرسکتے ہیں۔ اور اگر وہ زمین مصالح مسجد کے لئے وقف ہے تو بھی مسجد تنگ ہونے کی صورت میں اسے مسجد میں شامل کرنا جائز ہے۔ اور تنگ نہ ہو تو نہیں جائز ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۵۱ میں ہے۔ اور اسی میں شامی سے ہے: "فی الفتح ضاق المسجد و بجنبہ ارض وقف علیہ او حانوت جاز ان یوخذ و یدخل فیہ. اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: شاہد علی مصباحی

مسئلہ:-

زید نے ایک ایسی جگہ کو نماز کے لئے وقف کیا اور اسے مسجد قرار دیا جس کے اوپر رہائش گاہیں تعمیر ہیں تو کیا وہ مسجد کے حکم میں ہے اور اسے مسجد کہنا کیسا ہے؟ اور کیا اس میں اعتکاف صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید نے جو زمین نماز پڑھنے کے لئے وقف کیا اور اسے مسجد قرار دیا مگر اس کے اوپر تعمیر شدہ رہائش گاہیں ہیں زید نے اگر مسجد کی ضرورتوں کے لئے وقف نہیں کیا تو وہ مسجد کی حکم میں نہیں ہے مگر مجازاً اسے مسجد کہا جاتا ہے جیسے کہ گھر کا وہ کمرہ جو نماز وعبادت کے لئے خاص کر دیا فقہاء کرام نے اس پر مسجد کا اطلاق کیا ہے اگر چہ وہ مسجد کے حکم میں نہیں شرح وقایہ مجیدی جلد اول صفحہ ۱۶۹ میں ہے: "البول فوق بیت فیه مسجد ای مكان اعد للصلاة و جعل له محراب و انما قلنا هذا لانه لم يعط له حكم المسجد اھ." اور نہ ہی اعتکاف درست ہے جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''مسجد کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی املاک سے بالکل جدا کر دے اس کی ملک باقی نہ رہے لہذا اوپر اپنی دوکانیں یا رہنے کا مکان ہے اور نیچے مسجد بنوائی تو یہ مسجد نہیں بلکہ اس کی ملک ہے اور اس کے بعد اس کے ورثہ (کی ملک ہے)۔اھ ملخصاً'' بہار شریعت جلد دہم صفحہ ۲۷) اور اگر زید نے اوپر کی تعمیر شدہ رہائش گاہیں بھی ضروریات مسجد کے لئے وقف کر دیا تو وہ زمین مسجد کے حکم میں ہے اس میں اعتکاف صحیح ہے جیسا کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: ''مسجد کے اوپر مکان بنایا گیا جس کی آمدنی مسجد ہی میں صرف ہوگی تو حرج نہیں۔''

مگر یہ اس وقت ہے کہ قبل تمام مسجد مکان بنایا ہو، مسجد ہو جانے کے بعد نیچے یا اوپر مکان بنانا جائز نہیں۔ اگر چہ مسجد کے لئے ہو۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: برکت علی قادری مصباحی

مسئلہ:-

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے موت کا اعلان کرنا کیسا ہے اور اسے میلاد شریف وغیرہ دوسرے کاموں کے لئے کرایہ پر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے موت کا اعلان کرنا یا میلاد شریف وغیرہ کے لئے کرایہ پر دینا جائز نہیں۔ جیسا کہ بہار شریعت جلد دہم صفحہ ۴۵ میں ہے کہ: ''مسجد کی اشیاء مثلاً لوٹا چٹائی وغیرہ کو کسی دوسری غرض میں استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ اھ'' اور اگر مسجد کا لاؤڈ اسپیکر وقف ہے اور واقف نے بوقت وقف اس کی اجازت دی ہو تو اس سے موت کا اعلان کرنا یا میلاد شریف اور دیگر مجالس خیر میں استعمال کرایہ پر کرنا جائز ہے۔ "لان شرط الواقف كنص الشارع." (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۵۲) بہر صورت مجالس خیر کے علاوہ دیگر دنیاوی مجلسوں میں استعمال کی اجازت نہیں۔ اور اگر واقف نے اجازت

نہیں دی مگر وہ جانتا تھا کہ اس سے موت کا بھی اعلان ہوگا۔ یا چندہ سے لاؤڈ اسپیکر خریدا گیا اور ہر چندہ دینے والا جانتا تھا کہ اس سے موت کا بھی اعلان ہوگا تو ان صورتوں میں بھی موت کا اعلان اس سے جائز ہے۔ و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: برکت علی قادری مصباحی

مسئلہ:-

مسجدوں میں نکاح پڑھنا و پڑھوانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مسجدوں میں نکاح پڑھنا و پڑھوانا مستحب ہے درمختار مع شامی جلد دوم ص ۲۶۱ میں ہے: "یندب اعلانه و کونه فی مسجد لحدیث الترمذی اعلنوا هذا النکاح و اجعلوه فی المساجد" اھ البتہ یہ ضروری ہے کہ بوقت نکاح شور و غل اور ایسی باتیں کہ احترام مسجد کے آداب کا لحاظ نہ رہے گا تو مسجد میں نکاح نہ پڑھوائیں اور اگر نکاح خواں نکاح پڑھانے کا پیسہ لیتا ہے تو اس صورت میں بھی مسجد میں نکاح پڑھنا پڑھوانا جائز نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی مسجد میں قرآن وغیرہ پڑھانے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اگر پڑھانے والا اجرت لے کر پڑھاتا ہے تو اور بھی زیادہ ناجائز ہے کہ اب وہ کار دنیا ہو گیا اور دنیا کی بات کے لئے مسجد میں جانا حرام ہے'' (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۶۴۴) و هو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عالم مصباحی

۲۱ رجب المرجب ۲۰ ھ

مسئلہ:-

مدرسہ کی کمیٹی نے اس کے لئے زمین خریدی جس میں مسجد بنانے کی نیت بھی شامل تھی تو اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اس زمانہ میں عموماً دینی مدارس کا قیام عوامی چندہ سے ہوتا ہے اور جس زمین کی خریداری عام چندہ سے ہوتی ہے سبھی اس کے مالک اور واقف ہوتے ہیں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اور حق کہ واقف کو وقف پر ہوتا ہے سب کو بروجہ کمال یکساں حاصل ہوا اس میں کمی و بیشی چندہ پر لحاظ نہ ہوگا کہ یہ حق متجزی نہیں اور حق غیر متجزی ہر شریک کے لئے کاملاً حاصل ہوتا ہے الاشباہ و النظائر میں ہے ماثبت بجماعة فهو بینهم علی سبیل الاشتراک" اھ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۳۳۷)

اور ظاہر یہی ہے کہ کمیٹی نے مدرسہ کے لئے جو زمین خریدی اس کی خریداری بھی اسی طرح قوم کے مشترکہ چندہ سے ہوئی ہے اگر صورت واقعہ یہی ہے تو مذکورہ بالا جزیہ کی رو سے سبھی اس زمین کے مالک اور واقف ہوئے اور اوقاف کا ایک عام حکم ہے "شرط

الواقف کنص الشارع" واقف نے جس کام کے لئے وقف کیا اسی کے لئے وقف ہوگا کسی دوسرے کار خیر میں بھی وقف کی رقم یا آمدنی خرچ نہیں کی جاسکتی۔ امام الفقہاء حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اس میں بلاشرط واقف یا اجازت خاصۂ شرعیہ کوئی تغیر وتبدل جائز نہیں مدرسہ کے مال سے مسجد کا قرض نہیں ادا کیا جاسکتا جوادا کرے گا تاوان اس پر ہے" (فتاوی مصطفویہ جلد سوم ص ۱۳۵)

عبارت مذکورہ بالا سے واضح ہوگیا کہ چندہ کی رقم سے خریدی ہوئی جائداد یا اس کی بچی ہوئی رقم چندہ دہندگان کی ملک پر ہے ان سے یہ بات بتادی گئی تھی کہ ہمارا ارادہ مدرسہ اور مسجد دونوں چیزیں بنانے کا ہے۔ تب تو اس زمین میں مسجد بھی بنانا بلاشبہ جائز ہے کہ یہ چندہ دینے والوں کی مرضی کے عین مطابق ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہوا بلکہ صرف مدرسہ بنانے کا ذکر ہوا اور اسی نام سے چندہ ہوا پھر مدرسہ کی رقم سے کمیٹی نے زمین خریدی جس میں مسجد بنانے کی نیت بھی شامل کرلی جیسا کہ سوال سے ظاہر تو کسی چیز کی تعمیر ہرگز جائز نہیں لانہ تغییر الوقف و ھو لایجوز اور کمیٹی کی نیت کوئی چیز نہیں۔ مدار کار چندہ دینے والوں کی نیت ہے۔ و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عالم مصباحی

۲۱؍رجب المرجب ۲۰ھ

باب فی المقابر

قبرستان کا بیان

مسئلہ:- از: فتح محمد، ساکن پکوڑ، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ کے متعلق کہ قبرستان میں مسجد و مدرسہ بنانا یا اس میں جلسۂ عید میلاد النبی اور رام لیلا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- قبرستان میں مسجد و مدرسہ بنانا جائز نہیں کہ یہ وقف کا بدلنا ہے اور وقف کا بدلنا جائز نہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ جلد دوم صفحہ ۴۹۰ پر ہے: "لا یجوز تغییر الوقف. اھ" اور اس میں جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور رام لیلا کرنا جو بجائے خود حرام ہے بھی جائز نہیں کہ لوگوں کے وہاں چلنے پھرنے سے قبروں کی توہین ہوگی۔ جو سخت ناجائز و حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان یجصص القبور و ان یکتب علیها و ان توطأ رواه الترمذی." (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۴۸) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

۹/رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: اقرار احمد، سید گوراری، جونپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زمین میں مکان بنایا اور سامنے زمین قبرستان کی تھی اس پر بھی قابض ہوگیا یہ کام اس وقت کیا جب کہ قبرستان کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ اور نہ تو کوئی قبر بظاہر معلوم ہو رہی تھی اور عرصہ دراز سے لوگوں نے اس میں مردہ دفن کرنا بھی بند کردیا تھا اور چک بندی میں وہ زمین گرام سماج ہوگئی اور اسی کے بیچ سے پختہ سڑک بھی نکل گئی اب وہ زمین قیمتی ہوگئی۔ اور اگر زید اپنا مکان وہاں نہ بنالیتا تو وہ زمین غیر قوم کے قبضہ میں چلی جاتی اور پھر قبرستان کے پیچھے زید کی زمین تھی اس میں اس کا آنا جانا بھی مشکل ہوجاتا اسی لئے زید نے قبرستان کے پیچھے اپنی زمین میں گھر بنایا اور آگے قبرستان کی زمین پر بھی اس کا قبضہ ہوگیا جو کہ کاغذات میں گرام سماج درج ہے۔ اور زید کے پاس اور تو نہ کوئی زمین ہے اور نہ تو پیسہ ہی ہے کہ وہ کہیں اور اپنا مکان بنائے۔ زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر واقعی زید اپنی زمین پر مکان نہ بنالیتا تو وہ زمین غیر قوم کے قبضہ میں چلی جاتی تو اس نے بہتر کیا البتہ

اگر چہ قبروں کے نشانات مٹ گئے ہوں، ان کی ہڈیاں گل گئی ہوں اور عرصہ دراز سے لوگوں نے اس میں مردہ دفن کرنا بند کر دیا ہو پھر بھی قبرستان کی زمین پر قبضہ کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں کہ اب بھی وہ زمین قبرستان ہے۔ اور تا قیامت قبرستان رہے گی۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۴۷۰ پر ہے: "سئل الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی عن المقبرة اذا اندرست و لم یبق فیها اثر الموتی لا العظم و لا غیره هل یجوز زرعها و استغلالها و قال لا ولها حکم المقبرة کذا فی المحیط. ملخصاً اھ" اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا ناجائز ہے اور اب بھی وہ قبرستان ہی ہے قبر کے تمام آداب بجا لائے جائیں۔ اھ" (بہار شریعت حصہ دہم صفحہ ۸۷) لہذا زید اپنا قبضہ ہٹالے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اور گاؤں کے قبرستان کی زمین گورنمنٹ کے کاغذات میں گاؤں سماجی درج ہوگئی یہاں تک کہ اس کے بیچ سے پختہ سڑک بھی نکل گئی تو گاؤں کے سارے مسلمان سخت گنہگار ہوئے ان پر لازم ہے کہ کوشش کر کے گاؤں سماج کا نام خارج کروا کے قبرستان درج کروائیں اور اس میں مُردے دفن کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۸ ربیع الآخر ۱۸ھ

مسئلہ: - از: محمد حدیث رضا، جامع مسجد سوسائٹی روڈ، بھنان، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ قصبہ بھنان کے مسلمان دو حصے میں آباد ہیں کچھ ریلوے کے اتر کچھ ریلوے کے دکھن۔ وہاں ایک قبرستان ریلوے کے اتر جانب ہے جس میں قصبہ کے سب مسلمانوں کے مردے دفن کئے جاتے ہیں۔ اب اتر والے ریلوے کے دکھن رہنے والے مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ آپ لوگ قبرستان کی زمین بڑھانے کے لئے ۲۵ ہزار روپئے دیں ورنہ ہم آپ لوگوں کے مردے اس قبرستان میں دفن نہیں کرنے دیں گے تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - قبرستان مذکور جب کسی کا ذاتی نہیں تو اتر والے کسی حال میں کسی مسلمان کو اس قبرستان میں دفن ہونے سے نہیں روک سکتے۔ ان کو یہ اختیار ہرگز نہیں کہ وہ ریلوے کے دکھن والوں کو دفن ہونے سے روکیں یا کسی دوسرے مسلمان کو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "مقبرہ عام مسلمانوں کے لئے وقف ہوتا ہے ہر مسلمان کو اس میں دفن کا حق پہنچتا ہے۔ مقبرہ کا متولی کوئی چیز نہیں نہ اس کی اجازت کی حاجت نہ ممانعت کی پرواہ ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۴۹۰) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۴۷۶ میں ہے 'لا فرق فی الانتفاع فی مثل هذه الاشیاء بین الغنی

و الفقیر حتی جاز لکل النزول فی الخان و الرباط و الشرب من السقایة والدفن فی المقبرة کذا فی التبیین .اھ" مسجد اور قبرستان کا حکم ایک ہے یعنی جس طرح مسجد میں آنے سے کسی مسلمان کو نہیں روکا جا سکتا۔ اسی طرح قبرستان میں بھی کسی مسلمان کو دفن ہونے سے منع نہیں کیا جاتا بلکہ قبرستان کا حکم مسجد کے حکم سے عام ہے۔ یعنی مسجد میں کوڑھی جذامی، ابرص (سفید داغ والا) جس کا برص شائع ہو یا جس کے منھ، بدن یا لباس میں بدبو ہو یا بدزبان ہو۔ ان سب کو مسجد سے روکنے کا حکم ہے۔ لیکن قبرستان میں دفن ہونے سے ان لوگوں کو بھی نہیں روکا جا سکتا۔ اسی طرح فتاویٰ رضویہ کے صفحہ مذکور پر ہے۔

رہی قبرستان کی زمین بڑھانے کی بات تو پہلے اس کی بغل میں کسی زمین کا سودا طے کیا جائے۔ پھر جس طرح دوسرے مسلمانوں سے اس کے لئے چندہ لیا جائے اس طرح ریلوے کے دکھن والے مسلمانوں سے بھی چندہ مانگا جائے اور وہ جو خوشی سے دیں اسے لے لیا جائے۔ ظلم و زیادتی نہ کی جائے۔

اگر اتر والے مسلمان حکم شرع نہ مانیں اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں تو آبادی اور قرب و جوار وغیرہ کے سارے مسلمان ایسے ظالموں و جفا کاروں کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں، ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام و کلام سب بند کر دیں۔ نہ اپنے یہاں کسی تقریب میں ان کو لائیں اور نہ ان کے یہاں کسی شادی بیاہ میں شریک ہوں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پ۷ رکوع ۱۴) اور خدائے تعالیٰ کا حکم ہے: "وَ لَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ." (پ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۶ رمحرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: خورشید احمد شاہ، خانپورہ بارہ مولہ، کشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک زیارت شریف کے سامنے ایک پرانا قبرستان موجود ہے کیا اس میں کسی قسم کا تصرف کرنا مثلاً پارک بنانا اور اس میں نماز پڑھنا شریعت مطہرہ میں جائز ہے کہ نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب:- مسلمانوں کے قبرستان میں اگرچہ قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں اس میں پارک وغیرہ بنانا اور نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "لا تصلوا علی قبر." اور بہار شریعت حصہ دہم صفحہ ۸۳ پر ہے: ''مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا جائز نہیں اب بھی وہ قبرستان ہی ہے قبرستان کے تمام آداب بجالائیں۔ انتہی بالفاظہ'' اور فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۳۶۲ میں ہے: "سئل

هو (ای القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوزجندی) عن المقبرة فی القری اذا اندرست و لم یبق فیها اثر الموتی لا العظم و لا غیره هل یجوز زرعها و استغلالها قال لا و لها حکم المقبرة کذا فی المحیط۔" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۱۳ر محرم الحرام ۱۷ھ

مسئلہ:- از: مقیم احمد برکاتی، دار العلوم جماعتیہ طاہر العلوم، چھتر پور

ایک شخص نے چند سال پہلے قبرستان میں کچھ درخت لگائے۔ لوگ ان درختوں کو قبرستان کا سمجھ رہے تھے۔ اب درخت جب کہ بڑے ہو چکے ہیں تو ان کا لگانے والا کہہ رہا ہے کہ درخت ہمارے ہیں۔ تو اس کے بارے میں حکم شریعت کیا ہے؟

الجواب:- اگر لگانے والے نے قبرستان کے پیسے سے لگائے یا اس پر اپنے ہی پیسے خرچ کئے مگر لگاتے وقت کہہ دیا کہ وقف کے لئے درخت لگائے یا کچھ بھی نیت نہ کی ہو اور یہی شخص ان کے نگراں اور متولی بھی ہے تو درخت قبرستان کے ہیں۔ اور اگر وہ غیر متولی ہے اور لگاتے وقت اپنے لئے نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو درخت اسی کے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''قبرستان میں کسی نے درخت لگائے تو یہی شخص ان درختوں کا مالک ہے۔'' (بہار شریعت حصہ دہم صفحہ ۸۸) اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی فتاویٰ قاضی خاں کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: "مقبرة فیها اشجار ان علم غارسها کانت للغارس ملخصاً۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۹۲) اب جس صورت میں پیڑ لگانے والے کے ٹھہریں اگر اس کے اکھیڑنے میں زمین وقف کا نقصان نہیں تو جبراً اکھڑوا دیا جائے گا۔ اس لئے کہ زمین وقف میں اپنے لئے درخت لگانا حرام ہے کہ وقف میں تصرف مالکانہ ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۵ میں ہے اور اسی صفحہ میں خلاصہ سے ہے: "المتولی اذا بنی فی عرصة الوقف ان کان من مال الوقف یکون للوقف و کذا من مال نفسه لکن بنی للوقف فان بنی لنفسه ان اشهد کان له ذلك و ان بنی و لم یذکر شیئا کان للوقف. اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد عبد الحی قادری

مسئلہ:-

قبرستان پر مسجد مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- اگر وہ وقفی قبرستان ہے تو اس پر مسجد مدرسہ بنانا جائز نہیں کہ اس میں تغیر وقف ہے اور وقف کا بدلنا جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۳۵۴ میں ہے: "لا یجوز تغییر الوقف. اھ" اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

فتح القدیر کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیه .اھ" اور وقف کرنے کے لئے ملک شرط ہے تو جب زمین قبرستان کے لئے وقف ہو چکی تو ملک نہ رہی۔ لہذا اب مسجد کے لئے وہ زمین وقف نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر وہ وقفی قبرستان نہ ہو تو قبروں کو بدستور باقی رکھ کر قبروں کے آس پاس سے ستون قائم کر کے اوپر چھت قائم کر دیں کہ نیچے کے درجہ میں قبریں ہوں تو اوپر چھت پر مسجد بنا سکتے ہیں کہ میت کا حق سطح قبر پر ہے۔ غنیہ میں ہے: "یا ثم بوطأ القبور لان سقف القبر حق المیت." ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ حصہ سوم صفحہ ۵-۶ میں ہے۔ اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''قبرستان میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں مدرسہ ہو خواہ مسجد یا کچھ اور اگر کسی کی ملک ہے تو قبور سے الگ وہ جو چاہے بنا سکتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۴۷) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۲۹ر ذی القعدہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: پیر غلام، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹ کا چھوڑا ایک قبرستان ہے جس میں مسلمان مردے دفن کئے جاتے ہیں۔ اس میں کچھ درخت خود بخود اگے ہوئے ہیں۔ اور کچھ درخت ایک شخص نے لگایا ہے۔ اب شخص مذکور کہتا ہے کہ قبرستان ہمارا ہے اور سارے درخت بھی ہمارے ہیں۔ تو اس کے متعلق شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- قبرستان مذکور کو اگر واقعی گورنمنٹ نے مسلمانوں کے مردے دفن کرنے کے لئے چھوڑا ہے اور مسلمان اسے قبرستان قرار دے کر اس میں مردے دفن کر رہے ہیں تو وہ عند الشرع وقف ہے وہ کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتا۔ لہذا شخص مذکور کا یہ کہنا کہ قبرستان ہماری ملک ہے سراسر غلط ہے۔ جو درخت اس میں خود بخود اگے ہوئے ہیں۔ وہ قبرستان کی ملکیت ہیں۔ اور جن درختوں کو اس نے اپنے لئے لگایا ہے وہ اسی کی ملک ہیں۔ مگر اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے درختوں کو اکھیڑوا کر قبرستان کی زمین خالی کر دے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''جس صورت میں پیڑ لگانے والے کا ٹھہرے اگر اس کے اکھیڑنے میں زمین وقف کا نقصان نہیں جبراً اکھڑوا دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق.'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۵۵) لہذا شخص مذکور اگر قبرستان کو اپنی ملکیت قرار دینے سے باز نہ آئے اور اس کی زمین کو اپنے درختوں سے خالی نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام و کلام سب بند کر دیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پ ۷ رکوع ۱۴) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد حنیف قادری

۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: میر خاں، راجٹرال، باڑمیر، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

مسلمانوں کا قبرستان ہے کئی سالوں سے پرانا قبرستان ہے۔ قبریں موجود ہیں۔ ابھی کچھ غیر مسلموں کے ساتھ چند مسلمان مل کر قبرستان کی قبروں پر ٹریکٹر چلا کر تمام قبریں شہید کروادی ہیں۔ قبروں کے نام ونشان ختم کروادیا ہے۔ چند مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں سے قبروں کے پتھر اٹھوا کر شہید کروائی ہیں۔ ایسے مسلمانوں کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- قبرستان پر ٹریکٹر چلوانا اور قبروں کے نام ونشان کو مٹانا حرام حرام سخت حرام ہے۔ کہ اس سے مردوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اور اس میں اموات مسلمین کی توہین و بے حرمتی بھی ہے۔ اور مردوں کو تکلیف دینا اور ان کی توہین و بے حرمتی سب کے سب حرام وناجائز ہیں۔ یہ سب کام اسی کے ہوسکتے ہیں جس کے دل میں نہ اسلام کی قدر ہے۔ نہ مسلمانوں کی عزت، نہ خدا کا خوف اور نہ ہی موت کی ہیبت۔ و العیاذ باالله تعالیٰ. حدیث شریف میں ہے: "لان امشی علی جمرة او سیف احب الی من ان امشی علی قبر." یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آگ یا تلوار پر چلنا قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے۔ (ابن ماجہ، بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۰۹)

لہذا جن لوگوں نے قبروں پر ٹریکٹر چلا کر اور اپنے ہاتھوں سے قبروں کے پتھر اٹھوا کر تمام قبریں شہید کروادیں اور قبروں کے نام ونشان ختم کروادیے سب سخت گنہگار مستحق عذاب نار وغضب جبار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور قبرستان کو برقرار رکھیں کہ اب بھی وہ قبرستان ہے۔ کما هو مذكور فی الكتب الفقهية اگر وہ توبہ نہ کریں اور قبرستان کو قبرستان برقرار نہ رکھیں تو سارے مسلمان ان کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سلام وکلام سب بند کردیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ اِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پ ۷ رکوع ۱۴) اور بائیکاٹ کی صورت میں جو ان کا ساتھ دیگا اس پر بھی فاسق کی طرح عذاب نار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَاكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ." (پ ۶ ع ۱۴) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۹ رر جب المرجب ۱۹ھ

مسئلہ:- از: شمس الہدیٰ نظامی، موہن پوروہ، گورکھپور

بزرگان دین کی قبر پختہ کرنا جائز ہے یا نہیں ایک شخص روزہ نماز کا پابند ہے جھوٹ نہیں بولتا تو کیا اس کی قبر پختہ کرسکتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جب قبر اندر سے کچی ہو تو اوپر سے پختہ کرنا جائز ہے۔ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۲۳۶ میں ہے: "کرھوا الآجر و الواح الخشب و قال الامام التمر تاشی ھذا اذا کان حول المیت فلو فوقه لا یکره لانه یکون عصمة من السبع و قال مشایخ بخاری لا یکره الآجر فی بلدتنا للحاجة الیه لضعف الاراضی اھ." اور فتاویٰ قاضی خاں مع عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۹۴ پر ہے: "یکره الآجر فی اللحد اذا کان یلی المیت اما فیما وراء ذلك لا بأس به اھ" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''قبر پختہ بنانے میں حاصل ارشاد علمائے امجاد رحمہم اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ اگر پکی اینٹ میت کے متصل یعنی اس کے آس پاس کسی جہت میں نہیں کہ حقیقۃً قبر اسی کا نام ہے بلکہ کڑا کچا اور بالائے قبر پختہ ہے تو مطلقاً ممانعت نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۹۵) اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۱۶۲ پر بھی ہے۔

لہذا شخص مذکور کی قبر اگر اندر کچی رہے تو اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں۔ لیکن وقفی قبرستان میں کسی کی قبر پختہ نہیں بنا سکتے خواہ وہ بزرگ ہو یا عامۃ المسلمین میں سے ہو۔ شامی جلد دوم صفحہ ۲۳۷ میں ہے: "فی الاحکام عن جامع الفتاوی و قیل لایکره البناء اذا کان المیت من المشایخ و العلماء و السادات قلت لکن ھذا فی غیر المقابر المسبلة کما لا یخفی. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری

۱۱؍ جمادی الآخرہ ۲۵ھ

مسئلہ:- از: محمد جمیل خاں متھرا بازار، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نئے و پرانے قبرستان کے بیچ میں دیوار کھڑی کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ دونوں قبرستان کے بیچ کی سرحد معلوم نہیں ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- جب کہ دونوں قبرستان کے بیچ کی سرحد معلوم نہیں ہے تو ان کے بیچ میں دیوار کھڑی نہیں کی جا سکتی ہے کہ ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں قوی امکان ہے کہ دیوار کسی نہ کسی قبر پر واقع ہو جائے اور میت کو تکلیف پہنچے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''دیوار یا پایہ عین کسی قبر پر نصب ہو جائز نہیں کہ اس میں میت کی ایذا ہے" کما نطقت به احادیث او ردناھا فی الامر باحترام المقابر.' اور مسلمان کی ایذا حیاً ہو یا میتاً ہر طرح حرام ہے۔ "قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم انزل من ھذا القبر لا توذی صاحب القبر و لایؤذیك و فی حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه انی اکره اذی المسلم فی مماته کما اکره اذاه فی حیاته. اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۹۱) اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اگر

احاطہ کی دیوار قبر پر واقع ہو تو ناجائز ہے کہ حدیث میں اس سے ممانعت آئی صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: "نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عـ ـسلم ان یجصص القبر و ان یبنی علیه و ان یقعد علیه." (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۳۹) و اللہ تعالیٰ اعـم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: سلامت حسین نوری
۲۹ رربیع الاول ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: ڈاکٹر نثار احمد قریشی صبنی گر، چھتر پور (ایم۔پی)

ہماری آبادی کا ایک وقفی قبرستان ہے جس میں چند قبریں پختہ بن چکی ہیں اور آئندہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ قبریں پختہ بنیں تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جو قبرستان عام مسلمانوں کے لئے وقف ہو اس میں پختہ قبر بنانا جائز نہیں کہ ہمیشہ کے لئے وہ جگہ کسی کی خاطر مخصوص کر لینا اس میں تصرف مالکانہ ہے اور وقف میں ایسا تصرف حرام ہے۔ البتہ اگر کسی شخص نے وقف کرتے وقت یہ شرط لگادی کہ میری یا فلاں کی قبر پختہ بنے گی تو اسے پختہ بنانے میں حرج نہیں کہ وقف میں اتباع شرط واقف لازم ہے۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۴۳۴ میں ہے: "شرط الواقف کنص الشاع ای فی وجوب العمل به اھ." اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی شرح معانی الآثار اور غایۃ البیان شرح ہدایہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: "لایجوز لاحدان یبتنی فیه بناء و لا ان یحتجر فیه موضعا و کذلك حکم جمیع المواضع التی لا یقع لاحد فیها ملك و جمیع الناس فیها سواء." (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۴۶) اور اسی میں صفحہ ۴۹۰ پر ہے: "اگر بعد وقف بنائی ہے تو یہ عمارت خود ہی ناجائز ہے کہ مقابر موقوفہ میں عمارت بنانے کی اجازت نہیں: "لانــه یستحـق الازالة لا الادامة." اسی طرح وہ زمین مقبرہ اس کی ملک نہ تھی بلکہ وہ قبرستان وقفی تھا جس میں اس نے عمارت بنائی جب بھی حکم عدم جواز ہے۔ اھ ملخصاً"

لہذا جو قبریں پختہ بن چکی ہیں ان کو اسی حال پر چھوڑ دیا جائے کہ ان کے توڑنے میں فتنہ ہوگا۔ البتہ آئندہ اس میں کوئی پختہ قبر ہرگز نہ بننے دی جائے ہاں اگر کسی طرف سے قبرستان پر ناجائز قبضہ کا اندیشہ ہو اور روکنے کی کوئی صورت نہ ہو تو اسی طرف چند قبریں بغرض حفاظت بقدر ضرورت پختہ بنائی جاسکتی ہیں۔ فقہ کا قاعدۂ کلیہ ہے: "الضرورات تبیح المحظورات." (الاشباہ والنظائر صفحہ ۱۴۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۲۴ رذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد شفیع تحسین، قصبہ راج پور کلاں، بریلی

ایک پرانا قبرستان اس میں امردود کا باغ لگایا گیا اس کے بعد باغ ختم کر کے اس میں کھیتی ہوتی رہی اس کھیتی کا روپیہ مسجد کے بجٹ میں جمع ہوتا رہا اس کے بعد لوگوں نے مشورہ کر کے تھوڑا تھوڑا بیچنا شروع کر دیا یہاں تک کہ سب بک گیا اور اب آبادی قائم ہے۔ قبرستان بیچنے سے جو روپیہ ملا اس سے مسجد کے نام دوسری زمین خریدی گئی اور اس کو کرایہ پر دے کر روپیہ مسجد میں لگتا رہا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ قبرستان میں کھیتی کرنا اور کھیتی کا روپیہ مسجد کے بجٹ میں جمع کرنا اس کے بعد کھیت کو بیچ ڈالنا اس میں مکانات بنانا یہاں تک کہ اب اس میں ایک محلہ قائم ہے جس میں سب مسلمان ہی آباد ہیں اور اس روپیہ سے مسجد کے نام دوسری زمین لینا اور زمین کو کرایہ پر دے کر اس روپیہ کو مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ وہ زمین جو مسجد کے نام لی گئی ہے وہ مسجد ہی کی رہے گی یا اس میں دوسرا قبرستان بنایا جائے گا اور اس پرانے قبرستان میں جو بستی آباد ہے۔ اس کا کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- قبرسان جو دفن میت کے لئے وقف ہوا کرتا ہے اسے دوسرے کام میں لانا جائز نہیں۔ ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۴۲۸ پر ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیه. اھ" اور فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۹۰ میں ہے: "لا یجوز تغییر الوقف. اھ"

لہذا قبرستان میں کھیتی کرنا اور کھیتی کا روپیہ مسجد کے بجٹ میں جمع کرنا پھر قبرستان بیچ ڈالنا اس روپۓ سے مسجد کے نام دوسری زمین خریدنا اور اس زمین کو کرایہ پر دے کر اس کی آمدنی مسجد میں لگانا اور خریداروں کا اس میں مکان بنانا ہرگز جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۳۵۰ میں وقف کے متعلق ہے: "لا یباع و لا یوھب و لا یورث کذا فی الھدایة. اھ" اور درمختار میں ہے: "اذا تم و لزم لا یملك و لا یملك. اھ" (الدرالمختار فوق ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۴۰۲)

لہذا جن لوگوں نے ایسا کیا وہ گنہگار، مستحق عذاب نار ہیں ان پر فرض ہے کہ قبرستان خریداروں سے واپس کرائیں جو زمین قبرستان بیچ کر مسجد کے نام لی گئی ہے اس کا کرایہ مسجد میں نہ لگا کر قبرستان کے مصرف میں لگائیں۔ اور جو پیسہ خرچ کر چکے ہیں اپنی جیب سے قبرستان کو واپس کریں زمین قبرستان ہی کی ہے اور اگر قبرستان کی واپسی کی لئے اس کے بجٹ میں اتنا روپیہ نہ ہو کہ قبرسان کے خریداروں کو واپس کیا جائے تو زمین بیچ کر قبرستان چھڑائیں۔ درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۴۱۶ میں ہے: "اشتری المتولی بمال الوقف دارا للوقف لا تلحق بالمنازل الموقوفة و یجوز بیعھا فی الاصح. اھ" اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۳۱ میں ہے: ''متولی نے جو زمین یا جائداد زر وقف سے وقف کے لئے خریدی وہ وقف نہیں ہو جاتی اس کی بیع جائز ہے۔ اھ''

اور جن لوگوں نے اسے خریدا ہے اور اس پر آباد ہیں فوراً اسے خالی کر دیں۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی وقف کی خریدی ہوئی زمین کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''مشتری پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے اپنا روپیہ بیچنے والے سے واپس

لے لے روپے نہ ملنے تک قبضہ رکھنے کا اسے کوئی اختیار نہیں ایک منٹ کے لئے قابض رہنا اس پر حرام ہے اس نے جدید کر لی ہے تو اسے اکھیڑ لے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۳۳) اگر خریدار خالی نہ کریں تو مسلمان سختی کے ساتھ ان کا بائیکاٹ کریں قرآن مجید میں ہے: وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. " (پ ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸) اور جن مسلمانوں کو علم تھا کہ یہ قبرستان ہے اس کے باوجود وہ لوگ اس کے فروخت ہونے اور مکان بننے پر خاموش رہے وہ سب توبہ کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی
۲۱ محرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: منشی بدیع الزماں، جعفر آباد، بلرام پور

ایک نیا قبرستان ہے جس میں میت دفن کی جاتی ہے۔ اس میں عورتیں اپنے جانوروں کو لے جا کر گھاس چراتی ہیں اور کھونٹے گاڑ کر بکریوں کو باندھتی ہیں اور بعض لوگ قبرستان کی گھاس بھی کاٹ لیتے ہیں۔ اور منع کرنے سے نہیں مانتے تو ایسے لوگوں کے لئے شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- قبرستان میں جو گھاس اگتی ہے جب تک سبز (یعنی ہری) ہے اسے کاٹنے کی اجازت نہیں۔ جب سوکھ جائے تو کاٹ کر جانوروں کے لئے بھی بیچ سکتے ہیں مگر جانوروں کو قبرستان میں چرانا کسی طرح جائز نہیں مطلقاً حرام ہے۔ قبروں کی بے ادبی ہے مذہب اسلام کی توہین ہے کھلی مذہبی دست اندازی ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۹۲ پر ہے۔ اور اسی طرح بہار شریعت جلد چہارم صفحہ ۱۶۷ پر بھی۔

اور رد المحتار جلد دوم صفحہ ۲۴۵ پر ہے: "یکره قطع النبات الرطب من المقبرة دون الیابس. اھ" اور فتاویٰ عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۷۱ پر ہے: " لو کان فیها حشیش یحش و یرسل الی الدواب و لا ترسل الدواب فیها کذا فی البحر الرائق اھ" اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان جلد سوم صفحہ ۳۱۴ پر ہے۔

لہذا اگر قبرستان کی گھاس سوکھ گئی ہے تو اسے کاٹ کر جانوروں وغیرہ کے لئے لے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس میں جانوروں کو چرانا اور کھونٹا گاڑنا پھر اس میں بکریوں کو باندھنا اور اس کی ہری گھاسوں کو کاٹ لے جانا ہرگز جائز نہیں۔ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کی گھاس کاٹنے والوں اور اس میں جانور باندھنے والوں و چرانے والوں کو روکیں۔ اگر وہ اس سے باز نہ آئیں تو ان کا مکمل طور سے سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: " وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. " (پ ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی
۲۱ ربیع الغوث ۲۲ھ

مسئلہ:-

ایک قبرستان لب سڑک واقع ہے جسے ایک مسلم زمیندار نے مسلمانوں کے مردے دفن کرنے کے لئے وقف کیا تھا قبرستان کا وہ حصہ جو سڑک سے متصل ہے اس میں کبھی مردے دفن نہیں کئے گئے تو کیا اس حصہ پر قبرستان کی آمدنی کے لئے دوکان بنانا جائز ہے۔

الجواب:- فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۴۷ پر ہے: ''قبرستان وقف میں کوئی تصرف خلاف وقف جائز نہیں مدرسہ ہو خواہ مسجد یا کچھ اور۔'' نیز فتاویٰ عالمگیری جلد ثانی صفحہ ۳۵۴ پر ہے: "لا یجوز تغییر الوقف عن هیئته فلا یجعل الدار بستانا و لا الخان حماما و لا الرباط دکانا."

لہذا مسلم زمیندار نے جو زمین مسلمانوں کے مردے دفن کرنے کے لئے وقف کی ہے اس پر کسی قسم کی دوکان بنانا جائز نہیں کہ دوکان بنانے کی صورت میں خلاف وقف تصرف ہوگا۔ اس لئے قبرستان کا جو حصہ سڑک سے متصل ہے اس پر بھی مسلمانوں کے مردے دفن کئے جائیں اسے دوکان نہیں بنا سکتے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: ابرار احمد اعظمی

۷؍ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: سنی مسلمانان، کرلا، بمبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک سنی قبرستان جو فی الوقت حکومت کی تحویل میں ہے اور حکومت کسی سنی مسلم ٹرسٹ کے حوالے کرنا چاہتی ہے اور بعض سنی کہلانے والوں نے ایک کمیٹی بنائی ہے جس میں دیوبندیوں غیر مقلدوں کو بھی شامل کر لیا ہے اور قبرستان کو اپنی تحویل میں لینے کی کوشش میں لگے ہیں۔ کیا ایسی مخلوط کمیٹی بنانا یا اس کا ممبر بننا جائز ہے؟ جو لوگ اس کمیٹی میں شامل ہیں ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور دوسری طرف ایک خالص سنی کمیٹی ہے جو اس سنی قبرستان کو اپنی تحویل میں لینا چاہتی ہے اور کوشش کر رہی ہے۔ اکثر مسلمانوں کی کثیر تعداد اس میں شامل ہے کیا کمیٹی کی حمایت لازم ہے شریعت کی روشنی میں واضح جواب عنایت فرمائیں۔ واضح ہو کہ شہر بمبئی میں جو سنی قبرستان ہوتا ہے وہاں مسجد بھی ہوتی ہے جس میں امام مقرر ہوتا ہے اور جو میت دفن کے لئے لائی جاتی ہے اس کے جنازے کی نماز اسی امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں مخلوط کمیٹی اگر کسی مشکوک امام کا تقرر کرا دے تو لوگوں کی نماز اور کفن دفن جنازہ سب خطرے میں ہو سکتا ہے۔

برائے کرم فتویٰ دینے میں ان لوگوں پر شرعی حکم سے آگاہ کیا جائے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مخلوط کمیٹی کی بجائے صحیح العقیدہ افراد کی کمیٹی بنائی جائے گی۔ تو سنی وہابی کا اختلاف ہو کر قسم قسم کا اختلاف ہوگا اور اختلاف اس منزل تک پہنچ سکتا ہے کہ قبرستان کا وجود خطرے میں ہو جائے۔ ایسی صورت میں کیا بدرجہ مجبوری اضطراراً کمیٹی میں شرکت جائز ہو سکتی ہے؟ کمیٹی میں شرکاء

گنہگار تو نہیں ہوں گے۔ کیا قبرستان کے وجود کا خطرہ اضطرار شرعی کے حکم میں ہے یا پھر ایک رخ پر جدو جہد کی جائے کہ کمیٹی صاف ستھری ہو وہابیہ کی نمائندگی سے پاک ہو قبرستان ملے یا نہ ملے ہم اجتناب کریں اور کسی صورت میں وہابیہ کے اختلاط کو قبول نہ کریں۔ مسلک ناجی کے حکم سے آگاہ فرمائیں۔ اور جو سنی حضرات مخلوط کمیٹی میں ہیں اور ان کی وجہ سے مخلوط کمیٹی کو شہ مل رہی ہے۔ وہ اگر مخلوط کمیٹی سے استعفاء نہ دیں۔ تو ان کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حدیث شریف میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایاکم و ایاھم." یعنی بدمذہبوں سے دور رہو ان کو اپنے قریب نہ آنے دو۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) اور اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیرہ مقلدین ودیوبندیہ قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۰) اور تحریر فرماتے ہیں کہ: "جو شخص دیوبندیوں کو مسلمان ہی جانے یا ان کے کفر میں شک کرے۔ بفتوائے علماء حرمین شریفین ایسا شخص خود کافر ہے: "من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر. اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ۸۱و۸۲)

لہٰذا قبرستان مذکور جسے حکومت کسی سنی ٹرسٹ کے حوالے کرنا چاہتی ہے اس میں دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کا قطعی حق نہیں اس لئے کہ وہ سنی مسلمان نہیں۔ جن لوگوں نے ایسی کمیٹی بنائی ہے کہ اس میں دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کو بھی شامل کرلیا ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہیں ایسی مخلوط کمیٹی بنانا اور اس کا ممبر بننا ہرگز جائز نہیں۔ جو لوگ کہ غلطی سے اس کمیٹی میں شامل ہوگئے ہیں ان پر لازم ہے کہ اس سے استعفاء دے کر الگ ہوجائیں اور خالص سنی کمیٹی میں شامل ہوکر مسلمانوں کی کثیر تعداد میں دوسری کمیٹی کی حمایت کے لئے تیار کریں اور تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کمیٹی کی حمایت کریں اور سارے سنی حضرات پوری کوشش سے قبرستان مذکور کو اپنی تحویل میں لیں۔

اور غیر مقلد و دیوبندی جو اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کرنے والے اور دیگر انبیاء کرام و اولیائے عظام کی توہین کرنے والے ہیں ان کی مخلوط کمیٹی کی تحویل میں قبرستان کو ہرگز نہ جانے دیں ورنہ وہ لوگ اس کی مسجد میں ازراہ فریب کسی دیوبندی وہابی مولوی کو سنی بنا کر امام مقرر کردیں گے تو نہ کسی کی نماز جنازہ صحیح ہوگی اور نہ پنج وقتی نماز تو قبرستان کو مخلوط کمیٹی کی تحویل میں لینے والے سخت گنہگار، مستحق عذاب نار اور لائق قہر قہار ہوں گے۔ اگر وہ لاکھ کہیں کہ آپ سنی امام رکھئے گا۔ تو ہرگز نہ مانیں کہ یہ قوم بڑی مکار و فریب کار ہے۔ اور یہ خیال غلط ہے کہ صحیح العقیدہ کمیٹی بنانے پر اختلاف ہوگا تو قبرستان کا وجود خطرہ میں ہوجائے گا اس لئے کہ مردہ دفن کرنے کے لئے حکومت قبرستان کو سنی مسلم ٹرسٹ کے حوالے کرنے کا فیصلہ کرچکی ہے۔ سنی مسلمان صرف حکومت کو یہ ثابت کردیں کہ غیر مقلد اور دیوبندی سنی مسلمان نہیں۔ قبرستان کے وجود کا خطرہ ایک وہم ہے۔ اضطرار شرعی نہیں۔ بہر حال سنی مسلمان کسی حالت میں وہابیہ کے اختلاط کو ہرگز قبول نہ کریں جو کمیٹی خالص سنیوں پر مشتمل ہے۔ اسی کے ذریعہ بھرپور کوشش کرکے قبرستان

سنی مسلم ٹرسٹ کی تحویل میں کریں کہ حکومت نے اسی کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۶؍ربیع النور۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-

ایک پرانا قبرستان ہے جس کی بغل میں چک بندی والوں نے قبرستان کے لئے مزید زمین چھوڑی لیکن مسلمانوں کو معلوم نہیں تھا کہ وہ زمین قبرستان کی ہے یہاں تک کہ اس پر ایک شخص نے اپنا مکان بنالیا۔ اب معلوم ہوا کہ وہ زمین قبرستان کی ہے۔ تو کیا مکان بنانے والے سے زمین کی مناسب قیمت لے کر پیسہ کو قبرستان کی چہار دیواری میں صرف کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- قبرستان ہونے کے لئے شرط ہے کہ مسلمان اسے وقف کریں یا کافر کی دی ہوئی زمین کو قبرستان قرار دیں اور چکبندی والوں کی چھوڑی ہوئی مزید زمین جب تک مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں اور اسے قبرستان قرار نہیں دیئے وہ قبرستان نہیں ہوا، حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: ''ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کو روپیہ دے دے مسلمان اس روپیہ کا مالک ہوکر مسجد بنائیں یا غیر مسلم کسی زمین پر تعمیر بنا کر مسلمانوں کو دے دے مسلمان اس پر قابض ہوکر اسے وقف کردیں ان دونوں صورتوں میں وہ مسجد ہوجائے گی اس صورت میں کہ غیر مسلم مسجد بنائے اور اسے اپنی ملک پر باقی رکھے یا خود وقف کرے وہ مسجد نہ ہوگی'' (فتاویٰ مصطفویہ حصہ سوم صفحہ۲۲) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی کے مثل ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''مگر جب مسلمانوں نے اسے مسجد قرار دیا اس میں نمازیں مسجد سمجھ کر پڑھیں مسجد ہوگئی فان الارض کانت لبیت المال فجاز جعلهم ایاها مسجد او البناء ان کان من المال المسلمین او من مال المرتد.....الخ'' (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ۴۵۹)

لہٰذا ایسی صورت میں چکبندی والوں کی قبرستان کے لئے چھوڑی ہوئی مزید زمین پہ بانی مکان نے اس وقت مکان تعمیر کیا جب کہ وہ زمین قبرستان نہیں تھی تو اس صورت میں شخص مذکور سے زمین کی مناسب قیمت لے کر قبرستان کی چہار دیواری میں صرف کرنا جائز ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: وفاء المصطفیٰ امجدی

کتاب البیوع

خرید و فروخت کا بیان

مسئلہ:-

پرندوں کی بیع اس دور میں عدد کے اعتبار سے رائج ہے۔ تو یہ کون سی بیع ہے ایسی بیع کرنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اس سے حاصل شدہ رقم مسجد و مدرسہ میں لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- پرند عددی چیز ہے۔ اس کی بیع ہمیشہ گنتی کے اعتبار سے ہوتی رہی جیسا کہ آج بھی رائج ہے اور یہ بھی بیع مطلق کی ایک قسم ہے۔ ایسی بیع کرنے والے پر عند الشرع کوئی مواخذہ نہیں۔ اور اس سے حاصل شدہ رقم مسجد و مدرسہ میں لگانا جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: محمد قاسم، موضع بھیر دیور، پہتی پور، ضلع امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

(۱) مسلمانوں کو دھوکہ دے کر کمائی کرنا ایسی کمائی کی رقم کھانا آیا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسلمانوں کو دلالی کی رقم کھانا دو مسلمانوں کے مابین جھوٹ بول کر اور حلفیہ بیان دے کر بیع کرانا یہ عمل کیسا ہے؟

(۳) ایسی بیع کہ مبیع معروف ہو بائع سے ثمن کچھ طے کرے اور مشتری سے کچھ کہہ کر اور قسم کھا کر بیع کرانا۔ اور مشتری سے مبیع کی قیمت جھوٹ بول کر حاصل کرنا یہ عمل کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) مسلمانوں کو دھوکہ دے کر کمائی کرنا حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَ لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. " (پ۲ سورۂ بقرہ آیت ۱۸۸) اور ایسی کمائی کی رقم کھانا بھی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لان یاخذ ترابا فیجعله فی فیه خیر له من ان یجعل فی فیه ما حرم اللہ علیه." یعنی منہ میں خاک بھر لینا اس لقمہ سے بہتر ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جسے حرام فرمایا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دلالی کا اگر یہ مطلب ہے کہ بائع اور مشتری سے بکوانے اور خریدوانے کی اجرت لیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ البتہ جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹ بول کر بیع کرانا حرام و ناجائز ہے۔ قرآن و حدیث میں جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت آئی ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) بائع سے ثمن کو طے کرنا اور مشتری سے اس کے خلاف بتا کر جھوٹی قسم کھا کے بیع کرانا اور مشتری سے مبیع کی قیمت جھوٹ بول کر وصول کرنا یہ سب حرام و ناجائز ہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷؍شوال المکرم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: حاجی محمد انور، حاجی محمد قاسم ناگوری، صدر دار العلوم اہل سنت برکاتیہ بزم برکات، منشی کمپاؤنڈ، گلشن نگر، ویسٹ بمبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ ہماری ناگوری برادری میں بی، سی کی ایک سوسائٹی ہوتی ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ بی۔ سی ۵؍لاکھ روپئے کی ہوتی ہے جس کے پچاس ممبران ہوتے ہیں ہر ممبر کو ہر ماہ دس ہزار روپے سوسائٹی میں جمع کرنا پڑتا ہے۔ بی۔ سی کی مدت پچاس مہینے کی ہوتی ہے ہر ماہ قرعہ اندازی کے ذریعہ نام نکالا جاتا ہے۔ جس ممبر کا نام نکلتا ہے اس کو پانچ لاکھ روپئے کی رقم دیدی جاتی ہے۔ بی۔ سی کا یہ مروجہ طریقہ۔ بی۔ سی کے ممبران آپسی لین دین میں ایک طریقہ اور اپناتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے: مثال کے طور پر بی۔ سی کا ایک ممبر عبد الرسول ہے جو ہر ماہ دس ہزار روپئے جمع کرتا ہے۔ اس سے عبد القادر جو بی۔ سی کا ممبر نہیں ہے کہتا ہے کہ میں تم کو بی۔ سی کی پانچ لاکھ رقم کے بدلے میں تین لاکھ نقد اور دو لاکھ کی ایک گاڑی دیتا ہوں تم مجھے بی۔ سی کی رسید دیدو اور ہر ماہ تم دس ہزار روپئے جمع کرتے رہو۔ جب قرعہ اندازی میں تمہارا نام نکلے گا تو پانچ لاکھ کی رقم میں لے لوں گا۔ اس طرح کا لین دین ہماری برادری میں کیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کیا عبد الرسول اور عبد القادر کے درمیان لین دین کے طریقے میں شرعاً کوئی خرابی تو نہیں ہے؟ شریعت کا جو بھی حکم ہو برائے کرم اس سے آگاہ فرمائیں عین کرم ہوگا۔

(۲) ایک شخص جس کا نام خالد ہے وہ راشد کے یہاں سے ۲ سو لیٹر دودھ خریدتا ہے جس کا دو ریٹ ہے۔ (۱) ۱۶ لیٹر کی قیمت بندی بھاؤ یعنی آپسی طے شدہ بھاؤ کے حساب سے ۱۹ روپئے فی لیٹر ہے۔ (۲) ۴۰ لیٹر کی بازاری قیمت ۱۵، ۱۶ روپے فی لیٹر ہے۔ اس طرح خرید و فروخت کا معمول بہت دنوں سے ہے۔ اب اچانک خالد کو کاروبار کے لئے ۲؍لاکھ روپئے کی ضرورت پڑ گئی اس لئے وہ راشد سے کہتا ہے کہ تم مجھ کو دو لاکھ روپئے دے دو اور مجھ کو دودھ بندی بھاؤ یعنی ۱۹ روپئے کے حساب سے دینا شروع کردو۔ تو کیا اس طرح کم زیادہ کر کے بوقت ضرورت دودھ کی خرید و فروخت از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) جب کہ قرعہ اندازی میں پانچ لاکھ کی رقم پانے والا بھی پورے پچاس مہینے تک دس ہزار روپئے برابر جمع کرتا رہے گا تو بی۔ سی کی مذکورہ صورت جائز ہے۔ اور اگر بی۔ سی کا کوئی ممبر کسی سے یہ معاملہ کرے کہ تین لاکھ نقد اور دو لاکھ کی گاڑی اس شرط کے ساتھ لے کہ ہر ماہ ہم بی۔ سی کی رقم دس ہزار جمع کرتے رہیں گے اور جب قرعہ اندازی میں پانچ لاکھ روپئے ملیں

گے تو اسے تم لے لینا تو یہ صورت بھی جائز ہے۔ شرعاً اس میں کوئی خرابی نہیں کہ تین لاکھ روپے قرض قرار دیئے جائیں گے اور گاڑی کی بیع ادھار ٹھہرائی جائے گی جس کا ثمن قرعہ اندازی میں مشتری کا نام نکلنے پر اس سے وصول ہوگا۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) سوال کا مطلب اگر یہ ہے کہ راشد جو دودھ پندرہ سولہ روپیہ لیٹر بیچتا ہے وہی دودھ خالد کے بدست دو لاکھ روپے قرض دینے کے سبب انیس روپئے لیٹر بیچتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ جب تک خالد دو لاکھ روپئے راشد کو واپس نہیں کر دے گا انیس ہی کے بھاؤ سے اس کو دودھ دے گا اور بعد واپسی پندرہ سولہ میں دے گا تو اس طرح معاملہ کرنا سود ہے حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "کل قرض جر نفعا فهو ربا." واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ:— جلال الدین احمد الامجدی

۴؍ ذوالقعدہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محبوب علی خاں، موضع بندوریا، ڈاکخانہ دولت پور، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ آبادی میں ایک مسجد ہے جو خستہ ہو چکی ہے۔ تعمیر جدید میں مسجد کو وسیع کرنے کیلئے اس کے پچھم ایک ہندو کی زمین تھی جو مسجد کے لئے خریدی گئی۔ ہندو کے گھر کے سامنے اتر جانب چند مسلمانوں کی مشترکہ زمین تھی جس پر انہیں لوگوں میں سے ایک شخص نے اپنا مکان بنالیا۔ اس کے بعد اتر جانب گاؤں سماج کی زمین تھی جس کے بعض حصہ پر ہندو کا قبضہ تھا۔ اب شخص مذکور کے چچازاد بھائی وغیرہ کہتے ہیں کہ ہندو کا اپنے گھر کے ساتھ گاؤں سماج کی پوری زمین پر قبضہ تھا اور وہ سب کو مسجد کے لئے بیچ کر گیا ہے۔ اور شخص مذکور جب گھر بنارہا تھا تو اس کے چچا نے کہا کہ اس زمین میں تمہارا صرف ۵ حصہ ہے اس پر شخص مذکور نے کہا کہ اس کے بدلے جہاں ہمارا حصہ ہے وہاں لے لینا۔ تو پھر انہیں کچھ اعتراض نہ ہوا۔ اور ہندو کا مکان مسجد کے لئے خریدنے والے نے وہ مکان کہ جس کی صرف دیوار اول نمبر کے سترہ ہزار اینٹوں سے بنی ہوئی تھی۔ اپنی طبیعت سے گیارہ ہزار قیمت لگا کر خود خرید لیا اور انہیں اجاڑ کر اپنا مکان بنالیا ہے جب لوگوں کو اعتراض ہوا تو جواب دیا کہ ہم خریدتے وقت اس کی نیت کر لئے تھے۔ ان معاملات کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- یہ کہنا غلط ہے کہ ہندو اپنے گھر کے ساتھ مسجد کے لئے گاؤں سماج کی زمین بھی بیچ کر گیا ہے اس لئے کہ گاؤں سماج کی زمین تو پردھان بھی نہیں بیچ سکتا صرف پٹہ کر سکتا ہے۔ تو وہ ہندو واپسی زمین کیسے بیچ سکتا ہے۔

لہذا شخص مذکور نے اگر گاؤں سماج کی زمین پر گھر بنایا تو صحیح ہے۔ البتہ اگر پردھان کو اعتراض ہو اس سے پٹہ لکھالے اور اگر اپنی مشترکہ زمین پر بنایا ہے تو بھی صحیح ہے مگر چچا سے جیسا کہ کہا ہے اس کے مطابق اپنے حصہ سے ان کو زمین دیدے اور شخص مذکور نے جس زمین پر مکان بنایا ہے اگر وہ اس کی مشترکہ زمین پر نہیں ہے اور نہ گاؤں سماج کی زمین ہے جس کو اس نے مسجد کے لئے بیچا ہے تو اس صورت میں وہ مکان ڈھا دیا جائے اور مسجد کی زمین خالی کر لی جائے۔ اور جب ہندو کا مکان مسجد کے لئے خریدا تو

اس کی زمین مع دیوار مسجد کی ہوگئی اس صورت میں مکان خریدتے وقت دیوار کی اینٹوں کو خود لینے کی نیت معتبر نہیں۔ اور ظاہر یہی ہے کہ اس وقت ہندو کا مکان مسجد کے لئے خریدنے والے کو اینٹیں خود لینے کی نیت نہیں تھی اگر ایسا ہوتا تو ہندو کے مکان کی زمین مسجد کے لئے خریدتا اور اینٹیں خود اس سے اپنے لئے خریدتا۔ مگر اس وقت اس نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ بعد میں اس کی نیت خراب ہوئی تو خود ہی خریدار اور خود ہی بیچنے والا بن کر سترہ ہزار اینٹوں کی قیمت اپنی طبیعت سے گیارہ ہزار لگا کر خرید لیا۔ اور اگر تسلیم جائے کہ مکان خریدتے وقت اینٹیں خود خریدنے کی نیت اس کی تھی تو اس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہندو سے اینٹوں کو اس لئے نہیں خریدا کہ مہنگی پڑے گی۔ اور مسجد سے لینے میں ہم خود ہی خریدار اور خود ہی بیچنے والے ہوں گے تو جس قیمت پر چاہیں گے لے لیں گے۔ مگر اس طرح اینٹوں کی خریداری دو وجہ سے ناجائز ہے۔

اول یہ کہ خود ہی خریدار اور خود ہی بیچنے والا ہے اور ایک ہی شخص کا بائع و مشتری دونوں ہونا صحیح نہیں، جیسا کہ شرح وقایہ جلد دوم مطبوعہ مجیدی صفحہ ٦ پر ہے: "ان الواحد لایتولی طرفی البیع." اور دوسری وجہ ناجائز ہونے کی یہ ہے کہ مسجد کا جو سامان استعمال کے قابل ہو اور استعمال کے وقت تک اس کے خراب ہو جانے کا غالب گمان نہ ہو تو مسجد کے اس سامان کو بیچنا جائز نہیں۔ اور مسجد مذکور جب کہ خستہ ہے تو تعمیر جدید میں اس کو اینٹوں کی ضرورت ہوگی اور اس درمیان ان کے خراب ہو جانے کا اندیشہ نہیں۔ تو اس صورت میں بھی اس کی اینٹوں کا بیچنا جائز نہیں۔ ھکذا فی الکتب الفقھیة.

لہذا مسجد کی اینٹیں خریدنے والے نے مسجد کے ساتھ ظلم و زیادتی کی ہے جس کی سزا اسے دنیا و آخرت میں بھگتنی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

یکم رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ: - از: محمد عارف، بیڑی فیکٹری بس اسٹینڈ، چھترپور

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ذیل کے مسئلہ میں زید بیڑی پتہ کا کاروبار کرتا ہے اور بیڑی کا پتہ انڈیا گورنمنٹ کے جنگلوں سے چوری چھپے سستے داموں میں حاصل کرتا ہے اور دوسری جگہ لے جا کر زیادہ داموں میں فروخت کرتا ہے۔ اب سوال طلب مسئلہ یہ ہے کہ زید کی کمائی ہوئی رقم حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا.

الجواب: - دھوکا اور فریب کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ خواہ مسلم ہو یا کافر اور بیڑی کے پتے انڈیا گورنمنٹ کے جنگلوں سے چوری چھپے سستے داموں میں حاصل کرنا انڈیا گورنمنٹ کے ساتھ دھوکا اور فریب ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی فتح القدیر کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: "انما یحرم علی المسلم اذا کان بطریق الغدر. اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۸۸) اور ہدایہ وغیرہ میں ہے: "لان مالهم مباح بای طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم

یکن فیه غدرا. اھ" لہٰذا مذکورہ طریقہ پر زید کی کمائی ہوئی رقم ناجائز و حرام ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ:۔ از: عطاء المصطفیٰ بھاؤپوری، اٹوابازار، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین و ملت اس مسئلہ میں کہ گیہوں وغیرہ کی تیار کھڑی فصل بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ گیہوں وغیرہ کی تیار کھڑی فصل بیچنا جائز ہے بشرطیکہ فوراً کاٹ لی جائے اگرچہ یہ معلوم نہیں کہ گیہوں کتنا ہے۔ جس طرح کہ انکل سے اس اناج، کھانے اور کپڑوں کے ڈھیر کی بیع جائز ہے جس کی مقدار اور تعداد معلوم نہ ہو۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد سوم صفحہ ۱۲۲ پر ہے: "جهالة المبيع مانعة جواز البيع اذا كان يتعذر معها التسليم و ان كان لا يتعذر لم يفسد العقد كجهالة كيل الصبرة بان باع صبرة معينة و لم يعرف قدر كيلها و كجهالة عدد الثياب المعينة بان باع اثوابا معينة و لم يعرف عددها كذا فى المحيط." اور ہدایہ آخرین صفحہ ۲۱ میں ہے: "يجوز بيع الطعام و الحبوب مجازفة. اھ" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''کھیت اگر تیار ہو گیا اور ابھی کاٹ لیا جائے گا تو (اس کی بیع) جائز ہے۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۴۳) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۰ رمحرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: محمد رئیس نوری، دار العلوم اہل سنت شاہی مسجد گھاس بازار، ناسک سٹی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بوتل کا کاروبار کرتا ہے اور بوتل جمع کر کے شراب کے کارخانہ میں دیتا ہے اور انہیں بوتلوں میں پھر سے شراب بھر کر فروخت کی جاتی ہے۔ آیا زید کا شراب کے کارخانہ میں بوتل دینا جائز ہے؟ جب کہ یہ تحقیق ہے کہ اس میں شراب ہی بھری جائے گی اور فروخت کی جائے گی۔ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورتِ مسئولہ میں زید کا بوتل جمع کر کے اس کا بیچنا جائز ہے کہ اس کے نفس فعل میں کوئی گناہ نہیں۔ گناہ شراب بنانے اور اس کی خرید و فروخت کرنے میں ہے۔ جیسے معمار کا گرجا یا شوالہ بنانا یا مکان پیشہ ور عورت کو کرایہ پر دینا۔ فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۵۸ (مطبوعہ رضا آفسیٹ بمبئی-۳) میں خانیہ کے حوالہ سے ہے: "لو آجر نفسه يعمل فى الكنيسة و يعمرها لا بأس به لانه لا معصية فى عين العمل. اھ" پھر اسی صفحہ پر ہدایہ سے ہے: "من آجر بيتا يتخذ فيه بيت نار او كنيسة او بيعة او يباع فيه الخمر بالسواد فلا باس به و هذا عند ابى حنيفة رحمة الله تعالىٰ" تاہم زید کو شراب کے کارخانہ میں دینے کے بجائے کسی دوسرے کے بدست فروخت کرنا چاہئے کہ براہ

راست شراب کے کارخانہ میں دینا مسلمانوں کے دلوں میں نفرت اور انگشت نمائی کا سبب ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۹ر شوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ:-

عقد سے ختم میعاد تک بیع سلم میں مسلم فیہ کا برابر دستیاب ہونا شرط ہے تو مسلم فیہ کا بازاروں اور گھروں میں ملنے اور نہ ملنے کا کیا مطلب ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بیع سلم میں جو یہ شرط ہے کہ وقت عقد سے ختم میعاد تک مسلم فیہ کا برابر دستیاب ہونا ضروری ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بازاروں میں دستیاب ہو گھروں میں ملنے اور نہ ملنے کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''بیع سلم انہیں چیزوں میں جائز ہے جو ہنگام عقد سے میعاد استحقاق تک ہر وقت بازار میں موجود رہیں گھروں میں موجود ہونا کفایت نہیں کرتا۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۲۳۴) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "حد الانقطاع ان لایوجد فی الاسواق و ان کانت فی البیوت در فی التبیین شرنبلالیۃ و مثلہ فی الفتح و البحر و النہر و عبارۃ الہدایۃ و لا یجوز السلم حتی یکون المسلم فیہ موجودا من عین العقد الی عین المحل." (شامی جلد چہارم صفحہ ۲۲۸) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۳۰ر جمادی الاولیٰ ۱۸ھ

مسئلہ:-

گیہوں کو آٹا یا چنا سے بیچنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- گیہوں کو آٹا سے بیچنا ناجائز ہے۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''گیہوں کی بیع آٹے سے مطلقاً ناجائز ہے اگر چہ ناپ یا وزن میں دونوں جانب برابر ہوں۔'' (بہار شریعت ج ۱۱ صفحہ ۱۵۱) اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہے: "لایجوز بیع البر بدقیق مطلقاً و لو متساویا لعدم المسوی فیحرم لشبھۃ الربا. اھ" (درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۲۰۸) البتہ اگر جو وغیرہ کا آٹا ہو تو اس سے بیچنا درست ہے۔ اور گیہوں کو چنا سے کمی و بیشی کے ساتھ ادھار بیچنا بھی جائز ہے کہ جنسیں مختلف ہیں اور اختلاف جنس وقدر کمی بیشی کو مباح کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم." اور شامی جلد چہارم صفحہ ۲۰۸ میں ہے "قولہ بدقیق و سویق ای دقیق البر و سویقہ بخلاف دقیق الشعیر او سویقہ فانہ یجو.

الجنس افاده فی الفتح. اھ" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی المولیٰ عنہ کیل و وزن کے متعلق حلت و حرمت کا قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ: "جو دو چیزیں نہ ہم جنس ہوں نہ ایک قسم کے اندازہ میں شریک اب خواہ دونوں اصلا داخل اندازہ کیل و وزن نہ ہوں جیسے گھوڑا کپڑا یا ایک داخل ہو ایک خارج جیسے گھوڑا گیہوں یا دونوں داخل ہوں مگر ایک قسم کے اندازہ سے ان کی تقدیر نہ ہوتی ہو بلکہ ایک کیلی ہو اور دوسری وزنی جیسے چاول کھجور تو ایسی صورتوں میں تفاضل و نسیہ دونوں حلال ہیں۔ اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۸۰) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اظہار احمد نظامی

۵ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:-

آم کی فصل بور آتے ہی بیچ دی گئی تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "پھل پھول پر بیچنا ہی سرے سے حرام و ناجائز ہے۔ وہ بالاتفاق جائز نہ ہوئی بائع و مشتری دونوں پر اس سے دست کشی و توبہ لازم ہے۔ "فی الدر المختار باع ثمرة قبل الظهور لا يصح اتفاقا. اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۳۳) اور بہار شریعت حصہ یازدہم صفحہ ۲۶ پر ہے: "باغ کی بہار پھل آنے سے پہلے بیچ ڈالی یہ ناجائز ہے۔" اور در مختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۴۲ میں ہے: "من باع ثمرة بارزة اما قبل الظهور فلا يصح اتفاقا. اھ" لہٰذا آم کی فصل بور آتے ہی بیچ دی گئی تو یہ ناجائز و حرام ہے۔ اور حرام کے ارتکاب کے سبب عاقدین گنہگار ہوئے۔ دونوں توبہ و استغفار کریں اور اس طرح کے معاملہ کو ختم کر دیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد سمیر الدین جیبی مصباحی

۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: مشتاق احمد، ہرسول، گجرات

غیر مسلم کمپنی کے شیر غیر مسلم سے شیر بازار میں خریدنا و بیچنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اپنا شیر دوسرے سے بیچنا یا دوسرے کا شیر خریدنا حرام ہے ہرگز جائز نہیں خواہ یہ معاملہ مسلم کے ساتھ ہو یا غیر مسلم کے ساتھ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "اپنے روپیہ کا حصہ دوسرے کے ہاتھ بیچنا اور اس کا خریدنا دونوں حرام۔ اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۷۳) اور شیر کا بیچنا خریدنا اس لئے بھی جائز نہیں کہ اس طرح کی کمپنیاں نقصان کی صورت میں حصہ داروں (شیر ہولڈرس) کی پوری رقم ضبط کر لیتی ہیں یا ان کے سرمایہ سے سودی قرض ادا کرتی

ہیں جو شرعاً ناجائز ہے۔لہذا شیر کی خرید وفروخت کے ذریعہ یا کسی اور طریقہ سے کمپنی میں شریک ہونا حرام وگناہ ہے اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ مسلمان ہرگز ہرگز کمپنی کی شرکت قبول نہ کریں۔ایسا ہی محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنی کتاب ''شیر بازار کے مسائل'' صفحہ ۶۰ و ۲۹۸ میں افادہ فرمایا ہے۔اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۰ میں ہے کمپنی کے حصص (شیرز) کا حصول اور ان کی خرید وفروخت ناجائز وگناہ ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ کمپنی کے ایسے کاروبار میں شرکت سے مکمل اجتناب کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۹ جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد جمیل خاں، میڈیکل اسٹور متھرا بازار، بلرام پور

ایک کمپنی بطور نمونہ کچھ دوائیں ڈاکٹر کو دیتی ہے کہ وہ ان دواؤں کو مریض پر مفت خرچ کرے تو ڈاکٹر ایسی دواؤں کو بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ڈاکٹر مذکورہ دواؤں کو نہیں بیچ سکتا ہے۔اس لئے کہ جب کمپنی نے اسے دوا مفت دینے کے لئے وکیل بنایا تو اسے بیچنے کا اختیار نہیں جیسے کسی شخص نے دوسرے کو کچھ مال دینے کے لئے وکیل بنایا اور کہا یہ مال فقراء میں تقسیم کردو تو وکیل وہ مال غیر فقراء کو نہیں دے سکتا اور اس میں سے خود بھی کچھ نہیں لے سکتا اور نہ بیچ کر اس کی قیمت لے سکتا ہے۔حضرت علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "الوکیل انما یستفید التصرف من المؤکل و قد امر بالدفع الی فلان فلا یملک الدفع الی غیرہ کما لو اوصی لزید بکذا لیس للوصی الدفع الی غیرہ. اھ" (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۲۶۹) اور فتاویٰ قاضی خان مع ہندیہ جلد اول صفحہ ۲۶۲ پر ہے: "رجل دفع زکاۃ مالہ الی رجل و امرہ بالاداء لایمسک لنفسہ شیئا. اھ ملخصاً" و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲ ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:- از: برکاتی بک سیلر، مئو دروازہ، چھتر پور

بکر نے کتاب اپنے خرچ سے چھپوائی اور ساٹھ فیصد کمیشن وضع کر کے ساری کتابیں زید کے ہاتھ بیچ دیں اور طرفین کے درمیان یہ طے پایا کہ ساری کتابیں فروخت ہونے پر اصل خرچ نکالنے کے بعد جو نفع ہوگا ہم دونوں آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیں گے تو زید و بکر کا اس طرح معاملہ کرنا درست ہے یا نہیں اگر نہیں درست ہے تو کوئی ایسی جائز صورت تحریر کریں جس سے دونوں کو فائدہ ہو؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جب بکر نے کتابیں زید کے ہاتھ بیچ دیں تو وہ اس کا مالک ہوگیا اس پر واجب ہے کہ بکر کو پوری قیمت ادا کرے وہ اس میں سے کچھ نہیں لے سکتا۔ لہذا مذکورہ صورت میں جو زید نے اس شرط پر کتابیں خریدی ہیں کہ جو ثمن طے ہوا ہے اس میں سے بھی ہم نفع لیں گے یہ ایسی شرط ہے جس میں احد المتعاقدین یعنی مشتری کا فائدہ ہے اس لئے یہ بیع فاسد ہے۔ ہدایہ باب البیع الفاسد جلد سوم صفحہ ۵۹ میں ہے: "کل شرط لا یقتضیه العقد و فیه منفعة لاحد المتعاقدین یفسده (ای البیع) ملخصاً." لہذا زید و بکر کا اس طرح معاملہ کرنا ہرگز درست نہیں۔

البتہ جواز کی ایک صورت ہے کہ بکر نے کتاب چھپائی وغیرہ میں مثلاً کل دو ہزار روپے خرچ کئے تو اسے زید کے ہاتھ تین یا چار ہزار روپے میں نقد یا ادھار جس طرح چاہے بیچ دے اور اس سے اپنا ثمن وصول کرے۔ اب زید کو اختیار ہے کہ وہ پانچ ہزار یا چھ ہزار جتنے میں چاہے فروخت کرے۔ اس صورت میں زید و بکر دونوں کو فائدہ حاصل ہو جائے گا۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۷ رمحرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:- از: شبیر احمد چشتی مصباحی، مدرسہ حنفیہ عالم خاں جونپور

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف بتانے کے لئے شعراء بیان کرتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادے حضرت ابو شحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب پی اور اسی حالت میں زنا سرزد ہوا تو آپ نے ان کو کوڑے لگوائے کہ اسی حالت میں انتقال فرما گئے۔ جب کہ خطبات محرم میں لکھا ہے کہ انہوں نے نبیذ پی یہ خیال کر کے کہ نشہ آور نہیں ہے اور وہ نشہ والی ثابت ہوئی۔" اس کے باوجود جان بوجھ کر یہ واقعہ بیان کرے تو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کی کیسٹیں قوال حضرات گا کر بیچتے ہیں تو اس کا بیچنا اور خریدنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- شعراء کا اس طرح واقعہ بیان کرنا کہ حضرت ابو شحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب پی تھی اور زنا کیا تھا۔ سراسر جھوٹ ہے اور اصل واقعہ وہی ہے جو خطبات محرم میں ہے کہ آپ نے حلال نبیذ سمجھ کر پی تھی۔ لہذا غلط واقعہ بیان کرنے والے سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں ان پر توبہ لازم ہے کہ بے اصل و باطل روایت بیان کرنا، سننا دونوں حرام ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۵۴ میں ہے۔ اور اس کی کیسٹیں بیچنا اور خریدنا دونوں سخت ناجائز و حرام ہے کہ خود مروجہ قوالی حرام ہے اس پر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ غلط واقعات کو مزامیر کے ساتھ گا کر نشر کرنا جو حرام در حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچنے کی توفیق بخشے۔ (آمین) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: سلامت حسین نوری

۱۴ ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: نعیم اللہ برکاتی، برکاتیہ بک اسٹال، کول پیٹھ، ہبلی، کرناٹکا

بکر نے زید کو اپنی ضمانت پر ایک شامیانہ سینٹر سے کرایہ پر کچھ سامان دلوایا زید نے اسے ایک ماہ تک استعمال کیا جب کرایہ دینے کا وقت آیا تو وہ کرایہ دیئے بغیر بکر کا بھی بتیس ہزار روپیہ لے کر فرار ہو گیا اب شامیانہ سینٹر والا بکر پر یہ ظلم کر رہا ہے کہ اس سے یہ کہہ کر اپنے کرائے کا روپیہ مانگ رہا ہے کہ آپ نے اپنی ضمانت پر دلوایا تھا لہذا آپ کرایہ ادا کریں تو شامیانہ سینٹر والے کا بکر سے کرایہ وصول کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ضمانت کو فقہ میں کفالت کہتے ہیں۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ''کفالت کا حکم یہ ہے کہ اصیل کی طرف سے اس نے جس چیز کی کفالت لی ہے اس کا مطالبہ اس کے ذمہ لازم ہو گیا یعنی طالب کے لئے حق مطالبہ ثابت ہو گیا وہ جب چاہے اس سے مطالبہ کر سکتا ہے۔ اس کو انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔'' (بہار شریعت حصہ دوازدہم صفحہ ۶)

لہذا شامیانہ سینٹر والے کا بکر سے کرایہ کا مطالبہ کرنا درست ہے اور بکر پر لازم ہے کہ وہ کرایہ خود ادا کرے یا کسی طرح زید سے دلائے اور شامیانہ سینٹر والا بکر پر ظلم نہیں کر رہا ہے بلکہ اس نے غلط آدمی کی ضمانت لے کر خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ درمختار مع شامی جلد چہارم صفحہ ۲۸۰ مبحث الکفالۃ میں ہے: "حکمها لزوم المطالبة على الكفيل بما هو على الاصيل. اھ" اور فتاوی شامی جلد چہارم صفحہ ۲۷۹ پر ہے: "هو مالا يسقط الا بالاداء او الابراء. اھ" و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۲۲/ ذوالقعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:-

سو کا نوٹ ایک ماہ کے ادھار پر ڈیڑھ سو میں خریدنا بیچنا یا قرض لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- صورت مسئولہ میں تحقیق مسئلہ یہ ہے کہ نوٹ حقیقت میں کاغذ اور اصطلاح میں ثمن ہے لہذا نقد نوٹ کی بیشی کے ساتھ جتنے پر رضامندی ہو جائے بیچنا جائز ہے جیسا کہ شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ نے رسالہ "كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم." میں وضاحت فرماتے ہوئے سوال یازدہم کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''ہاں نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضامندی ہو جائے اس کا بیچنا جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۱۴۰) اور لیکن ادھار خریدنا اور بیچنا نوٹ کا تو یہ بھی سود و حرام اور گناہ نہیں بلکہ صرف مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''صراف کے نقد روپیہ دینے والے کو پونے سولہ آنے دے یہ بیع بلا کراہت جائز ہے اور جو روپیہ اس وقت نہ دے دوسرے وقت کا وعدہ کرے اسے روپے کے عوض بارہ آنے دینا بھی جائز ہے۔ سود و حرام و گناہ نہیں صرف مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ کہ نہ کرے تو بہتر اور کرے تو حرج نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ

۲۴۷) لیکن قرض لے کر سو کا ڈیڑھ سو لینا یا دینا کسی طرح جائز نہیں کہ نرا سود حرام ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے: "کل قرض جر منفعة فهو ربا." اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''نوٹ اگر قرض دیا جائے اور ایک پیسہ زیادہ ٹھہرا لیا جائے تو قطعی حرام ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ۲۴۸) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد نعمان رضا

باب القرض

قرض کا بیان

مسئلہ:- از: منور حسین، باری پیدہ (اڑیسہ)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے ایک سو پچاس روپۓ قرض لئے۔ پھر بکر لا پتہ ہوگیا اسے بہت تلاش کیا گیا مگر سراغ نہ ملا تو اب زید قرض سے کس طرح بری الذمہ ہو؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جب یہ نہیں پتہ چل رہا ہے کہ بکر کہاں چلا گیا۔ اس صورت میں اگر اس کے کسی وارث کا سراغ مل سکے تو رقم مذکور اس کے سپرد کردیں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بکر کو ثواب ملنے کی نیت سے ایک سو پچاس روپۓ صدقہ کردیں اس طرح زید قرض سے بری الذمہ ہو جائے گا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱/ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد نصیب انصاری، بشیشر گنج بستی

زید ایک مدرسہ کا خزانچی ہے جس نے بطور قرض مدرسہ کی کچھ رقم نکال کر اپنی ذات پر خرچ کیا پھر ایک سال بعد اسے ادا کیا۔ اور وہ یہ کہتا ہے کہ جو بھی شخص چاہے مدرسہ سے بیس ہزار روپۓ قرض لے اور ادا کرتے وقت تیس ہزار روپے جمع کرے تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ نیز کیا ایسا شخص مدرسہ کا خزانچی رہ سکتا ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ذمہ داران مدرسہ کو اس کی رقم خود قرض لینا یا کسی دوسرے کو قرض دینا حرام ہے ہرگز جائز نہیں۔ لہذا زید مدرسہ کی رقم اپنی ذات پر خرچ کرنے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ اور اس کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ جو شخص چاہے مدرسہ سے بیس ہزار روپۓ قرض لے اور تیس ہزار روپۓ ادا کرے اس لئے کہ یہ سود ہے جو حرام ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اپنے اس ارادہ سے باز آ کر علانیہ توبہ و استغفار کرے اور یہ عہد کرے کہ آئندہ مدرسہ کی رقم نہ خود قرض لے گا نہ کسی دوسرے کو قرض دے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے خزانچی کے عہدہ سے ہٹادیں۔ فتاوٰی رضویہ جلد ششم صفحہ ۵۰۹ میں ہے: "ان الاقراض تبرع و التبرع اتلاف فی الحال و الناظر للنظر لا للاتلاف اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲/ شعبان المعظم ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد طارق، ہوڑہ، بنگال

ایک غیر مسلم سے مرحوم کے تعلقات تھے وہ ان سے سود پر روپیہ لیا کرتے تھے پھر مرحوم کی صحت خراب ہوگئی تو اس غیر مسلم نے مرحوم کی اولاد کو اشارہ کیا کہ والد سے کہو کہ فلاں کا ساٹھ ہزار روپیہ ہے۔ تو مرحوم نے کہا کہ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ بیس ہزار روپئے دوں گا وہ بھی وقفہ وقفہ سے۔ تو کیا اس قرض کو ادا کیا جائے؟ اگر ادا کیا جائے تو کس طرح اور کتنا دیا جائے؟ شریعت کا حکم کیا ہے؟ جب کہ وہ روپیہ سود کا ہے اور دونوں کا کہنا بھی ہوا کہ سود ہی کا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- قرض قرض ہے مسلم کا ہو یا غیر مسلم کا اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ البتہ سود پر قرض لینا معصیت ہے۔ لہٰذا مذکورہ بیس ہزار روپیہ اگر سود کا نہیں ہے بلکہ قرض خالص ہے تو اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر روپیہ سود کا ہے اور مرحوم نے زر اصلی دے دیا تھا تو اب ان روپیوں کو ادا نہ کیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''امانت میں خیانت جائز نہیں اگر چہ ہندو کی ہو غدر و بدعہدی جائز نہیں اگر چہ ہندو سے ہو۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم صفحہ ۳۷)

اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''سودی قرض لینا دینا حرام ہے زر اصلی کا ادا کرنا لازم ہے جتنا جتنا دے سکے دے جتنی کی ادا پر قادر ہوا تنا بے وجہ شرعی نہ دینا گناہ و حرام زا ظلم ہے۔ حدیث شریف میں ہے 'مطل الغنی ظلم' اھ'' (فتاویٰ مصطفویہ ترتیب جدید ۵۱۰) اور خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "و اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا." (پ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۳۴) و اللّٰه تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی مورانوی
۶ محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:-

پڑوسی سے ایک معین مقدار چاول ادھار لیا اس شرط پر کہ ہم کل اسی قسم کا چاول اتنی ہی مقدار میں آپ کو دیدیں گے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیوں جب کہ فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے۔ "اذا وجد الوصفان الجنس و المعنى المضموم اليه يعنى الكيل والوزن حرم التفاضل والنساء." بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مستفسرہ میں پڑوسی سے ایک معین مقدار پر چاول ادھار لینا دینا دونوں جائز ہے یہ اصطلاح شرع میں قرض ہے کیوں کہ چاول مثلی ہے اور قرض کے لئے مثلی شئ ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت جلد یازدہم صفحہ ۹۰ میں ہے۔ جو چیز قرض دی جائے لی جائے، اس کا مثلی ہونا ضروری ہے اور قرض میں زیادتی کی شرط لگانا یہ سود ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "كل قرض جر منفعة فهو ربا. اور قاعدہ کلیہ "اذا وجد الوصفان الجنس و المعنى المضموم اليه حرم

التفاضل و النساء." یہ بیع کے لئے ہے کیوں کہ یہ عقد ہے جس میں ربا الفضل و ربا النسیۂ ہوتا ہے مگر قرض تبرع ہے جس میں ربا نہیں ہوتا ہے بشرطیکہ مقدار میں مساوات ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: برکت علی قادری مصباحی

مسئلہ:- از: محمد یعقوب، ساکن پر یناخاص، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام دریں مسئلہ کہ زید نے حالت بیماری میں بکر پر تیس ہزار روپئے کا قرض بتایا۔ زید چند روز کے بعد انتقال کر گیا بعدہ بکر سے قرض روپئے مانگا گیا بکر نے کہا کہ نہ تو زید نے مجھے قرض دیا ہے۔ اور نہ میں نے لیا ہے۔ میرے ذمہ ان کا کچھ قرض نہیں ہے۔ پھر ایک فال نکالنے والے کے پاس زید کے باپ وغیرہ گئے۔ وکیل نامی شخص نے بیس آدمی کا نام لکھ کر فال نکالنا شروع کیا زید کی بیوی کا نام نکلا۔ زید کی بیوی سے بہت طریقے سے پوچھا گیا ڈرایا دھمکایا گیا کہ تم نے اگر لیا ہے تو دیدے مگر اس نے انکار کے علاوہ ہاں نہیں کہا۔ قرینہ قیاس بھی بتاتا ہے کہ اس کے پاس روپئے نہیں ہیں۔

کرتب اس طرح کیا کہ چھیدنا سے ایک چمڑا کا چپل ناتھ دیا پھر ایک ایک آدمی کا نام لکھ کر پھر اس پر رکھ کر گھمایا گیا تو کسی کے نام پر سوا عورت کے نہیں نکلا۔ اب زید کا باپ کہتا ہے کہ تیس ہزار روپئے عورت کے پاس ہی ہیں یہی روپیہ دے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ اس استفتاء کا شرعی جواب عطا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب:- زید کے بیان پر اگر کوئی ثبوت شرعی ہے تو بکر پر تیس ہزار روپئے کا ادا کرنا لازم ہے۔ اس کا انکار غلط ہے۔ اور کوئی ثبوت نہ ہونے کی صورت میں بکر انکار کے ساتھ اگر قسم بھی کھالے تو اس کا انکار مان لیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے: "البينة على المدعى و اليمين على من انكر." اور فال والے کے نام نکالنے کے سبب زید کی بیوی پر روپئے رکھنے کا الزام لگانا سراسر غلط ہے۔ نہ شریعت کے نزدیک صحیح ہے اور نہ حکومت کے نزدیک۔ فال نکالنے والے، نکلوانے والے اور اسے صحیح ماننے والے گنہگار ہوئے سب توبہ کریں کہ جھوٹا الزام حرام اور اس میں ایذائے مسلم ہے اور وہ بھی سخت ناجائز و حرام۔ حدیث شریف میں ہے:" من اذا مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی الله." و الله تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱ر شوال المکرم ۱۹ھ

باب الربا

سود کا بیان

مسئلہ: -از: مسلمان نوری مسجد، چکوہ ٹولہ، پرانی بستی، شہر بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

زید جو مسجد کا امام ہے اس نے بکر کو جو عرب ممالک مین نوکری کرتا ہے تین ماہ کے لئے بطور قرض پندرہ ہزار روپیہ اس شرط پر دیا کہ پندرہ ہزار کا بیس ہزار روپیہ لوں گا۔ اگر وقت مقررہ پر قرض کی ادائیگی نہ ہوئی تو طے شدہ رقم کے علاوہ ایک ہزار روپیہ ہر ماہ کے حساب سے اور لوں گا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: - پندرہ ہزار روپیہ بطور قرض اس شرط پر دینا کہ پندرہ ہزار کا بیس ہزار لوں گا یہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا ہے جو سود ہے۔ سود لینا دینا دونوں حرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "حرم الربا" (پ۳ سورۂ بقرہ، آیت ۲۷۵) اور حدیث شریف میں ہے: "کل قرض جر منفة فهو ربا." یعنی قرض سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔ (سنن البیهقی جلد پنجم صفحہ ۵۷۳) اور سود کا گناہ بہت سخت ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "الربوا سبعون جزء ایسرها ان ینکح امه." یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "سود (کا گناہ) ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ العیاذ باللہ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۶) اور حدیث شریف میں ہے: "لعن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم آکل الربا." یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والوں پر لعنت فرمائی۔ (سنن البیہقی جلد پنجم صفحہ ۴۵۱) اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے ارشاد فرمایا: "درهم ربوا یاکله الرجل وهو یعلم اشد من ستة و ثلثین زنیية." یعنی سود کا ایک درہم جو آدمی جان بوجھ کر کھائے اس کا گناہ چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ششم صفحہ ۲۹۶)

لہذا پندرہ ہزار جو بطور قرض دیا ہے صرف اسی کو لے اس سے زیادہ ہرگز نہ لے اگر لے لیا ہو تو واپس کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ: - از: محمد شکیل اختر رضوی، متعلم مدرسہ خلیل العلوم رائسی سنبھل، مراد آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کے بدست نوٹوں کی بیع نوٹوں کے

عوض کمی و بیشی کے ساتھ کی مثلاً دس ہزار کو گیارہ ہزار یا پندرہ ہزار کو بیس ہزار نوٹوں کے عوض بیچا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ زید کو جو نوٹ بیع کے ذریعہ سے زائد ملے ان کو مدرسہ اسلامی میں دینے کی نیت کی اور مدرسہ کو دیدیئے حکم شرع سے مطلع فرمائیں کہ یہ زیادتی سود ہوگی کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- حرمت ربا کی علت ناپ یا تول ہے اتحاد جنس کے ساتھ اگر قدر و جنس دونوں پائی جائیں تو کمی بیشی اور ادھار دونوں حرام ہیں اور اگر وہ دونوں نہ پائی جائیں تو کمی بیشی اور ادھار دونوں حلال ہیں۔ اور اگر دونوں میں سے ایک پائی جائے تو کمی بیشی حلال اور ادھار حرام ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "نص علمائنا قاطبة ان علة حرمة الربا القدر المعهود بكيل او وزن مع الجنس فان وجد احرم الفضل و النساء و ان عدما حلا و ان وجد احدهما حل الفضل و حرم النساء هذه قاعدة غير منخرمة و عليها تدور جميع فروع الباب. اه" (فتاوی رضویہ ج ۷ ص ۱۶۱) اور جب نوٹ کو نوٹ کے بدلے بیچا گیا تو اس صورت میں اگر چہ دونوں متحد الجنسین ہیں کہ دونوں کاغذ ہیں لیکن قدر میں شرکت نہیں اس لئے کہ نوٹ نہ کیلی ہے نہ وزنی ہے بلکہ عددی ہے اور عددیات میں کمی و بیشی کے ساتھ خرید اور فروخت جائز ہے ادھار جائز نہیں جیسا کہ حضرت علامہ شامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "المذروع و المعدود لايتحقق فيهما ربا و المراد ربا الفضل لتحقق ربا النسيئة فلو باع خمسة اذرع من الهروى لستة اذرع منه او بيضة ببيضتين جاز لو يدا بيد لا لو نسيئة لان وجود الجنس فقط يحرم النساء لا الفضل كوجود القدر فقط." اه (الدر المختار فوق ردالمحتار ج ۴ ص ۱۹۷) اور ہدایہ آخرین ص ۶۵ میں ہے: "يجوز بيع البيضة بالبيضتين و التمر بالتمرتين و الجوز بالجوزتين لانعدام المعار فلا يتحقق الربا". اور اس عبارت کے حاشیہ میں عنایہ سے ہے: "ان كان موجودين و ان كان احدهما نسيئة لايجوز لان الجنس بانفراده يحرم النساء اه".

لہذا نوٹوں کی بیع نوٹوں کے عوض کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے اور ادھار جائز نہیں۔ اور زید کو جو نوٹ کی بیع کے ذریعہ زائد رقم ملی ان کو مدرسہ اسلامیہ میں دینا جائز بلکہ کار ثواب ہے اور اپنی ضروریات پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۹ محرم الحرام ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میر گنج، جونپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضرورت پر سودی قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جو شخص واقعی حقیقی ضرورت قابل قبول شرع رکھتا ہو کہ اس کے بغیر کوئی طریقہ بسر اوقات نہ ہونہ کسی طرح

بے سودی روپیہ ملنے کا امکان ہو نہ کوئی پیشہ جانتا ہو نہ نوکری ملتی ہو جس کے ذریعہ دال روٹی اور موٹا کپڑا محتاج آدمی کی گذر بسر کے لائق مل سکے یا مقروض ہے اور جانتا ہے کہ اگر اب ادا نہ ہوا تو قرضخواہ قید کرائے گا جس کے باعث بال بچوں کو نفقہ نہ پہنچ سکے گا اور ذلت و خواری الگ اٹھانی پڑے گی تو ایسی صورت میں ضرورت بھر سودی قرض لینے کی اجازت ہے فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے: "الضروراة تبیح المحظورات." اور فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۲۸ پر ہے: "فی الاشباہ و النظائر و فی القنیة و البغیة یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح اھ" اور اگر شرعی مجبوری نہیں تو ہر گز جائز نہ ہوگا جیسے لوگوں میں رائج ہے کہ اولاد کی شادی کرنی چاہی ہزار روپے پاس ہیں پانچ ہزار روپے لگانے کو جی چاہا چار ہزار سودی نکلوا لیے یا مکان رہنے کو موجود ہے دل پکے محل کو ہوا سودی قرض لے کر بنایا یا ہزار دو ہزار کی تجارت کرتے ہیں بقدر کفایت اہل و عیال کو روزی ملتی ہے نفس نے بڑا سوداگر بننا چاہا پانچ چھ ہزار سودی نکلوا کر لگا دیے یا گھر میں زیور موجود ہے جسے بیچ کر روپیہ حاصل کر سکتے ہیں نہ بیچا بلکہ سودی قرض لیا۔ اسی طرح سیکڑوں صورتیں ہیں جو شرعی مجبوری سے خارج ہیں۔ لہٰذا اس طرح کے کاموں کے لئے سودی قرض لینا جائز نہیں ہے کہ جس طرح سود دینا حرام ہے اسی طرح سود لینا بھی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم آکل الربوا و مؤکله و کاتبه و شاهدیه و قال هم سواء. رواه مسلم" اللہ کے رسول کی لعنت سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہی کرنے والے پر اور فرمایا کہ یہ سب کے سب اصل گناہ میں برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف باب الربوا صفحہ ۲۴۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۸/ ذوالقعدہ ۱۷ھ

مسئلہ:-

بینک میں روپیہ جمع کرنے پر جو سود ملتا ہے وہ غرباء و مساکین کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- جس بینک میں روپیہ جمع کیا اگر وہ مسلمان کا ہے یا کوئی مسلمان اس میں حصہ دار ہے تو اس کی زائد رقم سود ہے۔ اور اسے بلا ضرورت شرعی لینا حرام ہے۔ اور اگر بینک یہاں کے کافروں کا ہے یا گورنمنٹ حکومت کا ہے تو۔ اس کا نفع سود نہیں اس لئے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں۔ جیسا کہ رئیس الفقہاء حضرت علامہ ملاجیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "ان هم الا حربی و ما یعقلها الا العالمون." (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۰۰) اور مسلمان و حربی کے درمیان سود نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "لا ربا بین المسلم و الحربی. اھ"

لہٰذا اگر لینے والا سود سمجھ کر نہیں لیتا ہے بلکہ یہ جان کر لیتا ہے کہ کافر کا مال ہے جو اپنی خوشی سے دیتا ہے مباح ہے تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ ہدایہ، فتح القدیر، درمختار، شامی وغیرہ میں ہے: "لان مالهم مباح بای طریق اخذه المسلم

اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیه غدر. اھ" اور جب یہ زیادتی ہمارے لئے مباح ہے تو اس کو ہر کار خیر میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ اور غرباء و مساکین کو بدرجہ اولیٰ دیا جاسکتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: "من استطاع منکم ان ینفع اخاه المسلم فلینفعه. رواه مسلم عن جابر. ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۱۱۱ اور فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۲۳ میں ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبد الحی قادری
۱۳ر محرم الحرام ۱۸ھ

مسئلہ:۔

نوکری کرنے والوں کا جو روپیہ ہر مہینہ تنخواہ سے کٹ جاتا ہے اور سود کے ساتھ آخر میں ملتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ نوکری کرنے والوں کا جو روپیہ ہر مہینہ تنخواہ سے کٹ جاتا ہے اور ملازمت ختم ہونے کے بعد سود کے ساتھ ملتا ہے وہ بلانیت سود مال مباح سمجھ کر لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ زائد روپئے کسی کافر کی کمپنی یا یہاں کی حکومت سے ملتے ہوں اس لئے کہ کافر حربی اور مسلم کے درمیان سود نہیں ہے۔ درمختار مع ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۲۰۹ پر ہے: "لا ربا بین حربی و مسلم." اور اگر وہ زائد روپئے کسی مسلمان کی کمپنی سے یا جس میں مسلمان حصہ دار ہو اس سے ملتے ہوں تو سود ہے حرام ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۳۱ میں ہے۔ اور اسی طرح فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۱۰۰ میں بھی ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اظہار احمد نظامی
۵ر صفر المظفر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:۔ از: محمد سرید پاشا قادری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ کمیشن ایجنٹ کی جو دوکان ہے وہاں پر پھل خریدنے والے اور باغ سے پھل لانے والے بھی آتے ہیں تو جو بازار کی قیمت ہوگی دام مقرر ہوتا ہے۔ تو یہاں سے مال یعنی پھل لے جانے والے اور پھل باغ سے لانے والے دونوں سے کمیشن وصول کیا جاتا ہے۔ اس سوال کے تفصیلی جواب سے نوازیں۔ کمیشن ایجنٹ مسلمان اور پھل لانے والے اور پھل خریدنے والے سب مسلمان تو کیا حکم ہے؟ اور کمیشن ایجنٹ مسلمان اور پھل لانے والے اور خریدنے والے کافر تو کیا حکم ہے؟ اور کمیشن ایجنٹ مسلمان پھل لانے یا خریدنے والے دونوں میں سے ایک کافر ایک مسلمان تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "دلال کی اجرت یعنی دلالی بائع کے ذمہ ہے جب کہ اس

نے سامان مالک کی اجازت سے بیع کیا ہو۔" (بہار شریعت حصہ ۱۱ صفحہ ۲۹) اور چونکہ کمیشن ایجنٹ بھی اس کی دوکان پر لائے گئے پھلوں کی بیع پھل والوں کی اجازت سے کرتا ہے۔

لہذا باغوں سے پھل لانے والے لوگوں سے دوکان کا کرایہ اور بیچنے کی اجرت کمیشن کے نام پر لینا جائز ہے۔ لیکن مذکورہ صورت میں کمیشن ایجنٹ نے خریدنے والے کے لئے کوئی کام نہیں کیا اس لئے خریدنے والے اگر مسلمان ہوں تو ان سے کچھ رقم لینا جائز نہیں۔ اور اگر کافر ہوں تو جائز ہے۔ اس لئے کہ کفار سے جو کچھ ان کی رضا سے بغیر غدر و فریب کے مل جائے وہ سب ہمارے لئے مباح ہے۔ ہدایہ جلد سوم صفحہ ۷۰ میں ہے: "ان مالھم مباح فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدر. اھ" مسلمانوں سے جواز کی شکل یہ ہے کہ پھل لانے والوں سے مقررہ دام سے کم پر خریدے اور خریداروں سے زیادہ دام پر بیچے یعنی کمیشن لینے کی بجائے خریداروں سے زیادہ قیمت پر فروخت کرے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حنیف قادری

۱۰ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:-

دار الاسلام میں کافر حربی سے سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- سود کسی سے بھی لینا جائز نہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربی ہے: "و حرم الربوا." نہ اس میں مسلم کی قید ہے، نہ حربی کی اور نہ دار الاسلام کی۔ البتہ کافر حربی سے کوئی مال ہاتھ آئے اگرچہ عقد فاسد کے ذریعہ ہو تو مال حلت اصلیہ کی بنیاد پر حلال ہوگا اور سود نہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ سود ہے اور حلال ہے۔ بلکہ یہ سود نہیں ہے اس لئے حلال ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "لا ربا بین المسلم و الحربی." اور کیوں کر سود ہو جب کہ سود کے لئے عصمت بدلین شرط ہے۔ جیسا کہ طحطاوی علی الدر میں ہے: "شرط الربا عصمة البدلین. اھ"

اور کافر حربی کا مال معصوم نہیں لہذا وہ سود نہیں۔ اور ہندوستان کے کفار حربی ہیں۔ لہذا ان سے جو رقم ان کی خوشی سے دستیاب ہو جب کہ غدر نہ ہو اگرچہ وہ سود کہہ کر دیں مگر جب لینے والا سود سمجھ کر نہ لے تو جائز ہے۔ اور سود سمجھ کر لینا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے: "فیحل برضاہ مطلقا بلا غدر اھ" اور بحر الرائق و ہدایہ وغیرہما میں ہے: "لان مالھم غیر معصوم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا ما لم یکن غدرا. اھ" ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۱۶ اور ۲۲۰ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۲ / جمادی الاولیٰ ۱۸ھ

مسئلہ:-
زید ایک کنٹل گیہوں نقد قیمت پر چھ سو روپے میں بیچتا ہے اور ایک سال کے اودھار پر سات سو میں تو یہ سود ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب:- زید کا مذکورہ صورت میں گیہوں کا بیچنا سود ہرگز نہیں بلکہ جائز و درست ہے۔ فتح القدیر جلد ششم صفحہ ۱۸ میں ہے: "ان کون الثمن علی تقدیر النقد الفا و علی تقدیر النسئیة الفین لیس فی معنی الربا. اھ" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''قرضوں بیچنے میں نقد بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا یہ باہمی تراضی بائع و مشتری پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "الا ان تکون تجارة عن تراض منکم." (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۴۷۲) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری

۲۸ / ذوالحجہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد توفیق رضوی، نائیگاؤں، ناندیڑ، مہاراشٹر

کسی کافر کو روپیہ ادھار دے کر بنام سود نفع لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- یہاں کے کافر حربی ہیں اور مسلمان و حربی کے درمیان سود نہیں۔ کما فی الحدیث النبوی لاربا بین المسلم و الحربی۔" لہذا یہاں کے کافروں کو روپیہ ادھار دے کر بلا شبہہ نفع لے سکتے ہیں مگر سود سمجھ کر نہ لیں بلکہ مال مباح سمجھ کر لیں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: ''جائز ہے جب کہ انہیں تک محدود رکھے اگر خدانخواستہ اس کی عادت پڑ جائے کہ مسلمانوں سے بھی اسی طرح کرنے لگے تو ناجائز و حرام ہے۔'' (فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۲۸) اور فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۴۲۷ پر ہے۔ کسی مسلمان یا کافر ذمی اور مستامن کو قرض دے کر اس پر کوئی نفع لینا سود ہے۔ کافر حربی سے لیا جائے گا تو سود نہیں ہوگا۔ "لان مالہ غیر معصوم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا کما فی الهدایة وغیرها اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

یکم رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: نعیم الدین برکاتی، کتب خانہ برکاتیہ، کول پیٹھ، ہبلی، کرناٹک

ہمارے ملک بھارت کے گورنمنٹی بینکوں اور ڈاکخانوں نیز کفار مشرکین کے پرائیویٹ بینکوں سے جمع شدہ رقم پر جو نفع زائد روپیہ ملتا ہے وہ سود ہے یا نہیں اور اس کا لینا اور اپنے استعمال میں لانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ہندوستان کے گورنمنٹی، بینکوں ڈاکخانوں اور خالص کفار و مشرکین کے پرائیویٹ بینکوں سے جمع شدہ رقم پر جو نفع ملتا ہے وہ ہرگز سود نہیں اس کا لینا اور اپنے استعمال میں لانا بلاشبہہ جائز ہے کہ یہاں کے کافر حربی ہیں۔ جیسا کہ تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۰۰ میں ہے: "ان هم الا حربی و ما یعقلها الا العالمون." اور مسلمان و حربی کے درمیان سود نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "لا ربا بین المسلم و الحربی." اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "ڈاکخانہ یا حربی کفار کے کسی بینک سے جو زیادہ ملتا ہے وہ سود نہیں: "فان الربا لا یجری الا فی المال المعصوم و مال حربی لیس بمعصوم هکذا فی الهدایة وغیرها من الکتب الفقهیة" اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں کہ کافر کا مال بے غدر و بدعہدی اس کی رضا سے مل رہا ہے جو خلاف قانون بھی نہیں۔ اھ" (فتاوی مصطفویہ صفحہ ۴۲۶) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۰ / جمادی الآخرہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد سلطان، پوسٹ، اسٹینٹ، جی۔ پی۔ او۔ لکھنؤ

زید ایک سرکاری سنٹرل گورنمنٹ ملازم ہے اپنے جی۔ پی۔ ایف فنڈ سے اپنے چھوٹے بھائی جو کثیر العیال ہے کے نام جوائنٹ اکاونٹ بحق لڑکیوں کے ڈاکخانہ سے "کسان وکاس پتر" خریدے ہیں جو ساڑھے چھ برس میں دونے ہو جائیں گے۔ کیا یہ رقم ان لڑکیوں کی شادی بیاہ ولیمہ پر خرچ کرنا جائز ہوگا؟ مزید یہ کہ اس فنڈ میں جو سود شامل ہے کیا اسے بھی اسی طرح کے مدوں پر خرچ کیا جا سکتا ہے اور کیا اپنے صرفہ میں لانا درست ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- ہندوستان دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار حربی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "الهند بحمده تعالیٰ دار الاسلام لبقاء کثیر من شعائر الاسلام." (فتاوی رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۱۱۵) اور رئیس الفقہا حضرت ملاجیون استاذ شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہما تحریر فرماتے ہیں: "ان هم الا حربی و ما یعقلها الا العالمون." (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۰۰) یہاں کی حکومت کے بینک اور ڈاکخانے حربی کافروں کے ہیں اور مسلم و حربی کے درمیان سود نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "لا ربا بین المسلم والحربی." اور امام الفقہا حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "ڈاکخانے یا حربی کفار کے کسی بینک سے جو زیادہ ملتا ہے سود نہیں۔" فان الربوا لا یجری الا فی المال المعصوم و مال حربی لیس بمعصوم." اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں کہ کافر کا مال بے غدر و بدعہدی اس کی رضا سے مل رہا ہے جو خلاف قانون بھی نہیں۔ اھ ملخصاً" (فتاوی مصطفویہ ترتیب جدید صفحہ ۴۲۶)

لہٰذا جوائنٹ اکاونٹ کے ذریعہ ڈاکخانہ سے "کسان وکاس پتر" خریدنے پر ساڑھے چھ سال بعد جو دونی رقم ملے گی۔ اصل اور نفع دونوں کو لڑکیوں کی شادی بیاہ ولیمہ اور ہر طرح کے مباح کاموں میں خرچ کرنا جائز ہے۔ اور اپنے صرفہ میں لانا بھی

درست ہے۔ البتہ سود کی نیت سے لینا گناہ ہے۔ اگرچہ ڈاکخانہ سود ہی کہہ کر دے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی مورانوی

۲۴ر جمادی الآخرہ ۲۱ھ

مسئلہ:-

غیر مسلم کی زمین گروی رکھ کر فصل لے سکتے ہیں یا نہیں جب تک وہ پیسہ لوٹائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- غیر مسلم کی زمین گروی رکھ کر اس کی فصل لے سکتے ہیں کہ یہاں کے غیر مسلم حربی کافر ہیں۔ اور حدیث شریف میں: " لا ربا بين المسلم و الحربى. "یعنی مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں۔ اور حضور مفتی اعظم اعلم علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''کافر حربی سے لیا جائے تو سود نہ ہوگا 'لان ماله غير معصوم فباى طريق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا كما فى الهداية و غيرها. " (فتاویٰ مصطفویہ ترتیب جدید ص ۴۲۶) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''(رہن) جائز ہے جب کہ انہیں محدود رکھے اگر خدانخواستہ اس کی عادت پڑ جائے کہ مسلمانوں سے بھی اس طرح معاملے کرنے لگے تو ناجائز و حرام ہے۔'' (فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۳۴۴) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۶ر جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ:-

ہندوستان دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟ اگر دار الاسلام ہے تو یہاں کے کافر اور مسلمان کے درمیان سود کیوں نہیں؟ جب کہ سود نہ ہونے کے لئے دار الحرب کی قید ہے۔ حدیث شریف میں: " لا ربا بين المسلم و الحربى فى دار الحرب؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ہندوستان دار الاسلام ہے مگر یہاں کے کافر حربی ہیں کیوں کہ دار الحرب کے شرائط میں ہے کہ اہل شرک کے احکام علی الاعلان جاری ہوں اور اسلامی احکام بالکل جاری نہ ہوں۔ تنویر الابصار میں ہے: "لا تصير دار الاسلام دار حرب الا باجراء احكام اهل الشرك. " اسی کے تحت شامی میں ہے: "اى على الاشتهار و ان لا يحكم فيها بحكم اهل الاسلام هندية و ظاهره انه لو اجريت احكام المسلمين و احكام اهل الشرك لا تكون دار الحرب. اه ملخصاً" (رد المحتار جلد سوم صفحہ ۲۷۷)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "الهند بحمده تعالىٰ دار الاسلام لبقاء كثير من شعائر الاسلام. " (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۱۱۵)

اور یہاں کے کافر اور مسلمان کے درمیان سود نہ ہونے کے وجہ یہ ہے کہ سود کے لئے مال معصوم کا ہونا شرط ہے اور حربی کا مال معصوم نہیں۔ ہاں اگر سود سمجھ کر لے گا گنہگار ہوگا۔ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''سود حرام ہے نہ ہندوستان میں جائز نہ دوسرے ملک میں۔ قال اللہ تعالی: "وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا." یہ حکم مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا کافر حربی کا مال اس کی خوشی سے لینا جائز ہے اگر چہ کسی ایسے عقد کے ذریعہ سے لینا ہو جو ما بین المسلمین جائز نہ ہو اور یہ ربا کے لئے عصمت بدلین شرط ہے۔ طحطاوی علی الدر کے حوالے سے ہے: "شرط الربا عصمة البدلين." اور حربی کا مال معصوم نہیں غدر کے سوا جس طرح بھی لے گا جائز ہوگا۔'' (فتاوی امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۱۹)

اور حدیث شریف میں دار الحرب کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں جیسا کہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''دار الحرب کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں کہ دار دون دار کی کوئی تخصیص نہیں۔ فی دار الحرب، بحسب واقع ارشاد ہوا کہ اس زمان برکت نشان میں کوئی ایسی صورت ہی نہ تھی کہ دار دار السلام ہو اور کفار حربی، اصل علت وہی عدم عصمت کی ہے۔'' (فتاوی مصطفویہ ترتیب جدید ۴۱۴) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی مورانوی
۳؍محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: نور محمد اشرفی، جنت کنٹا (آندھرہ پردیش)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بینک میں پیسہ ڈپازٹ کرنے سے جو نفع ملتا ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی بینک سے سود لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر وہ بینک صرف کفار کا ہے تو اس سے نفع لینا جائز ہے اگر چہ وہ سود ہی کہہ کر دیں۔ مگر اسے سود سمجھ کر لینا جائز نہیں کہ سود مطلقا حرام ہے۔ بلکہ مال مباح سمجھ کر لینا جائز ہے۔ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''اگر وہ بینک صرف کفار کا ہے اور اس میں روپیہ جمع کیا ہے اور وہ بینک والے کچھ زائد رقم دیتے ہیں۔ تو مسلمانوں کو اس نیت سے لینا جائز ہے کہ کافر اپنا ایک مال اپنی خوشی سے دیتا ہے سود کی نیت سے لینا جائز نہیں۔ اھ'' (فتاوی امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۲۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۸؍شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: برکت القادری، جودھپوری، دار العلوم، فیضان اشرف، باسنی

جس کو ادھار پیسے دیئے جائیں وہ لوٹاتے وقت بغیر مطالبے کے اضافہ کے ساتھ دے تو اس کا لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- جس کو ادھار پیسے دیئے جائیں لوٹاتے وقت اگر وہ بغیر مطالبہ کے اضافہ کے ساتھ دے تو جائز ہے۔ بشرطیکہ قرض کا روپیہ دینے کے بعد زیادتی الگ سے دے اور عادۃً وہ معہود نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے: "عن جابر بن عبدالله قال اتیت النبی صلی الله علیه وسلم کان لی علیه دین فقضانی و زادنی." یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ: "میں حضور کے پاس آیا میرا کچھ قرضہ حضور کے ذمہ تھا حضور نے اسے ادا فرمایا اور زیادہ دیا۔" (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۳۲۲) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "ان المستقرض اوفاہ و زاد من عند نفسه تکرما زیادۃ ممتازۃ منحازۃ کیلا تکون ھبة مشاع فیما یقسم فھذا جائز لا باس به بل ھو من باب ھل جزاء الاحسان الا الاحسان." یعنی قرض لینے والے نے قرض ادا کیا اور اپنی طرف استحسانا کچھ ایسا زیادہ دیا جو الگ ممتاز ہو (یہ اس لئے کہ قابل تقسیم شی میں ہبۂ مشاع نہ ہو جائے) تو جائز ہے۔ اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ اس قبیل سے ہے کہ احسان کا بدلہ کیا ہے سوا احسان کے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۱۹۲) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۲۷ ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: برکت القادری جودھپوری، دارالعلوم فیضان اشرف، باسنی

(۱) زید سود لیتا ہے لیکن اس کی اولاد سود لینے کو ناپسند کرتی ہے لیکن ان کی باگ ڈور زید ہی کے ہاتھ میں ہے یعنی کھانا پینا کپڑا وغیرہ۔ تو اولاد کو سود کا مال کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) بعد وفات زید اس مال کو کس کام میں استعمال کریں گے آیا اس کو وراثت میں دیں گے یا نہیں؟

الجواب:- سود لینا حرام قطعی ہے اس پر قرآن اور احادیث صحیحہ میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "حَرَّمَ الرِّبٰوا" یعنی اللہ نے سود کو حرام فرمایا۔ (پ۳ سورۂ بقرہ، آیت ۲۷۵) اور اسی آیت میں ہے: "اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ." یعنی جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ ایسے اٹھیں گے جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے۔ جس کو شیطان نے باؤلا کر دیا ہو۔ اور حدیث شریف میں ہے: "الربا سبعون جزء ایسرھا ان ینکح الرجل امه." یعنی سود ستر گناہوں کا مجموعہ ہے جن میں سے کم درجہ گناہ یہ ہے مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۶) اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے: "لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم آکل الربا. یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے پر لعنت فرمائی۔ (سنن البیہقی جلد پنجم صفحہ ۴۵۱) اور فرمایا: "درھم ربا یاکل الرجل وھو یعلم اشد من ستة و ثلثین زنیة. یعنی سود کا ایک درہم جو آدمی جان بوجھ کر کھائے اس کا گناہ چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ششم صفحہ ۲۹۶)

لہذا زید کا سود لینا حرام ہے اور اس کی اولاد کا اسے کھانا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ زید پر فرض ہے کہ سود لینے سے باز آئے اور آئندہ سود نہ لینے کا عہد کرے اور جو رقم جن سے لی ہے اگر معلوم ہو تو انہیں واپس کرے وہ نہ ہوں تو ان کی وارثین کو دے ورنہ صدقہ کردے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان سختی سے اس کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: " وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. " (پ ۷ سورۂ انعام، آیت ۶۸) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) زید کے مرنے کے بعد اگر اس کے وارثین کو معلوم ہو کہ ان کے مورث نے فلاں فلاں شخص سے اتنا اتنا مال حرام لیا تھا تو اتنا مال انہیں پہنچادیں اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو اتنا مال ان کو ثواب پانے کی نیت سے فقراء پر صدقہ کردیں۔ اس مال کو ورثہ نہ تو اپنی ضروریات میں خرچ کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ مال وراثت میں انہیں مل سکتا ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۱۱۹ پر ہے۔

اور شامی جلد پنجم صفحہ ۹۹ پر ہے: " ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم و الا فان علم عين الحرام لا يحل له و يتصدق بنية صاحبه. اھ " و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۲۷ ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد جمیل خاں اشرفی، میڈیکل اسٹور، مہر ا بازار، ضلع بلرامپور

زید کہتا ہے کہ ہندوستان میں خالص کافر حربی کی حکومت ہے لہذا گورنمنٹی بینکوں سے جو نفع ملتا ہے اس کا لینا درست ہے۔ اور بکر کہتا ہے کہ ہندوستان کی حکومت جمہوری ہے مسلم غیر مسلم سبھی کو برابر کا حق ہے۔ لہذا خالص کفار کی حکومت کہنا درست نہیں تو ان دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کا قول صحیح ہے بے شک ہندوستان میں خالص کافر حربی کی حکومت ہے مسلم غیر مسلم کا برابر حق صرف کہنے کے لئے ہے حقیقت میں نہیں ورنہ مسلمانوں پر مسلم مظالم نہ ہوتے اور نہ بابری مسجد شہید ہوتی اور وزیر اعظم کے اعلیٰ عہدے پر کبھی مسلمان بھی فائز ہوتا۔ لہذا گورنمنٹی بینکوں سے جو نفع ملتا ہے اس کا لینا درست ہے کیونکہ مسلمان اور حربی کے مابین سود نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: " لا ربا بين المسلم و الحربى. اھ " اور یہاں کے کفار ذمی یا مستامن نہیں بلکہ حربی ہیں۔ جیسا کہ ملا جیون علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: " ان هم الا حربى و ما يعقلها الا العالمون. اھ " (تفسیرات احمدیہ ص ۳۰۰) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۱۲ صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:- از: نیاز احمد مصباحی ثم امجدی، امبیڈکر نگر

تجارت کرنے کے لئے سود دینے کی شرط پر بینک سے قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حدیث شریف میں ہے: "لا ربا بین المسلم و الحربی." لہٰذا اگر بینک خالص کافروں کا ہو یا یہاں کی حکومت کا ہو تو اگر ظن غالب ہو کہ نفع کم دینا پڑے گا۔ اور مسلمان کا فائدہ زیادہ ہوگا تو جائز ہے۔ ردالمحتار جلد چہارم صفحہ ۲۰۹ پر ہے: "ان الاباحة بقيد نيل المسلم الزيادة و قد الزم الاصحاب فى الدرس ان مرادهم من حل الربا و القمار ما اذا حصلت الزيادة للمسلم نظرا الى العلة. اه" پھر بینک سے قرض لئے بغیر تجارت کرے گا تو حکومت ناجائز ٹیکس سے پریشان کرے گی۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عماد الدین قادری

مسئلہ:-

ایک انجمن رفاہ عام کے لئے قائم ہے جو لوگوں کو قرض حسن کے نام پر ایک مدت معینہ کے لئے روپے بھی دیتی ہے لیکن سو روپے لینے والوں سے دس روپے پانچ سو لینے والوں سے پچاس روپے اور ایک ہزار سے لینے والوں سے سو روپے انجمن کے لئے چندہ لازمی طور پر لیتی ہے۔ تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- چندہ اسلامی دینی شرعی ضرورتوں کے لئے لینا اور دینا دونوں جائز ہے۔ لیکن قرض لینے والوں سے سو روپے میں دس روپے لازمی طور پر چندہ لینا سود ہے۔ حدیث پاک میں ہے: "كل قرض جر منفعة فهو ربا." یعنی قرض سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے اور حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے: " احل الله البيع و حرم الربوا." یعنی اللہ تعالیٰ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود۔ اور مشکوٰۃ شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سود کا گناہ ایسے ستر گناہوں کے برابر ہے جس میں سب سے کم درجہ کا گناہ یہ ہے کہ مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔ العیاذ باللہ ہاں اگر قرض لینے والے کی سچی شرعی ضرورت اور حقیقی مجبوری ہو تو یہ جائز ہے۔ ملخصاً کما فی الفتاوٰی الرضویہ لیکن قرض خواہ اگر کافر ہو اور انجمن مسلمانوں کی ہو تو اس قسم کی زیادتی سود نہیں ہے۔ حدیث پاک میں ہے: "لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب." یعنی مسلمان اور کافر حربی کے درمیان سود نہیں ہے البتہ اس طرح کی انجمن چلانے کے لئے بہر حال اخراجات مثلاً مشاہرہ ملازمین کاغذ قلم وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے حیلہ شرعی کے ذریعہ فارم وغیرہ چھپوا کر اس کے عوض میں دس روپے زائد لینا جائز ہے کہ یہ ایک بیع ہے سود نہیں ہے ملخصاً۔" (بہار شریعت جلد یازدہم صفحہ ۱۷۵)

اب اس فارم کو دس یا بیس یا جو بھی عاقدین کے درمیان طے ہو جائے ان کے عوض میں فروخت کرنا جائز ہے۔ فتح القدیر

شرح ہدایہ میں ہے: "لو باع کاغة بالف یجوز لایکره. و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد برکت علی قادری مصباحی

مسئلہ: - از: منشی بدیع الزماں، مقام جعفرآ با، پوسٹ بڑھرا بھٹورا، ضلع بلرام پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مسجد کی رقم جو بینک میں جمع ہے اور جمع کردہ رقم سے سود کی صورت میں جو رقم ملتی ہے اس کا استعمال مسجد کے کسی کام میں لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً بیٹری، لاؤڈ اسپیکر وغیرہ خرید کر یا مسجد کی صفائی اور اس کی چٹائی وغیرہ کے لئے وہ رقم خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: - مسجد کی رقم اگر ایسے بینک میں جمع کی گئی ہے جو مسلمان کا یا مسلم و ہندو دونوں کا مشترک ہے تو اس سے جمع کی ہوئی رقم سے جو زائد ملے وہ سود و حرام ہے۔ اس کا لینا اور مسجد میں استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اور اگر وہ بینک گورنمنٹ کا یا حربی کافر کا ہے تو اس سے وہ زائد رقم لے سکتے ہیں کہ وہ شرعاً سود نہیں۔ اس لئے کہ یہاں کے کافر حربی ہیں حضرت ملاجیون علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "ان هم الا حربی و ما یعقلها الا العالمون" (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۲) اور مسلمان و کافر حربی کے درمیان سود نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "لا ربا بین المسلم و الحربی." اھ اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "حربی کفار کے کسی بینک سے جو زیادہ ملتا ہے سود نہیں فان الربا لا یجری الا فی المال المعصوم و مال حربی لیس بمعصوم کما فی الکتب الفقهیة. اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں کہ کافر کا مال بے غدر و بدعہدی اس کی رضا سے مل رہا ہے جو خلاف قانون بھی نہیں ہے۔" (فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۲۲۶)

لہٰذا ایسے بینک سے اصل رقم پر جو زائد ملے اس کا لینا جائز ہے مگر سود سمجھ کر نہ لے۔ اور اسے بیٹری، لاؤڈ اسپیکر، مسجد کی صفائی اور اس کی چٹائی وغیرہ میں خرچ کرسکتے ہیں۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبد الحمید رضوی مصباحی

باب القضاء والافتاء

قضاء اور افتاء کا بیان

مسئلہ:- از: الحاج محمد توفیق صاحب رضوی، نائیگاؤں، ناندیڑ، مہاراشٹر

زید اپنے کو مفتی کہتا ہے تو کیا اسے مفتی مانا جائے یا کسی دلیل وعلامت کی ضرورت ہے؟ بنیوا توجروا۔

الجواب:- اگر زید کافی علم رکھتا ہے یا مفتیان کاملین کی صحبت میں رہ کر مسائل کی تحقیق میں کافی مدت گذار چکا ہے اور اب مسائل پوچھنے پر اس کے اکثر جوابات صحیح ہوتے ہیں تو اسے اپنے کو مفتی ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر کافی علم نہیں رکھتا اور کسی کامل مفتی کے پاس کافی مدت تک مشق بھی نہیں کیا تو وہ مفتی ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور ایسا شخص شریعت کے مسائل بتانے پر جرأت کرتا ہے اور یہ سخت گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "اجرأكم على الفتيا اجرأكم على النار." یعنی جو شخص تم میں فتویٰ پر زیادہ دلیر ہے وہ جہنم پر زیادہ دلیر ہے۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۱۰۶) دوسری حدیث میں ہے: "من افتى بغير علم لعنته ملائكة السماء و الارض." یعنی جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا آسمان وزمین کے فرشتوں نے اس پر لعنت کی۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۱۹۳) ایسے شخص سے نہ فتویٰ پوچھنا جائز اور نہ اس پر عمل جائز۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۲۳۱ پر ہے۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی
یکم رجب المرجب ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: غلام محمد فضل الرحمٰن قادری، کرناٹک

بخدمت شریف حضرت مولانا مفتی صاحب قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کی مسائل میں:

(۱) قاضی شرعی کس کو کہتے ہیں؟

(۲) قاضی نکاح، قاضی موتہ، قاضی شرعی، قاضی جمعہ کیا الگ الگ ہیں؟

(۳) اوقاف بورڈ سے یا سارے مسلمان مل کر یا گورنمنٹ سے جو قاضی مقرر ہوتے ہیں یہ قاضی شرع ہیں کہ نہیں؟

(۴) اب ہندوستان میں جو قاضی ہیں یہ کس قسم کے قاضی ہیں؟

(۵) قاضی شرع کیلئے کتنا علم ہونا چاہئے؟ کیا یہ بھی وراثت میں آتی ہے؟

(۶) بڑا شہر ہونے کی وجہ سے دو چار قاضی مقرر ہو سکتے ہیں کہ نہیں؟

(۷) جہاں پر قاضی ہیں ہی نہیں تو وہاں کیا کرے؟

(۸) درگاہ میں مجاور اور ذبح کرنے والے ملا صاحب اور نماز پڑھانے والے امام صاحب اور خطبہ دینے والے خطیب صاحب اس طرح نکاح کرنے والے کو قاضی کہتے ہیں کیا یہ بات صحیح ہے؟ ان سوالوں کا جواب تحریر فرما کر رہنمائی فرمائیں۔

الجواب:- (۱) قاضی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شرعی قاضی، جسے بادشاہ اسلام نے لوگوں کے مقدمات فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کیا ہو یا جہاں اسلامی حکومت نہ ہو تو وہاں کے مسلمانوں نے اتفاق رائے سے کسی مسلمان کو اپنے مقدمات فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کر لیا ہو تو وہ بھی قاضی شرعی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی جامع الفصولین کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: "اما فی بلاد علیها ولاة كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمع و الاعياد و يصير القاضى قاضيا بتراضى المسلمين. اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲۸)

اور قاضی نکاح یا قاضی موتہ وغیرہ عرفی قاضی ہیں۔ جیسے کہ وہ جو شاہی زمانہ کے قاضیوں کی اولاد سے ہیں اور قاضی کہلاتے ہیں کہ لوگ انہیں مجازاً قاضی کہتے ہیں حقیقت میں وہ قاضی نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) قاضی شرعی حقیقی قاضی ہیں اور قاضی نکاح و قاضی موتہ عرفی قاضی ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) وقف بورڈ یا گورنمنٹ کی طرف سے جو قاضی مقرر ہوتے ہیں وہ قاضی شرع نہیں کہ اکثر نااہل رشوت وغیرہ دے کر اس منصب کو حاصل کر لیتے ہیں۔ البتہ سارے مسلمان اپنے معاملات حل کرنے کے لئے جسے چن لیں وہ شرعی قاضی ہے۔ جیسا کہ جواب اول میں گذرا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) ہندوستان میں اس وقت قاضی شرعی اور قاضی عرفی دونوں طرح کے قاضی پائے جاتے ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۵) قاضی اس کو بنایا جائے جو عفت و پارسائی، عقل و صلاح اور علم و فہم میں معتمد ہو اس کے مزاج میں سختی ہو مگر زیادہ سختی نہ ہو اور نرمی ہو تو اتنی نہ ہو جو لوگوں سے دب جائے۔ وجیہ ہو جس کا رعب لوگوں پر ہو اور لوگوں کی طرف سے جو اس پر مصائب آئیں ان پر صبر کرے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ دوازدہم صفحہ ۵۶ میں ہے۔ اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی کہ اگر ایسا ہوتا تو ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، سبھی، وارثوں کو حصہ ملتا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۶) قاضی شرع ایک ہی ہوگا اگر چہ شہر بڑا ہو البتہ نائب قاضی شرع کئی ایک ہو سکتے ہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۷) جہاں سلطان اسلام یا قاضی شرع نہ ہوں وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم اس کے قائم مقام ہے۔ جیسا کہ حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: " اذا خلا الزمان من سلطان ذى كفاية فالامور مؤكلة

الی العلماء و یلزم الامة الرجوع الیهم و یصیرون ولاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم. اھ"(الحدیقۃ الندیہ جلد اول صفحہ ۳۵۱)

(۸) درگاہ کے مجاور، ذبح کرنے والے ملا، نماز پڑھانے والے امام، خطبہ دینے والے خطیب اور نکاح پڑھانے والے عرفی قاضی ہیں وہ شرعی اور حقیقی قاضی نہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الاجوبة کلها صحیحة: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۱رشوال المکرم ۲۱ھ

کتاب الھبۃ

ہبہ کا بیان

مسئلہ:- از: محمد عالم راجہ بازار، جونپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ دادا نے اپنے بالغ پوتوں کے نام جائداد لکھ دی اس لئے کہ ان کی ماں فوت ہوگئی اور باپ نے دوسری شادی کر لی۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ پوتے مذکورہ جائداد کے مالک ہوگئے یا نہیں؟ اور دادا ایسا کرنے سے گنہگار ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب کہ دادا نے اپنے بالغ پوتوں کے نام جائداد لکھ دی تو پوتے مذکورہ جائداد کے مالک ہوگئے بشرطیکہ قبضہ بھی پالیا ہو۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "نام لکھا دینا اگرچہ دلیل تملیک ہے اور یہ تملیک ہبہ مگر ہبہ بے قبضہ کے تمام نہیں ہوتا نہ بغیر اس کے موہوب لہ کو ملک حاصل ہو" (فتاوٰی رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۵۴) مگر دادا اپنی جائداد سے اپنے بیٹے کو محروم کرنے کے سبب گنہگار ہوا۔ حدیث شریف میں ہے: "من فر عن میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ." جو اپنے وارث کی میراث سے بھاگے گا اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث کاٹ دے گا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۱۴ر شوال المکرم ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:- از: فیاض الدین منظری سکراول پچھم، ٹانڈہ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) خالد کے دو بیٹے ہیں زید و بکر خالد نے اپنی زندگی ہی میں دونوں بیٹوں کے درمیان اپنی پوری جائداد دو حصوں میں تقسیم کر دی اور بڑے بیٹے سے کہا کہ اب اس کے بعد جو چند چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں اس میں سے ہم تم کو نہیں دیں گے وہ سب چھوٹے لڑکے کا ہے۔ ایسی صورت میں بڑے لڑکے کا ان چیزوں میں حق بنتا ہے یا نہیں جس کے بارے میں خالد نے کہا تھا کہ اب جو ہے وہ چھوٹے لڑکے کا ہے؟

(۲) دوسری بات یہ کہ خالد نے اپنی زندگی ہی میں چھوٹے لڑکے کی اجازت سے بڑے لڑکے کو ایک چیز کا تقریباً نصف دیا تو پوچھنا یہ ہے کہ اب ان چیزوں میں جس کے بارے میں خالد نے کہا تھا نہیں دیں گے چھوٹے لڑکے کا ہے بڑے لڑکے کا حق بنتا ہے یا

نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں خالد نے مرض الموت سے پہلے ہوش وحواس کی حالت میں اگر اپنی جائداد دونوں بیٹوں میں تقسیم کردی تو یہ عندالشرع ہبہ ہے اگر دونوں نے قبضہ کرلیا تو وہ اس کے مالک ہوگئے۔ اور بڑے لڑکے نے اگر باپ کا دیا ہوا حصہ پانے کے بعد یہ کہا کہ مجھے اپنا حصہ مل گیا اس کے بعد ترکہ میں میرا کوئی حق نہیں رہا تو اب زید کا ان چیزوں میں کچھ حق نہیں بنتا جن چیزوں کو باپ نے چھوٹے لڑکے کے لئے چھوڑ رکھا ہے۔ اور اگر مذکورہ بات بڑے لڑکے نے نہیں کہی ہے تو جتنی چیزیں چھوٹے لڑکے کو دیئے بغیر یا دے کر قبضہ دلائے بغیر فوت ہوگیا تو بڑے لڑکے کا ان تمام چیزوں میں حق بنے گا جسے وہ اپنی ملکیت میں رکھتے ہوئے دنیا سے چلا گیا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''موصوف نے اپنی حیات میں صاحبزادی صاحبہ کو کچھ عطا فرما کر میراث سے علیحدہ کردیا اور وہ بھی راضی ہوگئیں کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اور بعد انتقال مورث کے ترکہ میں میرا حق نہیں اشباہ میں طبقات علامہ شیخ عبدالقادر سے اس صورت کا جواز نقل کیا اور اسے علامہ ابوالعباس ناطفی پھر جرجانی صاحب خزانہ پھر شیخ عبدالقادر پھر فاضل زین الدین صاحب اشباہ پھر علامہ سید احمد حموی نے مقرر و مسلم رکھا اور فقیہ ابوجعفر محمد بن یمانی نے اس پر فتویٰ دیا اور ایسا ہی فقیہ محدث ابوعمر وطبری اور اصحاب احمد بن ابی الحارث نے روایت کیا۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ ۹۴) اور حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''ہبہ تمام ہونے کے لئے قبضہ کی بھی ضرورت ہے بغیر اس کے ہبہ تمام نہیں ہوتا۔'' (بہار شریعت حصہ ۱۴ صفحہ ۶۶) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد سمیر الدین جیبی مصباحی

۱۷ر جمادی الآخرہ ۱۹ھ

مسئلہ:۔ از: ممتاز احمد، پکورہ، بھن جوت، گونڈہ

زید کل چھ بھائی ہیں جن میں سے تین بھائی بمبئی میں کما کر پانچ بیگھہ زمین اپنی ماں کے نام سے رجسٹری کرائے اور تقریباً دس بگھہ اپنے باپ کے نام بیعنامہ کرواکے ان زمینوں کا ان کو مالک بنادیا اور ان پر قبضہ بھی کرادیا۔ لگ بھگ پانچ سال پہلے ماں کا انتقال ہوگیا۔ باپ زندہ ہے۔ اب بھائیوں میں بٹوارہ پیش ہے تین دوسرے بھائی بھی مذکورہ زمینوں میں حصہ مانگتے ہیں تو ان میں شرعاً ان کا حصہ ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جب ماں باپ کے نام زمین رجسٹری اور بیعنامہ کرواکے انہیں مالک بنادیا گیا اور مذکورہ زمینوں پر انہیں قبضہ بھی کرادیا تو وہ ان زمینوں کے مالک ہوگئے ان میں کسی کا کوئی حق نہیں۔ مگر جب ماں کا انتقال ہوچکا ہے تو اس کے نام جو پانچ بیگھہ زمین تھی اگر شوہر اور چھ بھائیوں کے علاوہ دوسرا کوئی وارث نہ ہو تو اس زمین کی یوں تقسیم ہوگی باپ کا

چوتھائی حصہ ہے اور مابقی زمین میں سبھی بھائیوں کا برابر حصہ ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ." (سورۂ نساء، آیت ۱۲) اور زید کے باپ کے نام جو دس بیگھہ زمین ہے جب تک وہ زندہ ہے اس میں کسی کا کوئی حق نہیں۔ ہاں اگر وہ اپنی زندگی ہی میں ہوش وحواس کی درستگی کے ساتھ مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے تقسیم کرنا چاہے تو سب لڑکوں کو برابر حصہ دے۔ اگر کم وبیش دے گا تو ہر ایک بشرط قبضہ اپنے حصہ کا مالک ہو جائے گا مگر باپ گنہگار ہوگا۔ بحر الرائق جلد ہفتم صفحہ ۲۸۸ پر ہے: "ان وهب ماله كله لواحد جاز قضاء و هو آثم. اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　كتبه: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۱۱ر ربیع النور ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد انیس احمد لطیفی، رموا پور کلاں، کوڑے کول، بستی

محمد اسلام کل چار بھائی تھے باب اللہ، عبد السمیع اور عبد المبین۔ باب اللہ کا انتقال ہو گیا اور عبد السمیع اپنے والدین سے الگ ہو کر رہنے لگے والدین کا انتقال ہو گیا۔ محمد اسلام عبد المبین کے ساتھ رہے۔ محمد اسلام جو لاولد ہیں۔ اور بہت ضعیف ہو چکے ہیں ان کی خدمت عبد المبین کے لڑکے کرتے رہے اور کر رہے ہیں تو خدمت کے عوض محمد اسلام نے ہوش وحواس کی درستگی میں مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے اپنی کل کھیتی عبد المبین کے لڑکوں کے نام رجسٹری کر دی۔ اس سبب سے مولوی بدر عالم جو باب اللہ کے لڑکے ہیں اور حافظ ضمیر الحسن جو عبد السمیع کے لڑکے ہیں وہ عبد المبین کے لڑکوں پر بہت ظلم کرتے ہیں اور ان کو ستاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان دونوں نے عبد المبین کے لڑکوں کو پریشان کرنے کے لئے مقدمہ کر دیا ہے کہ محمد اسلام کی کھیتی میں ہمارا حصہ ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بينوا توجروا.

الجواب:- جب کہ محمد اسلام نے ہوش وحواس کے درستگی کے ساتھ مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے اپنی کل کھیتی خدمت کے عوض عبد المبین کے لڑکوں کے نام رجسٹری کر دی تو وہ اس کے مالک ہو گئے۔ مولوی بدر عالم وحافظ ضمیر الحسن کا اس میں کچھ حصہ نہیں۔ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ”ہر شخص کو اپنے مال کا زندگی میں اختیار ہے چاہے کل خرچ کر ڈالے یا باقی رکھے۔“ (فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۶۷) بلکہ اگر وہ اپنی کھیتی عبد المبین کے لڑکوں کے نام کرنے سے پہلے انتقال کر جاتا تو بھی مولوی بدر عالم وحافظ ضمیر الحسن کو کچھ حصہ نہیں ملتا اس لئے کہ بھائی کی موجودگی میں بھتیجہ کچھ نہیں پاتا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۲ پر ہے: "الاقرب يحجب الا بعد" اور وہ دونوں عبد المبین کے لڑکوں پر ناحق ظلم کرنے اور انہیں ستانے کی وجہ سے سخت گنہگار مستحق عذاب نار لائق قہر قہار حق العبد میں گرفتار اور فاسق ہیں۔ اس لئے کہ کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی تکلیف دینا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من اذى مسلما فقد اذاني و من اذاني فقد اذى الله." یعنی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی گویا اس نے اللہ کو ایذا دی۔

لہذا ان دونوں پر لازم ہے کہ ظلم وزیادتی سے باز آجائیں اور علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا بائیکاٹ کریں اوران کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں کہ انہیں امام بنانا گناہ اوران کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۵۳ پر ہے: "ان تقديم الفاسق اثم و الصلاة خلفه مكروهة تحريما." اور ظلم وزیادتی کے بعد جتنی نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں ان کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۳۳۷ پر ہے: "كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها اھ" و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری
۱۶ر محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: فتح محمد، بھنواپور، اینوا، امبیڈکر نگر

زید نے اپنے نابالغ بچے کے لئے ہبہ قبول کیا تو پھر وہ اسے واپس کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جب زید نے اپنے نابالغ بچے کے لئے ہبہ قبول کیا تو قبول کرتے ہی بچہ اس کا مالک ہوگیا زید کو اسے واپس کرنے کا اختیار نہیں۔ درمختار میں ہے: "ان وهب له اجنبى يتم بقبض وليه." یعنی کسی نے اگر نابالغ کو ہبہ کیا تو اس کے ولی کے قبضہ سے ہبہ تام ہوجائے گا۔ (الدر المختار فوق ردالمحتار جلد پنجم ۶۹۵) اوراسی کے تحت شامی میں ہے: "رد الولى الظاهر انه لايصح." یعنی ولی کا واپس کرنا ظاہر یہی ہے کہ صحیح نہیں ہے۔

البتہ اگر سمجھدار چھوٹے بچے کو کسی نے کوئی چیز دی تو وہ لے بھی سکتا ہے اور واپس بھی کرسکتا ہے۔ بحرالرائق جلد ہفتم صفحہ ۲۸۹ میں: "من وهب لصغير يعبر عن نفسه شيئا فرده يصح كما يصح قبوله. اھ" و الله تعالىٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی
۵ر جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

کتاب الاجارۃ

اجارہ کا بیان

مسئلہ:۔ از: محمد افروز نظامی، دار العلوم نور محمدی، دیا درہ، بھروچ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید از شوال تا شعبان جس دار العلوم میں تدریسی خدمات انجام دیتا ہے اس دار العلوم میں مکمل دو ماہ یعنی دس شعبان تا دس شوال تعطیل رہتی ہے۔ مذکورہ تعطیل کی تنخواہ اراکین دار العلوم گاہ قبل رمضان و گاہ بعد رمضان دیتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید شعبان ہی میں مذکورہ چھٹی کی تنخواہ لینا چاہتا ہے۔ کیا از روئے شرع زید شعبان میں تعطیل کلاں کی تنخواہ کا مستحق ہے؟ اور اراکین دار العلوم شعبان میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ جو مدرس بعد رمضان میرے دار العلوم میں رہے گا اسی کو اس تعطیل کی تنخواہ ملے گی ورنہ نہیں۔ از روئے شرع اراکین کے تنخواہ نہ دینے پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جو تعطیلیں عام طور پر مسلمانوں میں رائج ومعہود ہیں مثلاً جمعہ یا جمعرات، ماہ رمضان المبارک اور عید و بقرعید وغیرہ، مدرس ان تعطیلات کی تنخواہ پانے کا مستحق ہوتا ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ دہم صفحہ ۶۹ پر ہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "تعطیلات معہودہ میں مثل تعطیل ماہ مبارک رمضان وعیدین وغیرہا کی تنخواہ مدرسین کو بیشک دی جائے گی۔ فان المعهود عرفا كالمشروط مطلقا۔ اھ" (فتاوی رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۴۱) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "حيث كانت البطالة معروفة فى يوم الثلاثاء و الجمعة و فى رمضان و العيدين يحل الاخذ۔ اھ" (رد المحتار جلد سوم صفحہ ۴۱۶) اور ہمارے ہندوستان کا عرف یہی ہے کہ جو شوال سے شعبان تک مدرسہ کا مدرس رہے گا وہ تعطیل کلاں کی تنخواہ پانے کا مستحق ہوگا خواہ وہ بعد رمضان اس ادارہ میں تعلیم دے یا نہ دے۔

لہذا زید شعبان ہی میں تعطیل کلاں کی تنخواہ اگر لینا چاہے تو اراکین مدرسہ کا اسی وقت دینا لازم ہے کہ تعطیل کلاں کی تنخواہ کا استحقاق مطلق ہے اس کے ایام گذرنے کے ساتھ مقید نہیں۔ البتہ اگر آئندہ اسے اس ادارہ میں نہ رہنا ہو تو پہلے سے کمیٹی کو اطلاع کردے تاکہ وہ کسی دوسرے مدرس کا انتظام کرے اور شروع سال میں تعلیمی نقصان نہ ہو۔ اور اراکین کا یہ کہنا کہ جو مدرس بعد رمضان میرے دار العلوم میں رہے گا اسی کو اس تعطیل کی تنخواہ ملے گی یہ سراسر ظلم وزیادتی اور ناانصافی ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۶ رجمادی الاولیٰ ۱۹

مسئلہ:۔ از: ماسٹر شمس الدین خاں، سعی بزرگ، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید ایک عربی مدرسہ کا مدرس ہے جس میں پرائمری اور عالیہ دونوں

شعبے ہیں۔ پرائمری کے مدرسین کو جون میں مشاہرہ کے ساتھ چھٹی دی جاتی ہے۔ اور عالیہ کے مدرسین کو ماہ رمضان میں۔ زید رمضان کے مہینے میں بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مدرسہ پر رکا رہا۔ ارکان نے زید سے کہا کہ مطبخ بند ہے اس لئے آپ کو اس ماہ کی رخصت دی جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس صورت میں زید کو ماہ رمضان کی تنخواہ ملنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب:- جب کہ زید ماہ رمضان میں بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مدرسہ پر رکا رہا مگر اراکین مدرسہ نے مطبخ بند ہونے کے سبب زید کو اس مہینے کی رخصت دی تو وہ اس مہینے کی تنخواہ کا حقدار ہے۔ اراکین مدرسہ اگر نہیں دیں گے تو حق العبد میں گرفتار اور سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوں گے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۲/ذوالحجہ ۱۸ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) بعض مدارس ماہ رمضان میں مدرسہ کے اساتذہ سے ڈبل تنخواہ پر اور بعض صرف پانچ فیصد دس فیصد پر اور بعض مدارس ایک ماہ کی تنخواہ کے ساتھ پانچ فیصد پر چندہ کراتے ہیں تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور چندہ کرنے والے اگر سید ہوں تو زکاۃ وفطرہ کی رقم سے ان کو چندہ کرنے کی اجرت دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۲) ادارہ یا کوئی محکمہ تعطیل کے دنوں کی تنخواہ جو اپنے ملازمین کو دیتا ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- (۱) ماہ رمضان میں مدرسہ کے اساتذہ سے ڈبل تنخواہ پر چندہ وصول کروانا جائز ہے کہ یہ اجیر خاص کی صورت ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۴۲۵ پر غمز العیون سے ہے "استاجرہ لیصید له او لیحتطب جاز ان وقت بان قال هذا الیوم او هذا الشهر و یجب المسمی لان هذا أجیر و حد و شرط صحته بیان الوقت و قد وجد. اه"

اور آدھا، تہائی یا پانچ فی صد دس فیصد پر چندہ کرنے والا اجیر مشترک قرار پائے گا کہ اس کی اجرت کام پر موقوف رہتی ہے کہ جتنا کرے گا اسی کے حساب سے مزدوری کا حقدار ہوگا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "کام میں جب وقت کی قید نہ ہو اگر چہ وہ ایک ہی شخص کا کام کرے یہ بھی اجیر مشترک ہے مثلاً درزی کو اپنے گھر میں کپڑا سینے کے لئے رکھا اور یہ پابندی نہ ہو کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک سیئے گا اور روزانہ یا ماہانہ یہ اجرت دی جائے گی بلکہ جتنا کام کرے گا اسی حساب سے اجرت دی جائے تو یہ اجیر مشترک ہے۔" (بہار شریعت حصہ ۱۴ صفحہ ۱۴۴) اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "الاجراء علی ضربین مشترك و خاص فالاول من یعمل لا لواحد كالخیاط و نحوه او یعمل له

عملا غير مؤقت كان استاجره للخياطة فى بيته غير مقيدة بمدة كان اجيرا مشتركا و ان لم يعمل لغيره. "(درمختار مع شامی جلد پنجم مطبوعہ نعمانیہ صفحہ ۴۰)

لہذا ایسے لوگوں کو اور اس مدرس کو بھی جو ایک ماہ کی تنخواہ کے ساتھ پانچ فیصد پر چندہ کرتا ہے سب کو وصولی کے اعتبار سے مزدوری بقدر ضرورت دینا جائز ہے۔ بشرطیکہ خاص وصولی کے روپے میں سے اجرت دینا طے نہ کیا جائے۔ پھر خواہ اسی روپے سے دی جائے تاکہ قفیز طحان نہ ہو جس سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۳۶ میں ہے: "الحيلة ان يسمى قفيزا بلا تعيين ثم يعطيه قفيزا منه اه" لیکن ظاہر ہے کہ زکاۃ فطرہ اور دیگر صدقات واجبہ کے مصارف فقراء و مساکین وغیرہ ہیں۔ صرف دینی علوم کے تحفظ و بقا اور فروغ و ترقی کی اہم ترین ضرورت کے پیش نظر اسلامی مدارس میں ایسی رقموں کو خرچ کرنے کے لئے حیلۂ شرعی کی اجازت دی گئی ہے۔ لہذا ایسی رقموں کا زیادہ سے زیادہ حصہ ان مدات میں خرچ ہو جن کا تعلق براہ راست علوم دینیہ کی بقا سے ہو مثلاً مدرسین کی تنخواہ، کتابوں کی فراہمی، تبلیغ و اشاعت دین کے دوسرے شعبے اور طلبہ کے خورد و نوش کا انتظام وغیرہ کہ یہی چیزیں حیلۂ شرعی کے جواز کے اصل اسباب ہیں۔ سفارت بھی مدرسہ کا ایک شعبہ ہے اس لئے اس کی اجرت بھی اس فنڈ سے دی جا سکتی ہے مگر اس کی اجرت اتنی مقرر کرے کہ یہ ضرورت پوری ہو جائے اس سے زیادہ کی اجازت ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ الاشباہ والنظائر صفحہ ۹۵ میں ہے: "ما ابيح للضرورة يقدر بقدرها."

اور زکاۃ و دیگر صدقات واجبہ بعد حیلۂ شرعی سید کو بھی اجرت میں دے سکتے ہیں کہ ملک کے بدلنے سے شی کا عین بھی حکماً بدل جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس گوشت کے متعلق جو حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور صدقہ واجبہ دیا گیا تھا فرمایا "لك صدقة و لنا هدية" یعنی وہ گوشت تمہارے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ رئیس الفقہاء حضرت ملا احمد جیون علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل على بريرة يوما فقدمت اليه تمرا و كان القدر يغلي من اللحم فقال عليه السلام الا تجعلين لنا نصيبا من اللحم فقالت يا رسول الله انه لحم تصدق على فقال عليه السلام لك صدقة و لنا هدية. يعني اذا اخذته من المالك كان صدقة عليك و اذا اعطيته ايانا تصير هدية لنا فعلم ان تبدل الملك يوجب تبدلا في العين." (نور الانوار صفحہ ۳۷)

اجرت بقدر عمل کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قاضی شرع سفیروں کو زکاۃ وغیرہ کی وصولی پر مقرر کرے تو وہ اجیر کی بجائے فقہ کی اصطلاح میں عامل کہے جائیں گے۔ اور خاص مال زکاۃ سے بھی انہیں بلا تملیک گذارے کے لائق حق المحنت دینا اور لینا جائز ہوگا اگرچہ وہ غنی ہوں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "عامل زکاۃ جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکاۃ پر مقرر کیا جب وہ تحصیل کرے تو بحالت غنی بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۶۵) اور جہاں حاکم اسلام نہ ہو وہاں مدارس عربیہ کے ذمہ دار حاکم اسلام نہیں قرار دیئے جائیں گے اور نہ ان کے مقرر کرنے سے زکاۃ وغیرہ وصول کرنے والے عامل ہوں گے بلکہ ایسی جگہ میں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم اس کے قائم مقام ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۰۶ پر حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ جلد اول صفحہ ۳۴۰ سے ہے: "اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور مؤکلة الی العلماء و یلزم الامة الرجوع الیهم و یصیرون و لاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم ۰ اھ"

اور بعض سفراء جو کل وصولی اپنے کام میں خرچ کر ڈالتے ہیں پھر تھوڑا تھوڑا مدرسہ میں جمع کرتے ہیں یا اپنی تنخواہ میں وضع کراتے ہیں اور بعض سفیر جو اپنی اجرت کی کل رقم مدرسہ میں جمع کرنے سے پہلے خود ہی لے لیتے ہیں ناجائز و حرام ہے کہ امانت میں خیانت ہے۔ اور خیانت حرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۰ " یعنی اے ایمان والو اللہ و رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت کرو۔ (پ ۹ سورۂ انفال، آیت ۲۷)

لہٰذا سفیروں پر لازم ہے کہ وہ اپنا خاص روپیہ یا جن روپیوں میں انہیں شرعاً تصرف کی اجازت حاصل ہے انہیں روپیوں کو اپنے سفر وغیرہ کی ضروریات میں خرچ کریں اور چندہ کے سب روپے مدرسہ میں جمع کریں پھر بعد تملیک جو حق المحنت انہیں ملے اسے اپنے خرچ میں لائیں۔ و اللّٰه تعالیٰ اعلم ۰

(۲) ادارہ اور محکمہ ایام تعطیل کی تنخواہ جو اپنے ملازمین کو دیتا ہے اس کا لینا جائز ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''تعطیلات معہودہ میں مثل تعطیل ماہ مبارک رمضان و عیدین وغیرہا کی تنخواہ مدرسین کو بیشک دی جائے گی' فان المعهود عرفا کا المشروط مطلقا" (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۴۱) و اللّٰه تعالیٰ اعلم ۰

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۱ر ذی الحجہ ۱۸ھ

مسئلہ:-

جب قرآن مجید پڑھانے کا پیسہ لینا جائز ہے۔ تو کسی کے مکان، دوکان اور قبر پر قرآن مجید پڑھنے کا پیسہ لینا کیوں جائز نہیں؟ بینوا توجروا ۰

الجواب:- قرآن مجید پڑھانے کا پیسہ لینا ضرورۃً جائز قرار دیا گیا ہے۔ اگر وہ جائز نہ ٹھہرایا جاتا تو لوگ قرآن پڑھانا بند کر دیتے جس سے دین میں بہت بڑا خلل واقع ہوتا۔ اشباہ میں ہے "الضرورات تبیح المحظورات" اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "قال فی الهدایة بعض مشایخنا رحمهم اللّٰه تعالیٰ استحسنوا

الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لظھور التوانی فی الاموز الدینیة ففی الامتناع یضیع حفظ القرآن و علیه الفتویٰ (ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۳۸) اور کسی کی دوکان، مکان اور قبر پر قرآن نہ پڑھنے سے دین میں کوئی خلل نہیں واقع ہوگا اس لئے اس پر اجرت لینا جائز نہیں فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے "ما ابیح للضرورة یقدر بقدرھا." ہاں اس کے جائز ہونے کے دو طریقے ہیں پہلا یہ کہ پڑھنے والے پڑھنے سے پہلے صراحۃً کہہ دیں کہ ہم کچھ نہ لیں گے اور پڑھوانے والے صاف انکار کردیں کہ تمہیں کچھ نہ دیا جائے گا، اس شرط کے بعد وہ پڑھیں۔ اور پھر پڑھوانے والے بطور صلہ جو چاہیں دیدیں یہ لینا دینا حلال ہوگا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ پڑھنے والے کو جتنے دن کی ضرورت ہو اتنے دنوں کے لئے معین قیمت پر کام کاج کے لئے ملازم رکھ لے پھر اس سے کہیں کہ ایک کام یہ کرو کہ اتنی دیر مکان یا دوکان یا قبر پر (جہاں ضرورت ہو) وہاں جا کر قرآن پڑھ دیا کیجئے اور اس کا ثواب فلاں فلاں کو بخش دیا کیجئے یہ جائز ہوگا۔ اور اس پر اجرت لینا دینا حلال ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۶۰ اور احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۱۳۵ پر بھی ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: مطیع الرحمٰن امجدی، اورے پور

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَ مَالَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِيۡبٍ اور حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول "من طلب الدنیا بعمل الآخرة نکس اللہ قلبه و کتب اسمه فی دیوان اھل النار." (اخلاق الصالحین صفحہ ۱۷) متذکرہ بالا عبارات کی روشنی میں امامت و تدریس بالاجرت پر ثواب کی امید ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اصل یہی ہے کہ طاعات و عبادات پر اجرت لینا مطلقاً حرام ہے یہی فقہائے متقدمین کا مسلک ہے۔ مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہوگئی تو انہوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثناء فرمادیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم قرآن، فقہ اور اذان و امامت پر اجارہ جائز ہے۔ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۳۸ پر ہے: "الاجارة لاجل الطاعات مثل الاذان و الامامة و تعلیم القران و الفقه و یفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن و الفقه و الامامة والاذان اھ" اسی کے تحت شامی میں ہے۔ قال فی الھدایة و بعض مشایخنا رحمھم اللہ تعالیٰ "استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لظھور التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع تضیع حفظ القرآن و علیه الفتویٰ. اھ" لیکن مذکورہ باتوں پر اجرت لے گا تو ثواب نہیں پائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی امامت کی اجرت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "جائز ہے مگر امامت کا ثواب نہ پائیں گے کہ امامت بک چکی۔" پھر ایک سطر بعد تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ و احادیث کی اجرت کے متعلق تحریر

فرماتے ہیں کہ: "جائز اوران کے لئے آخرت میں ان پر کچھ ثواب نہیں۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۷۷) اور حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مصداق وہ ائمہ و معلمین ہیں جو عمل آخرت صرف دنیا کے لئے کرتے ہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد حنیف قادری　　الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۱۴ ر ذوالقعدہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: جمیل میڈیکل اسٹور، متھرا بازار، بلرام پور

زید کی بیوی بٹائی پر بکری دیتی ہے کئی بار اس نے سمجھایا اور کہا کہ بٹائی پر بکری دینا جائز نہیں پھر بھی وہ نہیں مانتی تو زید اس صورت میں کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بکری کا بٹائی پر دینا اور لینا جائز نہیں۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "بعض لوگ بکری بٹائی پر دیتے ہیں کہ جو کچھ بچے پیدا ہوں گے دونوں نصف نصف لیں گے یہ اجارہ بھی فاسد ہے۔ بچے اسی کے ہیں جس کی بکری ہے دوسرے کو اس کے کام کی اجرت مثل ملے گی۔" (بہار شریعت حصہ چہاردہم صفحہ ۱۴۰) اور ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۳۸۴ پر ہے: "اذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فما حدث فهو لصاحب البقرة هو للاخر مثل علفه و اجر مثله تاتارخانيه۔"

لہذا زید کی بیوی اگر سمجھانے کے باوجود شریعت کا حکم نہیں مانتی تو وہ سخت گنہگار ہے۔ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی شدید پکڑ ہوگی۔ اور زید کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ نہ سوئے نہ کھائے نہ پیئے اس کو اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈرائے اور معمولی پٹائی بھی کرسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "اَلّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ۔" یعنی اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو۔ (پ ۵ سورۂ نساء، آیت ۳۴) اور حاشیہ ابوداؤد جلد اول صفحہ ۲۰۲ میں فتح الباری شرح بخاری سے ہے: "و محل ذلك ان يضربها تاديبا اذا رأى منها ما يكره فيما يجب عليها فيه طاعته فان اكتفى بالتهديد وغيره كان افضل الا اذا كان الضرب فى امر يتعلق بمعصية الله۔ اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی　　الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۶ ر جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: الحاج محمد جمیل خاں اشرفی، میڈیکل اسٹور، متھرا بازار، بلرام پور

چھٹی کے دنوں میں جب مدرسین سے کوئی کام نہیں لیا جاتا تو وہ ان دنوں کی تنخواہ پانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- چھٹی کے دنوں میں اگرچہ مدرسین سے کوئی کام نہیں لیا جاتا مگر وہ ان دنوں کی تنخواہ پانے کے مستحق ہیں۔

اسی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''مدرسین وامثالہم اجیر خاص ہیں۔ اوراجیر خاص پروقت مقررہ معہودہ میں تسلیم نفس لازم ہے اوراسی سے وہ اجرت کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ کام نہ ہو جس قدر تسلیم نفس میں کمی ہوگی اتنی تنخواہ وضع ہوگی۔ معمولی تعطیلیں مثلاً جمعہ وعیدین اور رمضان المبارک اس حکم سے الگ ہیں کہ ان ایام میں بے تسلیم نفس بھی مستحق تنخواہ ہے۔ اھ ملخصا۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۷۰) اوردرمختارمع شامی جلد ششم صفحہ ۶۹ میں ہے۔ الاجیر الخاص و یسمی اجیر وحد و ھو من یعمل لواحد عملاً مؤقتا بالتخصیص و یستحق الاجیر بتسلیم نفسه فی المدۃ و ان لم یعمل کمن استؤجر شهرا للخدمة. اھ" اوررد المحتار جلد چہارم صفحہ ۳۷۲ میں ہے: "حیث کانت البطالة معروفة فی یوم الثلاثا و الجمعه و فی رمضان و العیدین یحل الاخذ." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

۱۱ ؍رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبدالرزاق لشکری، جام نگر (گجرات)

دینی خدمات کرنے والوں کو یعنی جو تدریس، امامت، فتویٰ وغیرہ کے فرائض انجام دینے والے ہیں ان کے لئے وظیفہ کا رواج کب سے ہوا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- دینی خدمات کرنے والوں کے لئے وظیفہ کا رواج فقہاء متاخرین فقہاء کے دور سے ہوا جب کہ دینی کاموں میں لوگوں نے سستی کی ورنہ متقدمین کا مسلک یہی تھا کہ طاعت وعبادت پر اجرت لینا حرام ہے۔ مگر جب متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہوگئی ہے اور اگر اس اجارہ کی ساری صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل واقع ہوگا۔ تو انہوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثناء فرمادیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم قرآن وفقہ واذان وامامت پر اجارہ جائز ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ۱۴ صفحہ ۱۵۳ پر ہے۔

اور اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''حق یہی ہے کہ استیجار علی الطاعات حرام وباطل ہے۔ سوائے تعلیم علوم دین واذان وامامت وغیرہا بعض امور کے کہ متاخرین نے بضرورت فتوائے جواز دیا۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۶۵) اور فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم ۴ صفحہ ۴۴۸ پر ہے: "فی الاصل لایجوز الاستیجار علی الطاعات و لکن جوزوا مشایخ بلخ الاستیجار علی تعلیم القرآن و الفقه و نحوه و المختار للفتویٰ فی زماننا قول هؤلاء اھ ملخصاً." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۲۲ ؍جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:-

چار پانچ سو روپئے یا دو چار کنٹل گیہوں وغیرہ غلہ پر ہر سال چھ مہینے کے لئے کھیت کرایہ پر لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- روپئے کی کسی مقدار معین پر مدت معینہ کے لئے کھیت کرایہ پر لینا دینا اس وقت جائز ہے جب کہ یہ طے ہو جائے کہ اس میں فلاں چیز کی کاشت کرے گا یا تعمیم طے ہو جائے کہ جس چیز کی چاہیں کاشت کر سکتے ہیں۔ لیکن غلہ کی کسی مقدار معین مثلاً دو یا چار کنٹل گیہوں کی شرط پر کھیت کرایہ پر لینا دینا جائز نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۵۶ پر تنویر الابصار سے ہے:

"تصح بشرط الشرکة فی الخارج فتبطل ان شرط لاحدهما قفزان مسماة. اه ملتقطاً" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: ابرار احمد اعظمی

مسئلہ:- از: محمد یوسف رضوی، ۳۰ نیشنل موٹر ورکس، اندور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بیمہ کرانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بیمہ کی چند صورتیں ہیں جن میں سے بیمۂ زندگی اور بیمۂ اموال دو بنیادی چیزیں ہیں۔ اور ان کے احکام جداگانہ ہیں۔ زندگی بیمہ اس صاحب مال کے لئے جائز ہے جس کو اپنی موجودہ حالت کے ساتھ تین سال کی مدت مقررہ یا اس کے بعد کی مدت موسعہ تک تین سال کی تمام قسطیں مسلسل جمع کرنے کا ظن غالب ملحق بالیقین ہو۔ لہذا وہ شخص جس کی موجودہ حالت مدت موسعہ تک تین سال کی پالیسی قائم رکھنے کے قابل نہیں اس کا ظن ملحق بالیقین نہیں ہے تو ایسے شخص کو بیمہ پالیسی کی اجازت نہیں۔

اور بیمۂ املاک کی بنیادی قسمیں دو ہیں۔ جبری اور اختیاری۔ جن صورتوں میں قانونی حیثیت سے بیمہ کرانا لازمی ہوتا ہے وہ صورتیں اکراہ کی حد میں داخل ہیں۔ لہذا ایسے بیموں کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ لقولہ تعالیٰ "الا من اکره و قلبه مطمئن بالایمان." (پ ۱۴ سورۂ نحل، آیت ۱۰۶) مثلاً انجن سے چلنے والی گاڑیوں کا جبری انشورنش حکومت کی طرف سے ایک جبری ٹیکس ہے۔ اس کا ادا کرنے والا معذور ہے گنہگار نہیں۔ اسی طرح ریل گاڑی، ہوائی جہاز کے ٹکٹوں میں جو جبری انشورنس کی رقم دینی پڑتی ہے وہ بھی ٹیکس کے قبیل سے ہے۔ بوجہ جبر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں۔

اور اختیاری بیمۂ اموال بعض صورتوں میں جائز ہے مثلاً بیمۂ نقل وحمل جو پوسٹ آفس اور ریلوے وغیرہ کے ذریعہ مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا اختیاری یا جبری انشورنس ہوتا ہے جیسے کہ پارسل وی پی، رجسٹری، منی آرڈر اور بیمہ تو یہ سب صورتیں اجارۂ حفظ وحمل کی ہیں جو جائز ہیں مگر جن صورتوں میں نفع موہوم اور مال کا ضائع ہونا غالب ہوتا ہے مثلاً انسانی اعضاء و صفات کا بیمہ دوکان ومکان اور ذرائع نقل وحمل مثلاً ٹرک، بس، ٹریکٹر، کار اور موٹر سائکل وغیرہ ان کا بیمہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ ان چیزوں کا بیمہ سال بھر کے لئے ایک متعینہ رقم کی ادائیگی پر ہوتا ہے اور معاہدہ یہ ہوتا ہے کہ سال بھر کی مدت میں بیمہ شدہ چیز کو کوئی

حادثہ پیش آیا تو کمپنی نقصانات کی تلافی کرے گی۔ اور اگر کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو کمپنی اپنی ضمانت یا ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے گی اور جمع شدہ تمام رقم اسی کی ملک ہوگی۔

اور ظاہر ہے کہ سال بھر میں کوئی ایسا حادثہ پیش آنا کثیر الوقوع نہیں بلکہ نادر ہے اس لئے نفع پانے کا ظن غالب نہیں۔ لہذا اس طرح کے بیمۂ اموال کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ البتہ اس کے لئے قانونی مجبوری کی صورتیں بہر حال مستثنیٰ رہیں گی۔ ایسا ہی صحیفۂ فقہ اسلامی صفحہ ۲۳۳ و ۲۴۹ مطبوعہ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:-

جو لوگ کہ امامت، تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ واحادیث پر اجرت لیتے ہیں ان لوگوں کو ان کاموں پر ثواب ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- امامت و تعلیم قرآن وفقہ وحدیث پر اجرت لینا متقدمین فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے مگر متاخرین فقہاء نے زمانے کی نزاکت کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اس کے جواز کا فتوی دیا جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہوگئی ہے اگر اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل واقع ہوگا'' انہوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثناء فرمادیا اور یہ فتوی دیا کہ تعلیم القرآن وفقہ اور اذان وامامت پر اجارہ جائز ہے (بہار شریعت جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۴)

لیکن اجرت لینے کے سبب انہیں ان کاموں پر کوئی ثواب نہیں ملے گا اعلی حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی سے سوال کیا گیا کہ امام جمعہ اور امام پنجوقتہ کا اکثر جگہوں پر تنخواہیں مقرر کر کے لینا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ جائز ہے مگر امامت کا ثواب نہ پائیں گے کہ امامت بیچ چکے'' (فتاوی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۷) اور آپ سے سوال کیا گیا کہ تعلیم قرآن و تعلیم فقہ واحادیث کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: '' جائز ہے اور ان کے لئے آخرت میں ان پر ثواب کچھ نہیں'' (فتاوی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۱۷۲) اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: ''اذان کہنے پر احادیث میں جو ثواب ارشاد ہوئے وہ انہیں کے لئے ہیں جو اجرت نہیں لیتے خالصا لوجہ اللہ عز وجل اس حدیث کو انجام دیتے ہیں ہاں اگر لوگ بطور اجرت نہیں (غنیہ) جب کہ المعهود کا المشروط کی حد تک نہ پہونچ جائے'' (بہار شریعت جلد ۳ صفحہ ۳۸) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد نعمان رضا برکاتی

۲۲ر صفر المظفر ۱۹ھ

کتاب الغصب

غصب کا بیان

مسئلہ:۔از: غلام زین العابدین، مقام وڈا کھانہ اٹوا کنگائی، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید عرصہ دراز سے ہجڑوں کے ساتھ رہتا ہے اور انہیں کے ساتھ گاتا بجاتا ہے۔ یہی اس کی کمائی ہے۔ تو ان پیسوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور کیا وہ اپنے گھر آ کر اپنے والدین کے ساتھ رہ سکتا ہے؟ جبکہ وہ نماز پڑھتا ہے زکاۃ بھی دیتا ہے۔ صدقہ خیرات بھی کرتا ہے۔ اور اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری بھی دیتا ہے۔

الجواب:۔ ہجڑوں کو جو مال گانے ناچنے یا معاذ اللہ حرام کاری کی اجرت میں ملتا ہے ان کے لئے حرام ہے جیسا کہ رنڈیوں کے لئے۔ وہ ہرگز اس کے مالک نہیں ہوتے وہ ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کا حکم رکھتا ہے۔ لہذا جو ناجائز مال زید کے پاس ہے اس پر فرض ہے کہ جن لوگوں سے لیا انہیں واپس کردے وہ نہ ہوں تو ان کے ورثہ کو دیدے وہ نہ ملیں تو غریبوں میں تقسیم کردے یا کسی دینی ادارہ کو دیدے۔

اور اگر وہ ہجڑوں کے ساتھ رہنا چھوڑ کر علانیہ توبہ واستغفار کرے تو اپنے والدین کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے ماں باپ سے لے کر یا کسی دوسرے سے قرض مانگ کر جائز پیسوں سے قرآن خوانی ومیلاد شریف کرے غربا ومساکین کو کھانا کھلائے اور مسجد میں لوٹا وچٹائی رکھے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "من تاب و عمل صالحا فانه یتوب الی الله متابا." (پارہ ۱۹، رکوع ۴) ہجڑا جو مال حرام کھاتا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور ایسے شخص کی زکاۃ وخیرات بھی قبول نہیں ہوتی کہ "ان الله طیب لایقبل الاالطیب." اور ایسے آدمی کی اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری بھی سودمند نہیں۔ و الله تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ر ذی الحجہ ۱۸ھ

مسئلہ:۔از: وکیل احمد قادری، اباری بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع عظام مسئلہ ذیل میں کہ زید کا پیشہ ناچنے اور گانے کا ہے یہی اس کی آمدنی کا ذریعہ ہے زید پہلے مذکر تھا بعد میں آپریشن کروا کے مخنث ہوگیا ایسی صورت میں زید کے یہاں کھانے پینے، زید یا اس کے گھر والوں کو اپنے یہاں کھلانے پلانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ زید کے گھر شادی میں بکر وغیرہ اور گاؤں کے کچھ لوگوں نے کھانا کھایا۔

اب ایسی صورت میں بکر وغیرہ کے یہاں کھانے پینے یا بکر وغیرہ کو اپنے یہاں کھلانے پلانے کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ناچنا اور گانا حرام ہے اور جو آمدنی اسی کے ذریعہ ہو وہ خبیث ہے اور مرد ہونے کی نشانی کو آپریشن کرا کے نکلوا دینا بھی حرام ہے۔ لہٰذا زید سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور لائق قہر قہار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ ناچنا گانا چھوڑ دے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ اور مرد ہونے کی نشانی کو نکلوا دینے کی غلطی پر اللہ کی بارگاہ میں روئے اور گڑگڑائے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ اور زید کے گھر والوں پر لازم ہے کہ اس کو اپنے گھر سے نکال دیں۔ اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو سارے مسلمان اس کے گھر والوں سے بھی قطع تعلق کریں۔ ان کے ساتھ اور ان کے یہاں کھانا پینا بند کریں اور ان کو اپنے یہاں ہرگز نہ کھلائیں نہ پلائیں تاکہ وہ لوگ زید کو ناچ اور گانا چھوڑنے پر مجبور کریں اگر مسلمان ایسا نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے اور اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے: "ان الناس اذا رأوا منكرا فلم يغيروه يوشك ان يعمهم الله بعقابه." یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ جب کوئی برا کام دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو عنقریب خدائے تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶) اور جو لوگ زید کے یہاں شادی میں کھائے پیئے وہ اپنی غلطی پر نادم وشرمندہ ہوں اور عہد کریں کہ اب آئندہ ہم اس کے گھر کھانے پینے سے پرہیز کریں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کے ساتھ مسلمان کھائیں پیئیں اور ان کو اپنے یہاں کھلائیں پلائیں ورنہ سب مسلمان ان سے بھی دور رہیں اور ان کو بھی اپنے سے دور رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و لا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار." (پارہ ۱۲، رکوع ۱۰) و الله تعالىٰ اعلم.

کبتہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: سرور پاشا، مؤمن مسجد گلی ہاسپٹ، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جوا کھیلنا اور کھلانا شروع کیا اور اس طرح بہت سامان جمع کیا۔ پھر ایک مولانا سے پوچھ کر حیلۂ شرعی سے مال کو پاک کر کے رکھ لیا۔ اب دوسرے لوگ بھی یہی طریقہ اختیار کرنے والے ہیں تم اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جوابازی سخت ناجائز وگناہ ہے اور اس کی کمائی کا سارا مال حرام ہے۔ وہ ہرگز اس کے مالک نہیں۔ وہ ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے نہ انہیں خود اپنے خرچ میں لانا جائز اور نہ ہی کسی کو بطور اجرت یا ویسے ہی ہدیہ وغیرہ میں دینا جائز اور نہ اسے حیلۂ شرعی کر کے رکھ لینا جائز بلکہ جس سے جتنا جیتا ہے اس کو اتنا مال واپس کرنا واجب۔ خدائے

تعالیٰ کا فرمان ہے: "یسئلونك عن الخمر و المیسر قل فیهما اثم کبیر." یعنی تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۱۹) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی باب الغصب میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''جس قدر مال جوئے میں کمایا محض حرام ہے۔ اور اس سے برأت کی یہی صورت ہے کہ جس جس سے جتنا جتنا مال جیتا ہے اسے واپس دے وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو واپس دے یا جیسے بنے انہیں یا ان کے ورثہ کو راضی کر کے معاف کرالے۔ اور جن لوگوں کا پتہ کسی طرح نہ چلے نہ ان کا نہ ان کے ورثہ کا ان سے جس قدر جیتا تھا ان کی نیت سے خیرات کردے۔ اھ ملخصاً'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۲۳۴) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد پنجم صفحہ ۳۴۹ میں ہے: "کان الاخذ معصیة و السبیل فی المعاصی ردها و ذلك ههنا یرد الماخوذان تمکن من رده بان عرف صاحبه او بالتصدق منه ان لم یعرفه."

لہٰذا شخص مذکور جس نے جوا کھیلا اور کھلایا وہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اس پر لازم ہے کہ جن لوگوں سے جتنا مال جیتا ہے ان کو اور وہ نہ ہوں تو ان کے ورثہ کو واپس کردے اور وہ نہ ملیں تو بدرجۂ مجبوری ان کو خیرات کردے اور وہ مولوی جو مسلمانوں کے لئے حرام طریقہ سے مال حاصل کرنے کا راستہ کھول رہا ہے وہ بھی علانیہ توبہ کرے اور دوسرے لوگ جو حرام مال حاصل کرنے کے لئے شخص مذکور کا طریقہ اختیار کرنے والے ہیں وہ اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈریں کہ اس کی پکڑ بہت سخت ہے اگر وہ نہ مانیں تو سب مسلمان ان سے دور رہیں اور ان کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی	کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۳ ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ:- از: اراکین مکتب، اسلامیہ نگر بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدرسہ کی زمین اور اس کے چار کمروں کو غصب کرنے کے لئے بکر نے مقدمہ دائر کردیا ہے۔ تو اس کے بارے میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے اور بکر کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی عنہ ربہ القوی فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں: ''مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف ودفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے قال اللّٰه تعالیٰ "لایصیبهم ظمأ و لانصب و لا مخمصة الی قوله تعالیٰ الاکتب لهم به عمل صالح." (پارہ ۱۲، رکوع ۴)

لہٰذا مذکورہ زمین اور چاروں کمرے اگر واقعی مدرسہ کے ہیں تو وہ مال وقف ہیں۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہر طرح اس کو غصب ہونے سے بچائیں اور بکر کو مدرسہ کی زمین اور اس کے کمروں پر قائم کئے ہوئے مقدمہ کو اٹھانے کی فرمائش کریں۔ اگر نہ

مانے تو وہ ظالم جفا کار، سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کریں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پارہ ۱۲ سورۂ ہود، آیت ۱۱۳) جو لوگ بکر کا ساتھ دیں گے اور اس کا بائیکاٹ نہیں کریں گے وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ." (پارہ ۶ سورۂ مائدہ، آیت ۷۹) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: اے سعید رضوی، نور منزل کے سامنے چونا بھٹی کے پیچھے، اشرف نگر، تکیہ پارہ، درگ (ایم پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ میں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہوں۔ اس میں ایسے بچے بھی آتے ہیں جن کے والد سٹا لکھنے کا کام کرتے ہیں جبکہ سٹا کھیلنا کھلانا حرام ہے۔ اور فوٹو گرافر یعنی فوٹو کھینچنے والے کے بچے بھی آتے ہیں۔ تو میں سٹے اور فوٹو کھینچنے والے کی کمائی سے ان بچوں کی فیس لے سکتا ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سٹا یعنی جوابازی کی کمائی کا سارا مال حرام ہے وہ ہرگز اس کے مالک نہیں ان کے پاس وہ مال مغصوب کا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے نہ ان کا خود اپنے خرچ میں لانا جائز اور نہ ہی کسی کو بطور اجرت دینا جائز بلکہ جس سے جتنا مال جیتا ہے اس کو اتنا مال واپس کرنا واجب۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۲۳۴ پر ہے۔ اور جاندار کی تصویر کھینچنا حرام وگناہ ہے اور حرام کام کی اجرت یعنی اس کی کمائی بھی ناجائز ہے۔ فقیہ اعظم صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''گناہ کے کام پر اجارہ ناجائز اور اس کی اجرت لینا حرام۔ اھ ملخصاً'' (بہار شریعت حصہ ۱۴ صفحہ ۱۳۴)

لہذا سٹا لکھنے کا کام کرنے والے یا فوٹو کھینچنے والے کو جو اس حرام طریقہ سے مال حاصل ہوا اگر بعینہ اسی کو اپنے بچوں کی فیس کے لئے دیں اور شخص مذکور کو اس کا علم ہو کہ ہاں یہ خاص اسی حرام مال سے ہے تو سائل کو اس کا لینا جائز نہیں۔ اور جو روپیہ بطور فیس سائل کو دیا جاتا ہے اگر اس کا حال اسے معلوم نہ ہو کہ خاص یہ روپیہ جو ہمیں ملا یہ سٹا لکھنے یا فوٹو کھینچنے والے کے پاس کہاں سے آیا یا یہ روپیہ خاص اسی حرام کمائی کا ہے یا کوئی دوسرا ہے اگر کچھ اسے معلوم نہیں۔ تو ایسی صورت میں لینا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''یہ صورتیں اس وقت تھیں۔ جب اسے اس مال کا حال معلوم ہو جو اس کی مزدوری میں دیا جاتا ہے کہ خاص مال رنڈی کے پاس کہاں سے آیا اور اس تک کیوں کر پہنچا ہے۔ آیا عین حرام میں سے ہے یا خالص حلال سے یا دونوں مخلوط ہیں اگر یہ کچھ نہیں کہہ سکتا نہ اسے کچھ خبر کہ خاص مال جو اسے دیا جاتا ہے کس قسم کا ہے تو اس صورت میں فتویٰ جواز ہے کہ اصل حلت ہے جب تک خاص اس مال کی حرمت نہ ظاہر ہو لینے سے منع نہ کریں گے۔ ہندیہ میں ہے: "اختلف الناس فی اخذه

لجائزة من السلطان قال بعضهم يجوز مالم يعلم انه يعطيه من حرام قال محمد رحمه الله تعالیٰ و به ناخذ مالم نعرف شيئا حراما بعينه و هو قول ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ و اصحابه. اه ملخصاً" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ۸) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۲/ جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد انوار احمد، حسن گڈھ، ڈاکخانہ پریلا، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کے پانچ لڑکے ہیں وہ اپنی زندگی میں گھر وغیرہ ساری چیزیں بانٹ کر پانچوں لڑکوں کو دیدیا۔ پھر کچھ دنوں بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ سب لڑکے اپنے اپنے حصہ میں کچھ دن رہے۔ اسی درمیان اس کے دولڑکے بکر اور ناصر نے اپنے اپنے گھر کے حصہ کے سامنے الگ الگ دو آدمیوں سے کچھ زمینیں خریدیں۔ کچھ دنوں بعد یہ طے پایا کہ ہم سب آپس میں نیا بٹوارہ کریں۔ لیکن اس میں سے بکر نے کہا کہ ہم اپنی خریدی ہوئی زمین بٹوارے میں شامل نہیں کریں گے۔ مگر ناصر جو اپنی نئی خریدی ہوئی زمین پر مکان بنا چکا ہے وہ کہتا ہے کہ ہم بکر کی نئی خریدی زمین کو زبردستی لیں گے۔ لیکن وہ کسی حال میں دینے کی لئے تیار نہیں۔ ابھی یہ معاملہ حل نہیں ہوا تھا کہ اسی درمیان مشہور ہوا کہ ناصر کی لڑکی پر آسیب ہے۔ تو ناصر اسے ایک بزرگ کے مزار پر لے گیا جہاں اس نے یہ بیان دیا کہ بکر کی بیوی نے مجھے ایسی تعویذ پلادی ہے تاکہ کبھی کوئی اولاد نہ ہو۔ تو ان دونوں معاملے کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں بکر جب پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ ہم اپنی خریدی ہوئی زمین بٹوارے میں شامل نہیں کریں گے تو اب اگر ناصر زمین مذکور کو اس سے زبردستی لے گا تو غاصب وظالم سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے: "من اخذ من الارض شيئا بغير حقه خسف به يوم القيمة الى سبع ارضين." یعنی جو شخص کسی کی کچھ زمین ناحق دبائے گا قیامت کے دن زمین کے ساتوں طبق تک دھنسایا جائے گا۔ (بخاری جلد اول ۳۳۲)

لہذا ناصر پر لازم ہے کہ اس ارادے سے باز آئے۔ اگر وہ نہ مانے اور بکر پر ظلم وزیادتی کرے تو مسلمان اس کا سختی سے بائیکاٹ کریں۔ اس کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا اور سلام وکلام سب ترک کردیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پارہ۷، رکوع۱۴)

اور ناصر کی لڑکی کا بیان شریعت کے نزدیک ہرگز معتبر نہیں کہ جو عورت کسی کو بدنام کرنا چاہے گی اپنے اوپر آسیب کا ہونا ظاہر کرکے اس کے بارے میں جو چاہے گی بیان دیدے گی۔ اور یہ بہت بڑے فتنہ وفساد کا باعث ہوگا۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبد الحمید مصباحی
۳۰/ ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

کتاب الذبائح

ذبح کا بیان

مسئلہ:- از: (مولانا) محمد اکرم مصباحی، بیر پور، متھر ابازار، بلرام پور

پولٹری فارم کے انڈے جو مرغا مرغی کے اختلاط کے بغیر پیدا ہوتے ہیں اور الیکٹرانک کی گرمی سے بچے پیدا ہوتے ہیں تو پولٹری فارم کے انڈوں اور بچوں کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- پولٹری فارم کے انڈوں اور بچوں کا کھانا بلاشبہ جائز ہے۔ اگر چہ مرغیاں بغیر جوڑا کھائے انڈا دیتی ہیں اور اگر چہ الکٹرانک کی گرمی سے بچہ پیدا کیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''جائز ہے کہ وہ تنہا مادہ کی منی منعقد مستحیل بطیب ہے۔ جیسے اور انڈے نر و مادہ دونوں کی منی مستحیل۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۴۳) اور بدائع الصنائع جلد چہارم صفحہ ۱۵۱ میں ہے: "ان حکم الولد حکم امه لانه منها و هو کبعضها الاتری ان حمار وحش لو نزیٰ علی حمارة اهلية فولدت لم يؤكل ولدها و لو نزأ حمار اهلی علی حمارة وحشية و ولدت يؤكل ولدها ليعلم ان حكم الولد حكم امه فی الحل و الحرمة دون الفحل. اھ" و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۱۱ر رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: سیف الرضا، نالی دمن (گجرات)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ جو برائے نام دیوبندی یا وہابی ہیں جن کو علم سے کوئی واسطہ نہیں ایسے لوگوں کا ذبیحہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تو یوں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ وہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۷۰) لیکن بالفرض بقول سائل اگر کچھ لوگ برائے نام دیوبندی ہوں جن کو علم سے کوئی واسطہ نہ ہو تو ان کے سامنے مولوی اشرفعلی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس ۳، ۲۸، ۱۴ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ پیش کئے جائیں اور انہیں بتایا جائے کہ ان کفریات کی بنا پر مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، ہندوستان و پاکستان، برما اور بنگلہ دیش وغیرہ کے سینکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے مذکورہ

بالا مولویوں کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ جس کا مفصل بیان فتاوی حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔ پھر وہ لوگ جو سائل کے نزدیک برائے نام دیوبندی ہیں اگر اس فتوی کو حق مانیں اور مولویان مذکور کو کافر و مرتد کہیں تو ان کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر انہیں کافر و مرتد نہ کہیں یا ان کے کفر میں شک کریں تو ان کا ذبیحہ حرام ہے۔ علمائے اہل سنت کا بالاتفاق ارشاد ہے: "من شك في كفره و عذابه فقد كفر." و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۱۴ر شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد نعمان رضا برکاتی ضیائی، دار العلوم تاج المدارس موتی، جھیرہ سمبل پور، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ کیا چمڑا کھانا جائز ہے؟ اگر کھانا جائز نہیں تو خصی بکری وغیرہ کا پایہ جو چمڑے کے ساتھ پکاتے ہیں اس کا کھانا کیسا ہے؟ اور اس کے شوربے کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حلال جانور کا چمڑا کھانا جائز ہے بشرطیکہ مذبوح شرعی کا چمڑا ہو۔ سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''مذبوح حلال جانور کی کھال بیشک حلال ہے۔ شرعاً اس کا کھانا ممنوع نہیں۔ اگر چہ گائے بھینس بکری کی کھال کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔ فی الدر المختار " اذا ما ذكيت شاة فكلها سوى سبع ففيهن الوبال فحاء ثم خاء ثم غين. و دال ثم ميمان و ذال انتهى فالحاء الحياء و هو الفرج و الخاء الخصية و الغين الغدة، و الدال الدم المسفوح و الميمان المرارة و المثانة و الذال الذكر" (فتاوی رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۳۴۲)

لہذا خصی بکری وغیرہ کا پایہ جو چمڑے کے ساتھ پکاتے ہیں اس کا کھانا جائز ہے اور اس کے شوربے کا بھی یہی حکم ہے۔ والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد سمیر الدین جیبی مصباحی

۱۲ر ذو القعدہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد شہاب الدین نوری، اشرفی ٹولہ، دھرنگر، کٹیہار (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید برابر ایئر گن و بندوق سے چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ بعض بعض چڑیاں گولی لگتے ہی مرجاتی ہیں۔ زید مری ہوئی چڑیوں کا گوشت کھا جاتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ گولی چلاتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہتا ہوں۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) بعض جگہ لوگ قربانی کے جانور کو تلوار سے ذبح کرتے ہیں تو اس طرح ذبح کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بندوق سے شکار کیا ہوا جانور ذبح کرنے سے پہلے مرجائے تو اس کا گوشت کھانا حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''اگر زندہ پایا اور ذبح کرلیا ذبح کے سبب حلال ہوگیا ورنہ ہرگز نہ کھایا جائے، بندوق کا حکم تیر کی مثل نہیں ہوسکتا یہاں آلہ وہ چاہئے جو اپنی دھار سے قتل کرے اور گولی چھرے ہیں۔ آلہ وہ چاہئے جو کاٹ کرتا ہو اور بندوق توڑ کرتی ہے نہ کاٹ اھ'' (فتاوی رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۳۸۲) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''بندوق کا شکار مر جائے یہ بھی حرام ہے کہ گولی یا چھرا بھی آلۂ جارحہ نہیں بلکہ اپنی قوت مدافعت کی وجہ سے توڑ کرتا ہے۔ اھ'' (بہار شریعت حصہ ہفدہم صفحہ ۲۷) اور ہدایہ آخرین صفحہ ۵۱۲ میں ہے: "لا یوکل ما اصابه البندوقة فمات بها لانها تدق و تكسر و لا تجرح اھ" لہٰذا زید اگر واقعی اس طرح مری ہوئی چڑیوں کا گوشت کھاتا ہے تو وہ گنہگار ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور آئندہ حرام چڑیا ہرگز نہ کھائے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) تلوار سے اسلامی طریقے پر ذبح کرنے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر اس طرح ذبح کرے کہ سر کٹ کر جدا ہو جائے تو مکروہ ہے مگر اس جانور کا گوشت حلال ہوگا۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اس طرح ذبح کرنا کہ سر کٹ کر جدا ہو جائے مکروہ ہے مگر وہ ذبیحہ کھایا جائے گا یعنی کراہت اس فعل میں ہے نہ کہ ذبیحہ میں اھ ملخصا'' (بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۱۱۸) اور ہدایہ آخرین صفحہ ۴۳۸ میں ہے: "من بلغ بالسكين النخاع او قطع الراس كره له ذلك و توكل ذبيحة اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: سلامت حسین نوری

۵/ ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

کتاب الاضحیۃ

قربانی کا بیان

مسئلہ:- از: جان محمد، مدرس دار العلوم انوار مصطفیٰ سہلاؤ، تحصیل راسہ، باڑمیر (راجستھان)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت کہ مندرجہ ذیل فتویٰ صحیح ہے یا نہیں؟

سوال: مسلم غیر صائم کا ذبیحہ صائمین کے لئے ماہ رمضان میں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ دونوں صورتوں میں قرآن واحادیث واقوال ائمہ کرام تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- درمختار میں ہے: "لو اکل عمدا شهرة بلا عذر یقتل." یعنی اگر رمضان شریف میں بلا عذر کھلم کھلا کھائے تو اسے قتل کرنے کا حکم ہے۔ شامی جلد دوم صفحہ ۱۱۵ پر ہے: "قال الشرنبلالی لانه مستهزئ بالدین او منکر لما ثبت منه بالضرورة و لا خلاف فی حل قتله و الامر به." یعنی ایسا آدمی دین کا مذاق اڑاتا ہے یا ضروریات دین کا منکر سمجھا جائے گا۔ لہذا اس کا قتل بلا اختلاف جائز وحلال ہے تو ان عبارات صریحہ سے ثابت ہوا کہ جو آدمی ماہ رمضان کا احترام نہیں کرتا ذبیحہ بھی نا جائز ہوگا۔ اس لئے کہ وہ حد کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔ لہذا جو آدمی ماہ رمضان کا روزہ نہیں رکھتا ایسا اگر ذبح کرے گا تو وہ ذبیحہ صحیح نہیں ہوگا۔ ایسے ہی علمائے سندھ کا فتویٰ ہے۔ جس میں حضرت ہاشم نگر ٹھٹھوی کا فتویٰ بھی مشہور ہے۔ جنہوں نے غیر روزے دار کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب:- غیر روزہ دار صحیح العقیدہ مسلمان کے ذبیحہ کو حرام قرار دینا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ روزہ نہ رکھنے کے سبب وہ کافر ومرتد نہیں ہوتا جیسے کہ صحیح العقیدہ مسلمان نماز نہ پڑھنے اور مالک نصاب زکاۃ نہ ادا کرنے سے کافر ومرتد نہیں ہوتا اور نہ اس کا ذبیحہ حرام ہوتا ہے حالانکہ نماز وزکاۃ، روزہ سے اہم فرائض ہیں۔ اور بادشاہ اسلام کو قتل کا حکم اس غیر روزہ دار کے لئے ہے جو بلا عذر شرعی قصداً علانیہ کھائے پیئے تا کہ دوسرے مسلمانوں کو عبرت ہو اور وہ روزہ کا احترام برقرار رکھیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ر شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: حافظ شبیر احمد، گہل پور، جبل پور، ایم۔ پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قربانی کی بناء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب پر ہے اور خواب وخیال کی باتیں قابل اعتبار نہیں لہذا قربانی کرنا نادانی ہے۔ قائلین اسی وجہ سے قربانی کے دنوں میں قربانی کے بجائے عقیقہ کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ." (پارہ۲۳ سورۂ والصّٰفّٰت، آیت۱۰۲) اس آیت کی تفسیر میں حضرت علامہ شیخ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "انه رأى ليلة التروية ان قائلا يقول له ان الله يامرك بذبح ابنك فلما اصبح فكر فى نفسه انه من الله او من الشيطان فلما امسى رأى مثل ذلك فعرف انه من الله تعالىٰ ثم رأى مثله فى الليلة الثالثة فهم بنحره" یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ۸/ذی الحجہ کی رات میں خواب دیکھا کوئی کہنے والا ان سے کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بیٹے کے ذبح کرنے کا آپ کو حکم دیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو آپ فکر مند ہوئے کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے۔ جب دوسری رات اسی طرح کا خواب پھر دیکھا تو یقین ہوگیا کہ بیٹے کے ذبح کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ تیسری رات اسی طرح کا خواب آپ نے پھر دیکھا تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کا آپ نے ارادہ فرمایا اور ان سے کہا "یا بنی الخ" یعنی اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں (تفسیر جمل جلد سوم صفحہ ۵۴۷) اور اسی طرح عارف باللہ حضرت احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی تفسیر صاوی جلد سوم صفحہ ۳۲۰ میں تحریر فرمایا ہے اور حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان اسی آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: "رويا الانبياء حق و افعالهم بامر الله تعالىٰ." یعنی انبیاء کا خواب حق ہوتا ہے اور ان کے کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتے ہیں۔

لہٰذا جب انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا خواب حقیقت ہی پر مبنی ہوتا ہے۔ اور ان کا ہر کام اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے حکم سے تھا۔ ان کے مبارک خواب کو اپنے خواب وخیال کی طرح سمجھ کر ناقابل اعتبار ٹھہرانا کھلی ہوئی گمراہی و بدمذہبی ہے۔

اور پھر خدائے تعالیٰ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ." یعنی اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ (پارہ ۳۰ سورۂ کوثر) اسی لئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام، صحابۂ کرام، تابعین عظام، ائمۂ اسلام، فقہائے اعلام، مفسرین فہام اور محدثین ذوی الاحترام نے قربانیاں کیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمان چودہ سو سال سے قربانیاں کرتے چلے آئے اور کیوں نہ کریں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا." یعنی جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔ اھ (ابن ماجہ، انوار الحدیث ۳۶۲)

لہٰذا قربانی کو خواب وخیال کی بات کہہ کر اسے ناقابل اعتبار ٹھہرانے والے اور قربانی کرنے کو نادانی قرار دینے والے گمراہ و بدمذہب ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب بند کریں۔ خدائے تعالیٰ کا حکم ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." و الله تعالىٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲/ذی القعدہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: اختر الاسلام رضوی، چھتن پورہ، بنارس

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اہل سنت احناف اس بارے میں کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ۱۰ تا ۱۳ ذوالحجہ ایام تشریق میں ہر دن قربانی جائز ہے۔ اور مندرجہ ذیل دلائل بھی پیش کرتے ہیں:

(۱) عن ابی هريرة و ابی سعيد الخدری عن النبی صلی الله عليه وسلم قال ايام التشريق كلها ذبح. (كتاب العلل لابی حاتم الرازی جلد۲/ ۳۸ - السنن البیہقی جلد۹ صفحہ ۲۸۶ - الکامل لابن عدی فی نصب الرایۃ جلد۲/ ۲۱۳)

(۲) عن جبير بن معطم عن النبی صلی الله عليه وسلم كل مرقاة موقوف...... و كل ايام التشريق ذبح." (مسند احمد جلد۴ صفحہ ۴۸)

(۳) و من طريق ابن ابی شيبة عن اسماعيل بن عياض عن عمربن مهاجر عن عمير بن عبد العزيز قال الاضحى اربعة ايام يوم النحر و ثلاثة ايام بعده." (٤) و من طريق وكيع عن شعبة عن قتادة عن الحسن قال النحر يوم النحر و ثلاثة ايام بعده." (المحلی لابن حزم کتاب الاضحیٰ جلد اول صفحہ ۴۵) ان دلائل کے جواب باصواب سے نوازیں۔

الجواب:- اگر ۱۰/ ذوالحجہ سے ۱۳/ ذوالحجہ تک چار دن قربانی جائز ہوتی تو ایام تشریق بھی چار دن ہوتے حالانکہ وہ صرف تین دن ہے۔ اس لئے کہ تشریق کا معنی ہے گوشت کے ٹکڑے کرنا اور دھوپ میں خشک کرنا چونکہ عرب والے ۱۰/ ذوالحجہ کا گوشت ۱۱/ کو ۱۱/ کا گوشت ۱۲ کو اور ۱۲/ ذوالحجہ کا گوشت ۱۳/ کو دھوپ میں خشک کرتے تھے۔ اس لئے ۱۱ سے ۱۳؟ ذوالحجہ تک کل تین دن ایام تشریق ہوئے۔ مصباح اللغات میں ہے: "شرق اللحم" گوشت کے ٹکڑے کرنا اور دھوپ میں خشک کرنا' المنجد' میں ہے: "ايام التشريق هی ثلاثة ايام لان لحوم الاضاحی لتشرق فيها." یعنی ایام تشریق عید الاضحیٰ کے بعد تین دن ہیں اس لئے کہ قربانی کا گوشت ان دنوں میں خشک کیا جاتا ہے۔ اور 'صراح' میں ہے: "ایام تشریق سہ روز بعد از نحر" اور 'مصباح اللغات' میں ہے: "ایام تشریق عید الاضحیٰ کے بعد تین دن اس لئے کہ ان دنوں میں قربانی کا گوشت خشک کیا جاتا ہے۔ اور غیر مقلدین کی پیش کردہ شروع کی دو حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہے کہ ایام تشریق تین ہی دن ہیں۔ اور جب ایام تشریق تین ہی دن ہیں تو قربانی کے دن بھی تین ہی ہیں۔ اگر قربانی کے چار دن ہوتے تو یقیناً ایام تشریق بھی چار دن ہوتے۔ اس لئے کہ جب ۱۰/ ذوالحجہ پہلے دن کا گوشت عرب والے ۱۱/ کو سکھاتے تھے تو کئی دن مسلسل گوشت کھانے کے بعد ۱۳/ ذوالحجہ کا گوشت ۱۴/ کو بدرجہ اولیٰ سکھاتے۔ اس طرح تین دن کی بجائے چار دن ایام تشریق ضرور ہو جاتے۔ لیکن وہ تین ہی دن ہیں جس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے دن بھی تین ہی ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیث شریف مروی ہے: "ایام النحر

ثلاثة افضلها اولها." یعنی قربانی کے دن تین ہیں ان میں افضل پہلا دن ہے۔(ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۴۳۱) اور حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف روایت ہے۔ انہوں نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما نے فرمایا: الاضحی یومان بعد یوم الاضحی." یعنی عید الاضحیٰ کے بعد قربانی دو دن ہے۔(مؤطا امام مالک صفحہ ۱۹۸) اور ان صحابۂ کرام نے قربانی کے تین دن یقیناً حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر ہی بیان فرمایا:"لان الرای لا یهتدی الی المقادیر."

نیز مقلدوں کی پیش کردہ حدیثوں اور ان صحابۂ کرام کی حدیثوں کے درمیان جب تعارض ہوا تو حنفیوں نے ۱۲/ذو الحجہ تک قربانی کو جائز بتانے والی حدیثوں کو قبول کیا اور اس پر سارے مسلمانوں نے عمل کیا کہ ہمیشہ سے تین ہی دن قربانی کرتے چلے آئے یہاں تک مکہ معظمہ جو اسلام کا مرکز ہے۔ وہاں بھی تین ہی دن قربانی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جن حدیثوں میں ۱۳/تک قربانی کو جائز بتایا گیا ہے ان کے مطابق ۱۲/کو بھی قربانی صحیح ہے اور جن حدیثوں میں صرف ۱۲/ذوالحجہ کی قربانی کے صحیح ہونے میں شبہہ پیدا ہوا۔ اور فساد عبارت کے شبہہ کو احتیاطاً ہمیشہ یقین ہی کا درجہ دیا جاتا ہے جیسا کہ حطیم کو طواف میں احتیاطاً کعبہ شریف کا جز تسلیم کیا گیا اس لئے کہ خارج ماننے میں فساد طواف کا شبہہ ہے۔ مگر اسی حطیم کو نماز کے مسئلہ میں احتیاطاً کعبہ شریف سے خارج قرار دیا گیا اس لئے کہ جز تسلیم کرنے میں فساد نماز کا شبہہ ہے۔ جبکہ بخاری، مسلم کی حدیث ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:"ان الحطیم من البیت. اھ" حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "اذا استقبله المصلی لم تصح صلاته لان فرضية استقبال القبلة ثبت بالنص القطعی و كون الحطيم من الكعبة ثبت بالآحاد فصار كانه من الكعبة من وجه دون وجه فكان الاحتياط فی وجوب الطواف و رائه و فی عدم صحته استقباله." (ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۱۶۷) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰/ذوالحجہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میرگنج، جونپور

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

(۱) ایام تشریق سے کیا مراد ہے اور تکبیر تشریق کے فضائل کیا ہیں؟

(۲) داڑھی کے رکھنے کا کیا ثواب ہے اور اس کے فضائل کیا ہیں؟

(۳) جس کو دوسرے یا تیسرے دن قربانی کرنی ہو تو وہ قربانی کرکے ہی بال بنوائے یا نماز عید الاضحیٰ کے بعد بنوا سکتا ہے۔ سنت کیا ہے؟

الجواب:- (۱) ایام تشریق سے گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کا دن مراد ہے اس لئے کہ تشریق کے معنی ہیں گوشت کے ٹکڑے کرنا اور دھوپ میں خشک کرنا چونکہ ان دنوں میں عرب قربانی کا گوشت خشک کیا کرتے تھے اس لئے ان کو ایام تشریق کہتے

ہیں المنجد میں ہے:" التشريق هي ثلاثة ايام بعد عيد الاضحى لان لحوم الاضاحي تشرق فيها. اھ" اور تکبیر تشریق کے فضائل جاننے کے لئے فضائل کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا رسالہ مبارکہ:" لمعة الضحى فى اعفاء اللحى." ڈاکٹر مسعود کی کتاب محبت کی نشانی کا مطالعہ کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) عشرۂ ذی الحجہ میں ناخن اور بال وغیرہ نہ ترشوانا سنت مستحبہ ہے اگر نہ ترشوائے تو بہتر ہے اور ترشوائے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اگر کسی وجہ سے چالیس دن ہو گئے ہوں تو عشرۂ ذی الحجہ ہی میں کٹوائے کہ چالیس دن سے زیادہ تک نہ کٹوانا گناہ ہے اور مستحب کے لئے گناہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ردالمحتار کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:" فى شرح المنية فى المضمرات عن ابن المبارك فى تقليم الاظفار و حلق الراس فى عشر ذى الحجة قال لاتوخر السنة و قد ورد ذلك و لايجب التاخير اه فهذامحمول على الندب بالاجماع الا ان نفى الوجوب لاينافي الاستحباب فيكون مستحبا الا ان استلزم الزيادة على وقت اباحة التاخير و نهايته ما دون الاربعين فلا يباح فوقها ا." (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۳۸۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحيح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

یکم محرم الحرام ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد عبداللہ، رائچور (کرناٹک)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اجتماعی قربانی کے ایک جانور میں قدرت علی، عظمت علی، راحت علی وغیرہم سات افراد نے شرکت کی جب کہ دوسرے جانور میں دوسرے سات افراد مثلاً برکت علی، رحمت علی، شوکت علی اور ہندہ وغیرہم نے شرکت کی۔ راحت علی کی ولدیت نامعلوم ہونے کے باعث پہلے جانور میں ہندہ کے نام سے وکیل نے قربانی کردی تا کہ راحت علی کی ولدیت معلوم ہوجانے کے بعد دوسرے جانور میں ہندہ کی جگہ راحت علی کے نام سے قربانی کی جاسکے (اس تبدیلی کا علم راحت علی اور ہندہ کو کردیا گیا تھا) جب راحت علی کی ولدیت کا علم ہوا تو وکیل دوسرے جانور کو ذبح کرنے گیا تو معلوم ہوا کہ زید نے دوسرے جانور کو برکت علی رحمت علی، شوکت علی اور ہندہ وغیرہم کے نام سے ذبح کردیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہندہ کے نام سے قربانی دوبارہ کی گئی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور راحت علی کے نام سے قربانی تو نہیں ہوئی مگر اس کی نیت شرکت اور قیمت حصہ ادا کرنے کے باعث اس کی جانب سے بھی قربانی ادا ہوگئی یا نہیں؟ بينوا توجروا.

الجواب:- قربانی صحیح ہونے کے لئے ولدیت کے ساتھ نام لینا ضروری نہیں بلکہ قربانی جس کی طرف سے کرنی ہے اس کا نام نہ لیا جائے تب بھی قربانی ہوجائے گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ قربانی کس کی ہے یہاں تک کہ کسی نے قربانی

کی نیت سے جانور خریدا پھر اس نے اجازت نہیں دی اور دوسرے نے اسے قربانی کی نیت کے بغیر ذبح کر دیا اور مالک نے ذبح کرنے والے سے تاوان نہیں لیا تو اس صورت میں بھی قربانی ہو جائے گی جیسا کہ صاحب بحر الرائق حضرت علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "اشتراها بنية الاضحية فذبحها غيره بلا اذن فان اخذها مذبوحة و لم يضمنه اجزاته." (الاشباہ والنظائر صفحہ ۲۲) لہذا جس جانور میں راحت علی نے حصہ خریدا اسی جانور میں اس کی قربانی ہوگئی اور ہندہ کی قربانی اس میں نہیں ہوئی اگر چہ اس کا نام لیا گیا اس لئے کہ اس جانور میں اس کا حصہ نہیں تھا۔ اور رہا ہندہ و راحت علی کو تبدیلی کا علم۔ تو ظاہر ہے کہ راحت علی تبدیلی کے لئے اس شرط پر راضی ہوا تھا کہ دوسرے جانور میں اس کے نام سے قربانی کردی جائے گی اور وہ ہوئی نہیں تو تبدیلی نہ ہوئی۔ قاعدہ کلیہ ہے: "اذا فات الشرط فات المشروط. والله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی

۲۶ر محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد عبد الغفور خاں، بھوتا پاڑہ، سمبلپور، (اڑیسہ)

کچھ آدمیوں نے مل کر ایک بڑا جانور خریدا اب چونکہ ایک کے اندر سات حصہ ہوتا ہے تو ہر ایک نے یہ فیصلہ کیا کہ چھؤں آدمی برابر رقم ملا کر ایک حصہ قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے کر دیا جائے تو اس طرح کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- چھ آدمی مل کر بڑا جانور خریدیں اور ساتواں حصہ سب مل کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نام قربانی کریں تو یہ جائز ہے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں: "لانه لم يثبت في الشرع حرمة او كراهة كذلك." ایسا ہی فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۴۵۳ پر ہے۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۷ر ربیع النور ۱۸ھ

مسئلہ:-

بقرعید کے دن نماز سے پہلے قربانی کردی تو کیا حکم ہے؟

الجواب:- اگر دیہات میں نماز عید سے پہلے قربانی کی تو درست ہے کیوں کہ گاؤں میں دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے ہی قربانی کا وقت ہو جاتا ہے۔ اور اگر شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کی تو نہ ہوئی بلکہ یہ گوشت کا جانور ہوا کیوں کہ شہر میں قربانی کے لئے عید کی نماز کا ہو جانا شرط ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۳۱۶ میں ہے۔ اور حضرت علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "اول وقتها بعد الصلاة ان ذبح في مصر و بعد طلوع فجر يوم النحر ان ذبح في غيره."

(درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۲۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۱۳/ذی القعدہ ۱۷ھ

مسئلہ:-

قربانی کی کھال کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے جنازہ لے جانے کے لئے چارپائی خرید کر استعمال کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- قربانی کی کھال اگر صدقہ کرنے کی نیت سے فروخت کیا تو اس کی قیمت سے جنازہ لے جانے کے لئے چارپائی خرید کر استعمال کرنا جائز ہے کہ اس کا حکم زکاۃ کی طرح نہیں ہے۔ ہاں اگر اس نے اپنے اور اہل وعیال کے لئے فروخت کیا تو گنہگار ہوا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اب اس پیسہ سے جنازہ کی چارپائی نہیں خرید سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم صفحہ ۸۲ میں ہے: "لو باع بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانه قربة كالتصدق. اھ" اور حاشیہ ہدایہ عینی جلد ۴ صفحہ ۴۵۰ میں ہے: "اذا تموله بالبيع وجب التصدق. و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: اظہار احمد نظامی

۱۵/ذوالقعدہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: توحید احمد، مقام انعامی پٹی، ڈاکخانہ رتنا، امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

زید نے بھینس کی قربانی کیا اس کا ایک بھائی بکر بمبئی ہے چھ بھائی مکان پر ہیں زید نے مکان پر چھ بھائیوں کے نام قربانی کیا اور بکر جو بمبئی میں ہے اس کے نام بھی قربانی کیا مگر زید نے بکر سے اجازت نہیں لیا تو کیا اس صورت میں قربانی نہیں ہوئی اگر ہوگئی تو ٹھیک ہے۔ اگر نہ ہوئی تو کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "قربانی وصدقۂ فطر عبادت ہے اور عبادت میں نیت شرط ہے تو بلا اجازت ناممکن ہے ہاں اجازت کے لئے صراحۃً ہونا ضروری نہیں دلالت کافی ہے۔ مثلاً زید اس کے عیال میں ہے اسکا کھانا پہننا سب اس کے پاس ہوتا ہے، یا اس کا وکیل مطلق ہے اس کے کاروبار یہ کیا کرتا ہے ان صورتوں میں ادا ہوجائے گی۔ درمختار میں ہے: "لا عن زوجته و ولده الكبير العاقل و لو ادى عنهما بلا اذن اجزأ استحسانا للاذن عادة اى لو فى عياله و الا فلا قهستانى عن المحيط." (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۴۶۵)

لہٰذا صورت مستفسرہ میں اگر زید کے ساتھ بکر رہتا ہے یا زید بکر کا وکیل مطلق ہے اس کا کاروبار کیا کرتا ہے تو قربانی ہوگئی

ورنہ کسی کی نہ ہوئی۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی اگر وہ نابالغ ہیں تو سب کی قربانیاں جائز ہیں۔ اور بالغ ہیں اور سب لڑکوں نے کہہ دیا ہے تو سب کی طرف سے صحیح ہے اور اگر انہوں نے کہا نہیں یا بعض نے نہیں کہا ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔'' (بہار شریعت حصہ پانزدہم صفحہ ۱۴۱) اور قربانی نہ ہونے کی صورت میں اگر سب پر قربانی واجب تھی تو ہر شخص پر ایک ایک بکری کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۳۸۹ پر درمختار سے ہے: "تركت التضحية و مضت ايامها تصدق غني بقيمة شاة تجزئي فيهااه ملخصاً" و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی
یکم صفر المظفر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:۔ از: حافظ عبد اللطیف قادری، مالی ٹولہ بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک بکرا جسے بچپن میں کتے نے کاٹ لیا تھا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا گوشت کھانے میں شرعاً کوئی خرابی تو نہیں ہے؟ بينوا توجروا.

الجواب:۔ زخمی شدہ بکرا اگر اس کا زخم مندمل ہو گیا ہو اور اس جگہ دوسرے بال نکل آئے ہوں اور وہ زخم گٹھلی کی شکل اختیار نہ کیا ہو تو ایسے بکرے کی قربانی بلا کراہت جائز ہے۔ اور اس کا گوشت کھانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ اور اگر وہ زخم گٹھلی کی طرح ہو کر مندمل ہوا ہو اور وہاں دوسرے بال بھی نہ جمے ہوں تو اس کی قربانی کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ کہ یہ عیب ہے مگر عیب فاحش نہیں۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''قربانی کا جانور عیب سے خالی ہونا چاہئے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی۔'' (بہار شریعت حصہ پانزدہم صفحہ ۱۴۰) اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۲۹۸ پر ہے: "و اما صفته فهو ان يكون سليما من العيوب الفاحشة كذا في البدائع. اه" و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: رضی الدین احمد القادری
۲۶ / ذوالقعدہ ۱۸ھ

مسئلہ:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کو اپنے مالک نصاب ہونے کا علم ہوا قضا شدہ قربانی کے ادا کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب:۔ جتنے سال کی قربانیاں قضا ہوئی ہیں ان کے ادا کی صورت یہ ہے کہ ہر سال کے عوض ایک اوسط درجہ کا بکرا یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "تصدقه بعينها او بقيمتها لو مضت ايامها.

اھ" (درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ۲۲۲) اور فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد پنجم صفحہ۲۹۶ میں ہے: "لو لم یضح حتی مضت ایام النحر فقد فاته الذبح. و ان کان من لم یضح غنیا و لم یوجب علی نفسه شاة بعینها تصدق بقیمة شاة اشتری او لم یشتر کذا فی العتابیة. اھ ملخصاً" اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "قربانی کے دن گذر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی اور جانور یا اس کی قیمت کو صدقہ بھی نہیں کیا یہاں تک کہ دوسری بقرعید آ گئی اب یہ چاہتا ہے کہ سال گذشتہ کی قربانی کی قضا اس سال کرے یہ نہیں ہوسکتا بلکہ اب بھی جانور یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔ (بہار شریعت پانزدہم صفحہ ۱۳۸) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد حنیف القادری

مسئلہ:-

ایام تشریق کب سے کب تک ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ایام تشریق گیارہویں ذوالحجہ سے تیرہویں ذوالحجہ تک ہے۔ ایسا ہی شرح وقایہ جلد اول صفحہ۲۰۴ پر ہے۔ اور ردالمحتار جلد اول صفحہ۶۹۱ میں ہے: "ان التشریق تقدید اللحم و به سمیت الایام الثلاثة بعد یوم النحر. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۰ر محرم الحرام ۱۹ھ

مسئلہ:- از: اسرار احمد مصباحی، درست پور، سلطان پور

غیر مقلد یا دیوبندی کی شرکت کے ساتھ بڑے جانور کی قربانی کرنا کیسا ہے؟ دلیل کے ساتھ جواب تحریر کریں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- حضرت علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ان کان شریك الستة نصرانیا او مرید اللحم لم یجز عن واحد." ثابت ہوا کہ نصرانی کی شرکت کے ساتھ قربانی جائز نہیں۔ اور جب نصرانی کی شرکت کے ساتھ قربانی جائز نہیں تو غیر مقلد دیوبندی جو کہ نصرانی سے بدتر اور خبیث تر ہیں اس کی شرکت کے ساتھ بدرجہ اولیٰ جائز نہیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے اور اس سے بدتر مجوسیت اس سے بدتر بت پرستی اس سے بدتر وہابیت ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت۔ اھ" (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ۳) لہذا غیر مقلد اور دیوبندی کی شرکت کے ساتھ بڑے جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۰ر محرم الحرام ۱۹ھ

مسئلہ:- از: میاں دین چکی والے، اموڑھا، بستی

چرم قربانی کا حیلہ شرعی کرنا ضروری ہے یا نہیں کیا بغیر حیلہ شرعی کئے اس سے دار العلوم یا مکتب کے مدرسین کو تنخواہ دے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- چرم قربانی کا حیلہ شرعی کرنا ضروری نہیں۔ بغیر حیلہ شرعی کئے اس سے دار العلوم یا مکتب کے مدرسین کو تنخواہ دے سکتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''جو مدرسہ تعلیم علوم دینیہ کے لئے چندہ سے مقرر ہوا۔ اس میں قربانی کی کھال خواہ بیچ کر اس کی قیمت بھیجنا کہ مصارف مدرسہ مثل تنخواہ مدرسین و خوراک طلبہ وغیرہ میں صرف کی جائے مذہب صحیح پر جائز ہے۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۴۸۷) اور اسی کتاب میں صفحہ ۴۸۲ پر فرماتے ہیں: ''بر چرم اضحیہ شرط تملیک فقیر زیادت بر شرع است۔'' یعنی قربانی کے چمڑے میں تملیک فقیر کی شرط لگانا شریعت پر زیادتی ہے۔ پھر ۴۸۳ پر لکھتے ہیں چرم قربانی کا تصدق اصلاً واجب نہیں۔ ایک صدقہ نافلہ ہے، اس میں اشتراط تملیک کہاں سے آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کبتہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی
۲۰ رصفر المظفر ۲۱ھ

مسئلہ:- از: غلام محمد تیغی، گوتم پرا، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکرا سال گذشتہ بقرعید کے چار دن بعد پیدا ہوا تو امسال اس کی قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- قربانی کے لئے بکرے کا کم از کم ایک سال کا ہونا ضروری ہے اس سے کم کی قربانی ہرگز جائز نہیں۔ فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۴۵۰ پر ہے: ''قربانی کے لئے بکرے کی عمر پورے ایک سال کی ہونا ضروری ہے اگر ایک دن بھی کم ہوگا تو اس کی قربانی شرعاً جائز نہ ہوگی۔ اھ'' اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''بکرا بکری ایک سال سے کم کا قربانی میں ہرگز جائز نہیں۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۴۴۲) اور درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۲۶ پر ہے: "و صح حول من الشاۃ و المعز. اھ تلخیصاً" اور اسی کے تحت شامی میں ہے: "وفی البدائع تقدیر ھذہ الاسنان بما ذکر لمنع النقصان الا الزیادۃ فلو ضحی بسن اقل لایجوز. اھ" واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی
۸ رذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: مظہر علی، ہری جوت، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) زید بائیں ہاتھ سے قربانی کرتا ہے داہنے ہاتھ سے نہیں کر پاتا تو کیا بائیں ہاتھ سے قربانی کرنے میں کوئی مضائقہ تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) اوجھڑی کا کھانا مکروہ تحریمی ہے اور اوجھڑی کو دفن کرنے سے کتوں کی رسائی کا خدشہ ہوتا ہے تو بجائے دفن کرنے کے کسی غیر مسلم کو دے دیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں؟ بینوا توجروا.

(۳) قربانی کی دعا یاد نہ ہو تو صرف بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے سے قربانی ہوگی یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) قربانی ہو جائے گی، مگر افضلیت کا ثواب نہیں ملے گا کہ داہنے ہاتھ سے کرنا افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر کام داہنے سے کرنے کو پسند فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "عن عائشة ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كان يحب التيامن فی كل شئ."

(۲) اوجھڑی غیر مسلم کو دے سکتے ہیں کوئی حرج نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "آنت کھانے کی چیز نہیں پھینک دینے کی چیز ہے وہ اگر کافر لے جائے یا کافر کو دی جائے تو حرج نہیں: "الخبيثت للخبيثين و الخبيثون للخبيثت." (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۴۶۷) و الله تعالیٰ اعلم.

(۳) قربانی میں نیت قربانی اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا ضروری ہے۔ دعا پڑھنا ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اسی وجہ سے اگر کسی مسلمان نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو کسی نے اس کی اجازت اور قربانی کی دعا پڑھے بغیر اسے ذبح کر دیا اور مالک نے گوشت لے لیا اس سے تاوان نہیں لیا تو قربانی مالک کی طرف سے ہوگئی۔ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۳۲ پر ہے: "لو شراها بنية الاضحية فذبحها غيره بلا اذنه فان اخذها مذبوحة و لم يضمنه اجزأته اه" و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی

۲۸ / ذی قعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں زید کے پاس بیسوں ہزار روپے بینک (جیون بیمہ) میں جمع ہیں لیکن نکال نہیں سکتا تو زید قربانی اور زکاۃ کیسے ادا کرے؟ جبکہ وہ مقروض بھی ہے کیا اور قرض لے کر قربانی کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید اگر اس قدر مقروض ہے کہ وہ قرض ادا کرے تو اس کے بعد اصل جمع شدہ رقم نصاب تک نہ پہنچے تو اس

پر نہ زکاۃ واجب ہے نہ قربانی۔ اور اگر اس کے باوجود نصاب باقی رہے تو دونوں واجب ہیں۔ اور اگر واقعی وقت سے پہلے نکال نہیں سکتا تو جب وہ رقم ملے گی اسی وقت اپنی ذاتی رقم پر ہر سال کے حساب سے زکاۃ کی ادائیگی واجب ہوگی اور جو اصل رقم پر زائد ہوگی اس پر زکاۃ نہیں کہ زید شرعاً اس رقم کا مالک نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی عنہ ربہ القوی بیمہ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہ شرعاً قمار محض ہے۔ وہ ماہوار کہ اس میں دیا جاتا ہے وقت مشروط سے پہلے واپس نہیں لیا جا سکتا، نہ شرعاً وہ محکم اس کا مالک ہو سکتا ہے۔ وقت واپسی جتنا جمع ہوا تھا اس کی ہر سال کی زکاۃ لازم آئے گی اور اگر اس سے زائد ملے گا تو اس کی زکاۃ نہیں کہ وہ بیمہ کرنے والے کی ملک نہ تھا اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۶۸)

لیکن قربانی ہر سال کرنا اس پر واجب ہے چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''جس پر قربانی ہے اور اس وقت نقد اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم) صفحہ ۳۹۳) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: سلامت حسین نوری

مسئلہ:۔ از: صحبت علی، مقام و پوسٹ اماری بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ بکرے کو کتے نے دانت لگا دیا اور خون نکل آیا پھر وہ زخم اچھا ہو گیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ زخم کہاں تھا تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بکرا مذکور کی قربانی کرنا جائز ہے اگر کوئی اور دوسری وجہ مانع نہ ہو۔ کہ جب زخم اچھا ہو گیا اور عیب ختم ہو گیا تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''زخم بھر گیا عیب جاتا رہا تو حرج نہیں لان المانع قد زال و هذا ظاهر'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۴۶۹) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی

۵/ ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:۔

قربانی کا چمڑا بیچا پھر اس کا پیسہ مدرسہ میں دیا تو حیلۂ شرعی کے بغیر اسے مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ قربانی کا چمڑا صدقہ کرنے کی نیت سے بیچا پھر اس کا پیسہ مدرسہ میں دیا تو اسے بغیر حیلۂ شرعی کے مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے کہ قربانی کی کھال کا صدقہ کرنا واجب نہیں بلکہ افضل ہے اس لئے اس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں لانا بھی جائز ہے مثلاً نماز کے لئے مصلیٰ بنائے یا مشکیزہ وغیرہ جیسا کہ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۰۹ میں ہے: "يتصدق بجلده او يعمل منه نحو غربال و جراب و قربة و سفرة و دلو. اه" لیکن اگر اپنی ذات یا اہل وعیال پر خرچ

کرنے کی نیت سے بیچا اور اس کے بعد مدرسہ میں دیا تو اس صورت میں بغیر حیلہ شرعی اس کا مدرسہ کی ضروریات میں صرف کرنا جائز نہیں کہ اب اس کا پیسہ صدقہ کرنا واجب ہے اور جس چیز کا صدقہ کرنا واجب ہے اس میں تملیک فقیر شرط ہے۔ کفایہ میں ہے: اذا تمولها بالبيع وجب التصدق كذا في ايضاح." والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد رئیس القادری برکاتی
ا رشعبان المعظم ۲۱ھ

مسئلہ:-

بکر نے بڑے جانور میں قربانی کا ایک حصہ خریدا لیکن ذبح کے وقت بکر کے باپ کا نام معلوم نہ ہونے کے سبب زید کی طرف سے قربانی کی گئی کہ نام معلوم ہونے کے بعد جس جانور میں زید کا حصہ ہے اس میں بکر کی طرف سے قربانی کردی جائے گی اور بکر اس بات پر راضی بھی ہو گیا لیکن جب اس جانور کو ذبح کرنے کے لئے گئے کہ جس میں زید کا حصہ تھا تو معلوم ہوا کہ اس میں زید کے نام کی قربانی ہو چکی تو اس صورت میں بکر کی قربانی ہوئی یا نہیں؟

الجواب:- جب بکر نے اپنی مرضی سے اپنی قربانی کا حصہ زید کو اس شرط پر دیدیا کہ زید کی قربانی کا حصہ اپنے نام کرائے گا تو زید بکر کے حصہ کا مالک ہو گیا اس لئے اس کی قربانی صحیح ہو گئی اور اب چونکہ بکر کا حصہ بغیر اس کی اجازت کے زید کے نام ہو گیا تو اگر بکر ذبح شدہ جانور کا گوشت لینے پر راضی ہے تو اس کی جانب سے قربانی ہو گئی اور اگر راضی نہیں ہے بلکہ اپنے حصہ کا تاوان لیتا ہے تو اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ فقیہ اعظم حضرت علامہ امجد علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''دوسرے کی قربانی کی بکری بغیر اس کی اجازت کے قصداً ذبح کردی اس کی دو صورتیں ہیں مالک کی طرف سے اس نے قربانی کی یا اپنی طرف سے اگر مالک کی نیت سے قربانی کی تو اس کی قربانی ہو گئی کہ وہ جانور قربانی کے لئے تھا اور قربانی کر دیا گیا۔ اس صورت میں مالک اس سے تاوان نہیں لے سکتا اور اگر اس نے اپنی طرف سے قربانی کی اور ذبح شدہ بکری لینے پر مالک راضی ہے تو قربانی مالک کی جانب سے ہوئی اور ذابح کی نیت کا اعتبار نہیں اور مالک اگر اس پر راضی نہیں بلکہ بکری کا تاوان لیتا ہے تو مالک کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ ذابح کی ہوئی کہ وہ تاوان دینے سے بکری کا مالک ہو گیا اور اس کی اپنی قربانی ہو گئی۔'' (بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۱۴۷) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد مفید عالم مصباحی
۱۱ر جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:-

گیارہ ماہ کا بکرا جو دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہے بہت فربہ ہے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ایسے بکرے کی قربانی جائز نہیں بکرا کی قربانی کی لئے ضروری ہے کہ بکرا ایک سال یا اس سے زائد عمر کا ہو۔ درمختار میں ہے: "ھو ابن خمس من الابل و حولین من البقر و الجاموس و حول من الشاۃ." اھ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: شاہد علی مصباحی

مسئلہ:-

ایک بکرا قربانی کی نیت سے خریدا پھر اسے بیچ کر دوسرے بکرے کی قربانی کی تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر وہ مالک نصاب تھا تو اس جانور کے خریدنے سے اس پر قربانی واجب نہ ہوئی بلکہ شرعا اس پر کسی ایک جانور کی قربانی واجب تھی لہذا جب اس نے اسے بیچ کر اسی کے مثل دوسرے جانور کی قربانی کر دی تو اس کی قربانی ہوگئی اور وجوب ساقط ہوگیا۔

اور اگر وہ شخص مالک نصاب نہیں تھا تو اس پر اسی جانور کی قربانی واجب تھی اور بیچنا جائز نہیں تھا جیسا کہ بہار شریعت حصہ پانزدہم صفحہ ۱۰۸ پر ہے کہ: "فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا تو اس پر اسی جانور کی قربانی واجب ہے اور اگر غنی خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اس پر واجب نہ ہوتی۔" اور ہدایہ جلد رابع صفحہ ۴۴۸ پر ہے: "لان الوجوب علی الغنی بالشرع ابتداءً لا بالشراء فلم تتعین به و علی الفقیر بشرائه بنیة الاضحیة فتعینت. اھ" لہذا اس صورت میں فقیر کے لئے ضروری ہے کہ جس جانور کو بیچا ہے اس کی قیمت بھی صدقہ کرے۔ لیکن اگر دوسرا پہلے بکرا سے کم قیمت کا رہا تو مابقی روپے کو صدقہ کرے ایسا ہے فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۶۲ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عالم مصباحی

۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

مسئلہ:-

جو حاجی ازروئے شرع مقیم اور صاحب نصاب ہو حالت حج میں اس پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عید الاضحیٰ کی قربانی ہر مالک نصاب پر واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ملك نصابا تجب علیه الاضحیة و منها الاقامة فلا تجب علی المسافر. (جلد پنجم صفحہ ۲۹۲) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "اب قربانی میں مشغول ہو یہ وہ قربانی نہیں جو عید میں ہوتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو۔" (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۷۰۱) عبارت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ جو حاجی ازروئے شرع مقیم اور صاحب نصاب ہو حالت حج میں بھی اس پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد نعیم برکاتی

مسئلہ:-

بکری کا چھ ماہ کا بچہ جو خوب فربہ ہے اور دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- بکری کا شش ماہ بچہ اگر چہ خوب فربہ ہو اور دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہئے اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں۔'' (بہار شریعت جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۹) اور امام احمد رضا محدث بریلوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''بکرا بکری ایک سال سے کم کا قربانی ہرگز جائز نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۴۴۳) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد نعمان رضا برکاتی

مسئلہ:-

قربانی کا چمڑا یا بیچنے کے بعد اس کا پیسہ سید کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- قربانی کا چمڑا سید کو دینا جائز ہے اس لئے کہ اس چمڑے کا حکم زکاۃ اور صدقۂ فطر جیسا نہیں بلکہ چمڑے کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کام میں بھی لا سکتا ہے فتاوی عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۰۱ پر ہے: "یعمل منها غربال او جراب" لہذا قربانی کے چمڑے کا صدقہ کرنا صدقۂ نافلہ ہے اور صدقۂ نافلہ سید کے لئے جائز ہے فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۸۸ پر ہے: "اما التطوع فیجوز الصرف الیهم (ای بنی هاشم)" اور بہار شریعت حصہ پنجم صفحہ ۶۳ پر ہے: ''صدقۂ نفل یا اوقاف کی آمدنی بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں خواہ وقف کرنے والے نے اس کی تعیین کی ہو یا نہیں اھ۔'' درمختار جلد ثانی صفحہ ۳۵۱ پر ہے: "جازت التطوعات من الصدقات و خلق الاوقاف لهم ای بنی هاشم سواء سماع الواقف ام لا." اھ اور چمڑا اگر اس نیت سے بیچا کہ اس کی قیمت اپنے اوپر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے گا تو اب اس کا صدقہ کرنا واجب ہو گیا اور صدقۂ واجبہ سید کو نہیں دے سکتا۔ کفایہ مع فتح القدیر جلد ہشتم صفحہ ۴۳۷ میں ہے: "اذا تمو لها بالبیع وجب التصدق." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: عبد الحمید مصباحی

۱۵/ ذی الحجہ ۱۹ھ

باب العقیقہ

عقیقہ کا بیان

مسئلہ:- از: زیڈ۔ اے اطہر ڈنگاریا، چھندواڑہ (ایم۔ پی)

عقیقہ کرنا ضروری ہے یا نہیں اور عقیقہ میں کتنے جانور ذبح کئے جائیں؟ اس کا گوشت کس طرح تقسیم کیا جائے ہمارے یہاں گوشت کا پلاؤ بنا کر دعوت میں رشتہ داروں کو کھلایا جاتا ہے یا دعوت ولیمہ میں کھلایا جاتا ہے جبکہ شادی کارڈ میں عقیقہ کا کوئی ذکر نہیں رہتا تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عقیقہ کرنا ضروری نہیں بلکہ مباح و مستحب ہے ایسا ہی بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۱۵۳ پر ہے۔ اورلڑکا کے عقیقہ میں دو بکرے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی جائے۔ حدیث شریف میں ہے: "عن الغلام شاتان مثلان و عن الجارية شاة." (ابوداؤد جلد دوم صفحہ ۳۹۲ باب فی العقیقہ) اور اس کا گوشت غربا و مساکین، قریبی رشتہ دار اور دوست و احباب میں کچا تقسیم کریں یا پکا کر دیدیں یا ان کو دعوت دے کر کھلائیں سب جائز ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۱۵۵)

لہٰذا گوشت کا پلاؤ بنا کر بذریعہ دعوت جو رشتہ داروں کو کھلایا جاتا ہے یا ولیمہ میں کھلایا جاتا ہے سب جائز و درست ہے اگرچہ شادی کارڈ میں عقیقہ کا کوئی ذکر نہیں رہتا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۱۸ ربیع الغوث ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد ابوطلحہ خاں برکاتی، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی

ایک شخص کے تین بچے ہیں اس نے پیدائش کے وقت بچوں کا عقیقہ نہیں کیا جبکہ اس کی مالی حالت اچھی تھی۔ تو اب عقیقہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بہتر یہی ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کر دیا جائے لیکن جب اس وقت نہیں کیا جاسکا تو اب پوری زندگی میں جب چاہیں کریں شرعاً کوئی خرابی نہیں بلکہ جو سنت ساتویں دن کرنے میں ہے وہی اب بھی ادا ہوگی فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "عقیقہ کے لئے ساتواں دن بہتر ہے اور ساتویں دن نہ کرسکیں تو جب چاہیں کرسکتے ہیں سنت ادا ہو جائے گی۔" (بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۱۵۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اشیاق احمد الرضوی المصباحی

۹ ربیع الغوث ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں؟

(۱) بچے کا عقیقہ اس کے باپ دادا کی موجودگی میں نانا کرا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) عقیقہ پیدائش کے کتنے روز بعد کرانا بہتر ہے؟

(۳) بہار شریعت حصہ پانزدہم صفحہ ۱۵۵ پر ہے: ''بہتر یہ ہے کہ اس کی ہڈی نہ ٹوٹنے پائے یہ بچہ کی سلامتی کی نیک فال ہے تو وہ کونسی صورت اپنائی جائے کہ جس سے ہڈی نہ ٹوٹنے پائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- نانا اپنے نواسے کا عقیقہ کرا سکتا ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کا عقیقہ کیا تھا جب کہ ان کے والد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اس وقت موجود تھے۔ حدیث شریف میں ہے: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم عق عن الحسن و الحسين كبشا كبشا." یعنی حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کا عقیقہ ایک ایک مینڈھے سے کیا (مشکوۃ شریف باب العقیقہ صفحہ ۳۶۳)

(۲) عقیقہ کے لئے پیدائش کا ساتواں دن بہتر ہے اور اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو جب چاہیں کر سکتے ہیں سنت ادا ہو جائے گی اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''عقیقہ ساتویں دن افضل ہے نہ ہو سکے تو چودہویں دن ورنہ اکیسویں دن ورنہ زندگی بھر میں جب کبھی ہو وقت دن کا ہو۔ رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے (فتاوی رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۵۴۱)

(۳) ہڈیوں کو جوڑ سے اکھاڑ لیا جائے لیکن اگر ہڈی توڑی جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ بہار شریعت کی مذکورہ بالا عبارت میں ہڈی نہ توڑنے کو بہتر لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہڈی توڑ کر گوشت بنایا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اعلی حضرت علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں اور نہ توڑنا بہتر اور دفن کرنا افضل ہے۔'' (فتاوی رضویہ جلد ہشتم ۵۴۱)

واللہ تعالی اعلم.

کتبہ: وفاء المصطفی امجدی

الاجوبہ کلھا صحیحۃ: جلال الدین احمد الامجدی

کتاب الحظر والاباحۃ

حظر واباحت کا بیان

مسئلہ:- از: محمد نذیر احمد یار علوی، بندوریا گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ دار العلوم اہل سنت گلشن رضا بندوریا جو تمامی مسلمانان اہل سنت کے تعاون سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے جس کے لئے تمامی مسلمانوں نے ایک کمیٹی کا انتخاب کیا تھا اور وہی کمیٹی دار العلوم کی دیکھ ریکھ کر رہی تھی۔ زید نے بغیر کمیٹی کے رائے ومشورے کے اپنے نام اور اپنے تین بیٹے اور بھتیجے اور تین رشتہ داروں کے نام دار العلوم کو فیض آباد تعلیمی سوسائٹی سے رجسٹریشن کرالیا ہے جو دار العلوم کی رقم سے کرایا ہے۔ اور تقریباً تیرہ ہزار روپے خرچ بتاتا ہے اور پوچھنے پر زید کہتا ہے کہ مدرسہ کا فائدہ ہوگا اس لئے تیرہ ہزار دیا ہے۔ اور پرانی کمیٹی کے جو عہدیداران تھے ان میں سے کچھ کو رکھا ہے اور کچھ کو نکال دیا ہے۔ اور جنہیں رکھا ان کو ان کے عہدے سے ہٹا کر رکھا ہے اور ان لوگوں کے فرضی انگوٹھے اور دستخط کر لئے ہیں۔ ان کو کوئی جان کاری نہیں۔ جس سے قوم میں بدامنی اور فساد کا اندیشہ ہے۔ کیا زید کا ایسا کرنا از روئے شرع درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ادارۂ مذکور اگر سارے مسلمانوں کا ہے اور واقعی زید نے اسے اپنے مخصوص لوگ بیٹوں وغیرہ کے نام عام مسلمانوں کے مشورے کے بغیر رجسٹرڈ کرالیا ہے اور پرائی کمیٹی کے بعض لوگوں کو از خود نکال دیا ہے اور کچھ لوگوں کو ان کے عہدے سے ہٹا کر ان کی طرف سے فرضی دستخط اور انگوٹھا لگالیا ہے جس سے مسلمانوں میں فتنہ وفساد کا قوی اندیشہ ہے تو زید نے سخت غلطی کی ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اس رجسٹریشن کو ختم کرے اور تیرہ ہزار روپے اپنی طرف سے ادارۂ مذکور میں جمع کرے اور سارے مسلمانوں کی رائے سے نئے عہدیداران وممبران کا انتخاب کر کے کمیٹی رجسٹرڈ کرائے اور مکاری وفریب کاری جو کر چکا ہے اس سے علانیہ توبہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس سے دور رہیں اور اس کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ و اللہ تعالی اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدیؔ

۱۹ر شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: شبیر حسین برکاتی، مدرسہ تعلیم القرآن اہل سنت، ۲۲ بلاک، جوہی لال کالونی، کانپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) وہابیہ، دیوبندیہ کے لئے ہدایت کی دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

(۲) جمیع ائمۂ مساجد پر اپنی مسجد سے وہابی، دیوبندی کو نکالنا فرض ہے یا واجب یا ان کو نکالنے کے لئے کیا حکم ہے؟

بالتفصیل تحریر فرمائیں عنایت ہوگی۔

الجواب:- (۱) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''غیر مقلدین زمانہ اور دیابنہ بحکم فقہاء و تصریحات عامۂ کتب فقہیہ کافر تھے ہی جس کا روشن بیان 'الکوکبۃ الشھابیۃ' اور رسالہ 'سل السیوف' اور 'النہی الاکید' وغیرہ میں ہے۔ اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی وہمراہ تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر وارتداد میں شک نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۵۵) اور کافر کے لئے ہدایت کی دعا کی جا سکتی ہے جیسا کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فتاویٰ عالمگیری کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: '' کافر کے لئے مغفرت کی دعا ہرگز نہ کرے ہدایت کی دعا کر سکتے ہیں۔ اھ'' (بہار شریعت حصۂ ۱۶ صفحہ ۲۵۷) لہٰذا وہابیہ اور دیوبندیہ کے لئے ہدایت کی دعا کر سکتے ہیں۔ و اللہ تعالی اعلم.

(۲) جبکہ وہابی، دیوبندی بحکم فقہاء کافر و مرتد ہیں جیسا کہ جواب نمبر ۱ میں گذرا۔ اور کافر کی نماز باطل تو وہ جس صف میں کھڑے ہوں گے اتنی جگہ خالی ہوگی۔ اور قطع صف حرام ہے تو نماز میں خرابی پیدا ہوگی۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۳۵۵ میں ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ "اقیموا الصفوف و حاذوا بین المناکب و سدو الخلل و لینوا بایدی اخوانکم و لا تذروا فرجات الشیطان و من وصل صفا وصلہ اللہ و من قطع صفا قطعہ اللہ." یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھی رکھو اور کندھے سے کندھا ملاؤ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ آرام سے کھڑے ہو اور درمیانی جگہوں کو بھرو، صف میں شیطان کے لئے کشادگی نہ چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا اللہ اسے اپنی رحمت سے ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اللہ اسے اپنی رحمت سے جدا کرے گا۔ اھ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۹۹) اور اس کے تحت مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد سوم صفحہ ۲۱۷ میں ہے: "من قطعہ ای بالغیبۃ او بعدم السد او بوضع شیء مانع. اھ" اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "یمنع منہ (ای المسجد) کل موذو لو بلسانہ." (درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۴۴)

لہٰذا دیوبندی، وہابی کو اپنی مسجدوں سے نکالنا ائمۂ مساجد ہی پر نہیں بلکہ ان کے منتظمین اور تمام مسلمانوں پر بھی واجب ہے۔ جو لوگ قدرت کے باوجود نہیں نکالیں گے یا ان کی شرکت پر راضی ہوں گے گنہگار ہوں گے۔ و اللہ تعالی اعلم.

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی　　الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱؍ ربیع الغوث ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد اکرم اشرفی، محمدی صابن سینٹر، بھیونڈی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ سے اس کی چند غلطیوں کے سبب زید کے والدین ناراض ہو گئے اور زید پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو ہندہ اپنے کئے پر نادم ہوئی اور ہر ایک سے معافی مانگا۔ زید نے ہندہ کی غلطیوں کو معاف کر دیا اور اسے طلاق نہیں دی۔ لیکن زید کے والدین راضی نہ ہوئے اور زید کے درگذر کر دینے

پرانہیں تکلیف اور سخت ملال ہوا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ”بعض صورتوں میں (طلاق دینا) واجب ہے۔ جیسے اس کو اس کے ماں باپ عورت کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا اور ناراضی ہو واجب ہے کہ طلاق دیدے۔ اگر چہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو "لان العقوق حرام و الاجتناب عن الحرام واجب. اھ" (فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۰۳) اور حدیث شریف میں ہے: "ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات. اھ" (مشکوۃ شریف صفحہ ۴۱۹)

لہذا صورت مسئولہ میں جبکہ زید کے والدین نے اس پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیدے اور ہندہ کے معافی مانگنے پر بھی وہ راضی نہ ہوئے۔ اور زید کے درگذر کر دینے پر انہیں تکلیف ہے۔ تو اب وہ یا تو اپنے والدین کو کسی طرح راضی کر کے ہندہ کو اپنے نکاح میں باقی رکھنے کی اجازت حاصل کرے اور یا تو اسے طلاق دیدے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو عندالشرع گنہگار مستحق عذاب نار رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم:

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۳ / ربیع الغوث ۱۹ھ

مسئلہ:- از: شیخ احمد، موگھٹ تھانہ کے پیچھے، کھنڈوہ (ایم۔ پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ جس تاریخ میں قمر در عقرب ہوتا ہے اس تاریخ میں شادی بیاہ کو برا مانتے ہیں۔ شرعاً اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اور کلینڈر میں قمر در عقرب کیوں لکھا ہوتا ہے؟ بینو اتوجروا.

الجواب:- جس تاریخ میں قمر در عقرب ہوتا ہے اس تاریخ میں شادی بیاہ کو برا ماننا شرع کے خلاف ہے کہ یہ نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ اور کلنڈر میں قمر در عقرب نجومیوں کے خیالات کی بنا پر لکھا ہوتا ہے۔ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں: ”قمر در عقرب یعنی چاند جب برج عقرب میں ہوتا ہے تو سفر کرنے کو برا جانتے ہیں اور نجومی اسے منحوس بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے اور سلوانے کو برا جانتے ہیں۔ ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے یہ باتیں خلاف شرع اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ اھ“ (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۲۵۸) و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: ابرار احمد امجدی برکاتی

۴ / محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد رضا قادری نوری، مدن پور باندہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک ظہوری فرقہ ہے جس کے ماننے والوں کو اہلسنت کے علماء کرام و مفتیان عظام نے کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ کچھ مسلمان نائی اس فرقہ والوں کے یہاں اجرت پر کھانا پکاتے

ہیں۔تو کیا اہل سنت و جماعت کے لوگ ان نائیوں سے کھانا نہ پکوائیں جبکہ عالم لوگ بھی بد مذہبوں سے کتاب وغیرہ کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- وہ نائی مرتد ظہوریوں کے یہاں کھانا پکاتے ہیں ایسے لوگوں کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے تاکہ وہ لوگ اس سے باز آجائیں۔اگر وہ ایسا نہ کریں تو سنیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے یہاں شادی وغیرہ میں ان سے کھانا ہرگز نہ پکوائیں۔اگر کوئی شخص ان سے کھانا پکوائے تو علماء اور خواص بہر حال اس کے وہاں کھانا قطعی نہ کھائیں۔اور بد مذہب مرتدین وہابی دیوبندی سے کوئی بھی معاملہ کرنا اگرچہ ممنوع ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۲۸۲ پر ہے۔مگر ان سے خرید وفروخت کرنے پر کھانا پکانے کا قیاس صحیح نہیں اس لئے کہ جب وہ ظہوریوں کے یہاں کھانا پکاتے ہیں تو یقیناً ان کے یہاں کھاتے پیتے بھی ہوں گے اور یہ ناجائز ہے جب کہ بد مذہبوں سے خرید وفروخت کرنے والا ان کے یہاں کھاتا پیتا نہیں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم." یعنی ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور رکھو۔کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔اور دوسری حدیث میں ہے:" لا تشاربوھم و لاتواکلوھم."یعنی ان کے ساتھ پانی نہ پیو،ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔اھ ملخصاً و اللّٰہ تعالٰی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کبتہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ:- از: محمد رسالت حسین رضوی، پرولی، بلسی، بدایوں شریف

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ 'محمد رسالت حسین' نام رکھنا عند الشرع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- لفظ رسالت رسول کے معنی میں بولا جاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ فلاں صحابی دربار رسالت میں حاضر ہوئے یعنی رسول کے دربار میں آئے۔لہذا محمد رسالت کے معنی ہوئے محمد رسول۔اور محمد رسول کسی کا نام رکھنا حرام ہے تو محمد رسالت نام رکھنا بھی ناجائز وحرام ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ:''محمد نبی، احمد نبی، نبی احمد۔یہ الفاظ کریمہ حضور ہی پر صادق اور حضور ہی کو زیبا ہیں۔دوسرے کے یہ نام رکھنا حرام ہیں کہ ان میں حقیقۃ ادعائے نبوت نہ ہو نا مسلم۔ورنہ خالص کفر ہوتا۔مگر صورت ادعا ضرور ہے اور وہ بھی یقیناً حرام ومحظور ہے۔'' (احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۷۳) اور ثابت ہوگیا کہ محمد رسالت جو محمد رسول کے معنی میں ہے کسی کا نام رکھنا حرام ہے تو اس کے بعد لفظ حسین لگانا اس کی حرمت کو دور نہیں کردے گا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۲/ذی القعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: روزن علی، املیاڈاکخانہ بستی

کیافرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی لڑکی ہندہ اپنی سسرال میں تھی اور اس کا شوہر بمبئی تھا وہ اپنے میکہ آئی اور ماں باپ سے کہا کہ میں بمبئی جاؤں گی محلہ کے لوگ جارہے ہیں مجھے اسٹیشن پہنچادو تو اس کی ماں نے وہاں پہنچادیا مگر پانچ روز بعد وہ پھر اپنے میکہ آئی۔ ہندہ کی سسرال۔والوں نے اس کے شوہر کو بمبئی سے بلایا وہ اپنے گھر آیا پھر ہندہ کو رخصت کراکے لے گیا۔اس وقت جبکہ ہندہ اپنی سسرال میں تھی ایک مولانا کے کہنے پر لڑکی کو اپنے گھر رکھنے کے سبب اس کے ماں باپ نے توبہ کی، کچھ فقیروں کو کھلایا اور میلاد شریف بھی کیا۔ ہندہ کے شوہر نے تقریباً پچیس روز بعد اسے تین طلاق دے کر اس کے میکہ پہنچادیا۔اب گاؤں کے مسلمان اور زید کے رشتہ دار اس سے کہتے ہیں کہ لڑکی کو دوبارہ اپنے گھر رکھنے کے سبب توبہ اور میلاد شریف وغیرہ پھر سے کرو تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ہندہ لڑکی کو زید اپنے گھر رکھنے کے سبب گنہگار نہیں ہوا کہ اس کو حرام کاری سے بچالیا بلکہ اگر اسے اپنے گھر میں نہ آنے دیتا تو باہر جاکر وہ اور حرام کاری کرتی تو زید گنہگار ہوتا۔لہذا صورت مسئولہ میں مولانا کا زید پر توبہ وغیرہ کا حکم لگانا صحیح نہیں لیکن اس نے توبہ کرنے کے ساتھ میلاد شریف وغیرہ کیا تو اسے ثواب ملا۔اسی طرح بعد طلاق بھی اس کا لڑکی کو اپنے گھر رکھنا جرم نہیں اس لئے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ہندہ اور زیادہ گناہ میں مبتلا ہوتی۔

لہذا گاؤں کے مسلمان اور زید کے رشتہ داروں کا اس سے دوبارہ توبہ وغیرہ کا مطالبہ کرنا غلط ہے۔البتہ اس کی لڑکی ہندہ کو علانیہ توبہ واستغفار کرایا جائے اور کم سے کم چالیس عورتوں کے مجمع میں وہ قرآن مجید آدھا گھنٹہ اپنے سر پر لئے کھڑی رہے اور اسی حالت میں عہد کرے کہ میں اب کبھی حرام کاری نہیں کروں گی۔ واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۹/ ذوالحجہ ۲۱ھ

مسئلہ:-از: عابد علی، حسن گڈھ، بستی

کیافرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ چکبندی ہونے کے بعد زید کی زمین بکر نے خرید لیا جبکہ حقیقی طور پہ خریدی گئی زمین نقشہ وغیرہ کے اعتبار سے عمرو خالد کی ہے اور بکر کو بھی جانکاری تھی کہ جو زمین میں خرید رہا ہوں وہ زید کی نہیں ہے۔ بکر جبراً اس زمین پر قبضہ کر کے مکان تعمیر کرنے لگا جب عمرو وخالد کو خبر ہوئی کہ زید نے بکر کو دے دیا تو عمرو وخالد نے زید اور بکر سے کہا کہ یہ زمین ہم لوگوں کی ہے تو دونوں نے کہا قسم کھا کر کہ اگر آپ لوگوں کی ہے تو میں واپس کر دوں گا مگر زمین پر قبضہ کر کے آج تک واپس نہیں کیا۔از روئے شرع اور عند اللہ وعند الناس زید اور بکر مجرم ہیں کہ نہیں ایسوں کے یہاں کھانا پینا، میل جول رکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید نے جو زمین بکر کے ہاتھ بیچی ہے اگر واقعی اس کا کل یا بعض حصہ عمرو وخالد کا ہے۔اور بکر نے یہ جانتے ہوئے بھی وہ زمین خرید لی اور پھر قسم کھا کر عمر واور خالد سے وعدہ بھی کیا تھا کہ اگر آپ لوگوں کی زمین ہوگی تو میں واپس کردوں گا لیکن عمرو وخالد کی زمین ثابت ہونے کے باوجود بکر نے اسے انہیں واپس نہیں کیا تو وہ سخت گنہگار حق العباد میں گرفتار، مستحق عذاب ناراور لائق قہر قہار ہے۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایک بالشت زمین ظلم کے طور پر لے لی تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے اتنا حصہ طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔''اور صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث شریف مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے کسی کی زمین میں سے کچھ بھی ناحق لے لیا تو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسادیا جائے گا۔'' (بحوالۂ بہار شریعت حصہ ۱۵ صفحہ ۲۱)

لہذا بکر اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈرے اور عمرو وخالد کی زمین انہیں واپس کرے یا کسی طرح انہیں راضی کرے۔اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ۔" (پارہ ۷ سورۂ انعام آیت ۶۸) اور حدیث شریف میں ہے: "ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدرون على ان يغيروا عليه و لا يغيرون الا اصابهم الله منه بعقاب قبل ان يموتوا." یعنی کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں مگر نہ روکیں تو خدائے تعالیٰ ان سب پر عذاب بھیجے گا اس سے پہلے کہ وہ مریں۔(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۵)
و الله تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۵ رمحرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- سید عبد الحلیم ہاشمی، مستان شاہ کالونی، چھتر پور (ایم۔پی)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو اپنے آپ کو عالم دین اور فاضل بغداد کہتا ہے گھڑی میں سونے کی زنجیر پہنتا ہے رمضان شریف کے مہینہ میں پان کھا کر بازاروں میں گھومتا ہے۔علماء دین وائمہ مساجد کو علی الاعلان گالیاں دیتا ہے اور توہین کرتا ہے۔مفتیان دین کے دیئے ہوئے فتویٰ پر مردود باطل فتویٰ کہہ کر نہایت گستاخانہ انداز میں تحریر بھیجتا ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید سے سلام وکلام کرنا اور تعلقات رکھنا اور اس کی تقریریں سننا اسلامی رو سے کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) زید جو برادری کے اعتبار سے فقیر ہے اپنے کو سید کہتا ہے اور لکھتا اور اس کے تمام لڑکے اپنے کو سید کہتے ہیں پوسٹر میں

چھپواتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نسب بدلنے والوں کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) گھڑی میں سونے کی زنجیر پہننا سخت ناجائز و حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام ہے۔" (احکام شریعت حصۂ دوم صفحہ ۱۷۰) اور جو رمضان شریف کے مہینے میں علانیہ کھلم کھلا بلا عذر کھاتا پیتا پھرے اور اس کا احترام نہ کرے تو بادشاہ اسلام کو حکم ہے کہ ایسے شخص کو قتل کردے۔ جیسا کہ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "لو اکل عمدا شهرة بلا عذر يقتل.اھ" (در مختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۱۲۰) اور اسی کے تحت شامی میں ہے: "لانه مستهزی بالدين و منكر لما ثبت منه بالضرورة و لا خلاف فی حل قتله و الامر به اھ."

لہذا اگرچہ زید اپنے آپ کو عالم اور فاضل بغداد کہتا ہے سونے کی زنجیر پہننے اور رمضان کے مہینے میں علانیہ پان کھا کر بازاروں میں گھومنے اور اس کا احترام نہ کرنے کے سبب فاسق و فاجر اور سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اور قابل گردن زدنی ہے۔ ایسے شخص سے سلام و کلام کرنا، تعلقات رکھنا اور اس کی تقریریں سننا شرعا ہرگز جائز نہیں جب تک کہ وہ اپنی ان برائیوں سے باز نہ آجائے اور توبہ نہ کرلے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پارہ ۷ رکوع ۱۴)

اور اگر علماء دین، ائمہ مساجد اور مفتیان کرام کو اس لئے برا بھلا کہتا اور گالی دیتا ہے کہ وہ عالم ہیں جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم ان کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے سبب برا کہتا، گالی دیتا اور توہین کرتا ہے تو سخت فاسق و فاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خلاصہ میں ہے: "من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر." اور منح الروض الازہر میں ہے: "الظاهر انه يكفر." ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۴۰ میں ہے۔ و الله تعالى اعلم.

(۲) اگر واقعی زید فقیر برادری سے تعلق رکھتا ہے مگر اپنے آپ کو سید کہتا اور لکھتا ہے تو ایسے شخص پر اللہ و رسول تمام فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت ہے خدائے تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول فرمائے گا نہ نفل جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: "من ادعى الى غير ابيه فعليه لعنة الله و الملائكة و الناس اجمعين لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا و لا عدلا." یعنی جو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔ اھ (بخاری، مسلم) اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "كفر بالله من تبرأ من نسب و ان دق." یعنی اپنے نسب میں ذرا سی تبدیلی کرنے والا بھی

اللہ تعالیٰ سے کفر کرتا ہے۔اھ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۹) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۱ر ذی العقدہ ۱۹ھ

مسئلہ:- محمد شاہد رضا نوری، خادم دار العلوم غوثیہ، بڑھیا

مدارس اسلامیہ کا الحاق گورنمنٹ سے جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ الحاق کروانا اور ایڈ کا لینا ضروری ہے کہ وہابیوں کو بھی یہ امداد ملتی ہے ہم نہ لیں گے تو ہمارا حصہ وہابی لے جائے گا اور اس سے وہابیت کی اشاعت ہوگی اور بکر اس کا مخالف ہے۔ زید حق پر ہے یا بکر؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مدارس اسلامیہ کا الحاق کرانا اور گورنمنٹ سے ایڈ لینا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ”جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں تو ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی بلاشبہ اس کا لینا جائز تھا اور اس کا قطع کرنا حماقت خصوصاً جبکہ اس کے قطع سے مدرسہ نہ چلے کہ اب یہ سد باب خیر تھا اور ضیاء للخیر پر وعید شدید وارد ہے۔ اور جب وہ مدارس اسلامیہ میں نہ لیا گیا گورنمنٹ اپنے قانون کے مطابق اسے دوسرے مدارس غیر اسلامیہ میں دے گی۔ تو حاصل یہ ہوا کہ ہمارا مال ہمارے دین کی اشاعت میں صرف نہ ہو بلکہ کسی اور دین باطل کی تائید میں خرچ ہو کیا کوئی مسلم عاقل اسے گوارہ کرسکتا ہے۔اھ ملخصاً“ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۲۷۷) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۹ر ربیع الآخر ۱۸ھ

مسئلہ:- عبد الوارث اشرفی، ریتی چوک، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ۲۲ر رجب کو کونڈا کے نام پر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ماہ رجب میں کونڈے کے نام پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کرنا جائز ودرست ہے۔ فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ”ماہ رجب میں حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کیلئے پوریوں کے کونڈے بھرے جاتے ہیں اور فاتحہ دلا کر کھلاتے ہیں یہ جائز ہے۔اھ“ (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۲۴۴)

لیکن ۲۲ رجب کی بجائے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز ۱۵ر رجب کو کریں کہ حضرت کا وصال ۱۵ رجب ہی کو ہوا ہے نہ کہ ۲۲ر رجب کو۔ البتہ ۲۲ر رجب کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا ہے تو شیعہ اس تاریخ میں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کی خوشی میں عید مناتے ہیں۔ اور از راہ فریب اسے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کہتے ہیں۔

لہذا سنی حضرات پر لازم ہے کہ وہ شیعوں کی موافقت سے دور رہیں ۲۲؍رجب کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز ہرگز نہ کریں بلکہ ۱۵؍رجب کو حضرت کا وصال ہوا ہے تو اسی تاریخ میں ان کی نیاز کریں۔ واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۳؍محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ: - از: محمد شفیع خاں نعیمی قادری، مدح گنج، سیتاپور روڈ، لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین ان مسائل میں کہ:

(۱) مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والے کچھ نوجوان علماء میں آپس میں اتفاق کیوں نہیں ہے؟ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی پر زیادہ دھیان دیتے ہیں۔ ایسا کیوں؟

(۲) پیٹھ پیچھے برائی کرنے والوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والے کچھ نوجوان علماء کو دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگ برابر دیوبندیوں اور وہابیوں سے سلام وکلام، میلاپ اور کھانا پینا کرتے رہتے ہیں اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان کو دیکھا گیا ہے کہ وہ صرف اسٹیج کے اوپر ہی ان سے الگ رہتے ہیں۔ لہذا ایسے مسلک اعلیٰ حضرت پر عمل کرنے والے نوجوان علماء کے ساتھ شریعت کا کیا حکم ہے؟ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھا جائے اور ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ جو حکم ہو اس سے آگاہ فرمایا جائے۔ بینوا توجروا.

الجواب: - (۱) جن نوجوان علماء کے درمیان اتفاق نہیں ہے انہیں سے پوچھنا چاہئے کہ آپ لوگوں کے درمیان اتفاق کیوں نہیں ہے۔ دوسرا کوئی وجہ معلوم کئے بغیر کیسے بتا سکتا ہے۔ ان کے درمیان نا اتفاقی کی وجہ حسد بھی ہوسکتا ہے، کسی میں مذہبی یا عملی کمزوری بھی اور نفسانیت بھی۔ و اللہ تعالی اعلم.

(۲) اگر بدمذہب یا فاسق معلن ہے تو پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا جائز ہے ورنہ سخت ناجائز وحرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَاكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتاً." یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ (پارہ ۲۶ سورۂ حجرات آیت ۱۲) واللہ تعالی اعلم.

(۳) حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم. یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور ان کو

اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں اور کہیں تمہیں وہ فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول ص ۱۰) اور حدیث شریف میں ہے: "ان مرضوا فلا تعودو هم و ان ماتوا فلا تشهدوهم و ان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم و لاتجالسوهم و لاتشاربوهم و لا تواكلوهم و لاتناكحوهم و لاتصلوا عليهم و لاتصلوا معهم." یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدمذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو۔ اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔

لہٰذا جو لوگ برابر دیوبندیوں اور وہابیوں سے سلام وکلام اور میل ملاپ رکھتے ہیں اور ان کے ہمراہ کھاتے پیتے رہتے ہیں وہ فاسق معلن ہیں، اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کو سخت نقصان پہنچانے والے ہیں۔ مسلمان ان سے دور رہیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھ چکے ہیں انہیں پھر سے پڑھیں هذه خلاصة مافى الغنية و الدر المختار وغيرهما. و الله تعالى اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۰ ر جمادی الاخریٰ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: مولانا محمد یونس مصباحی، بولٹن

فتاویٰ مرکز تربیت افتاء سال سوم میں ہے۔ کہ جب ساری مخلوق فنا ہوجائے گی تو اللہ کا ذکر بند ہوجائے گا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بند نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ان کا ذکر اللہ تعالیٰ بھی کرتا ہے اور اس کے لئے فنا نہیں۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ اس وقت خود فرمائے گا: "لمن الملك اليوم. لله الواحد القهار." تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں ہے؟ بينوا توجروا.

الجواب:- لمن الملك اليوم لله الواحد القهار کون کہے گا اس کے بارے میں چند اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن جب تمام اولین وآخرین جمع ہوں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا: "لمن الملك اليوم." تو اہل محشر مومن وکافر سبھی لوگ کہیں گے "لله الواحد القهار" یہ قول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور نحاس نے اسی کو اصح قرار دیا اس لئے کہ جب کوئی مخلوق موجود نہ ہو اس وقت اس کے کہنے سے کوئی فائدہ نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ جب کوئی ندا کرنے والا ندا کرے گا تو اہل جنت جواب دیں گے "لله الواحد القهار" تیسرا قول یہ ہے کہ روز قیامت جو منادی لمن الملك اليوم کی ندا کرے گا خود ہی اس کے جواب میں کہے گا "لله الواحد القهار" چوتھا قول یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام جواب دیں گے۔ جیسا کہ حضرت علامہ شیخ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: "قال النحاس

واصح ما قیل فیه و مارواه ابو وائل عن ابن مسعود قال یحشر الناس علی الارض بیضاء مثل الفضة و لم یعض الله علیه قبو مر منادی لمن الملك الیوم فیقول اعباد مؤمنهم و کافر هم لله الواحد القهار فاما ان یکون هذا و الخلق غیر موجودین فبعید لانه لافائدة فیه و القول الصحیح عن بن مسعود رضی الله تعالی عنه۔ "پھر چند سطر بعد ہے:" قیل انه ینادی مناد و یقول لمن الملك الیوم فیجیبه اهل الجنة لله الواحد القهار." (تفسیر جمل جلد چہارم صفحہ ۸) اور حضرت اسمٰعیل حقی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "یقال حین بروزهم و ظهور و احوالهم ای ینادی مناد لمن الملك الیوم فیجیب ذلك المنادی بعینه و یقول لله الواحد القهار او مجیبه اهل المحشر مؤمنهم و کافر هم و قیل ان المجیب ادریس علیه السلام." (تفسیر روح البیان جلد ہشتم صفحہ ۱۶۷)

مذکورہ بالا اقوال سے صاف ظاہر ہے کہ یہ معاملہ روز قیامت پیش آئے گا نہ کہ بین النفختین لہٰذا جب ساری دنیا فنا ہو جائے گی اللہ کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو ایک ایسا وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں باقی رہے گا مگر رسول کا ذکر باقی رہے گا۔

ہاں ایک قول یہ ہے کہ ندائے مذکور بین النفختین ہوگی یعنی جب ساری مخلوق فنا ہو جائے گی تو خدائے تعالیٰ فرمائے گا: "لمن الملك الیوم" آج کس کی بادشاہت ہے جب کوئی نہ ہوگا کہ جواب دے تو اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائے گا: "لله الواحد القهار" مگر اہل اصول نے اس قول کو کئی طرح سے رد فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت علام امام فخر الدین رازی تحریر فرماتے ہیں: "قال اهل الاصول هذا القول ضعیف و بیان من وجوه الاول انه تعالیٰ بین ان هذا الندا انما یحصل یوم التلاق و یوم البروز و یوم تجزی کل نفس بماکسبت و الناس فی ذلك الوقت احیاء فبطل قولهم ان الله تعالی انما ینادی بهذاالنداء حین هلك کل من فی السموات و الارض. و الثانی ان کلام لابد فیه من فائدة لان الکلام اما ان یذکر حال حضور الغیر او حال مالا یحضر الغیر الاول باطل لان الرجل ههنا لان القوم قالوا انه تعالیٰ انما یذکر هذا الکلام عند فناء الکل. و الثانی ایضا باطل لان الرجل انما یحسن تکلمه حال کونه وحده اما لانه یحفظ به شیئا کالذی یکرر علی الدرس و ذلك علی الله محال. او لاجل انه یحصل سرور بما بقوله و ذلك ایضا علی الله محال. او لاجل ان یعبد الله بذلك الذکر و ذلك ایضا علی الله محال فثبت ان قول من یقول ان الله تعالی یذکر هذا النداء حال هلاك جمیع المخلوقات باطل لااصل له."

یعنی اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جس دن لوگ ملیں گے اور بالکل ظاہر ہو جائیں گے اور ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے گی اس دن یہ ندا ہوگی۔ (جیسا کہ پ ۲۴ رکوع ۷ میں ہے: "یلقی الروح من امره علی من یشاء من عباده

لینذر یوم التلاق یوم هم بارزون لایخفی علی الله منهم شیء لمن الملك الیوم لله الواحد القهار الیوم تجزی کل نفس بما کسبت.")اوراس وقت لوگ زندہ رہیں گے نہ کہ مردہ توان کا یہ قول باطل ہے کہ یہ ندااللہ تعالیٰ اس وقت فرمائے گا جبکہ زمین وآسمان کی ساری چیزیں ہلاک ہوجائیں گی۔اور دوسری یہ کہ کلام کے لئے ضروری ہے کہ کسی فائدہ کے تحت ہو اس لئے کہ کلام یاتو دوسروں کی موجودگی میں کیا جاتا ہے یا عدم موجودگی۔اور یہاں پہلی صورت باطل ہے کیوں کہ جولوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ندافرمائے گا خودان کا کہنا ہے کہ یہ ندا ہر چیز کے فناء ہونے کے بعد ہوگی۔اور دوسری صورت بھی باطل ہے کیوں کہ جب کوئی تنہائی میں عمدہ کلام کہتا ہے تو وہ یاتو یاد کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسے کہ وہ شخص جو سبق کو یاد کرنے کیلئے بار بار پڑھتا ہے۔اور یاتو سرور حاصل کرنے کے لئے یا اللہ کی عبادت کے لئے ہوتا ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہیں۔

لہذا ثابت ہوا کہ جولوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ساری مخلوق فنا ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا"لمن الملك الیوم" ان کا یہ قول باطل ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔(تفسیر کبیر زیرآیت مذکورہ جلد نہم صفحہ۵۰۰)

اوراگر یہ صحیح بھی ہو کہ جب ساری مخلوق فنا ہوجائے گی اور اللہ کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا اس وقت اللہ تعالیٰ ہی "لمن الملك الیوم. لله الواحد القهار." فرمائے گا۔تواس صورت میں بھی خدائے تعالیٰ کے ایسا فرمانے کے بعد اور بعث بعد الموت سے پہلے ایک ایسا وقت ہوگا کہ اس میں اللہ کا ذکر بند رہے گا لیکن رسول کا ذکر باقی رہے گا۔ و الله تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ:-از: جاوید احمد،سبزی منڈی،جونپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے دولڑکے ہیں اس نے ایک زمین خریدنی چاہی توزیور بیچ کر بڑے لڑکے کو دیا کہ دونوں بھائیوں کے نام زمین لکھالو مگر بڑے لڑکے نے پوری زمین اپنے نام رجسٹری کرالی کچھ دنوں بعد آدھی زمین چھوٹے بھائی کو مکان بنانے کے لئے دی اور مکان تعمیر بھی ہوگیا۔اب بڑا بھائی کہتا ہے کہ آپ کا حصہ ہے مگر ہمیں دے دیجئے تواس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینو اتوجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں جبکہ ہندہ نے زیور بیچ کر اپنے بڑے لڑکے کو دونوں بھائیوں کے نام زمین لکھانے کے لئے روپیہ دیا مگر بڑے لڑکے نے ساری زمین اپنے نام رجسٹری کرالی وہ اپنی ماں کی نافرمانی کرنے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوا توبہ کرے اوراس کا بھی نام درج کرائے۔اوراب جبکہ بڑے لڑکے نے اپنے بھائی کواس کے حصہ کی آدھی زمین دے دی ہے تو وہ اسکا مالک ہے۔اپنے بڑے بھائی کے مانگنے پراسے دینے اور نہ دینے کا پورا اختیار ہے وہ کسی قسم کا دباؤ وجبر نہیں کرسکتا۔اگر وہ ایسا کرے تو سارے مسلمان سختی کے ساتھ اس کا بائیکاٹ کریں۔ قال الله تعالیٰ: " وَ لَاتَرۡكَنُوۡا اِلَى الَّذِيۡنَ

ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پارہ۱۲رکوع ۱۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۲۲رشوال المکرم ۱۷ھ

مسئلہ:- از: عبدالصمد انصاری ذکری والا ٹھیکیدار، افضل گڈھ، بجنور

(۱) اقامت میں امام صاحب بیٹھے ہیں اور ایک شخص یا چند شخص کھڑے ہیں یا اس کے برعکس ہے تو ان اشخاص کی نماز ہوگی یا نہیں۔ دوران اقامت ان پر امام کی اقتداء لازم ہے یا نہیں؟

(۲) مزار شریف پر چادر، پھول وغیرہ چڑھانے کا ثبوت کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- نماز تو ہو ہی جائے گی البتہ اقامت کے شروع میں مقتدیوں کا کھڑا رہنا خلاف سنت ہے بلکہ تکبیر کہنے والا جب حی علی الفلاح پر پہنچے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ نماز کے لئے کھڑے ہوں اور پھر صف بندی کرتے ہوئے صفوں کو سیدھی کریں۔ جیسا کہ محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلاۃ فیصفوا و یسووا الصفوف. اھ" (مؤطا امام محمد باب تسویۃ الصفوف صفحہ ۸۷)

اور حضرت سید احمد طحطاوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ و دخل رجل المسجد فانہ یقعد و لا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی مضمرات قہستانی و یفھم منہ کراھۃ القیام ابتداء الاقامۃ و الناس عنہ غافلون." یعنی مکبر جب تکبیر کہنے لگے اور کوئی مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے اس لئے کہ تکبیر کے وقت کھڑا رہنا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات قہستانی میں ہے اور اس حکم سے سمجھا جاتا ہے کہ شروع اقامت میں کھڑا ہو جانا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ (طحطاوی علی المراقی مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۱۵۱) اور جب شروع تکبیر سے کھڑا ہونا مکروہ ہے تو ثابت ہوا کہ شروع میں بیٹھا رہنا ہی سنت ہے اس لئے کہ ہر مکروہ کا ترک سنت ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۲۲ پر ہے اور دوران اقامت بھی مقتدیوں کو امام کی اقتداء کرنا چاہئے۔ و اللہ تعالی اعلم.

(۲) سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "یہ سنت کوئی شرعی نہیں اذ لیس من جنسہ واجب ہاں پھول چڑھانا حسن ہے۔ اور قبور اولیاء کرام قدسنا اللہ باسرارہم پر چادر بقصد تبریک ڈالنا مستحسن ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین." امام عارف باللہ علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے "کشف النور عن اصحاب القبور" میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ پھر علامہ شامی نے عقود الدریہ میں اسے نقل کیا اور مقرر رکھا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۹۸) واللہ تعالی اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۸رذوالحجہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد مجیب اللہ، رحمت گنج، گاندھی نگر، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بیت الخلاء کے گڈھے سے نل کے پائپ کا بور کیا دس ہاتھ کے اندر کیا جا سکتا ہے؟ بینوا توجروا!

الجواب:- اگر بیت الخلاء کا گڈھا سیمنٹ سے محفوظ کر دیا گیا ہے تو نل کے پائپ کا بور دس ہاتھ کے اندر کیا جا سکتا ہے کہ سیمنٹ کے سبب گندگی کا اثر باہر نہیں جائے گا اور اگر کہیں سے کچھ اثر نکلے بھی تو پانی کی پہلی سطح تک پہونچنے سے پہلے ہی وہ جذب ہو جائے گا۔ اور اگر وہاں تک پہنچ بھی جائے تو اسی سطح کے پانی کے ساتھ بہ جائے گا۔

لہٰذا اگر احتیاطاً پائپ کا بور پانی کی دوسری یا تیسری سطح تک کیا جائے تو پانی کے نجس ہونے میں کسی طرح کا شبہہ بھی باقی نہیں رہ جائے گا۔ و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۷ رشعبان ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد عطاء الرضا برکاتی، متعلم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

بخدمت جناب مولانا المحترم خورشید احمد صاحب قبلہ مصباحی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا نوشتہ فتویٰ ۴۲ انظر نواز ہوا۔ بحمدہ تعالی اس کو گمان سے کہیں عمدہ پایا اور اطمینان قلبی نے خنداں پیشانی کے ساتھ اس کو قبول کرلیا۔ علاوہ ازیں نصیحتوں سے پر اور اصلاح و درستگی کا ایک حسین سنگم جیسا لگا۔ مگر محترم آپ کے ارشاد مبارک قربانی و عیدین کا ثبوت قرآن سے نہیں ہے ہاں اس کی تاکید احادیث مبارکہ میں ہے جیسا کہ آپ نے مثالوں سے واضح کیا ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیونکہ ان دونوں کا ثبوت قرآن حکیم سے ہے جیسا کہ قرآن کریم کی یہ آیت دال ہے: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ" جس کی تفسیر علامہ نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کنز الایمان میں یوں بیان کی ہے: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ. یعنی تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو۔ و انحر. اور قربانی کرو۔ تفسیر حاشیہ نمبر ۳، ۴ صفحہ ۷۷۴ جس نے تمہیں عزت وشرافت دی اس کے لئے اس کے نام پر بخلاف بت پرستوں کے جو بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں" اھ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ نماز سے نماز عید مراد ہے۔

اور جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کے سلسلہ میں ایک ذہنی خلجان یہ ہے کہ دونوں نمازوں کو فرض مان کر پڑھیں یا صرف ایک کو۔ اگر ایک کو فرض مان کر ادا کرتے ہیں تو دوسرے کو کیا فرض ہی مانیں گے یا نفل؟ دونوں صورتوں میں جماعت کے ساتھ پڑھنے میں کون سی قباحت لازم آتی ہے۔ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ کرم ہوگا۔

الجواب:- آپ نے ہمارے فتویٰ پر غور نہیں کیا اس لئے آپ کو غلط فہمی ہوئی۔ نفس ثبوت اور ثبوت وجوب میں فرق ہے۔ میں نے اپنے فتویٰ میں نماز عیدین اور قربانی کے نفس ثبوت کا قرآن سے انکار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے وجوب کے ثبوت کا

انکار کیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کا وجوب حدیث سے ثابت ہے۔ قرآن سے نہیں۔ جیسا کہ درمختار کے قول: "تجب صلاتهما فی الاصح" کے تحت ردالمحتار جلد اول صفحہ ۶۱۱ میں ہے: و فی الخلاصة هوا المختار لانه صلی الله علیه وسلم واظب علیها و سماها فی الجامع الصغیر سنة لان وجوبها ثبت بالسنة حلیة". اور کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول صفحہ ۷۱۵ مباحث الاضحیہ میں ہے: "ثبت مشروعیتها با لکتاب و السنة و الاجماع قال تعالی فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ". پھر اسی کتاب کے صفحہ ۷۱۶ پر ہے: "الحنفية قالوا انها سنة عين مؤكدة لايعذب تاركها با لنار و لكن يحرم من شفاعة النبی صلی الله علیه وسلم و یعبرون عن ذلك بالواجب" اھ. اور مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد سوم صفحہ ۳۰۲ باب الاضحیۃ میں ہے: "اختلف هل هی سنة او واجبة قال ابوحنیفة هی واجبة علی المقیمین من اهل الامصار و مما یدل علی الوجوب مواظبته علیه الصلاة و السلام عشر سنین مدة اقامته بالمدینة و قوله علیه الصلاة و السلام فیما سبق فلیذبح اخری مکانها فانه لایعرف فی الشرع الامر بالاعادة الاللوجوب و مما یؤید الوجوب خبر من وجد سعة لان یضحی فلم یضح فلایحضر مصلانا" اھ ملخصا. فقہاء کرام وشارحین حدیث کے مذکورہ اقوال سے ظاہر ہے کہ آیت کریمہ "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ" میں امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ اباحت کے لئے ہے۔ جس سے عیدین اور قربانی کا نفس جواز اور ان کی مشروعیت تو ثابت ہے مگر ان کا وجوب اس سے ثابت نہیں ہے بلکہ حدیث سے ہے۔ و هو تعالی اعلم.

اور دیہات میں جب جمعہ فرض نہیں تو حقیقت میں ایک نماز نفل ہوئی۔ لہذا اسے نفل ہی کی نیت سے پڑھیں گے اور اگر فرض کی نیت سے پڑھیں گے تب بھی وہ نفل ہی ہوگی۔ جیسا کہ احکام نیت صفحہ ۴۵ میں ہے کہ: ''دیہات میں جہاں جمعہ جائز نہیں اور لوگ بنام جمعہ وہاں دو رکعت نماز پڑھتے ہیں تو فرض کی نیت کے باوجود وہ دو رکعت نماز نفل ہوتی ہے کہ اس کے پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی'' اھ۔ اور ظہر جو فرض ہے اسے فرض کی نیت سے بجماعت ادا کریں گے کہ بلا عذر ترک جماعت گناہ ہے۔ اور نماز نفل بجماعت ادا کرنا اگرچہ مکروہ ہے مگر ظاہر یہی ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے۔ جیسا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولی لمخالفۃ التوارث نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو ردالمحتار میں ہے: "فی الحلیة الظاهر ان الجماعة فیه غیر مستحبة ثم ان کان ذلك احیانا کان مباحا غیر مکروه و ان کان علی سبیل المواظبة کان بدعة مکروهة لانه خلاف المتوارث اه و یؤیده ایضا مافی البدائع من قوله ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الا فی قیام رمضان اه فان نفی السنیة لایستلزم الکراهة ثم ان کان مع المواظبة کان بدعة فیکره و فی حاشیة البحر للخیر الرملی علل الکراهة فی الضیاء و النهایة بان الوتر نفل من وجه و النفل با لجماعة غیر مستحبة لانه لم تفعله

الصحابة فی غیر رمضان اھ و ھو کالصریح فی انھا کراھة تنزیھیة. تامل".اھ مختصرا (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۶۵،۴۶۴) و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۱۰ر جمادی الآخرہ ۱۸ھ

مسئلہ:-از: انجمن غلامان رضا، ناگور، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) زید امامت کرتا ہے اور نماز کی جماعت کے وقت میلاد پڑھتا ہے اور جماعت چھوڑ دیتا ہے۔ایسے امام سے میلاد پڑھوانا اور امام کا جماعت چھوڑ کر میلاد پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) امام مسجد کا اپنے مقتدیوں کو یہ دھمکی دینا کہ اگر میلاد میرے علاوہ کسی اور سے پڑھائی تو آپ کا جنازہ وغیرہ نہیں پڑھاؤنگا اور نہ ہی کسی کو پڑھانے دونگا۔اپنے علاوہ کسی اور عالم سے یا دیگر میلاد خواں سے میلاد پڑھنے دینے کا اپنے مقتدیوں کو منع کرنا کیسا ہے؟

(۳) زید ایک ناظرہ خواں آدمی ہے۔آج سے چند سال پہلے ایک مسجد کی امامت کرتا تھا۔وہ چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر بکر کے گھر پر نماز جمعہ پڑھاتا ہے جب کہ قصبہ میں چار مساجد ہیں۔اور ان چاروں مساجد میں گذشتہ چالیس سال سے زیادہ عرصہ سے نماز جمعہ قائم ہے۔زید کا یہ فعل عند الشرع کیسا ہے؟

(۴) زید نے دومرتبہ کھیتوں اور جنگلوں میں بھی نماز جمعہ ادا کروائی ہے۔ایسے آدمی کا جنگلوں میں نماز جمعہ پڑھانے اور پڑھنے والے تمام لوگوں کے بارے میں شریعت طاہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۵) زید نہ جماعت سے نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی نمازوں کا پابند ہے۔ایک عام ناظرہ خواں آدمی ہے وہ نماز عشاء کے وقت بغیر مسجد میں نماز پڑھے ہوئے ایک قندیل لے کر مسجد کی چوکی پر بیٹھ جاتا ہے۔اور چند بچوں کو لے کر میلاد پڑھنے جاتا ہے ایسے آدمی سے میلاد پڑھوانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) زید جماعت چھوڑ کر خاص جماعت کے وقت میلاد شریف پڑھتا ہے تو یہ ناجائز وحرام ہے اور وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے اور میلاد پڑھنا مستحب ہے اور ایک امر مستحب کے سبب واجب کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔درمختار جلد اول صفحہ ۴۰۸ میں ہے: "الجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدی ارادوا بالتاکید الوجوب و قیل واجبة و علیه العامة ای عامة مشایخنا و به جزم فی التحفة و غیرھا قال فی البحر و ھو الراجح عند اھل المذھب فتسن او تجب ثمرته تظھر فی الاثم بترکھا مرة" اھ مختصرا.

اور اس سے میلاد شریف پڑھوانا بھی جائز نہیں ہے کہ وہ بار بار ترک واجب کے سبب فاسق معلن ہے۔ اور میلاد شریف پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ فاسق کی توہین شرعاً واجب ہے۔ فتاوی رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۲۱۸ میں تبیین الحقائق و فتح اللہ المعین وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا سے ہے: "فی تقدیم الفاسق تعظیمه و قد وجب علیهم اهانته شرعا. و هو تعالی اعلم.

(۲) امام مسجد کا اپنے مقتدیوں کو کسی میلاد خواں یا عالم سے میلاد پڑھوانے سے روکنا جائز نہیں ہے۔ و هو تعالی اعلم.

(۳) حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں جو سب سے بڑا فقیہ سنی صحیح العقیدہ ہو احکام شرعیہ جاری کرنے میں سلطان اسلام کے قائم مقام ہے لہذا وہی جمعہ قائم کرے بغیر اس کی اجازت کے نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بھی نہ ہو تو عام لوگ جس کو امام بنائیں۔ عالم کے ہوتے ہوئے عوام بطور خود کسی کو امام نہیں بنا سکتے نہ یہ ہوسکتا ہے کہ دو چار شخص کسی کو امام مقرر کرلیں ایسا جمعہ کہیں سے ثابت نہیں'' (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ ۹۵) لہذا صورت مسئولہ میں جب کہ قصبہ کی چار مسجدوں میں جمعہ کی نماز قائم ہے تو زید کا بلاوجہ شرعی چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر بکر کے گھر پر نماز جمعہ پڑھانا جائز نہیں۔ و هو تعالی اعلم.

(۴) جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے مصر یا فناء مصر کا ہونا شرط ہے۔ درمختار جلد اول صفحہ ۵۸۹ میں ہے: "و یشترط لصحتها المصر او فنائه"

لہذا زید اور جتنے لوگوں نے اس کے ساتھ مصر یا فناء مصر سے دور کھیتوں اور جنگلوں میں نماز جمعہ پڑھی تو وہ جائز نہ ہوئی ان لوگوں پر ظہر کی نماز ان دنوں کی قضاء پڑھنا فرض ہے۔ وهو تعالی اعلم.

(۵) جواب اول سے ظاہر ہے کہ ایسا شخص فاسق وفاجر ہے۔ اس سے میلاد پڑھوانا جائز نہیں ہے کہ اس میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق کی تعظیم ناجائز ہے۔ و هو تعالی اعلم.

الاجوبة کلها صحیحة: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۶ رمحرم الحرام ۱۸ھ

مسئلہ: -از: عبد المصطفےٰ ادریسی، بھان پور بابو، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھانے پر جو فاتحہ دلایا جاتا ہے وہ پورے کھانے پر دلانا چاہئے یا تھوڑے پر؟ زید کا کہنا ہے کہ صرف اتنے پر دلائی جائے جتنا کھایا جاسکے اور اس کی حفاظت کی جاسکے۔ پورے پر دلانے سے بے حرمتی ہوتی ہے مثلاً ادھر ادھر گر کر پیروں کے نیچے پڑتا ہے، نالیوں میں جاتا ہے اور کتے وغیرہ بھی کھاتے ہیں ایسی صورت میں جو صحیح طریقہ ہو بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: - فاتحہ چاہے تھوڑے کھانے پر دلایا جائے یا زیادہ پر سب جائز ہے۔ لیکن نیتوں کے بدلنے سے حکم بدل جائے گا مثلاً گیارہویں شریف یا اور دیگر بزرگان دین کے اعراس کے موقعوں پر جو ان کی ایصال ثواب کی نیت سے کھانا بنایا جاتا ہے وہ فاتحہ سے پہلے ہی تبرک ہو جاتا ہے۔ اس پورے کھانے کا احترام نہایت ہی ضروری ہوتا ہے اور اگر عام مردوں کے نام سے کھانا بنایا جائے تو جتنے پر فاتحہ ہو اس کا احترام ضروری ہے۔ اور جو عید بقر عید کے موقعوں پر بغیر کسی کے ایصال ثواب کی نیت سے کھانا بنایا جاتا ہے اس کا صرف وہی حصہ قابل احترام ہوتا ہے جتنے پر فاتحہ پڑھا جائے باقی کا وہ حکم نہیں۔ مگر چونکہ یہ سب رزق الٰہی ہیں ان کو بے حرمتی سے بچانا چاہئے۔ خواہ ان پر فاتحہ ہو یا نہ ہو۔ فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ ۴۸۶ میں زرقانی علی المواہب سے ہے کہ: "ہر دانے پر قلم قدرت سے اتنی عبارت لکھی ہوتی ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم. ھذا رزق فلان بن فلان" و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد الحی قادری

۲ر شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ

مسئلہ: - از: عظیم اللہ، نیاز خاں سراج خاں، خادم علی، فیض آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) زید کے ایک بھائی نے ایک بیوہ سے ناجائز تعلق پیدا کیا یہاں تک کہ وہ حاملہ ہوگئی تو اس کو حمل گرانے کی دوا دی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مریضہ کی حالت سیریس ہوتی گئی۔ تو اسے فیض آباد اسپتال میں بھرتی کرایا گیا۔ اور رات میں زید نے اسے زہر دے کر مار ڈالا پھر اسے کفن دفن کر دیا۔ اور اسی زید کے بڑے بھائی بکر نے بمبئی میں کسی سیٹھ کا دو تین لاکھ روپیہ مارا اور گاؤں میں آ کر رہنے لگا۔ وہ سیٹھ پتہ پوچھتے ہوئے زید کے گھر آیا۔ تو بکر ایک باغ میں چھپ گیا اور زید ایک چھ مہینہ پرانی قبر پر لے جا کر اس سیٹھ کو دکھا کر یہ کہہ دیا کہ بکر کی یہی قبر ہے۔ انہیں مرے ہوئے عرصہ ہو گیا۔ اور وہی زید گاؤں کی مسجد اور مدرسہ کا صدر ہے۔ آج دس بارہ سال سے مسجد اور مکتب کے نام پر رسیدیں چھپوا کر چندہ کرتا ہے۔ اور اسی کو ذریعۂ معاش بنائے ہوئے ہے۔ چندے کا پیسہ کافی کھا جاتا ہے۔ آج تک کسی کو کوئی حساب نہیں دیا۔ اور ایک شخص نے ہوش وحواس کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دی۔ لڑکی دو سال تک میکہ میں پڑی رہی ایک دن اس کا شوہر آیا اور اس کو لے کر چلا گیا۔ وہ لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ رہ رہی ہے۔ نہ کوئی فتویٰ لیا گیا نہ حلالہ کیا گیا۔ زید اسی کے ساتھ کھاتا پیتا اٹھتا بیٹھتا ہے۔ ان حالات میں زید کے اوپر حکم شریعت کیا ہے؟ ایک مولانا اور ایک مولوی زید کے ساتھ رہتے کھاتے پیتے ہیں۔ تو اس مولانا اور مولوی کے اوپر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) ایک مولانا جو ہمارے گاؤں کی مسجد اور مکتب کے کچھ نہیں ہیں پھر بھی مسجد اور مکتب کی رسیدیں لے کر چندہ وصول کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اس کو ذریعۂ معاش بنائے ہوئے ہیں۔ عوام کے سامنے کبھی انہوں نے کوئی حساب نہیں دیا۔ وہ ہمارے گاؤں کے رہنے والے بھی نہیں ہیں۔ اور جو باتیں سوال نمبر ۱ میں زید کے متعلق ذکر کی گئی ہیں وہ ساری باتیں جاننے کے باوجود وہ

مولانا زید کے گھر آتے جاتے، کھاتے پیتے ہیں۔ اور گاؤں کے مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرتے ہیں۔ تو ایسے مولانا کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ (۱) کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام و گناہ کبیرہ اور ایسا کرنے والا سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:" وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَائُهٗ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّلَهٗ عَذَاباً عَظِيماً." یعنی اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ اس میں مدتوں رہے۔ اور اللہ نے اس پر غضب فرمایا اور اس پر لعنت کی اور اس پر بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (پارہ ۵ رکوع ۱۰) اور حدیث شریف میں ہے:" فمازال الدنيا اهون عند اللّٰه من قتل مسلم واحد." یعنی پوری دنیا کا تباہ ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل سے کم ہے۔ اور کسی کا مال چرانا یہ بھی گناہ کبیرہ ہے اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جاتا خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:" وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا اَيْدِيَهُمَا."

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چور پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ (بخاری و مسلم) اور زید کا اپنے بھائی کو بچانے کے لئے دوسرے کی قبر کو اپنے بھائی کی قبر بتا کر یہ کہنا کہ ان کو مرے ہوئے عرصہ ہوا یہ سراسر جھوٹ ہے اور جھوٹ بولنا حرام و ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ان الكذب فجور و ان الفجور يهدى الى النار." یعنی جھوٹ بولنا فسق و فجور ہے اور فسق و فجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

اور مسجد و مدرسہ کا چندہ کر کے حق المحنت لینا جائز ہے۔ اگر چہ اسے ذریعۂ معاش بنالیا ہو۔ البتہ چندہ کا پیسہ ناجائز کھانا اور اس میں خیانت کرنا سخت ناجائز و حرام ہے۔

اور طلاق مغلظہ دے کر بغیر حلالہ بیوی کو رکھ لینا حرام ہے اور صحبت اس سے زنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:" فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهٗ." (پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت ۲۴۰)

لہٰذا اگر واقعی زید میں وہ ساری باتیں پائی گئیں جو سوال میں مذکور ہیں تو وہ سخت گنہگار و لائق غضب جبار، مستحق نار اور حق اللہ و حق العبد میں گرفتار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ و استغفار کرے اور جو روپیہ ناجائز طریقے سے کھایا ہے اس کو واپس کرے اور ان شرعی مجرموں کا ساتھ چھوڑ دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا سختی کے ساتھ بائیکاٹ کریں۔ اس سے سلام و کلام اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اور اس کے یہاں شادی بیاہ کرنا سب بند کر دیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:" وَ لَا تَرْكَنُوا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پارہ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) اور مذکورہ باتیں اگر واقعی زید میں پائی جاتی ہیں تو وہ لائق صدارت نہیں جیسا کہ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۴۲۱ پر ہے:" و ينزع وجوبا و لو الواقف فغيره الاولى غير مامون. اھ" اور وہ مولانا و مولوی اگر زید کا حال جانتے ہوئے اس کا ساتھ دیتے ہیں تو وہ بھی سخت گنہگار ہیں۔ اگر وہ اس کا ساتھ نہ چھوڑیں تو ان کا

بھی بائیکاٹ کیا جائے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) مولانا اگر کسی ذمہ دار شخص سے رسیدیں لے کر چندہ کرتے ہیں اور پھر اسی کو حساب دیکر حق المحنت لیتے ہیں تو اس میں کوئی خرابی نہیں اگر چہ اسے ذریعہ معاش بنایا ہو۔ البتہ اگر چندے کے پیسے میں خرد برد کرکے ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں اور واقعی گاؤں میں فتنہ فساد پیدا کرتے ہیں تو وہ گنہگار ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ." (پارہ ۲ سورۂ بقرہ آیت ۱۹۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۱۰ ربیع النور ۱۸ھ

مسئلہ:- از: سید جمال صابر برکاتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی ماں کو دل وجان سے چاہتا ہے حتی کہ اس کا قول ہے کہ 'میری ماں مجھ سے جان بھی مانگے تو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔'' مگر اپنے بھائیوں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر زید اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسری جگہ رہنے لگا ہے جاتے وقت اپنی ماں سے بھی چلنے کو کہا تھا مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر بھی زید دور رہنے کے باوجود اپنی ماں کی خواہشوں کا احترام اور پیسہ وغیرہ سے اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اپنی ماں سے دور رہنے کے سبب گنہگار ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں جب زید اپنے بھائیوں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر اپنا وطن چھوڑا اور جاتے وقت اپنی ماں سے بھی ساتھ چلنے کو کہا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ مگر اس کے باوجود جب زید اس کی خواہشوں کا احترام کرتا ہے اور پیسہ وغیرہ سے اس کی مدد بھی کرتا ہے تو اس صورت میں اپنی ماں سے دور رہنے کے سبب گنہگار نہیں ہوگا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبدالحی قادری

۱۵/ذوالقعدہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد اکبر رضا قادری بھیونڈی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) کوئی بزرگ باحیات ہوں تو ان کے نام کے آگے رحمۃ اللہ علیہ لکھنا کیسا ہے؟

(۲) ثبوت کے طور پر اگر کوئی پشت کا فوٹو کھینچوائے تو کیسا ہے؟ جبکہ فوٹو میں چہرہ ظاہر نہیں ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) رحمۃ اللہ علیہ دعائیہ جملہ ہے اسے مردہ زندہ سب کے لئے لکھ سکتے لیکن چوں کہ جملۂ مذکورہ عرف عام میں انتقال کرنے والوں کے لئے مستعمل ہے۔ لہذا زندہ کے لئے اس کو لکھنا غلط ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) چہرہ ظاہر نہ ہو اور نہ یہ پہچانا جا سکے کہ فوٹو کس کا ہے تو اس صورت میں پشت کا فوٹو کھنچوانا جائز ہے۔ واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: اظہار احمد نظامی
۱۳ر صفر المظفر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:۔ از: نعیم اللہ چوکیدار، ڈومریا گنج، الیس۔ نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج کی ادائیگی یا اجمیر شریف کے عرس کے یا کسی بھی مذہبی پروگرام کی ویڈیو کیسٹ تیار کرنا اور اس کا دیکھنا دکھانا کیسا ہے؟ بینوا بالتفصیل و توجروا عند اللہ الجلیل.

الجواب:۔ اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں۔ اور ان کے دور کرنے مٹانے کا حکم دیا۔ احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں۔ پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "قال اللہ تعالی من اظلم ممن ذهب يخلق كخلقي." اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو میرے بنائے ہوئے کی طرح بنانے چلے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۴۳) نیز تحریر فرماتے ہیں ”شرع مطہر میں زیادہ شدت عذاب تصاویر کی تعظیم ہی پر ہے۔“ (ایضاً صفحہ ۱۴۵) نیز تحریر فرماتے ہیں: ”جاندار کی تصویر کھینچنی حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ہے ارشاد ہوا: "اشد الناس عذابا يوم القيامة من قتل نبيا او قتله نبي و المصورن." قیامت میں سب سے سخت تر عذاب اس پر ہوگا جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا جسے کسی نبی نے قتل کیا۔ اور مصور۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۴۱) اور حدیث شریف میں ہے: "ان من اشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يشتبهون بخلق الله." یعنی بیشک نہایت سخت عذاب روز قیامت ان تصویر بنانے والوں پر ہوگا۔ جو خدا کے بنائے ہوئے کی نقل کرتے ہیں۔ (مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۰)

لہذا ویڈیو کیسٹ تیار کرنا اور اس کا دیکھنا دکھانا سخت ناجائز وحرام ہے۔ یہ پوچھا جا رہا ہے کہ حج کی ادائیگی یا اجمیر شریف کے عرس کی یا کسی بھی مذہبی پروگرام کی ویڈیو کیسٹ تیار کرنا اور اس کا دیکھنا دکھانا کیسا ہے حالانکہ پوچھنا یہ چاہئے کہ ویڈیو کیسٹ تیار کرنے والے اور اس کے دیکھنے ودکھانے والے پر کتنا سخت شدید گناہ اور عظیم وبال ہے۔ کیوں کہ مکرم مذہبی پروگرام کے مناظر کی ویڈیو کیسٹ تیار کر کے ٹی۔ وی پر اس کا دیکھنا دکھانا عام ویڈیو کیسٹ تیار کر کے دیکھنے اور دکھانے سے اور زیادہ سخت وشدید حرام ہے کہ یہ مقامات مقدسہ اور مذہبی پروگرام کی حرمت وعظمت پر ضرب کاری ہے جبکہ ان کی عزت وآبرو کی حفاظت اور ان کا ادب و احترام ضروری ہے۔ لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس فتنۂ عظیم سے دور رہیں اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو نیز دیگر عزیز واقارب کو

اس سے بچائیں۔ ورنہ دین و مذہب ایک تماشہ بن کر رہ جائے گا اور قیامت کے میدان میں ان مجرموں کی صف میں کھڑے کئے جائیں گے جنہوں نے دین و مذہب کے شعائر کی بے حرمتی کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ وجلت عظمتہ تمام مسلمانوں کو اس فتنۂ عظیم و خرافاتی چیزوں سے بچنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: سمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۰ رجمادی الآخرہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: ابوطلحہ خاں برکاتی، دوست پور، امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

(۱) زید کہتا ہے کہ مقدس قرآن سے تین قسم کے مسائل بنتے ہیں: فرض، فرض کفایہ، واجب آیا قول زید درست ہے یا نہیں؟ مزید برآں کہ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو قرآن نماز پنجوقتہ، زکوۃ، روزہ، حج کو فرض فرمایا ہو وہی کلام ایزدی قربانی صدقۂ فطر، نماز وتر، نماز عیدین کو واجب فرمایا ہو پھر وہی کلام الٰہی نماز جناہ کو فرض کفایہ ایسا کیوں؟ بینوا توجروا.

(۲) فجر کی سنتیں واجب کے مساوی ہیں یہ کیسے؟ بینوا توجروا.

(۳) پچھلی صف بچوں سے بھر چکی بالغ مسبوق اکیلا کہاں کھڑا ہو آیا نابالغ بچے کی بائیں جانب بالغ کی نماز با جماعت ہو جائے گی؟ بینوا توجروا.

(۴) کیا یہ حق ہے کہ اسلام کے ذرائع احکام امت پہنچنے کے لئے قرآن، حدیث، فقہ اور قیاس ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) زید کا قول درست نہیں اس لئے کہ قرآن سے فرض وواجب کے علاوہ احکام استحباب بھی نکلتے ہیں۔ اور سائل کا اس قسم کا سوال کرنا غلط ہے کہ قرآن مقدس نے فلاں فلاں کو فرض کیوں کہا اور فلاں فلاں کو واجب۔ اس لئے کہ احکام الٰہی میں چون و چرا کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اور ایسے سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے۔ اور مسلمانوں کی یہ شان نہیں۔ سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ”تم ہوتے ہو کون، بندے ہو سر بندگی خم کرو، حکم سب کو دیئے جاتے ہیں۔ حکمتیں بتانے کے لئے سب نہیں ہوتے۔ آج دنیا بھر کے ممالک میں کسی کی مجال ہے کہ قانون ملکی کی کسی دفع پر حرف گیری کرے کہ یہ بیجا ہے، یہ کیوں ہے یوں نہ چاہئے یوں چاہئے۔ جب جھوٹی فانی مجازی سلطنتوں کی سامنے چون و چرا کی مجال نہیں ہوتی تو اس ملک الملوک بادشاہ حقیقی ازلی ابدی کے حضور پر کیوں اور کس لئے کا دم بھرنا کیسی سخت نادانی ہے۔ و العیاذ بـاللّٰہ تعالی۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۱۱۰) لہذا سائل کو چاہئے کہ اس قسم کے سوالوں سے پرہیز کرے حرام وحلال کے مسائل سیکھے نماز پڑھے اور قراءت درست کرے ایسے سوالوں کو علماء کے لئے چھوڑ دے۔ و اللّٰہ تعالی اعلم.

(۲) فجر کی سنتیں بنسبت دوسرے اوقات کی سنتوں کے زیادہ اقویٰ ہیں۔ اور ان کی عظیم فضیلت ہے۔ اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے ان کی محافظت ومداومت کی سخت تاکید فرمائی ہے۔حدیث شریف میں ہے:"عن عائشة رضی الله عنها قالت لم يكن النبى صلى الله عليه وسلم على شىء من النوافل اشد تعاهدا منه على ركعتى الفجر متفق عليه." (مشکوۃ شریف صفحہ۱۰۴)اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:''سب سنتوں میں قوی تر سنت فجر ہے یہاں تک کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں۔لہذا یہ سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہوسکتی ہے نہ سواری پر نہ چلتی گاڑی پر ان کا حکم ان باتوں میں مثل وتر ہے۔اگر کوئی عالم مرجع فتویٰ ہو کہ فتویٰ دینے میں اسے سنت پڑھنے کا موقع نہیں ملتا تو فجر کے علاوہ باقی سنتیں ترک کر سکتا ہے کہ اس وقت موقع نہیں ہے۔تو موقوف رکھے اور اگر وقت کے اندر موقع ملے پڑھ لے ورنہ معاف ہیں اور فجر کی سنتیں اس حالت میں بھی ترک نہیں کرسکتا۔'' (بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ۱۲) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ۱۱۲ میں ہے:" اقوى السنن ركعتا الفجر كذا فى التبيين. قال"مشايخنا العالم اذا صار مرجعا فى الفتوى يجوز له ترك سائر السنن لحاجة الناس الىٰ فتواه الا سنة الفجر كذا فى النهاية." پھر چند سطر بعد ہے" و لايجوز اداؤها راكبا من غير عذر كذا فى السراج الوهاج. و لايجوز ان يصليها قاعدا مع القدرة على القيام و لهذا قيل انها قريبة من الواجب كذا فى التتار خانية ناقلا عن النافع. اھ" و الله تعالىٰ اعلم.

(۳) پہلی صفوں میں کہیں جگہ ہو تو پچھلی صفوں کو چیر کر جائے اور اس خالی جگہ میں کھڑا ہو بشرطیکہ فتنہ وفساد کا احتمال نہ ہو۔ اور اگر ان میں جگہ نہیں ہے تو بچوں کی صف میں سے کسی ہوشیار بچہ کو کھینچ کر دوسری صف قائم کرے۔اور نابالغ بچے کی بائیں جانب بالغ کی بجماعت نماز ہو جائے گی۔اور بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نابالغ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہیں ہوگی یہ غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ۳۱۸ پر ہے۔ و الله تعالى اعلم.

(۴) بے شک یہ حق ہے کہ امت کے لئے اسلام کے احکام کی بنیاد چار چیزوں پر ہے قرآن، حدیث، اجماع امت، اور قیاس ایسا ہی ردالمحتار جلد اول صفحہ۲۸ اور نورالانوار صفحہ۵ پر ہے۔ والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: سمیر الدین حبیبی.

مسئلہ:- از: فاروق احمد درویشی، ۸۲ کمرہٹی، کلکتہ

ہمارے علاقہ میں ہر سال ۵ر ستمبر کو یوم اساتذہ منایا جاتا ہے۔جس میں طلبہ وطالبات آپس میں چندہ کرکے اساتذہ کو تحفے پیش کرتے ہیں۔تو یہ جائز ہے یا نہیں اور دینی مدارس میں یوم اساتذہ منایا جاتا ہے یا نہیں؟ بينوا توجروا.

الجواب:- یوم اساتذہ منانا جائز ہے خواہ وہ کسی تاریخ میں بھی ہو کہ اس میں اساتذہ کی تعظیم اور ان کے شکر واحسان کی بجاآوری ہے۔اور اپنے استاذ کی تعظیم جس طرح بھی کی جائے درست اور جائز ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:''استاد علم دین کا مرتبہ ماں باپ سے زیادہ ہے وہ مربی بدن ہیں یہ مربی روح جو نسبت روح سے

بدن کو ہے وہی نسبت استاذ سے ماں باپ کو ہے۔ کما نص علیه العلامة الشرنبلالی فی غنیة ذوی الاحکام و قال فیه ذا ابو الروح لا ابو النطف. "(فتاوی رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۴۱) لیکن نابالغ بچے اپنا روپیہ چندہ میں نہیں دے سکتے البتہ گھر والے جو چندہ دیں اسے وہ پہنچا سکتے ہیں۔ درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۶۸۷ پر ہے: "لاتصح هبة صغیر. اھ" اور دینی مدارس میں یوم اساتذہ منانے کی اطلاع کہیں سے نہیں ملی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

یکم شعبان ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: شیخ رحمت اللہ، موتی گنج، بالاسور، اڑیسہ

زید ہندوستانی سپاہی ہے۔ جو سرحد پر چین، بنگلہ دیش، اور پاکستان سے لڑائی کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اگر وہ ان ممالک کی فوج کے ہاتھ مارا جائے تو شہید ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ شریعت میں شہید اسے کہتے ہیں جس نے اسلام کا کلمہ بلند کرنے کے لئے جنگ کی اور اسی راہ میں مار ڈالا گیا۔ حضرت قاضی ناصر الدین بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الشهداء الذین ادی بهم الحرص علی الطاعة و الجد فی اظهار الحق حتی بذلوا مهجم فی اعلاء کلمة اللّٰه. "(تفسیر بیضاوی مع شیخ زادہ جلد دوم صفحہ ۱۴۸) اور شیخ زادہ جلد دوم صفحہ ۱۴۹ میں ہے: "الشهید من قام بشهادة الحق و العمل به الی ان قتل فی سبیل اللّٰه اھ." لہٰذا زید جو پاکستان، چین اور بنگلہ دیش وغیرہ سے لڑائی کرتا ہے وہ اسلام کی خاطر نہیں لڑتا بلکہ اپنے ملک کی حفاظت کے لئے لڑتا ہے تو وہ شرعی شہید نہیں ہوگا لیکن اسے شہید لغوی کہہ سکتے ہیں۔ کہ مشہور لغت صراح میں شہید کا معنی ہے 'کشتہ شدہ بے قصاص و بے دیت'۔ واللّٰہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد المصباحی

۱۴/رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: عبدالوارث اشرفی، مدینہ مسجد گورکھپور

ایک عالم دین نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ جس جنتی مینڈھا کو ذبح کیا تھا اس کو جانوروں نے کھالیا اور سینگ کعبہ شریف میں رکھ دی گئی تھی جو یزیدی کے حملہ پر غلاف کعبہ کے ساتھ جل گئی۔ سوال یہ ہے کہ جب جنتی چیزوں کو آگ نہیں کھا سکتی تو اس کی سینگ کیسے جل گئی؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ جو مینڈھا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہوا تھا اس کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ وہ جنت سے آیا تھا اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ وہ منجانب اللہ ثبیر پہاڑ سے اتارا گیا تھا۔ تفسیر روح البیان

میں سورۂ الصفت کی آیت کریمہ ۱۰۷ "وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ." کے تحت ہے "قيل كان ذلك كبشا من الجنة." اور تفسیر صاوی میں ہے۔ "قيل انه تيسا جبليا اهبط عليه من ثبير. اھ" اور بحوالہ بیضاوی جمل میں ہے "قيل كان وعلا اهبط عليه من ثبير. اھ"

لہٰذا اگر یہ صحیح ہے کہ یزیدی حملہ کے وقت اس کی سینگ جل گئی تو ظاہر یہی ہے کہ وہ ثبیر پہاڑ ہی سے آیا تھا۔ واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری
۵؍محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد ابراہیم پٹیل، بسو، گجرات

زید کہتا ہے کہ جس مجلس میں دوران تقریر ویڈیو کیسٹ بنائی جاتی ہے اس میں شریک ہونا جائز نہیں اور جو عالم ویڈیو کیسٹ تیار کرنے کو جائز بتائے اس کے ہاتھ پر بیعت ہونا بھی ناجائز ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول درست ہے یا نہیں؟ اور گھروں میں ٹی۔وی رکھنا اور اسے دیکھنا دکھانا کیسا ہے؟ بينوا توجروا.

الجواب:- زید کا قول درست ہے بیشک جن مجلسوں میں ویڈیو کیسٹ تیار کی جاتی ہے ان مجلسوں میں شریک ہونا ہرگز جائز نہیں فتاوی رضویہ جلد نہم نصف آخر ص ۱۲۸ میں ہے: ''کسی خلاف شرع مجلس میں شرکت جائز نہیں'' اور فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۱۴۳ میں ہے: ''جہاں منہیات شرعیہ ہوتے ہوں وہاں جانا ہی نہ چاہئے۔ اھ ملخصاً''

اور گھروں میں ٹی۔وی رکھنا اور اسے دیکھنا دکھانا بھی سخت ناجائز وحرام ہے۔ فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: ''گھر میں ٹی۔وی رکھنا حرام اور اسے دیکھنا دکھانا سب حرام کہ بکس پر جو انسانی تصویر نظر آتی ہے وہ تصویر ہے اور بالقصد تصویر کو دیکھنا بھی حرام اگرچہ کسی اللہ کے ولی کی ہو۔ اس سے ہٹ کر ٹی۔وی پر مخرب الاخلاق سین بھی دکھائے جاتے ہیں مثلاً عورتوں کا گانا، ناچنا، تھرکنا بلکہ فلمی سین میں بوس وکنار تک ہوتا ہے ان مناظر کا بچوں کے اخلاق پر کیا اثر پڑے گا۔ اور یہ کتنی بڑی بے حیائی ہے کہ ماں و باپ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر یہ سب دیکھیں۔ ٹی۔وی اور فلم دونوں کا خریدنا ہی ناجائز ہے کہ خریدنے میں اعانت علی الاثم ہے۔ اور دیکھنا بھی حرام ہے تصویر کا دیکھنا حرام جو لوگ اسے جائز کہتے ہیں انہیں سمجھایا جائے مان جائیں فبہا ورنہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ (اور ان سے دور رہا جائے) اس زمانے میں اس سے زیادہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔'' (ماہنامہ اشرفیہ شمارہ دسمبر ۱۹۹۴ء) واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی
۸؍شعبان ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد ظہیر، بس اسٹینڈ، دیوندر نگر، ضلع پنا (ایم۔ پی)

کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو بدنصیب کہنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- کسی بھی سنی صحیح العقیدہ کو بدنصیب کہنا درست نہیں۔ اس کے خوش نصیب ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی اور آپ کا امتی ہونا نصیب ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی نے بھی حضور کا امتی ہونے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ البتہ کسی عظیم نعمت کے زائل ہونے یا حاصل نہ ہونے پر یا کسی کو اس کی بد عملی کے سبب کم نصیب کہہ سکتے ہیں بدنصیب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۱۲/ جمادی الاخرہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبدالغنی رضوی، نگھوری (ایم۔ پی)

مسجد کی دیوار پر ۷۸۶ لکھا ہوا ہے امام صاحب کہتے ہیں اسے اکھاڑ کر پھینک دو اور وہ کہتے ہیں خط وغیرہ کسی بھی چیز پر ۷۸۶ نہیں لکھنا چاہئے اس لئے کہ ۷۸۶ ہری کرشنا کا عدد ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟ اگر نہیں تو ایسے امام کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور جتنی نمازیں پڑھی گئیں ان کا کیا حکم ہے؟ بینو توجروا۔

الجواب:- امام مذکور کا یہ کہنا غلط ہے کہ خط وغیرہ کسی بھی چیز پر ۷۸۶ نہیں لکھنا چاہئے اور اس کا یہ کہنا کہ اس کو مسجد کی دیوار سے اکھاڑ کر پھینک دو اس لئے کہ یہ ہری کرشنا کا عدد ہے یہ محض اس کی جہالت اور حماقت ہے وہ جمل کے قاعدے سے بالکل ناواقف ہے اس لئے کہ جمل کا حساب عربی حروف کے ساتھ خاص ہے ہندی، سنسکرت میں نہ یہ طریقہ رائج ہے اور نہ ان کے حروف، حروف تہجی کے مطابق ہیں۔ جمل کے حساب میں جو گنتیاں ہیں وہ ۲۸ / ہیں اور عربی کے حروف تہجی بھی ۲۸ / ہیں جب کہ سنسکرت کے حروف تہجی ۳۶ ہیں جس میں الف سرے سے ہے ہی نہیں۔ الف کو سنسکرت میں شبد وحرف نہیں مانتے ماترا مانتے ہیں جب کہ جمل کے حساب میں پہلا حرف الف (ہمزہ) ہے جس کا عدد ایک ہے نیز جمل کے بہت سے حروف سنسکرت میں بالکل نہیں ہیں مثلاً ثاء، حا، خا، ذ، ظا، ص، ض، طا، ع، غ، فا، ق، اور بہت سے سنسکرت کے حروف تہجی جمل کے حساب میں نہیں مثلاً بھ، پ، ٹ، ٹھ، جھ، چ، چھ، دھا، ڈ، ڈھا، گ، گھا، کھا، وغیرہ۔

اگر جمل کا حساب سنسکرت وغیرہ میں ہوتا تو ان کے ہر حروف تہجی کا کوئی نہ کوئی عدد ضرور ہوتا۔ سنسکرت اور ہندی کے تمام حروف تہجی کا عدد نہ ہونا اور عربی کے ہر ہر حرف تہجی کا عدد ہونا تو یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ جمل کا حساب صرف عربی کلمات اور حروف میں معتبر ہے دیگر زبانوں کے کلمات اور حروف میں اس کا اعتبار نہیں۔

اور اس لئے بھی '۷۸۶' ہری کرشنا کا عدد نہیں کہ اس میں اعتبار اسی رسم الخط کا ہوگا جس زبان کا وہ کلمہ ہے۔ ہری کرشنا

سنسکرت کا لفظ ہے اور سنسکرت میں اسے اس طرح لکھتے ہیں हरि कृष्णा (ہری کرشنا) ह کو ہ مانئے र کو ر اور ई کی ماترا کو ی مانئے कृ کو اور ''ر'' ک اور ण میں अ کی ماترا کو الف مانئے بالترتیب ان کے عدد اس طرح ہوں گے ۵،۲۰۰،۱۰،۲۰،۲۰۰ اور ایک۔ کیوں کہ ण اور ष کے مماثل ابجد میں کوئی حرف نہیں زبردستی ष کو ش ण کو ن مان کر ۷۸۶ عدد نکالنا جمل کے حساب سے بالکل صحیح نہیں نہ یہ لفظ اردو کا اور نہ اردو رسم الخط کا اعتبار ہوگا جس زبان کا لفظ ہے اسی زبان کے رسم الخط کا اعتبار لازم وضروری ہے۔ تو اوپر کئے گئے حساب کے مطابق हरि कृष्णा کے عدد ۷۸۶ نہیں بلکہ ۴۳۶ ہیں۔

اور اگر اس کو کسی طرح اردو رسم الخط میں لاکر ۷۸۶ عدد مان بھی لیں تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ محض اس وجہ سے ۷۸۶ لکھنا صحیح نہ رہے اس میں قطعاً کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کی نیت ہرگز یہ نہیں ہوتی کہ یہ ہری کرشنا کا عدد ہے بلکہ لوگ اسے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا عدد سمجھ کر اسی کی نیت سے لکھتے ہیں اور جس کی جیسی نیت اس کے لئے ویسا ہی حکم ہوگا۔ حدیث شریف میں: "انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئی ما نوی." یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہ ہے جو اس نے نیت کی۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ صفحہ ۱۱) لہذا مسجد کی دیوار پر اور خط وغیرہ کسی بھی چیز پر ۷۸۶ لکھنا غلط نہیں جائز و درست ہے۔

اور صورت مستفسرہ سے ظاہر یہ ہے کہ وہ امام وہابی، دیوبندی ہے کیوں کہ یہ اعتراض وہی لوگ بڑی کثرت سے کررہے ہیں۔ یقین کے لئے مولوی اشرفعلی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کی کفری عبارتیں مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ تقریراً یا تحریراً اس کے سامنے پیش کی جائیں کہ جن کے سبب مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور برما وغیرہ کے سینکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے مولویان مذکور کو قطعاً، یقیناً، کافر ومرتد قرار دیا ہے۔ اگر امام ان مولویوں کو اچھا کہے یا کم از کم مسلمان جانے یا ان کے کفر میں شک ہی کرے تو بمطابق فتوی حسام الحرمین وہ بھی کافر ومرتد ہے اس لئے کہ فقہائے کرام نے ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: "من شك في كفره و عذابه فقد كفر."

لہذا اس صورت میں امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں اور جتنی نمازیں پڑھی گئیں ان سب کا لوٹانا واجب جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ہوگی ہی نہیں فرض سرپر رہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ 'فتح القدیر شرح ہدایہ' میں ہے: "لا تجوز الصلاة خلف اهل الاهواء. اھ ملخصاً" (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۳۵) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی مورانوی

۱۰ ر جمادی الاخرہ ۲۰ ھ

مسئلہ:- از: محمد ارشاد حسین، جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرامپور، یوپی

بعض جگہ شادی بیاہ میں یہ رسم ہے کہ نوشہ اپنی شادی کے دن اپنی سسرال میں نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد تمام حاضرین محفل کے سامنے دراں حالیکہ لڑکا اور لڑکی کرسی پر آمنے سامنے بیٹھ کر دلہن کے سر کا کپڑا اگرا کر اس کی مانگ میں تیل ڈالتا ہے جیسا کہ ہندوؤں کی رسم ہے تو یہ جائز ہے کہ نہیں؟

(۲) برات لوٹنے کے بعد یعنی جب دولہا اپنی دلہن کو لے کر اپنے گھر آتا ہے تو شادی کے تیسرے دن دولہا کی بھابھیاں دولہا اور دلہن کو پکڑ کر ایک دوسرے کے کپڑے کا دامن باندھ دیتی ہیں اس کے بعد زبردستی کسی خالی مکان میں بند کر دیتی ہیں تقریباً آدھا ایک گھنٹہ کے بعد دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں شرعی کیا حکم ہے؟

(۳) شادی کے تیسرے روز دولہا کی بھابھیاں چھوٹے بھائی اور چھوٹی بہنیں سب مل کر کھلی جگہ لوگوں کے سامنے ایک تخت پر دونوں کو کھڑا کر کے پہلے گندے پانی سے پھر پاک وصاف پانی سے نہلاتے ہیں۔ تو اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟

(۴) دلہن کو رخصت کرتے وقت دلہن کا بہنوئی اس کو کاندھے پر اٹھا کر گاڑی میں بیٹھاتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- رسم ورواج کا تعلق عرف پر ہوتا ہے کوئی اسے شرعاً واجب یا سنت یا مستحب نہیں سمجھتا جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو اس وقت تک اسے حرام وناجائز یا ممنوع نہیں کہہ سکتے مگر رسم ورواج کی پابندی اسی صورت میں کر سکتے ہیں کہ کسی فعل حرام میں مبتلا نہ ہوں۔ ایسا ہی بہار شریعت ہفتم صفحہ ۹۴ پر ہے۔

اور شادی کی مذکورہ رسم فعل حرام میں مبتلا کر رہی ہے اس لئے کہ جب دولہا تمام حاضرین محفل جن میں غیر محرم بھی ہوتے ہوں گے ان کے سامنے دلہن کے سر کا کپڑا اگرا کر اس کی مانگ میں تیل ڈالتا ہے تو اس وقت دلہن سب کے سامنے بے پردہ ہو جاتی ہے جو حرام ہے۔ اور اگر یہ رسم ہندوؤں میں رائج ہے تو ان سے مشابہت کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من تشبہ بقوم فھو منھم." یعنی حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں: ''جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہیں میں سے ہے۔'' (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۷۵) اور نکاح سے پہلے یہ رسم ہو تو شدید حرام ہے۔ لہذا مسلمانوں پر اس رسم کو بند کرنا اور حرام سے بچنا فرض ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) یہ رسم ناجائز وحرام نہیں مگر بے ہودہ اور غیر مہذب ضرور ہے اس لئے اسے بند کر دینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) یہ رسم ناجائز ہے اول اس لئے کہ پہلے گندے پانی سے نہلاتے ہیں دوسرے اس لئے کہ وہاں دیور وغیرہ موجود رہتے ہیں اور اس وقت دلہن کے کپڑے پانی سے بھیگ کر بدن سے ضرور چپکیں گے جس سے اعضاء کی ہیئت صاف معلوم ہوگی اور دیور وغیرہ کی نظر بھی ضرور پڑے گی۔ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''کپڑا بدن سے

بالکل ایسا چپکا ہوا ہے کہ دیکھنے سے عضو کی ہیئت معلوم ہوتی ہے۔تو اس عضو کی طرف نظر کرنا جائز نہیں۔(بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۴۲)واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۴) یہ رسم سخت ناجائز وحرام ہے کہ دلہن کا بہنوئی اس کو کاندھے پر اٹھا کر گاڑی میں بٹھائے اس لئے کہ جس طرح اسے دوسرے غیر محرم کا چھونا حرام ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ بہنوئی کا چھونا بھی حرام ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:''بہنوئی کا حکم شرع میں بالکل مثل اجنبی ہے۔بلکہ اس سے بھی زائد۔اھ''(فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۲۲۷) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی اناوی

۲۴/ ذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: شاہ ابوالانوار، بیڈر، کرناٹک

ایک شخص نے اپنی بیوی کو مہر کے بدلے مکان دے کر مالک بنادیا۔اب وہ اس مکان میں رہنا نہیں چاہتا کیوں کہ یہ مکان بیوی کا ہوگیا رہنے کے متعلق میاں بیوی میں تکرار ہورہی ہے۔تو کیا وہ اس مکان میں رہ سکتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جب کہ شخص مذکور نے اپنی بیوی کو مہر کے بدلے اپنا مکان دے کر مالک بنادیا تو وہ اس کی مالکہ ہوگئی اور بیوی کی زندگی تک اس کا کچھ بھی نہیں رہا لیکن اگر بیوی اجازت دے تو رہنے میں کوئی قباحت اور عار کی بات نہیں ہے۔وہ اگر صرف اسی وجہ سے رہنا نہیں چاہتا کہ اب وہ اس کا مکان نہیں رہا بیوی کا ہوگیا تو یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔اس لئے کہ شوہر جس طرح اپنی بیوی کے جہیز کا سامان جس کا وہ مالک نہیں ہوتا اس کو استعمال کرتا ہے کہ اس میں بیوی کی رضا واجازت ہوتی ہے۔اسی طرح بیوی کی رضا واجازت سے اس کے مکان میں بھی رہ سکتا ہے۔واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۲۳/ جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: وصال احمد اعظمی، رسول آباد، سلطان پور

ووٹ دینا از روئے شرع کیسا ہے؟ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جمہوری ملک میں لیڈروں کا انتخاب ووٹ کے ذریعہ ہوتا ہے جو لیڈر انتخاب میں کامیاب ہوتا ہے وہ عوام کے حقوق حکومت سے طلب کر کے ان تک پہنچاتا ہے۔لہٰذا اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے ووٹ دینا درست ہے۔بشرطیکہ اس پارٹی کو دے جو مسلمانوں کی ہو یا کم از کم اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا ہو ورنہ جو پارٹی اندرونی یا ظاہری طور پر

مسلمانوں کی دشمن ہو اسے ووٹ دینا ہرگز درست نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۳۰۴ میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدیؔ　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی اناوی

۴؍رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد خلیل احمد رضوی، ہانگل شریف، کرناٹک

زید جو ایک پیرزادہ ہے وہ تصویر کھینچواتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور بکر اس کی تصویر کو تبرک سمجھ کر فروخت کرتا اور اپنے گھر میں رکھتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ تصویر کو تبرک کی نیت سے رکھنے یا صرف نفع کی نیت سے فروخت کرنے پر شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون." یعنی خدائے تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں پر ہوگا جو جاندار کی تصویر بناتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۸۵) اور اسی صفحہ پر دوسری حدیث شریف میں ہے: "لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب و لاتصاویر." یعنی جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''تصویر کھینچنا یا کھینچوانا یا اسے بروجہ تعظیم رکھنا ناجائز و حرام ہے اور جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں ملائکہ رحمت نہیں آتے اس کا مکان میں بطور تعظیم و اعزاز رکھنا جائز نہیں۔ تلخیصاً (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۱۷۴)

لہذا زید جو پیرزادہ کہلاتا ہے وہ تصویر کھینچوانے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور فاسق و فاجر ہے۔ تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کرے اس کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ شامی جلد اول صفحہ ۴۱۴ میں ہے: "فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ و قد وجب علیھم اھانتہ شرعا. اھ" اور توبہ سے پہلے اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئیں ان سب کا لوٹانا واجب۔ اسی کتاب کے صفحہ ۳۳۷ میں ہے: "کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا. اھ" اور بکر کا ان تصویروں کو تبرک سمجھ کر یا نفع کی نیت سے فروخت کرنا اور اپنے گھر میں رکھنا سب حرام و گناہ ہے۔ لہذا وہ توبہ کرے اور حرام کاموں سے باز آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدیؔ　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۵؍ربیع النور ۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبد الخالق رضوی، درہ، اڑیسہ

زید شادی شدہ ہے اور ہندہ بیوہ ہے ایک رات دونوں بستر پر سوئے ہوئے تھے گاؤں والوں نے زید کو مارنا چاہا تو ہندہ نے کہا اس کو مت مارو یہ میرا دھرم بیٹا ہے۔ میں اپنے بیٹے کے سر کی قسم کھا کر کہتی ہوں اس سے میرا کوئی ناجائز تعلق نہیں ہے پھر وہ

دونوں دوسرے دن فرار ہوگئے۔ دو مہینہ بعد گھر واپس آئے تو لوگوں نے جواب طلب کیا تو زید نے کہا کہ میں نے ہندہ سے شادی کرلی ہے ہندہ اب تک زید کے گھر میں ہے تو ان دونوں کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں زید و ہندہ ایک دوسرے کے ساتھ ناجائز تعلق رکھنے اور پھر فرار ہونے کے سبب سخت گنہگار، بدکار، مستحق عذاب نار ہوئے ان دونوں پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اگر وہ دونوں توبہ نہ کریں تو گاؤں کے سارے مسلمان ان کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا سب چھوڑ دیں خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے:" وَ لَاتَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پارہ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳)

اور زید نے اگر واقعی ہندہ سے شادی کرلی ہے تو گواہوں سے اس کا ثبوت پیش کرے صرف اس کا کہنا ہی کافی نہیں اس لئے کہ وہ دونوں اس سے پہلے بھی بغیر نکاح کے ایک دوسرے کے ساتھ رہ چکے ہیں اگر گواہوں سے ثابت ہو جائے اور ہندہ شوہر اول کی موت کی عدت گذار چکی تھی تو ان دونوں کو میاں بیوی مان لیا جائے گا اگر چہ اس سے پہلے ہندہ زید کو اپنا دھرم بیٹا کہتی تھی شریعت میں اس رشتہ کی کوئی اصل نہیں اور نہ قرآن مجید میں اس کی تحریم آئی خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"و احل لکم ما وراء ذلکم." (پارہ۵ سورۂ نساء آیت ۲۴)

اور جو اس نے اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھ کر جھوٹی قسم کھائی تو اس قسم کا بھی کوئی اعتبار نہیں کہ غیر خدا کی قسم قسم نہیں مثلاً اولاد وغیرہ کی قسم ایسا ہی بہار شریعت حصہ ۹ صفحہ ۲۰ پر ہے اور درمختار مع شامی جلد سوم ص ۵۴ میں ہے: " لا یقسم بغیر اللہ تعالیٰ." مگر جھوٹ بول کر گنہگار ہوئی اس سے بھی توبہ کرے۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی   کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۰/ ذی القعدہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد جمیل خاں متھرا بازار، بلرامپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ۱۵/ اگست اور ۲۶/ جنوری کو مکاتب اسلامیہ کے لئے جلوس نکالنا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ۱۵/ اگست اور ۲۶/ جنوری ہر ہندوستانی کے لئے خوشی کا دن ہے۔ کیوں کہ پندرہ اگست کو انگریزوں کے ظلم وستم اور بالا دستی سے تمام ہندوستانیوں کو آزادی ونجات ملی۔ جس کی خاطر حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی وغیرہ علمائے اہل سنت نے فتوئ جہاد دیا تھا اور ہزاروں مسلمانان ہند نے اس کے لئے اپنی جانیں قربان کی تھیں اور ۲۶/ جنوری کو جمہور ہند کا دستور مرتب کیا گیا جس میں مسلمانوں کو اپنے بعض معاملات جیسے نکاح، طلاق، میراث وغیرہا میں احکام شرعیہ کے نفاذ کی اجازت ملی، اس لئے یہ دونوں دن مسلمانان ہند کے لئے بھی خوشی کے دن ہیں اور اظہار خوشی کے لئے جلوس نکالنا عوام وخواص میں متعارف ہے۔

لہٰذا ہندوستانی ہونے کے ناتے مکاتب اسلامیہ کے لئے یہ جلوس نکالنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں کسی ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب نہ ہو، مثلاً کسی مجسمہ یا کسی کافر کی تعظیم یا اس کو سلامی دینا یا کوئی غیر شرعی نعرہ لگانا وغیرہ۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی

۲؍ربیع النور ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد ہدایت اللہ، رائچور (کرناٹک)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ماہ محرم الحرام یا صفر المظفر میں نیا گھر بنوانا چاہتا ہے۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان دونوں مہینوں میں گھر بنانا کیسا ہے؟ نیز ان کے علاوہ مہینوں میں گھر بنانے سے کوئی شرعی روک ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ماہ محرم الحرام، صفر المظفر یا کسی اور مہینہ میں نیا گھر بنانے میں شرعاً کوئی ممانعت (روک) نہیں کیوں کہ کسی مہینہ یا کسی تاریخ کو منحوس جاننا جہالت اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے " لا صفر " یعنی صفر کوئی چیز نہیں۔ اسی کے تحت اشعۃ اللمعات جلد سوم صفحہ ۶۲۰ پر ہے" مراد ماہ مشہورست، عامہ آنرا محل نزول بلایا وحوادث وآفات دارند، ایں اعتقاد نیز باطل ست واصلے ندارد۔ اھ تلخیصاً" اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:" ماہ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں اس میں شادی، بیاہ نہیں کرتے لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں، خصوصاً ماہ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ نحس مانی جاتی ہیں۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں، حدیث میں فرمایا کہ صفر کوئی چیز نہیں یعنی لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا غلط ہے۔" (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۲۵۸) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی

۱۲؍صفر المظفر ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد خلیل احمد رضوی، ہانگل شریف (کرناٹک)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ جلال الدین، علاء الدین، رحیم اللہ شفیع اللہ، نصر اللہ وغیرہ اس قسم کے نام رکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ایسے نام رکھنا مکروہ ممنوع ہے۔ جس میں خودستائی اور زبردست تعریف ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَلَا تُزَكُّوا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى." (پارہ ۲۷ سورۂ نجم آیت ۳۲) اور رد المحتار جلد ششم صفحہ ۴۱۸ پر ہے:" و من قوله و لابما فيه تزكية المنع عن نحو محى الدين و شمس الدين مع مافيه من الكذب و الف بعض المالكية فى المنع منه مولفا وصرح به القرطبى فى شرح الاسماء الحسنى. اه و نقل عن الامام النووى انه كان يكره من

یلقبه بمحی الدین .اھ" اور مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''نظام الدین، محی الدین تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمّٰی کا معظم فی الدین ہونا بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے جیسے شمس الدین، بدر الدین، نور الدین، فخر الدین، شمس الاسلام، محی الاسلام، بدر الاسلام وغیرہ ذلک۔ سب کو علماء کرام نے سخت ناپسند رکھا اور مکروہ وممنوع رکھا۔ اکابر دین قدست اسرارہم کہ امثال اسلامی سے مشہور ہیں یہ ان کے نام نہیں القاب ہیں کہ ان مقامات رفیعہ تک وصول کے بعد مسلمین نے توصیفاً انہیں ان لقبوں سے یاد کیا جیسے شمس الائمہ حلوائی، فخر الاسلام بزدوی، تاج الشریعہ، صدر الشریعہ۔ اھ'' (احکام شریعت حصہ اول صفحہ ۷۷) اور جلال الدین، علاء الدین بھی ایسے نام ہیں جن میں خودستائی اور زبردست تعریف ہے لہذا ایسا نام رکھنا مکروہ وممنوع ہے۔ البتہ شروع میں محمد یا اخیر میں احمد کا اضافہ کر دیا جائے تو کراہت نہیں۔ اور رحیم اللہ، شفیع اللہ، نصر اللہ نام رکھنا جائز ہے لیکن بچنا بہتر ہے کہ لوگ تصغیر کے ساتھ پکارتے ہیں۔ درمختار جلد ششم صفحہ ۴۱۷ پر ہے: "جاز التسمية بعلى و رشيد وغيرها من اسماء المشتركة و يرد فى حقنا غيرما يراد فى حق الله تعالىٰ لكن التسمية بغير ذلك فى زماننا اولى لان العوام. يصغرونها عند النداء كذا فى السراجية. اھ" اور اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے: "هذا اشتهر فى زماننا حيث ينادون من اسمه عبد الرحيم و عبد الكريم او عبد العزيز مثلاً يقولون رحيم، كريم عزيز بتشديد ياء التصغير و من اسمه عبد القادر قويدر و هذا مع قصده كفر. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۶ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبدالغفار روانی، بڑگام، کشمیر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایمان مجمل کی آخری عبارت اس طرح ہے: "اقرار باللسان و تصديق بالقلب" جب کہ انوار شریعت میں مندرجہ بالا عبارت نہیں ہے؟ بينوا توجروا.

الجواب:- اصطلاح شرع میں ایمان کا معنی اقرار باللسان و تصديق بالقلب ہے۔ یعنی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔ المعجم الوسیط میں ہے الايمان شرعا. التصديق بالقلب و اقرار باللسان. اور محدث علی الاطلاق حضرت عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "الايمان تصديق بالقلب و اقرار باللسان" (اشعة اللمعات جلد اول صفحه ۳۷)

لہذا جب شروع میں آمنت باللہ کہا گیا تو اقرار باللسان و تصديق بالقلب کا معنی ادا ہو گیا اب پھر آخر میں اقرار باللسان و تصديق بالقلب کہنا ضروری نہیں رہ گیا۔ لیکن اگر کوئی کہتا ہے تو شروع کے مضمون کی وضاحت کے طور پر

صحیح ہے اور نہیں کہا تب بھی صحیح ہے۔ و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

یکم ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: حسین قادری رضوی برکاتی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کے لئے لفظ کملی کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر حضور کی چادر مبارک کے لئے لفظ کملی کا استعمال نہیں کر سکتے تو حضرت علامہ جامی نے اپنے اشعار میں اور کئی اولیائے کرام نے لفظ کملی کا استعمال حضور کی چادر مبارک کے لئے کیوں کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے (فتاوی رضویہ جلد ۳ صفحہ ۲۷۴) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کے لئے لفظ کملی کا استعمال ہمارے عرف میں توہین کے لئے نہیں۔ اسی لئے امام المتکلمین اعلی حضرت کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب سرور القلوب صفحہ ۱۶۲، ۱۶۶ اور ۱۸۲ میں حضور کی چادر مبارک کے لئے لفظ کملی کا استعمال کیا ہے۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۳۹ پر آپ کی چادر مبارک کے لئے کملی کا استعمال کیا ہے۔ لہذا یہاں کے عرف میں اس کا استعمال توہین کے لئے نہیں اس لئے جائز ہے۔ و ھو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۱۶ ربیع النور ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد تاج الدین، دار العلوم تاج المدارس، رضا نگر، سمبلور، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ آج کل ہندوستانی فوج میں نوکری حاصل کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ جب تک ڈاکٹر کے سامنے مادر زاد ننگا ہو کر معائنہ نہ ہو جائے اس وقت تک فوج میں نوکری نہیں مل سکتی دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں ستر غلیظ کھول کر لوگوں کو دکھا کر نوکری لینا جائز ہے؟ کیا یہ ملازمت الضرورات تبیح المحظورات کے تحت داخل ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے ستر غلیظ کھولنا حرام ہے۔ حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "یجب الستر بحضرة الناس اجماعا" (ردالمحتار جلد اول صفحہ ۴۰۴) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "ستر عورت ہر حال میں واجب ہے خواہ تنہا ہو کسی کے سامنے بلا کسی غرض صحیح کے تنہائی میں بھی کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے تو ستر بالاجماع فرض ہے" (بہار شریعت حصہ ۳ صفحہ ۴۲) اور اسی میں صفحہ ۴۳ پر ہے کہ: "بعض بے باک ایسے ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ ران تک کھولے رہتے ہیں یہ بھی حرام ہے"۔ اور فوج کی نوکری حاصل کرنے کے لئے ستر عورت

کھولنا ضرورت شرعی میں سے ہرگز نہیں۔

لہٰذا ڈاکٹروں کے سامنے مادرزاد ننگا ہو کر فوج کی نوکری حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اور اصطلاح فقہ میں ضرورت وہ ہے جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ۸ صفحہ ۱۳۳ میں ہے اور الاشباہ والنظائر صفحہ ۱۴۰ میں ہے: "الضرورة بلوغه حدا ان لم يتناول الممنوع هلك او قارب".

اور یہاں کوئی شخص فوج کی نوکری حاصل نہ کرے تو نہ وہ ہلاک ہوگا اور نہ ہی ہلاکت کے قریب ہوگا دوسرے وہ حلال روزی حاصل کرسکتا ہے اس لئے الضرورات تبیح المحظورات کے تحت فوج کی نوکری داخل نہیں۔ و هو تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین

۲/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ

مسئلہ: -از: عرفان، ہارون بھورا، مالیگاؤں، مہاراشٹر

ہمارے بزرگوں سے چلا آرہا ہے کہ بچہ کا جنم ہونے کے بعد بال گجرات کے ایک شہر جیت پور کی درگاہ پر اتارے جاتے ہیں جب کہ ہم مالیگاؤں مہاراشٹر میں رہتے ہیں مگر بچہ کی پیدائش کے فوراً بعد ہم وہاں نہیں جاسکتے تو یہ نیت کہاں تک درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلی حضرت مجدد اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ "بچہ پیدا ہوتے ہی نہلا دھلا کر مزارات اولیاء کرام پر حاضر کیا جائے اس میں برکت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے بچے کو حضور کی بارگاہ میں حاضر کرتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے روضۂ انور پر لے جاتے رہے۔ لیکن اگر بال اتارنے سے مقصود وہ ہے جس کا عقیقہ کے دن حکم ہے تو یہ ایک ناقص چیز کا ازالہ ہے۔ اسے مزارات طیبہ پر لے جا کر کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ بال گھر ہی پر دور کر لئے جائیں (فتاوی افریقہ صفحہ ۸۳)۔

لہٰذا کسی بزرگ کے مزار پر بال اتارنے کی منت ماننا جہالت ہے اور بچے کے پیدا ہونے کے بعد ساتویں دن اس کا نام رکھنا اور سر منڈانا اور سر مونڈنے کے وقت عقیقہ کرنا اور بالوں کو وزن کر کے اس کے برابر چاندی یا سونا صدقہ کرنا مباح و مستحب کام ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت ج ۱۵ صفحہ ۱۵۳ پر ہے۔ و اللہ تعالٰی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۷/ ذوالقعدہ ۲۱ھ

مسئلہ: -از: شکیل احمد قادری، مدرسہ عربیہ رحمانیہ، رحمٰن گنج (بارہ بنکی)

کچھ لوگ صلوۃ و سلام کے قائل نہیں ہیں اور مزار کی دیکھ ریکھ کرنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کو مزار کا انتظام دینا جائز ہے

یانہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جولوگ صلوۃ وسلام کے قائل نہیں ایسے لوگ بدمذہب ہیں اور بدمذہبوں کے متعلق حدیث شریف میں ارشاد ہوا: "یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین" یعنی بدمذہب دین اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے (ابن ماجہ صفحہ ۶)

لہذا ایسے لوگوں کے ہاتھ میں مزار کا انتظام دینا ہرگز جائز نہیں۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۷؍ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد دین، صدر نورانی مسجد، سوناپالی، سمبل پور، اڑیسہ

زید چند سال قبل ایک مدرسہ کا مہتمم تھا اس زمانے میں اس نے ایک وہابی ندوی مولوی کو مدرسہ میں مہمان رکھا جو مرکز سے تبلیغی مشن کے لئے اس علاقہ میں آیا ہوا تھا۔ خالد جو ایک سنی عالم ہیں مدرسہ تشریف لائے۔ زید نے ان سے اس مولوی کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ فلاں صاحب ندوی ہیں خالد نے تعجب سے پوچھا کہ یہاں ندوی صاحب کیسے؟ تو زید نے جواب دیا کیا ندوی انسان نہیں جانور ہیں؟ یہ سن کر خالد عالم دین وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ پھر اسی ہفتہ شہری پیانے پر ایک میٹنگ ہوئی دوران میٹنگ عمرو نے کہا مجھے زید کے معاملہ میں شبہ ہے اور مندرجہ بالا باتوں کا تذکرہ کیا اس پر زید چراغ پا ہو گیا اور کہنے لگا ہاں میں وہابی ہوں اس پر کچھ دیر شور غوغا ہوا۔ پھر بکر صدر مسجد کے امام کھڑے ہوئے اور کہا جو ہوا سو ہوا آیئے ہم سب توبہ واستغفار کریں اور کلمہ پڑھیں حاضرین نے استغفار کیا اور کلمہ پڑھا۔ بعد میں ایک صاحب نے زید کو اپنے والد مرحوم کی جانب سے حج بدل کروایا۔ پھر مدرسہ کا چھتیس ہزار روپئے اپنے کاروبار میں لگانے صدر مدرسی کا کام انجام نہ دے کر اس کی تنخواہ لینے مدرسین کو رلا رلا کر تنخواہ دینے اور مطبخ سے لاپرواہ ہو کر طلبہ کو فاقہ کرانے کی وجہ سے لوگوں نے زید کو مدرسہ سے الگ کر دیا۔ اب وہ اپنی خانقاہ، مسجد اور مدرسہ تعمیر کرنے جارہا ہے۔

دریافت طلب امور یہ ہیں کہ وہابی ندوی مولوی کو سنی مدرسہ میں مہمان بنانا، اس سے سلام ومصافحہ کرنا، اس کی تعظیم وتوقیر کرنا شرعا جائز ہے یانہیں؟ ایسا کرنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا بکر کے اجتماعی توبہ کرانے سے زید کی توبہ ہوگئی؟ حج بدل کر لینے سے کیا زید کے تمام گناہ معاف ہو گئے؟ زید کو حج بدل کرانے والے کے والد مرحوم کا حج فرض ادا ہوا یانہیں؟ اور زید کی خانقاہ، مسجد ومدرسہ ودیگر منصوبوں میں تعاون کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸ تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنیاد پر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش

اور برماوغیرہ کے سیکڑوں علماء کرام ومفتیان عظام نے مذکورہ بالا مولویوں کے کافر مرتد ہونے کا فتوی دیا ہے اور فرمایا ہے: "من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر" یعنی جوان کے عذاب وکفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جس کی تفصیل فتاوی حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔ ندویت وہابیت کی ایک شاخ ہے اورہندوی ان مولویوں کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اس لئے وہ بھی کافر ومرتد ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی سے پیش آ ؤ اس لئے خدائے تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے اور حدیث شریف میں یہ بھی ہے: "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم." یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد ا صفحہ ۱۰)

لہٰذا خالد کے پوچھنے پر کہ یہاں ندوی صاحب کیسے؟ زید کا یہ جواب دینا کہ کیا ندوی انسان نہیں۔ غلط ہے۔ اور وہابی ندوی کو اپنے مدرسہ میں مہمان بنانا اور اس سے سلام ومصافحہ کرنا نیز اس کی تعظیم وتوقیر کرنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام." یعنی جس نے بدمذہب کی تعظیم کی اس نے دین کے ڈھانے میں مدد کی۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۱)

لہٰذا زید علانیہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کرے اور اس کا یہ کہنا کہ ہاں میں وہابی ہوں اس سے ظاہر یہی ہے کہ وہ وہابی ہے لیکن تحقیق کے لئے مذکورہ مولویوں کی عبارتیں اس پر پیش کی جائیں اور اسے بتایا جائے کہ ان کی بنا پر حرمین شریفین، ہندوستان، پاکستان وغیرہ کے سینکڑوں علماء کرام ومفتیان عظام نے ان مولویوں کو کافر قرار دیا ہے۔ اگر اس فتویٰ کو وہ نہ مانے اور ان کی تکفیر نہ کرے تو بے شک وہ وہابی ہے اور اجتماعی طور پر توبہ کرلینے سے ہرگز زید کی توبہ نہ ہوئی جب تک خالص طور سے اس غلطی کا ذکر کر کے علانیہ توبہ نہ کرے۔ اور ایسی صورت میں زید کو حج بدل کرانے والے کے والد مرحوم کی طرف سے حج فرض ادا نہ ہوا کہ کافر کا کوئی عمل مقبول نہیں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: "کافر مثلاً وہابی زمانہ۔ وغیرہ کو حج بدل کے لئے بھیجا تو حج ادا نہ ہوا کہ یہ اس کے اہل نہیں۔" (بہار شریعت صفحہ ۶ صفحہ ۱۵۶)

اور حج بدل کرلینے سے اس کی بدمذہبیت ختم نہ ہوگی اور نہ اس کے گناہ معاف ہوں گے اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے: "من حج للہ فلم یرفث و لم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ." یعنی جس نے حج کیا اور رفث یعنی فحش کلام اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۲۱) یہاں گناہوں سے مراد کفر نہیں۔ اور جبکہ زید کی بددیانتی ثابت ہو چکی ہے اور اس کے حالات وہ ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو اس کی خانقاہ، مسجد و مدرسہ میں تعاون کرنا ہرگز درست نہیں۔ اور زید مدرسے کا چھتیس ہزار روپئے اپنے کاروبار میں لگانے اور مدرسین کو رلا رلا کر تنخواہ دینے اور طلبہ کو فاقہ کرانے کی وجہ سے سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور لائق قہر قہار ہے۔ زید اپنے مذکورہ بالا اقوال وافعال کی بنا پر علانیہ توبہ واستغفار کرے اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو تمام مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ." (پارہ۷ سورۂ انعام آیت ۶۸)
و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ مصباحی
۲۶ رصفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:- از: سرفراز احمد برکاتی گجراتی، روناہی، فیض آباد، یوپی

زید ایک سنی صحیح العقیدہ عالم دین ہے اور اس کی بہن کی شادی اس کے بچپن میں ایک دیوبندی کے ساتھ ہوگئی اور اس کے بچے بھی ہیں اب اس نے نسبندی کروالی ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ اپنی بہن و بہنوئی کے ساتھ کیا سلوک کرے؟ فی الوقت زید کا اپنی بہن کے گھر آنا جانا بند ہے کیا وہ بند ہی رکھے اور اپنی بہن کو اپنے گھر لا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- دیوبندی اپنے عقائد کفریہ قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸ اور تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کافر و مرتد ہیں اور مرتد سے کسی کا بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۸۲ پر ہے: "لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ و لا مسلمۃ و لا کافرۃ اصلیۃ و کذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط. اھ" اور قدوری ص ۱۶۷ پر ہے: "لا یجوز ان یتزوج المرتد مسلمۃ و لا مرتدۃ و لا کافرۃ" اھ

لہذا زید کی بہن کا نکاح دیوبندی کے ساتھ ہرگز نہ ہوا باطل محض ہوا جو خالص زنا کا سبب ہوا۔ اور نسبندی کروانا حرام ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس اور عضو کاٹا جاتا ہے وہ بھی ایسی نس ایسا عضو جو توالد و تناسل کا ذریعہ ہے اور بے ضرورت شرعیہ دوسرے کے سامنے ستر کھولا جاتا ہے اور وہ اس کو چھوتا ہے اور یہ تینوں امور بھی حرام ہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۵۳۱ پر ہے۔

اور زید ہمیشہ کے لئے اس دیوبندی کے گھر آنا جانا بند رکھے۔ لہذا ایسی صورت میں زید جو کہ سنی صحیح العقیدہ عالم دین اس لڑکی کا بھائی ہے اس پر لازم ہے کہ اپنی بہن کو اس دیوبندی سے ہر حال میں چھٹکارا دلائے اور بغیر طلاق لئے اس کو اپنے گھر لے آئے کہ اس پر اپنی بہن کو زنا سے بچانا لازم و ضروری ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا." یعنی اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ (پارہ ۲۸ سورۂ تحریم آیت ۶) اور حدیث شریف میں ہے: "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ فالامام راع و مسئول عن رعیتہ والرجل راع فی اہلہ و مسئول عن اہلہ. اھ" بخاری شریف جلد اول صفحہ ۳۸۴) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادری رضوی ناگوری

۱۷؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: منشی بدیع الزماں، جعفر آباد، بلرام پور

ہمارے یہاں ربیع الاول شریف کے موقع پر جلوس کے لئے گنبد خضراء بنواتے ہیں اور بارہ ربیع الاول کی رات میں محرم الحرام کی نویں تاریخ کی طرح گنبد خضراء رکھ کر ایک میدان میں میلہ لگواتے ہیں۔ پوری رات مرد و عورت، جوان بوڑھے بچے بچیاں اس جلوس میں شریک ہوکر زیارت کرتے ہیں۔ صبح گیارہ بجے یہ میلہ لگا رہتا ہے بعد میں جلوس نکالتے ہیں جو قریب چھ کلومیٹر دوری پر چل کر ایک جگہ پورے جلوس والے قیام کرتے ہیں اور وہاں علماء کرام کی تقریریں و نعت خوانی ہوتی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ رات میں میلہ لگوانا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور منع کرنے سے لوگ نہ مانیں تو ان کے لئے حکم کیا ہے؟ اور اس کے منتظمین پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ربیع الاول شریف کے موقع پر جلوس نکالنا ضرور کار ثواب ہے کہ اس میں رسول کی تعظیم و تکریم ہے اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ سلم کی عظمت و بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن جس طرح نویں محرم الحرام کو تعزیہ بنا کر رات بھر عورتوں، مردوں کا میلہ لگانا حرام ہے۔ اسی طرح گنبد خضراء بنا کر مردوں عورتوں کا رات بھر میلہ لگانا پھر اس ڈھانچہ کو لے کر مردوں کے ساتھ جلوس نکالنا بھی ناجائز و حرام ہے۔ علاوہ ازیں آگے چل کر یہ بھی مروجہ تعزیہ داری کی طرح بہت بڑا فتنہ ہو جائے گا اور یہ مبارک دن بیہودہ رسوم اور جاہلانہ و فاسقانہ میلوں کا زمانہ ہو جائے گا اس لئے اسے بند کیا جائے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے رسالۂ مبارکہ 'ہادی الناس فی رسوم الاعراس' صفحہ ۷ میں تحریر فرماتے ہیں: ''سرے سے فتنہ کا دروازہ ہی بند کر دیا جائے نہ انگلی ٹیکنے کی جگہ پائیں گے نہ آگے پاؤں پھیلائیں گے۔ اھ''

اور عورتوں کا بے پردہ نکلنا سخت ناجائز و حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان." یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت عورت ہے یعنی پردہ میں رکھنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے گھورتا ہے۔'' (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۲۲۲) ایک دوسری حدیث شریف میں ہے: "ان المرأة تقبل فی صورة شیطان و تدبر فی صورة شیطان." یعنی عورت شیطان کی صورت میں آگے آتی ہے اور شیطان کی شکل میں پیچھے جاتی ہے۔'' (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۴۹) اور حضرت علامہ شیخ ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "ان یکون فی زماننا للتحریم لما فی خروجھن من الفساد." اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اس زمانہ میں عورتوں کا باہر نکلنا حرام ہے کہ ان کے نکلنے میں فساد ہے۔'' (غنیہ شرح منیہ صفحہ ۵۹۴)

لہٰذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ گنبد خضراء کا ڈھانچہ ہرگز نہ بنائیں بلکہ صرف کاغذ، کپڑے یا ٹین پر اس کا عکس تیار کریں اور صرف دن میں جلوس نکالیں اور رات میں جلسۂ عید میلاد منعقد کریں جس میں عورتوں کو بیٹھنے کے لئے پردہ میں جلسہ گاہ

سے ہٹ کر انتظام کریں تاکہ عورتوں اور مردوں کی نگاہیں ایک دوسرے کی طرف نہ اٹھیں۔اور دن کے جلوس میں بھی عورتوں کو ہرگز نہ شریک ہونے دیں علماء وخواص اگر انہیں جلوس میں شرکت سے نہیں روکیں گے تو وہ سخت گنہگار و مبتلاء عذاب نار ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے:"ان الناس اذا راؤ منكرا فلم يغيروه يوشك ان يعمهم الله بعقابه."یعنی لوگ جب کوئی برا کام دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں تو عنقریب خدائے تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلاء کرے گا۔"(مشکوۃ شریف صفحہ ۴۳۶)

منتظمین اور وہ جو منع کرنے سے نہ مانیں مسلمان ان کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔اور اگر مسلمان ان لوگوں کو بائیکاٹ کرنے پر راضی نہ ہوں تو قرب وجوار کے علماء وخواص ان کا ضرور بائیکاٹ کریں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ.."(پارہ۱۲سورۂ ہود آیت۱۱۳) و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۱۷ربیع الغوث ۲۲ھ

مسئلہ:- از: رضوی عرفان، ہارون بھورا، عثمان آباد، مالیگاؤں

(۱) آئینہ دیکھنا کیسا ہے؟ کیا آئینہ میں دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟بينوا توجروا.

(۲) مرغیاں پالنا کیسا ہے؟بينوا توجروا.

(۳) وضو کرنے کے بعد کوئی دوا یا ٹیبلیٹ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟بينوا توجروا.

الجواب:-(۱) آئینہ دیکھنا جائز ہے۔آئینہ میں دیکھنے سے وضو نہ ٹوٹے گا۔ و الله تعالى اعلم.

(۲) مرغیاں پالنا اگر نفع حاصل کرنے کے لئے ہے تو جائز ہے۔لیکن اگر کوئی مرغ بازی یعنی مرغ، مرغیاں لڑانے کے لئے پالے تو یہ جائز نہیں۔اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے۔حدیث شریف میں ہے: "نهى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن التحريش بين البهائم.اه" (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۳۰۰) و الله تعالىٰ اعلم.

(۳) وضو کے بعد کوئی بھی دوا یا ٹیبلیٹ کھا سکتے ہیں اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا ہاں اگر دوا یا ٹیبلیٹ کھانے سے منہ میں بو پیدا ہو جائے تو کلی کر لینا چاہئے۔ والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۱۰ربیع الغوث ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد رفیق احمد، مسٹری کمپاؤنڈ، شانتی نگر، بھیونڈی

زید کا کہنا ہے کہ ماضی قریب کے علماء ومشائخ جو وصال کر گئے ہیں انکی تاریخ وصال پر ہمارے موجودہ علماء وعوام کافی

اہتمام کے ساتھ ان کا عرس مناتے ہیں اور رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ کا ٹریڈ مارک تو اتنا عام ہو چکا ہے کہ کوئی بھی تھوڑا معروف عالم کا انتقال ہوا فوراً اس کے نام کے آگے اس کا استعمال شروع ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے بڑے بڑے بزرگان دین وعلماء ومشائخ جن کی زندگیاں آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں نمونہ کے طور پر خلفائے راشدین، ائمۂ مجتہدین جن کا امت مسلمہ پر اس قدر احسان ہے کہ بھلایا نہیں جاسکتا ہے مگر المیہ یہ کہ شاید ہی کہیں ان کے اعراس وتقریب ہوتی ہوں۔ اور اگر کہیں سنا بھی تو بس یوں ہی کوئی خاص اہتمام نہیں۔ اور موجودہ علماء وخطیب بھی اس پر زور نہیں دیتے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس دور کے لوگوں کے یہ افعال کس حد تک درست ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اولیائے کرام، مشائخ عظام اور علمائے ذوی الاحترام کے انتقال کے بعد ان کے نام کے آگے رضی اللہ عنہ ورحمۃ اللہ علیہ لکھنا، کہنا جائز ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "رضی اللّٰہ عنهم و رضوا عنه ذلك لمن خشی ربه." یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو اللہ سے ڈرے۔ (پارہ ۳۰ سورۂ بینہ آیت ۸) اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا." یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پارہ ۲۲ سورۂ فاطر آیت ۲۸) اور درمختار مع شامی جلد دہم ۴۸۵ میں ہے: "یستحب الترضی للصحابة و الترحم للتابعین و من بعدهم من العلماء و العباد و سائر الاخیار و کذا یجوز عکسه وهو الترحم للصحابة و الترضی للتابعین و من بعدهم علی الراجح. اھ ملخصاً" یعنی صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے اور تابعین وغیرہ کے لئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مستحب ہے اور اس کا الٹا یعنی صحابہ کے لئے رحمۃ اللہ علیہ اور تابعین وغیرہ علماء ومشائخ کے لئے راجح مذہب پر رضی اللہ عنہ بھی جائز ہے اور حضرت علامہ احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "و یذکر من سواهم ای من سوی الانبیاء من الائمة وغیرهم بالغفران و الرضی فیقال غفر اللّٰہ تعالیٰ لهم و رضی عنهم. اھ" یعنی انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ائمہ وغیرہ علماء ومشائخ کو غفران ورضا سے یاد کیا جائے۔ تو غفر اللہ تعالیٰ لہم ورضی اللہ عنہم کہا جائے۔ (نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد سوم صفحہ ۵۰۹)

اور زید کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ خلفائے راشدین وائمۂ مجتہدین کے یوم وصال پر ان کا عرس کوئی خاص اہتمام کے ساتھ نہیں منایا جاتا۔ اس لئے کہ آج بھی ہندوستان کے مختلف گوشوں میں خلفائے راشدین کے یوم وصال پر بڑے بڑے اجلاس و کانفرنس منعقد کی جاتی ہے۔ اور عام طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام بالخصوص حضرت سیدنا غوث اعظم، سیدنا خواجہ غریب نواز، سیدنا مخدوم اشرف سمنانی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عرس اس لئے شان و شوکت کے ساتھ منائے جاتے ہیں کہ آج کے دور میں ان کے مخالفین دیوبندی، وہابی، غیر مقلدین وغیرہ ان کی عظمت کو مٹانا چاہتے ہیں اور ان کی شان میں کھلی گستاخیاں کرتے ہیں جیسا کہ ان کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان صفحہ

۱۰ پر لکھا ہے کہ یقین کر لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۷ میں تو صاف لکھ دیا کہ سب انبیاء واولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہے۔ (العیاذ باللہ تعالی)

اس لئے عوام کو ان کے فریب سے بچانے کے لئے ان کے نام کا جلوس نکالا جاتا ہے اور ان کے عرس منائے جاتے ہیں اجلاس وکانفرنس منعقد کی جاتی ہیں اور ان کی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔ کیوں کہ ضابطہ ہے کہ جس جائز ومباح چیز کی مخالفت کی جاتی ہے تو اہل حق اس جائز ومباح چیز کی فضیلت پر زور دیتے ہیں اور اس کے بارے میں تقریریں کرتے ہیں جیسے کہ اگر کوئی فرقہ گیہوں کھانے کو ناجائز کہے اور لکھے تو اس کے خلاف گیہوں کی فضیلت میں جلسے کئے جائیں گے، تقریریں کی جائیں گی، کتابیں لکھی جائیں گی اور بادام، کاجو واخروٹ وغیرہ جو گیہوں سے کئی گنا قیمتی اور زیادہ فائدہ مند ہیں ان کا نام بھی نہیں لیا جائے گا تو اس سے بادام، کاجو واخروٹ کی فضیلت کا انکار ثابت نہیں ہوسکتا۔ ایسے ہی دیوبندی، وہابی خلفائے راشدین کی شان میں گستاخیاں نہیں کرتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اس لئے حضور کی شان وعظمت ظاہر کرنے کے لئے ان کے نام پر کانفرنس کی جاتی ہیں اور جلوس نکالے جاتے ہیں اور اولیائے کرام کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے ان کے یوم وصال پر بڑے تزک واحتشام کے ساتھ ان کے عرس منائے جاتے ہیں۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

مسئلہ:- از: محمد عالم رضوی، فاتح پور، گیا، بہار

مسلمانوں کو دھوتی باندھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- دھوتی باندھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے اور حدیث شریف میں ہے: "من تشبہ بقوم فھو منھم." "مسند امام احمد بن حنبل جلد دوم صفحہ ۱۴۷) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "دھوتی بردو وجہ ممنوع ست یکے لباس ہنود دوم اسراف بے سود." اور اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: "وضع مخصوص کفار یا فساق ست احتراز لازم ست." (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۸۸) اور دھوتی سے ستر بھی نہیں ہوتا کہ چلنے میں ران کا پچھلا حصہ کھل جایا کرتا ہے جو ناجائز وحرام ہے حدیث شریف میں ہے: "عورت الرجل مابین سرتہ الی رکبتہ. اھ" (سنن دار القطنی جلد اول صفحہ ۲۳۰) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "ایسا کپڑا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔" (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۴۲) و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۷/ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد عمر خاں، بیر پور، متھر ابازار، ضلع بلرام پور، یوپی

فی زماننا مساجد میں مینار بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- مسجدوں میں مینار بنانا جائز و مستحسن ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''تغیر زمانہ سے جب کہ قلوب عوام تعظیم باطن پر تنبہ کے لئے تعظیم ظاہر کے محتاج ہوگئے اس قسم کے امور علما و عامہ مسلمین نے مستحسن رکھے۔ اور ان میں ایک منفعت یہ بھی ہے کہ مسافر یا ناواقف منارے یا کنگرے دور سے دیکھ کر پہچان لے گا کہ یہاں مسجد ہے تو اس میں مسجد کی طرف مسلمانوں کو ارشاد و ہدایت اور امر دین میں ان کی امداد و اعانت ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: "تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى."

تیسری منفعت جلیلہ یہ ہے کہ یہاں کفار کی کثرت ہے اگر مسجدیں سادی گھروں کی طرح ہوں تو ممکن ہے کہ ہمسایہ کے ہنود بعض مساجد پر گھر اور مملوک ہونے کا دعوی کردیں اور جھوٹی گواہیوں سے جیت لیں بخلاف اس صورت کے کہ یہ ہیئت خود بتائے گی کہ یہ مسجد ہے تو اس میں مسجد کی حفاظت اور اعداء سے اس کی صیانت ہے۔'' اھ (فتاوی رضویہ ج ۶ صفحہ ۳۹۶) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲/ ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: عبد الحفیظ کلاتھ اسٹور، متھرا بازار، ضلع بلرام پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین کی قبروں پر گنبد بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بزرگان دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "بناء القباب على قبور العلماء، و الاولياء و الصلحاء امر جائز اھ ملخصا." یعنی علماء اولیا اور صالحین کی قبروں پر گنبد بنانا جائز کام ہے (تفسیر روح البیان جلد سوم صفحہ ۴۰۰)

اور مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں ہے: "قد اباح السلف البناء على قبور المشايخ و العلماء المشهورين ليزورهم الناس و يستريحوا بالجلوس." یعنی اسلاف کرام نے مشائخ اور علما کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز فرمایا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر آرام پائیں (جلد ۴ صفحہ ۶۹)

اور شامی میں ہے: "لا يكره البناء اذا كان الميت من المشايخ و العلماء و السادات." یعنی علما، مشائخ اور سادات کی قبروں پر عمارت یا قبہ بنانا جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری

۲/ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ: -از: عبدالرشید، بھوپال (ایم پی)

کیا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے؟ اگر نہیں تو اس سے کیا فائدے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے یا شہادت کی انگلیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانا ہرگز بدعت نہیں بلکہ مستحب و مستحسن ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''حضور پرنور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا انگشتہائے شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر و حضرت ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابو العباس خضر علی الحبیب الکریم و علیہم وجمیعا الصلاۃ والتسلیم وغیرہم اکابرین سے حدیثیں روایت فرمائیں۔ امام سخاوی المقاصد الحسنة فی الاحادیث الدائرة علی الاسنة میں فرماتے ہیں: "حديث مسح العينين بباطن انملتی السبابتين بعد تقبيلها عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده و رسوله رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد صلى الله عليه وسلم نبياً ذكره الديلمی فی الفردوس من حديث ابی بكر الصديق رضی الله تعالیٰ عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله فقال هذا و قبل بباطن الانملتين السبابتين و مسح عينيه فقال صلى الله عليه وسلم من فعل مثل ما فعل خليلی فقد حلت عليه شفاعتی." یعنی مؤذن سے اشهد ان محمدا رسول الله سن کر انگشتہائے شہادت کے پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا "اشهد ان محمدا عبده و رسوله رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا" اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب نے مؤذن کو "اشهد ان محمدا رسول الله" کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے اھ ملخصاً'' (فتاوی رضویہ جلد دوم صفحہ ۴۲۵ تا ۴۲۷)

اور شامی جلد اول صفحہ ۳۹۸ پر ہے: "يستحب ان يقال عند سماع الاولی من الشهادة صلى الله عليك يا رسول الله و عند الثانية منها قرت عينی بك يا رسول الله ثم يقول اللهم متعنی بالسمع و البصر بعد وضع ظفری الا بهامين علی العينين فانه عليه السلام يكون قائدا له الی الجنة كذا فی كنز العباد

قهستانی. و نحوه فی الفتاویٰ الصوفیة و فی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله فی الاذان انا قائده و مدخله فی صفوف الجنة و تمامه فی حواشی البحر للرملی." اس عبارت سے چھ کتابوں کے حوالہ معلوم ہوئے شامی کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ کتاب الفردوس، قہستانی اور بحر الرائق کا حاشیہ۔ ان تمام کتابوں میں انگوٹھے چومنے کو مستحب فرمایا گیا ہے۔ نیز امام سخاوی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ مذکورہ حدیث سے اس فعل کا ثبوت عمل کے لئے کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین." (مشکوٰۃ) تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کسی شی کا ثبوت بعینہ حضور سے ثبوت ہے۔

اور انگوٹھے چومنے میں بہت سے فائدے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ یہ عمل کرنے والا آنکھ دکھنے سے محفوظ رہے گا۔ اور انشاء اللہ کبھی اندھا نہ ہوگا اگر آنکھ میں کسی قسم کی تکلیف ہو اس کے لئے انگوٹھے چومنے کا عمل بہترین علاج ہے۔ انگوٹھے چومنے والے کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی اور اس کو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام قیامت کی صفوں میں تلاش فرما کر اپنے پیچھے جنت میں داخل فرمائیں گے جیسا کہ ان چیزوں کے ثبوت میں بہت سی حدیثیں اور فقہائے کرام کے اقوال منقول ہیں۔ تفصیل کے لئے جاء الحق اول اور فتاویٰ رضویہ دوم ملاحظہ ہو۔

اور اقامت مثل اذان ہے لہذا اس میں بھی 'اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ' پر انگوٹھے چومنا فائدہ مند و باعث برکت ہے۔ اور اذان و تکبیر کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام شریف سن کر خیر و برکت کی نیت سے انگوٹھے یا شہادت کی انگلیاں چوم کر آنکھوں سے لگائے تو اسے بلاشبہ اجر و ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرامپوری

۱۵/جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ: - از: محمد انور، سہارا فرنیچر، پولس لائن، چھترپور (ایم۔ پی)

صلاۃ وسلام پڑھنے کے بعد "الصلاة و السلام علیك یا رسول الله" کہنا کیسا ہے؟ ہم نے سنا ہے حرام ہے۔ بینواتوجروا۔

الجواب: - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لے کر نداء کرنا جائز نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً" یعنی رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ کرلو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو (پ۱۸ ع۵) اسی آیت کے تحت مدارک جلد۳ صفحہ ۱۵۶ پر ہے۔ "لا تجعلوا تسمیته و ندائه بینکم کما یسمی بعضکم بعضا و ینادیه باسمه الذی سماه ایواه فلا تقولوا یا محمد و لکن یا نبی الله یا رسول الله مع التوقیر و التعظیم

و بصوت المخفوص" اھ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں اگر سائل کا یہی مقصد ہے کہ اسم پاک کے ساتھ نداء کرنا حرام ہے تو ٹھیک کہتا ہے صحیح مذہب یہی ہے کہ اس طرح نداء کرنا ممنوع ہے اھ (فتاوی امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۸۲) واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: عبدالحمید مصباحی

مسئلہ: - از: عبدالحمید مشاہدی کلاتھ اسٹور متھرا بازار ضلع بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نمازی ہے اور بکر نمازی نہیں لیکن زید سود کھاتا ہے لوگوں پر ناحق ظلم وستم کرتا ہے اور ان کے ساتھ مکر وفریب کرتا ہے جبکہ بکر مذکورہ چیزوں سے باز رہتا ہے تو ان دونوں میں کون بہتر ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب: - صورت مسئولہ میں بکر فاسق وفاجر ہے کہ نماز ایمان اور تصحیح عقائد کے بعد تمام فرائض میں نہایت اہم و اعظم ہے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ہر مکلف یعنی عاقل بالغ پر نماز فرض عین ہے اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے اور جو قصداً چھوڑے اگرچہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے اور جو نماز نہ پڑھتا ہو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے بلکہ ائمہ ثلاثہ مالک وشافعی واحمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک سلطان اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۹) اور درمختار جلد اول صفحہ ۳۵۲ پر ہے۔ "فی فرض عین علی کل مکلف و یکفر جاحدها و تارکها عمدا مجانة فاسق یحبس حتی یصلی و عند الشافعی یقتل بصلاة و احدة حدا" اھ اور سود کھانا لوگوں پر ظلم وستم کرنا اور ان کے ساتھ مکر وفریب کرنا یہ سب ناجائز وحرام ہے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ربا یعنی سود حرام قطعی ہے اس کی حرمت کا منکر کافر ہے اور حرام سمجھ کر جو اس کا مرتکب ہے فاسق مردود الشہادہ ہے (بہار شریعت جلد یازدہم صفحہ ۱۴۶) اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً" (پ ۴ سورہ آل عمران) اور ظالموں کو اللہ پسند نہیں فرماتا خدائے تعالی کا فرمان ہے۔ "وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ" (پ ۴ سورۃ ال عمران آیت نمبر ۱۴۰) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے۔ "من اذی مسلما فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ" اھ اور مسلمان کو دھوکہ دینا بھی حرام ہے حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "لیس منا من غش مسلما او ضره او ماکره" اھ.

اگر زید کے اندر واقعی مذکورہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ بھی فاسق ومردود الشہادہ ہے اور بکر سے بہت زیادہ برا ہے کہ سود کا ایک درہم کھانا ۳۶ بار زنا سے سخت ہے (حدیث) اور سود کے ۷۲ درجے ہیں اس میں ادنی درجہ ہے کہ مسلمان اپنی ماں سے زنا کرے العیاذ باللہ راہ الطہر انی فی الاوسط اور فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۹۷ پر اشباہ سے ہے۔ "اعتناء الشرع بالمنهیات اشد من اعتنائه بالمامورات" اھ واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی
۴ / صفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ: - از: غلام رضا قادری، بس اسٹینڈ، دیوندر نگر، ضلع نپا (ایم-پی)

لڑکیوں کا نام فرحین رکھنا کیسا ہے؟ جبکہ قرآن مجید میں "اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ" آیا ہوا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: - فرحین بنا ہے فرح سے جس کے دو معنی ہیں۔ خوش ہونا۔ اور کثرت مال پر اترانا۔ معنی اول کے لحاظ سے کسی لڑکی کا فرحین نام رکھنا جائز و درست ہے مسلمان اپنے بچوں اور بچیوں کا نام اچھے معنی کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے لہذا اس لفظ میں معنی اول ہی مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

قرآن مجید میں اس معنی کے ساتھ بھی آیت کریمہ موجود ہے۔ قال اللہ تعالی: "فَرِحِیْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ" یعنی خوش ہیں اس پر جو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے ان لوگوں کو عطا کیا (پ ۴ سورہ آل عمران، آیت ۱۷۰) اور "اِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ" میں معنی ثانی مراد لیا گیا ہے اور یہ قارون کے بارے میں ہے جیسا کہ تفسیر مبارک جزء ۳ صفحہ ۲۴۵ میں ہے "اذقال له قومه ای المومنون لا تفرح لا تبطر بكثرة المال ان الله لا يحب الفرحين المبطرين بالمال" اھ واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد عماد الدین قادری

مسئلہ: - از: ابرار احمد نقشبندی، دار العلوم جماعتیہ طاہر العلوم، چھتر پور

جس مسجد کے امام اور مؤذن تنخواہ دار مقرر ہوں کیا اس کے مؤذن پر نماز کے لئے جگانا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: - صورت مسئولہ میں نماز کے لئے امام کو جگانا مؤذن پر لازم نہیں کیونکہ دونوں اجیر خاص ہیں اور اپنے اپنے کاموں کے خود ذمہ دار ہیں آیت کریمہ "لَاتَزِرُوْا وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" (پ ۲۲ رکوع ۱۵ آیت ۱۸) اس کی طرف مشیر ہے اور حدیث شریف "كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته" سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے اور اجیر خاص پر کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا لازم ہے جیسا کہ ہدایہ آخرین صفحہ ۲۹۴ میں ہے۔ "الاجير الخاص الذى يستحق الاجرة بتسليم نفسه فى المدة وان لم يعمل" ہاں اگر مؤذن سے شرط لگادی گئی تھی کے امام کو جگانا ہوگا یا وہاں کا عرف ہے کہ مؤذنین ائمہ کو جگاتے ہیں تو دونوں صورتوں میں مؤذن کا امام کو جگانا لازم ہوگا کیونکہ شرع میں عرف بھی شرط کا درجہ رکھتی ہے۔ "المعهود كالمشروط" فقہ کا ایک اہم قاعدہ ہے اس مسئلہ کی نظیر: "من استاجر عبدا للخدمة فليس له ان يسافربه الا ان يشترط عليه ذلك فى العقد" اور ایک دوسری نظیر ہدایہ آخرین صفحہ ۳۰۱ میں ہے۔ "من استاجره غلاما ليخدمه فى المصرثم سافر فهوعذر تفسخ به الاجارة وكذا اذا اطلق" ہے دونوں نظیروں میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اگر شرط یا عرف ہے تو جگانا ہے ورنہ نہیں واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: شبیر احمد مصباحی

۲۰ ربیع النور ۱۴۱۹ھ

مسئلہ: - از: سراج احمد برہانی، دار العلوم جامعیہ طاہر العلوم، چھتر پور (ایم۔ پی)

آج کل گورنمنٹ کے کسی محکمہ میں جائیے تو رشوت دیئے بغیر کام نہیں ہوتا اور حدیث شریف میں ہے۔"الراشی والمرتشی کلاھما فی النار" تو اس صورت میں مسلمان کیا کریں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: - اپنے حق پر کسی نے قبضہ کرلیا ہو جس کو حاصل کرنے کے لئے بغیر رشوت دیئے کام نہ ہوتا ہو یا اپنی جان، مال آبرو، بچانے کے لئے ہو کہ رشوت دیئے بغیر حفاظت ناممکن ہو تو رشوت دینا جائز ہے لیکن لینا حرام ہے فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "اگر جان، مال، عزت، آبرو کا اندیشہ ہے ان کو بچانے کے لئے رشوت دیتا ہے یا کسی کے ذمہ اپنا حق ہو جو بغیر رشوت دیئے وصول نہیں ہوگا اور یہ اس لئے رشوت دیتا ہے کہ میرا حق وصول ہو جائے یہ دینا جائز ہے یعنی رشوت دینے والا گنہگار نہیں مگر لینے والا ضرور گنہگار ہوگا اس کو لینا جائز نہیں" اور ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۰۰ پر بھی ہے لیکن دوسروں کا حق دبانے کیلئے یوں ہی اپنا ناحق کام بنانے کے لئے حاکم کو کچھ دینا حرام حرام سخت حرام۔ واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
۲۰/ ذوالقعدہ ۱۹ھ

کتبہ: محمد مفید عالم مصباحی
۱۱/ ذیقعدہ ۱۹ھ

مسئلہ: - از: عبد الرؤف رضوی بسڈیلہ کبیر نگر

بنکر قوم کا اپنے آپ کو ہندوستان میں انصاری لکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: - ہندوستان میں بنکر قوم کو انصاری کہنا شاید اس اعتبار سے ہو کہ دیگر قوم کی بہ نسبت اس قوم کے اندر دینی امور میں نصرت وتعاون کا جذبہ زیادہ پایا جاتا ہے جیسا کہ بعض جگہوں میں معنی وصفی کا لحاظ کرتے ہوئے اس قوم کو مومن بھی کہا جاتا ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فتاوی رضویہ جلد ۵ صفحہ ۷۹۲ میں تحریر فرماتے ہیں اس قوم کو مومن کہنا شاید اس بنا پر ہو کہ یہ لوگ اکثر سلیم القلب حلیم الطبع ہوتے ہیں جن سے اور مسلمانوں کو آزار کم پہونچتا ہے اور حدیث میں فرمایا کہ مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں اور جیسا کہ معنی وصفی کا لحاظ کرتے ہوئے باطل پرستوں کو فرعونی اور یزیدی کہتے ہیں اور پرستاران حق کو حسینی کہا جاتا ہے تو بعید نہیں کہ مذہب اسلام کو فروغ دینے میں تن من دھن کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی وجہ سے اس قوم کو انصاری کہا جانے لگا نیز یہ امر مسلم ہے کہ ہندوستان میں اکثر قوموں نے بزرگان دین کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا اور فتاوی رضویہ جلد ۵ صفحہ ۳۹۵ میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من اسلم من اھل فارس فھو قریشی" اہل فارس سے جو اسلام لائے وہ قریشی ہے کہ قریش نے فارس فتح کیا اس کے لوگ ان کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے اس مذہب کی بنا پر جس کے ہاتھوں جو مسلمان ہوگا بطور رشتہ ولا اسی قوم میں گنے جانے کے قابل ہوگا اھ تو خارج از امکان نہیں کہ اس قوم کے آباء واجداد نے انصاری صحابہ یا ان کی اولاد کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا ہو اور بطور رشتہ ولا انھیں انصاری کہا جانے لگا ہو۔

اور بعید نہیں کہ جو اپنے کو انصاری لکھتے ہوں ان میں سے بعض کا سلسلہ انصار سے ملتا ہو اور انھوں نے اب بنکر کا پیشہ اختیار کرلیا ہو اگرچہ ان کا نسب نامہ محفوظ نہ رہ گیا ہو۔

بہر حال وجہ کچھ بھی ہو جن کے آباء واجداد کا تعلق انصاری برادری سے ہے اور وہ انصاری لکھتے چلے آئے ہیں تو جب تک ان کا غیر انصاری ہونا یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو جائے انھیں انصاری کہنے یا لکھنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ فتاوی حدیثیہ صفحہ ۱۶۶ میں ہے۔ "ان لم یثبت نسبہ شرعا و ادعاہ ولم یعلم کذبہ تعین التوقف عن کذبہ" اھ واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: ابرار احمد اعظمی

یکم ربیع النور ۱۴۲۲ھ

باب الاکل والشرب

کھانے اور پینے کا بیان

مسئلہ:- از: شفیع خاں نعیمی قادری، گونڈوی

علمائے دین ومفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں میرے گاؤں میں ایک دارالعلوم مسلک اعلیٰ حضرت سے تعلق رکھتا ہے اور سنت کا کام بہت اچھے طریقے سے انجام دے رہا ہے۔ اور اسی گاؤں میں کسی مسلمان کے گھر میں شادی بیاہ میں عورتیں گانا بجایا کرتی ہیں تو دارالعلوم کے مدرسین اس کے یہاں نکاح پڑھنے اور کھانا کھانے نہیں جاتے ہیں۔ لیکن اسی گاؤں میں کچھ زیادہ پیسے والے مسلمان ہیں جن کے گھر میں ٹیلی ویژن ہے، شادی بیاہ میں باجا بجایا جاتا ہے تو دارالعلوم کے مدرسین جان بوجھ کر کے اس کے گھر کھانا کھانے، نکاح پڑھنے اور ہر معاملے میں اٹھنا بیٹھنا برقرار رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان مدرسین کے اوپر شرعی حکم کیا ہے؟ بحوالہ قرآن وحدیث کی روشنی سے تحریر فرمائیں۔ بڑا کرم ہوگا۔

الجواب:- دارالعلوم کے مدرسین پر لازم ہے کہ امیر ہو یا غریب جس کے یہاں بھی عورتوں کا گانا بجانا ہو یا مردوں کا یا اس کے علاوہ دوسرا کوئی لہو ولعب ہو تو اس کی دعوت ہرگز قبول نہ کریں۔ اور نہ ان کا نکاح پڑھیں۔ اگر واقعی وہ اس صورت میں غریبوں کے یہاں نہیں جاتے اور امیروں کے یہاں جاتے بھی ہیں اور کھاتے بھی ہیں تو وہ چاپلوس ہیں۔ سخت غلطی پر ہیں اور قابل ملامت ہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ / جمادی الآخرہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد ابوطلحہ خاں برکاتی، ضلع امبیڈکرنگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام حسب ذیل مسائل میں:

(۱) جھینگا کھانے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے کھا سکتے ہیں کہ نہیں؟

(۲) مچھلی کے سالن پر نیاز فاتحہ دلا سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب:- جھینگا کھانا جائز ہے مگر بچنا بہتر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: جھینگے کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ مچھلی ہے یا نہیں تو جن کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ہے ان کے نزدیک حرام ہے اور جن کے نزدیک مچھلی ہے حرام نہیں۔ مگر اختلاف سے بچنے کے لئے احتراز بہتر ہے "رعایۃ الخلاف مستحبۃ بالاجماع. اھ ملخصاً" (فتاوی رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۲۸) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ الرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ: ''جو چیز حرام لعینہ ہو تو اس پر فاتحہ پڑھنا اور اس کا ثواب پہنچانا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "لا یقبل اللہ الا الطیب." یعنی حرام چیز کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ اور اگر حرام لعینہ نہ ہو تو فاتحہ پڑھنے اور ایصال ثواب کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اھ ملخصاً (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۶۴) اور مچھلی بلاشبہ حلال ہے اس لئے اس پر نیاز فاتحہ دلا سکتے ہیں کہ مچھلی کھلانے پر جو ثواب مرتب ہوگا وہ پہنچایا جاتا ہے نہ کہ اصل مچھلی۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ:- از: عبد الرؤف رضوی، بسڈیلہ، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مردہ مچھلی کھانا کیوں جائز ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مردہ مچھلی کھانا اس لئے جائز ہے کہ حدیث شریف میں ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ ''ہمارے لئے دو مردار جانور اور دو خون حلال کئے گئے ہیں۔ مردار جانور تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔'' (مشکوٰۃ بحوالہ انوار الحدیث صفحہ ۳۵۴) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۶ رمحرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: علی حسن، بنگالی پورہ بھیونڈی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مرغیاں ذبح کرکے کھولتے پانی میں ڈالتے ہیں جس سے پر آسانی سے نکل جاتے ہیں تو عند الشرع اس کا کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- نجاست جب تک اپنے محل میں ہے نجس نہیں جیسے کہ خون اور پاخانہ، پیشاب جب تک بدن کے اندر ہیں ناپاک نہیں ورنہ اگر ایسا ہو تو کسی کی نماز ہی صحیح نہیں ہوگی۔ اسی لئے اگر کوئی مرغی لے کر نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہے۔ جس طرح کہ اس شخص کی نماز صحیح ہے جو اپنی جیب میں ایسا انڈا لئے ہے جس کی زردی خون ہو چکی ہے اس لئے کہ ان صورتوں میں نجاست اپنے محل میں ہے۔ البتہ اگر پیشاب یا خون کی شیشی لئے ہو تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی کہ اس صورت میں نجاست اپنے محل میں نہیں۔

لہذا جو مرغیاں ذبح کرکے پر نکالنے کے لئے کھولتے پانی میں ڈال دیتے ہیں ان کا کھانا جائز ہے اس لئے کہ عموماً گرم پانی میں مرغی کو اتنی دیر تک نہیں رکھتے کہ آنت کی غلاظت کی رطوبت اپنے محل سے متجاوز ہوکر گوشت میں سرایت کر جائے۔ بدائع الصنائع جلد اول صفحہ ۱۲۲ میں ہے: "الدم اذا لم یسل کان فی محلہ لان البدن محل الدم و الرطوبات و لا حکم للنجس مادام فی محلہ الا تری انہ تجوز الصلاۃ مع ما فی البطن من الانجاس فاذا سال عن راس الجرح فقد

انتقل عن محله فیعطی له حکم النجاسة. اھ ملخصاً" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "خون، پیشاب وغیرہ فضلات اگر پیش از فروج ناپاک ہوں تو اس کی حاجت میں نماز باطل ہو اور خون تو ہر وقت رگوں میں ساری ہے پھر نماز کیوں کر ہو سکے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "اگر نماز پڑھی اور جیب وغیرہ میں شیشی ہے اور اس میں پیشاب یا خون ہے تو نماز نہ ہوگی اور جیب میں انڈا ہے اور اس کی زردی خون ہو چکی ہے تو نماز ہو جائے گی۔ اھ (بہار شریعت حصہ دوم صفحہ۹۹) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:۔ از: نثار احمد نقشبندی، بڑی کنجر ہٹی، چھتر پور

حدیث شریف میں ہے "ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام" تو اسی قاعدہ کلیہ سے پان تمبا کو حرام ہونا چاہئے کہ اس کا کثیر بھی نشہ آور ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ حدیث مذکور سے مائعات مسکرہ یعنی ہر رقیق اور بہنے والی نشہ آور چیزیں مراد ہیں نہ کہ وہ جامد چیزیں۔ (جیسے بھنگ اور افیون وغیرہ) کہ جن کا قلیل نشہ آور نہیں ہوتا تو وہ حرام نہیں۔ حدیث "ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام." اگر اس قاعدہ کلیہ کو مطلقاً تسلیم کر لیا جائے تو مشک وعنبر وزعفران بھی مطلقاً حرام ہو جائیں گے کہ ان کے زیادہ کھانے سے بھی نشہ پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ ان کا قلیل کھانا حرام نہیں ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد دہم ۸۶ میں ہے۔ اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ حدیث مذکور کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: "الظاهر ان هذا خاص بالاشربة المائعة دون الجامد كالبنج والافيون فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكروبه صرح ابن حجر فى التحفة وغيره وهو مفهوم من كلام ائمتنا الانهم عدوها من الادوية المباحة و ان حرم السكر منها بالاتفاق كما نذكره و لم نر احدا قال بنجاستها و لا بنجاسة نحو الزعفران مع ان كثيره مسكر و لم يحرموا اكل قليله ايضاً. اھ" اور تحریر فرماتے ہیں "الحاصل انه لا يلزم من حرمة الكثير حرمة قليله الافى المائعات لمعنى خاص بها و اما الجامدات فلا يحرم منها الا الكثير المسكر. اھ" (رد المحتار جلد پنجم صفحہ۳۲۴) اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ جامد چیزیں جب نشہ آور نہ ہوں تو وہ حلال ہیں اور چونکہ پان تمبا کو قلیل نشہ آور نہیں ہوتا اس لئے اس کا کھانا حرام نہیں ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۲۶۹ میں ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی
۲۶ رذوالقعدہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: نیاز احمد خاں پوسٹ بکرم جوت شکر پور، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں!:

(۱) جس نے جان بوجھ کر اپنے گھر دیوبندی کو کھانا کھلایا، اس کے گھر کھانا کیسا ہے؟

(۲) زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیا کئی ماہ گذرنے کے بعد زید اپنی بیوی کو بغیر حلالہ ونکاح اپنے گھر لے آیا اور اس کے گھر بچے پیدا ہوئے اس کے گھر کھانا وغیرہ کھانا کیسا ہے؟

(۳) زید جو اپنے گھر خنزیر خرید وفروخت کے لئے پال رکھا ہے اس شخص نے ہولی کے دن چند مسلمانوں کی دعوت کی۔ اور کہا آپ لوگ شام کو میرے گھر کھانا اور مرغا وغیرہ ذبح کرنا۔ اور جس سے دل چاہے اس سے بنوا کر کھانا۔ تب اس کی دعوت پر مسلمان اس کے گھر گئے اور مرغا ذبح کیا اور کھانا کھایا جب کہ کھانا بنانے والا غیر مسلم تھا اور کھانا بناتے وقت وہاں پر کوئی مسلمان موجود نہ تھا ایسے آدمی کے یہاں دعوت میں جانا اور کھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم." یعنی تم اپنے کو بدمذہبوں سے دور رکھو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸) اور دوسری حدیث شریف میں ہے: "لا تشاربوھم و لا تواکلو." یعنی ان کے ساتھ نہ پانی پیو اور نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ جو بدمذہبوں کے متعلق یہ ارشاد ہوا کہ ان کے ساتھ نہ پانی پیو اور نہ کھانا کھاؤ تو دیوبندی جو باتفاق فقہاء کافر و مرتد ہیں ان کو اپنے گھر کھانا کھلانا اور ان سے میل جول رکھنا سخت ناجائز وحرام ہے۔ جیسا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "وہابیہ، غیر مقلدین و دیوبندی سب کفار مرتدین ہیں ان کے پاس نشست و برخاست حرام ہے۔ ان سے میل جول حرام ہے۔" (فتاوٰی رضویہ جلد نہم صفحہ ۳۱)

لہذا جس شخص نے جان بوجھ کر دیوبندی کو اپنے گھر کھانا کھلایا وہ سخت گنہگار، مبتلائے غضب قہار اور مستحق عذاب نار ہوا۔ اس شخص پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے مسلمانوں کا اس کے گھر کھانا ممنوع بالخصوص علماء اور آبادی کے ذمہ دار اس کے گھر ہرگز نہ کھائیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) اگر زید نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی ہے پھر بغیر حلالہ ونکاح اپنے گھر لے آیا اور اس سے ہمبستری بھی کی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو وہ سخت گنہگار رحرام کار مستحق عذاب نار ہوا۔ مرد وعورت دونوں پر فرض ہے کہ ایک دوسرے سے فوراً جدا ہو جائیں۔ اور دونوں علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سارے مسلمان اس کے گھر کھانا وغیرہ نہ کھائیں۔ بلکہ اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کردیں۔ یعنی اس سے سلام کلام، میل جول، اور اٹھنا بیٹھنا سب بند کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ "و لا ترکنوا

الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔" (پارہ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "ہندو کے ہاتھ کا پکا ہوا گوشت حرام ہے مگر اس صورت میں کہ مسلمان نے ذبح کیا اور اپنے آنکھ سے غائب ہونے نہ دیا اس کے سامنے پکایا۔اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۱۵)

لہذا صورت مسئولہ میں اگر چہ اس مرغ کو مسلمان نے ذبح کیا مگر چونکہ بنانے والا غیر مسلم تھا اور کھانا بناتے وقت وہاں کوئی مسلمان موجود نہ تھا اس لئے اس گوشت کا کھانا حرام و ناجائز ہے۔ جتنے لوگوں نے کھایا سب توبہ و استغفار کریں جب تک وہ توبہ نہ کریں مسلمانوں کا ان کے یہاں کھانا منع ہے۔و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد حنیف قادری

مسئلہ:۔از: اشتیاق احمد قادری، مدرسہ اشرفیہ صدیقیہ، چلما بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) جو مسلمان شراب پیتا ہو جوا کھیلتا ہو اور روکنے پر باز نہ آتا ہو تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) جس مسلمان کے گھر کی عورتیں بلا عذر شرعی بھیک مانگتی ہوں اور منع کرنے پر نہ مانتی ہوں تو ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

(۳) زید کی لڑکی ہندہ پیشہ ور رنڈی ہے اس کی کمائی سے زید کے گھر کے لوگ گذر بسر کرتے ہیں۔لہذا زید کے یہاں کھانا پینا اور جو لوگ اس کو کھلائیں پلائیں۔ان کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ (۱) شراب اور جوا دونوں حرام قطعی ہیں ان کا ارتکاب سخت گناہ کبیرہ ہے اور شراب پینے جوا کھیلنے والا فاسق و فاجر، مردود و ملعون، سخت گنہگار، حرام کار، مستحق عذاب نار ہے۔ قال اللہ تعالیٰ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ۔" (پارہ ۲ رکوع ۱۰) اور حدیث شریف میں ہے: "ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نھی عن الخمر و المیسر و قال کل مسکر حرام رواہ ابو داؤد۔" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوا سے منع فرمایا۔اور ارشاد فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔(مشکوۃ شریف صفحہ ۳۱۸) ایسے شخص کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت وعیدیں اور ہولناک تہدیدیں فرمائی ہیں۔جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ہے "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل الجنۃ عاق و لاقمار و لامنان و لا مدمن الخمر۔" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کی نافرمانی کرنے والا جوا کھیلنے والا، احسان جتانے والا اور شراب کا عادی جنت میں داخل نہ ہوگا۔اور دوسری حدیث پاک میں ہے۔ "قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم مدمن الخمران مات لقی اللہ تعالیٰ کعابد وثن." یعنی شرابی اگر بے توبہ مرے تو اللہ تعالیٰ کے حضور ایسے حاضر ہوگا جیسے کوئی بت پوجنے والا۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۱۸)

لہذا ایسا شخص علانیہ توبہ واستغفار کرے اور ان حرام چیزوں کو ترک کردے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ لَاتَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پارہ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) بلاعذر شرعی بھیک مانگنا سخت حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما یزال الرجل یسأل الناس حتی یاتی یوم القیامة لیس فی وجهه مضغة لحم." یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی ہمیشہ لوگوں سے بھیک مانگتا رہے یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی نہ ہوگی۔ یعنی نہایت بے آبرو ہوکر آئے گا۔ (انوار الحدیث صفحہ ۲۶۸ بحوالہ بخاری ومسلم) لہذا ایسی عورتوں پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور بھیک مانگنا چھوڑ دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کا بھی سماجی بائیکاٹ کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَاراً." یعنی اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم سے۔ (پ ۲۸ سورہ تحریم آیت ۶) اور حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته" یعنی تم سب اپنے ماتحتوں کے حاکم وذمہ دار ہو اور ہر حاکم وذمہ دار سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال ہوگا۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۷۱)

لہذا زید اپنی لڑکی ہندہ کو اس فعل حرام سے نہ روکنے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار اور دیوث ہے۔ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۲۰۲ پر ہے "ان الدیوث من لایغار علی امرأته او محرمه. اھ" اور حدیث شریف میں ہے "ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال ثلثة قد حرم اللہ علیهم الجنة مدمن الخمر و العاق و الدیوث الذی یقر فی اهلی الخبث." یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ نے ان پر جنت کو حرام فرمادیا شراب کا عادی، والدین کی نافرمانی کرنے والا، اور وہ دیوث جو اپنے اہل میں خبث کا اقرار کرتا ہے۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۱۸) زید نیز اس کے گھر والوں پر اور ہندہ پر فرض ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کریں۔ اور ہندہ کو اس پیشہ کے چھوڑنے پر مجبور کریں اگر وہ حرامکاری سے باز نہ آئے تو اس سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سارے مسلمان ان کا سخت سماجی بائیکاٹ کردیں ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، سلام کلام سب بند کردیں۔ قال اللہ تعالیٰ: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پارہ ۷ رکوع ۱۴)

لہذا جو لوگ زید کے حالات جاننے کے باوجود اس کے یہاں کھاتے پیتے اور اسے کھلاتے پلاتے رہے وہ توبہ کریں۔ اور

زید اگر اپنی لڑکی کو حتی الامکان حرامکاری سے نہ روکے یا اس سے کسی قسم کا تعلق رکھے تو اس سے دور رہیں اور اسے اپنے قریب نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کا بھی بائیکاٹ کریں۔ اور ان کو بتادیں کہ ایسے لوگوں پر فاسقوں جیسا عذاب ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ:
كَانُوْا لَايَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَاكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ. "(پارہ ٦ سورۂ مائدہ آیت ٧٩) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد حنیف قادری
٣؍ذی الحجہ ١٤١٨ھ

مسئلہ:۔ از: محمد نصیر الدین نوری، کبولی، نرینی باندہ (یوپی)

کافر اپنے مذہب کے اعتبار سے اپنے مردوں کی روٹی کرتا ہے اور اس میں مسلمانوں کو بھی کھانا کھلاتا ہے تو اس میں مسلمانوں کو اس کے یہاں کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ کھانا وغیرہ سب مسلم کے برتن میں مسلم باورچی نے بنایا ہو۔ بینوا توجروا:

الجواب:۔ مسلمانوں کو احتراز چاہئے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کو مطلقاً کافروں سے اجتناب چاہئے نہ کہ ان کفار سے اتنا خلط کہ ان کی دعوت میں شرکت ہو جن کے یہاں جانا اور کھانا عرفاً بھی نہایت قبیح ہے۔ اھ'' (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ١٤٨) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی
٢٧؍محرم الحرام ١٩ھ

مسئلہ:۔ از: عبد الحفیظ کلاتھ اسٹور، متھرا بازار، ضلع بلرام پور

پان کھانا کیسا ہے۔ زید کہتا ہے سنت ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ پان کھانا صرف جائز ہے۔ سنت نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ''پان کھانا نہ سنت ہے نہ مستحب صرف مباح ہے ہاں بعض عوارض خارجیہ کے باعث مستحب ہوسکتا ہے جیسے نہ کھانے میں میزبان کی دل شکنی ہو۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ٢٥٦) اور تحریر فرماتے ہیں ''پان بلاشبہ جائز ہے اور زمانہ حضرت شیخ العالم فرید الدین گنج شکر و حضرت سلطان المشائخ نظام الملۃ والدین علیہما الرضوان سے مسلمانوں میں بلانکیر رائج ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ١١١) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری
٥؍ذی القعدہ ٢٠ھ

مسئلہ:۔ از: عبد المجید موتی والا رکن رضا اکیڈمی، بمبئی (مہاراشٹر)

مسئلہ:- از: اختر القادری، دار العلوم نظامیہ غوث العلوم، شکور پور کالونی، دہلی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید امانت میں خیانت کرتا ہے۔ اور موجودہ امام جو باشرع اور پابند نماز ہے۔ زید اس کی برائی اور غیبت کرتا ہے اور نامحرم کو چوڑی پہناتا ہے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- امانت میں خیانت کرنا حرام ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا۔" یعنی بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔ (پارہ ۵ سورۂ نساء آیت ۵۸) اور غیبت کرنا بھی حرام ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "غیبت تو جاہل کی بھی سوا صور مخصوصہ کے حرام قطعی و گناہ کبیرہ ہے قرآن مجید میں اسے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا فرمایا۔ اور حدیث میں آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ایاکم و الغیبة فان الغیبة اشد من الزنا ان الرجل قد یزنی و یتوب فیتوب الله علیه و ان صاحب الغیبة لایغفر له حتی یغفر له صاحبه." یعنی غیبت سے بچو کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زانی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ اور غیبت کرنے والے کی بخشش ہی نہیں ہوگی۔ جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی تھی۔" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۴۰) اور نامحرم کو چوڑی پہنانا بھی حرام ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۲۰۸ پر ہے: "حرام حرام حرام ہے ہاتھ دکھانا غیر مرد کو حرام ہے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا حرام ہے۔ جو مرد اپنی عورتوں کے ساتھ اسے روا رکھتے ہیں دیوث ہیں۔ اھ"

لہذا اگر واقعی امام میں کوئی شرعی خرابی نہیں مگر زید اس کی برائی وغیبت کرتا ہے، امانت میں خیانت کرتا ہے اور نامحرم کو چوڑی پہناتا ہے تو وہ سخت گنہگار ہے توبہ کرے اور ان برائیوں سے باز رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۹ محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:- از: کرامت حسین نقشبندی، محلہ قانون گویان، غازیپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر نوے سال سے زائد ہے۔ لازم آتا ہے کہ حد شہوت سے گذر گیا ہوگا اس کی بیوی عرصہ ہوا مرگئی کوئی رشتہ دار بھی ساتھ نہیں کہ خدمت گذاری کرے۔ حیات زوجۂ زید سے ہی ہندہ خدمت گذاری پر مامور ہے جس کی عمر بھی تقریباً ۶۰ رسال کی ہوگئی ہے۔ ساتھ اس کے اس کی رشتہ دار ضعیفہ رہتی ہے اور دونوں زید کیساتھ ایک ہی مکان میں رہتی ہیں اس طرح کہ ایک کوٹھری میں زید اور دوسری میں ہندہ اور اس کی رشتہ دار کبھی گرمیوں میں زید آنگن میں آرام کرتا ہے اور ہندہ برآمدے میں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا مندرجہ حالات میں ہندہ اور اس کی رشتہ دار کے ساتھ ایک

ہی مکان میں رہنا شرعاً درست ہے یا نادرست؟ اگر نادرست ہے تو زید اپنی خدمت گذاری و دیکھ ریکھ کے لئے جبکہ دوسرے خدمت گزاری کو تیار نہ ہوں کیا انتظام کرے۔ اور اگر درست تو کن شرائط کے ساتھ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں جبکہ زید کی عمر نوے سال سے زائد ہو چکی ہے اور ہندہ بھی تقریباً ۶۰ر سال کی ہے تو وہ حد فتنہ سے باہر ہیں لہٰذا زید کا اپنی خدمت گذاری و دیکھ ریکھ کے لئے جب کہ دوسرے خدمت گذاری کو تیار نہیں ہندہ اور اس کی رشتہ دار ضعیفہ کے ساتھ ایک مکان کے الگ الگ کمروں میں رہنا درست ہے۔ البتہ پاؤں دبانا دبوانا یا تنہائی میں باتیں کر کے نفس کو خوش کرنا جائز نہیں۔ درمختار جلد پنجم صفحہ ۲۶۰ میں ہے: "و یخلوا اذا امن علیه و علیها و الالا۔" اور سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "جو عورت حد شہوت کو نہ پہنچے یعنی ہندہ ہنوز نو برس سے کم عمر کی ہے یا حد فتنہ سے نکل گئی یعنی ضعیفہ بڑھیا بد صورت کریہہ منظر ہے اس سے جائز خدمت یعنی اگر چہ خلوت میں بھی ہو حرام نہیں۔" (فتاوٰی رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۳۸ مطبوعہ رضا آفسیٹ بمبئی ر۳) اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت یعنی دونوں کا ایک مکان میں تنہا ہونا حرام ہے ہاں اگر وہ بالکل بوڑھی ہے کہ شہوت کے قابل نہ ہو تو خلوت ہو سکتی ہے۔ اھ" (بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۸۱) و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی
۲ر ذوالقعدہ ۱۷ھ

مسئلہ:- از: شعبان علی، صدر اعلیٰ مدرسہ سراج العلوم، گوری، گونڈہ (یو۔پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جو پیدامی برادری کا ہے اس کا تعلق ایک شاہ برادری کی عورت سے ہے۔ اکثر و بیشتر اسی کے گھر رہتا ہے۔ ایک ہی چادر کے نیچے دونوں بارہا دیکھے گئے، ہفتہ ہفتہ دوسری جگہ لے کر چلا جاتا ہے۔ مگر شرعی طور پر کسی نے بھی آج تک ان دونوں کو زنا کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ مگر حالات جو ہیں وہ اہل موضع کے مشاہدہ کے مطابق جانب زنا غماز ہیں۔ انہیں وجوہ کی بنیاد پر گاؤں والوں نے ان کا بائیکاٹ کر دیا۔ مگر ان کی، وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی وہی اب بھی۔

گاؤں کے مسلم پردھان جی پیدامی کا ساتھ دے رہے ہیں کہ شہادت شرعی پیش کرو تب بائیکاٹ کرو ورنہ میں اسی کا ساتھ دونگا، نوبت قتل و خونریزی کی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ گاؤں کے لوگوں کا پیدامی کے ساتھ ایسا سلوک شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور حالات مذکورہ کے پیش نظر گاؤں والے کیا کریں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں تا کہ فتنے کا سد باب ہو سکے۔ فقط۔

الجواب:- اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی سخت ناجائز و حرام ہے۔ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

۲۱؍صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: ابوبکر دستگیر پنواڑی، ضلع مہوبا (یو۔ پی)

پان کی دوکان پر گٹکھا فروخت ہوتا ہے اس کی پڑیا پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ صحت کے لئے مضر ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس میں افیون بھی ملی ہوتی ہے تو اس کا کھانا اور بیچنا کیسا ہے؟

الجواب:- ہمارے اطراف میں جو گٹکھا دستیاب ہے اس کی ہر پڑیا پر اس کے ترکیبی اجزا بھی لکھے ہیں جس سے ظاہر یہی ہے کہ اس میں افیون وغیرہ کسی حرام شی کی آمیزش نہیں ہے اور حکم شرع ظاہر پر ہوتا ہے نیز اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اس لئے حد اعتدال میں گٹکھا کا استعمال شرعاً ممنوع نہیں اور عوام میں بہت غلط باتیں بھی مشہور ہو جایا کرتی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

لہٰذا جو یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں افیون بھی ملی ہوتی ہے محض اس سے افیون کا شامل ہونا ہرگز ثابت نہ ہوگا۔ شرح الاشباہ و النظائر للحموی جلد اول صفحہ ۲۱۲ میں ہے: "الاصل العدم اھ اقول اختلاط الافیون بمجرد افواہ الناس مالم یتحقق. واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: ابرار احمد اعظمی

۱۷؍جمادی الثانی ۲۲ھ

مسئلہ:- از: ابرار احمد نقشبندی، دار العلوم جامعتیہ طاہر العلوم، چھتر پور

نسبندی کرانے پر زید کو حکومت سے کھیت ملا تو اس کھیت کی پیداوار زید کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- نسبندی کرانا اگرچہ حرام ہے اور زید نسبندی کرانے کی وجہ سے سخت گنہگار مستحق نار ہے جیسا کہ درمختار جلد ۵ صفحہ ۲۴۹ میں ہے: "اما خصاء الآدمی فحرام" اھ لیکن وہ کھیت جو حکومت سے ملا ہے اگر زید نے اس کے عوض میں نسبندی نہیں کرایا ہے اور نہ اسے نسبندی کا عوض سمجھ کر لیا ہے۔ جب تو وہ کھیت اور اس کی پیداوار زید کے لئے جائز و حلال ہے ورنہ نہیں؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: الرجل اذا کان مطربا مغنیا ان اعطی بغیر شرط قالوا یباح اھ مثلہ فی رد المحتار عن الهدایة عن المنتقی عن ابراهیم عن محمد رحمهم اللہ اھ" (فتاویٰ رضویہ ج ۹ صفحہ ۲۲۵) اور رہا گورنمنٹ کا اسے عوض سمجھ کر دینا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ جس طرح گورنمنٹی بینک کے منافع جائز ہیں اگرچہ حکومت اسے سود سمجھ کر دیتی ہے مگر سود سمجھ کر اسے لینا جائز نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عالم مصباحی

۶؍ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

باب النظر والمس

دیکھنے اور چھونے کا بیان

مسئلہ:- از: سید عبد القدیر، قصبہ و پوسٹ بھنان بازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ غیر محرموں کے سامنے بار ہا آتی جاتی ہے جب کہ اس کا شوہر اسے منع کرنے کے باوجود کبھی کبھار مار بھی دیتا ہے۔ مگر ہندہ اور اس کے والدین کو برا لگتا ہے۔ نیز ہندہ اور اس کے والدین وغیرہ کہتے ہیں کہ پردہ تو سسرال میں ہے میکہ میں شرعاً پردہ کی کوئی ضرورت نہیں لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا حقیقۃً میکہ میں شرعاً پردہ کی کوئی ضرورت نہیں اور زید کا پردہ کے سلسلہ میں اپنی عورت ہندہ کو مارنا، تنبیہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور اس کے والدین وغیرہ کو برا محسوس کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل و توجروا باجر الجزیل۔

الجواب:- عورت کا اپنے نامحرم سے یعنی جس کے ساتھ اس کی شادی ہو سکتی ہے اس سے ہر حال میں پردہ کرنا واجب ہے عورت چاہے سسرال میں ہو یا میکہ میں قرآن مجید میں ہے: "وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی." یعنی خدائے تعالیٰ نے عورتوں سے فرمایا کہ تم لوگ گھروں میں اپنے ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو اگلی جاہلیت کی بے پردگی کی طرح (پارہ ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۳۳) اور حدیث شریف میں ہے: "امرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطن." یعنی عورت عورت ہے پردہ میں رکھنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے شیطان صفت آدمی اس کو گھورتا ہے۔ (ترمذی شریف بحوالۂ انوار الحدیث صفحہ ۳۴۰)

لہذا لڑکی کے والدین وغیرہ سخت غلطی پر ہیں جو قرآن وحدیث کے خلاف کہتے ہیں کہ میکہ میں پردہ کی ضرورت نہیں اور زید پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو سمجھا کر حتی الامکان پردہ میں رہنے پر مجبور کرے۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ." یعنی جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو۔ (پارہ ۷ سورۂ نساء آیت ۳۴)

لہذا اللہ کے فرمان کے مطابق اگر زید اپنی بیوی کو سمجھا کر اس سے الگ سو کر اور مار کر حتی الامکان اسے پردہ میں رکھنے کی کوشش نہیں کریگا تو خود فاسق ودیوث ہو جائے گا۔ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۲۰۲ میں ہے: "الدیوث من لایغار علی اهله اه." اور لڑکی کو پردہ میں رکھنے کے لئے تنبیہ کرنے اور مارنے کو اس کے والدین کا برا ماننا گناہ ہے کہ وہ قرآن کے حکم پر عمل کرنے کو برا مانتے ہیں۔ العیاذ با اللہ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۱؍ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

بمبئی میں ایک غیر مسلم نے کھانا بنانے کا کام شروع کیا ہے اس کے یہاں کام کرنے والے مسلمان بھی ہیں۔ بمبئی میں مالدار حضرات اس کے یہاں کھانا بنانے کا آرڈر دیتے ہیں۔ وہ کھانا بنا کر لاتا ہے۔ اور مسلمانوں کو کھلا دیتا ہے۔ گوشت مرغی وغیرہ بھی اس میں ہے۔ تو اس غیر مسلم کے یہاں کھانا کھانے اور کھلوانے کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جب کہ ہندو کھانا بنا کر لاتا ہے تو اگر چہ اس کے یہاں کام کرنے والے مسلمان بھی ہیں اگر کھانے میں گوشت اور مرغ وغیرہ جیسی چیزیں بھی ہوتی ہیں تو اس کے یہاں کا بنا ہوا کھانا کسی کو کھلانا یا خود کھانا دونوں حرام ہے۔ اور اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو کھانا جائز مگر بچنا بہتر۔ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''ہندو کے ہاتھ کا پکا ہوا گوشت حرام ہے اور باقی کھانے اس کے پکائے ہوئے جائز ہیں۔ جبکہ پانی یا برتن میں خلط نجاست معلوم نہ ہو۔ ملخصاً'' (فتاوٰی رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۱۵) اور تحریر فرماتے ہیں: ''ہندو کے یہاں کا گوشت کھانا حرام ہے اور دوسری چیز میں فتوٰی جواز اور تقوی احتراز امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "به ناخذ مالم نعرف شيئا بعينه." (فتاوٰی رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۶۳)

اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''ہندوؤں کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا نجس نہیں مگر حتی الوسع مسلم کو ان کی پکائی ہوئی چیزوں سے احتراز کرنا چاہئے۔ ہاں گوشت جس کو انہوں نے پکایا اور (مسلمان کے وقت ذبح سے کھانے کے وقت تک کبھی) وہ نظر مسلم سے غائب ہو گیا تو اس کا کھانا حرام ہے۔ اھ ملخصاً (فتاوٰی امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۲۹۲) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی		کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری

۱۰ ؍محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محب الرضا، محمد عبد الرشید قادری برکاتی رضوی نوری، پیلی بھیت

آج کل شرابی جواری اور بدکار قسم کے لوگ ہر بستی میں اکثریت یا اقلیت میں پائے جاتے ہیں اور امام صاحب کا کھانا بستی کے تمام افراد کے گھر سے آتا ہے جس سے امام کو تنفر بھی ہوتا ہوگا تو کیا ایسی صورت میں چند مخصوص لوگوں کو کھانا کھلانے کے لئے مقرر کر لینا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو بعض حضرات کا اس پر شور وغوغا واعتراض کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر ان لوگوں کی نسبت یہ بات مشہور ہو کہ معاذ اللہ وہ حرام کار، شراب خور، گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں تو ان کے لئے حکم یہ ہے کہ صرف امام صاحب ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کریں اور ان کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور کسی قسم کے اسلامی تعلقات نہ رکھیں تاوقتیکہ وہ لوگ توبہ کر کے اپنے برے کاموں سے باز نہ آجائیں اگر مسلمان ایسا نہیں کریں گے تو وہ لوگ بھی گنہگار رہوں گے۔

لہٰذا اس بنیاد پر امام صاحب کا چند لوگوں کا کھانے کے لئے مقرر کر لینا جائز ہے۔ اور اس کے خلاف شور وغوغا اور اعتراض کرنا ہرگز جائز نہیں۔ قرآن مجید میں ہے: " لاتعاونوا على الاثم و العدوان. و اتقوا الله. " یعنی گناہ وزیادتی پر باہم مدد

نہ کرواور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (پارہ ٦ سورۂ مائدہ آیت ۲)

اور رہی بات طبعی تنفر و کراہت کی تو اس کی شرع میں کوئی اصل نہیں۔ ہاں اگر وہ شہرت صحیح نہ ہو بلکہ بے معنی تہمت ہو جیسا کہ بہت سے نااہل خدا ناترس اپنے جھوٹے اوہام کے باعث مسلمانوں پر تہمت زنی کرتے ہیں اس سے وہ خود سخت حرام و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو کر سخت سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔لہذا صرف انہیں اوہام کی بنا پر ان سے ترک تعلقات کرنا ہرگز جائز نہیں۔و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی   کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۲۹/ ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: فیض الحسن

ایک شخص کے گھر شادی تھی تو اس نے کہا کہ میں دیوبندیوں کو دعوت نہیں دوں گا لیکن جاہل قسم کے کچھ سنی مسلمان دیوبندیوں کے یہاں کھانا کھاتے ہیں تو ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، برما، بنگال اور ہندوستان و پاکستان کے سیکڑوں علماء کرام و مفتیان عظام نے دیوبندیوں کے متعلق بالاتفاق فتویٰ دیا کہ یہ لوگ اسلام سے خارج کافر و مرتد ہیں۔اور فرمایا" من شك فی کفره و عذابه فقد کفر." یعنی جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۲۲ اور فتاویٰ حسام الحرمین میں تفصیلا موجود ہے۔اور حدیث شریف میں ہے:"ایاکم و ایاهم لایضلونکم و لایفتنونکم و ان مرضوا فلاتعودوهم و ان ماتوا فلا تشهدوهم و ان لقیتموهم فلاتسلموا علیهم و لاتجالسوهم و لاتشاربوهم ولاتواکلوهم و لا تناکحوهم و لاتصلوا علیهم و لاتصلوا معهم." یعنی بدمذہبوں سے دور رہو انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں نہ شریک ہو ان سے ملاقات ہو تو ان سے سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کے پاس پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان سے شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔یہ حدیث مسلم شریف، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی، اور ابن حبان کی روایتوں کا مجموعہ ہے۔

لہذا جس نے یہ کہا کہ میں دیوبندیوں کو دعوت نہیں دوں گا اس کی بات قرآن و حدیث کے مطابق ہے اسے اپنے اس قول پر سختی کے ساتھ قائم رہنا چاہئے۔اور جو لوگ ان کو دیوبندی جانتے ہوئے ان کے یہاں دعوتیں کھاتے ہیں وہ فعل حرام کے مرتکب ہیں ان پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کریں اور پھر کبھی ایسا نہ کرنے کا عہد کریں اگر وہ توبہ و استغفار نہ کریں ان سے دور رہیں اور انہیں اپنے سے دور رکھیں۔خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:" و اما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین." (پارہ ۷ سورۂ انعام آیت ٦٨) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی   کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "الا لا یبیتن رجل عندا مرأة ثیبة الا ان تکون ذلك او ذا محرم." یعنی خبردار! کوئی مرد کسی عورت کے پاس رات نہ گزارے مگر صرف اس حالت میں کہ وہ مرد یا تو اس عورت کا شوہر ہو یا اس کا محرم اور ترمذی شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا یخلون رجل بامرأة الا کان ثالثها الشیطن." یعنی کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں جمع نہیں ہوتا لیکن اس حال میں کہ وہاں دو کے علاوہ تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے۔ (یعنی وہ دونوں کو برائی پر ابھارتا ہے۔) اور مسلم شریف میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایاکم والدخول علی النساء." یعنی تم غیر عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔

لہذا صورت مسئولہ میں ثبوت زنا کے لئے اگرچہ شہادت شرعی موجود نہیں تاہم زید کا مذکورہ عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا، ایک چادر اوڑھ کر دونوں کا سونا اور ہفتوں دونوں کا غائب رہنا بہرحال ناجائز وحرام ہے۔ جن لوگوں نے ان دونوں کا بائیکاٹ کیا۔ حکم شرع پر عمل کیا اس لئے کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ." (پارہ ۷ رکوع ۱۴) پردھان پر لازم ہے کہ وہ بھی ایسے مجرموں کا سخت بائیکاٹ کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب مسلمان ان دونوں کے ساتھ پردھان کا بھی سماجی بائیکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ لَا تَرۡکَنُوۡۤا اِلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ." (پارہ ۱۲ رکوع ۱۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۳۰ ربیع الاول ۱۷ھ

مسئلہ: ۔از: ابوطلحہ خاں برکاتی، امبیڈکر نگر

عورت کا اپنے خسر سے پردہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: ۔ خسر سے پردہ کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہے۔ مصلحت وحالت کا لحاظ کیا جائے گا۔ اگر خسر جوان ہو اور فتنہ کا احتمال ہو تو پردہ کرنا ہی مناسب ہے۔ اور اگر فتنہ کا غالب گمان ہو تو پردہ کرنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد عبدالحی قادری

مسئلہ: ۔از: عبدالباری، شیخن پوروہ، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ:

زید جو کافی دنوں سے بمبئی میں رہتا ہے وہیں پر اس نے ایک پیشہ ور عورت سے ناجائز تعلق پیدا کرلیا پھر کچھ دنوں بعد اس سے شادی بھی کرلی۔ وہ عورت آج تک بدستور حرام کاری کرا رہی ہے۔ اور زید اسی حرام کاری کی کمائی سے اپنی گزر اوقات کرتا ہے اور یہاں گاؤں پر جو اس کی بیوی بچے ہیں ان کو بھی اسی حرام مال سے خرچہ وغیرہ بھیجتا ہے جس کو یہ لوگ اپنے استعمال میں لاتے ہیں

اور اسی میں سے مسجد، مدرسہ اور دیگر کار خیر میں چندہ دیتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ کہ زید جو پیشہ ور عورت کے ساتھ شادی کر کے حرام کاری کروا رہا ہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اس حرام کی کمائی کے روپے کو استعمال کرنا، مدرسہ مسجد میں چندہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- پیشہ ور عورت سے جبکہ زید نے شادی کر لی تو وہ اس کی بیوی ہوگئی۔ لہٰذا اپنی بیوی سے حرام کاری کروانے کے سبب زید سخت گنہگار، مستحق عذاب نار اور دیوث ہے۔ اور دیوث جنت میں کبھی نہ جائے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "ثلثة لایدخلون الجنة ابدا الدیوث و الرجلة من النساء و مد من الخمر." رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنهما. اھ۔ اور درمختار میں ہے: "ان الدیوث من لایغار علی امرأته او محرمه و هو فاسق و اجب التعذیر. اھ ملخصاً" لہٰذا زید کا سختی سے بائیکاٹ کیا جائے۔ اور اس کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام اور لین دین سب بند کر دیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." (پارہ ۷ رکوع ۱۴)

سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ رنڈیوں کو جو مال گانے ناچنے یا معاذ اللہ زنا کی اجرت میں ملتا ہے۔ ان کے لئے حرام ہے۔ وہ ہرگز اس کی مالک نہیں ہوتیں وہ ان کے ہاتھ میں مال مغصوب کا حکم رکھتا ہے۔ نہ انہیں خود اپنے صرف میں لانا جائز نہ دوسرے کو وہ مال بعینہ اپنے قرض خواہ کسی چیز کی قیمت خواہ مزدوری کی اجرت میں خواہ ویسے ہی بلا معاوضہ بطور ہدیہ خواہ صدقہ خواہ کسی طرح لینا روا ہو سکے بلکہ فرض ہے کہ جن جن سے لیا ہے انہیں کو پھیر دیں "فی کراهیة الهندیة عن المحیط عن محمد رحمه اللہ تعالیٰ فی کسب المغنیة ان قضی بدین لم یکن لصحاب الدین ان یأخذه اھ و فی حظر رد المحتار عن السغناقی عن بعض المشائخ کسب المغنیة کالمغصوب لم یحل اخذه اھ." (فتاویٰ رضویہ نصف اول جلد نہم صفحہ ۷) لہٰذا اس حرام کی کمائی کے روپے کا استعمال کرنا اور مدرسہ و مسجد میں چندہ لینا دینا جائز نہیں۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری

۱۷ ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد رئیس نوری، دار العلوم اہل سنت شاہی مسجد گھاس بازار، ناسک

زید بکر کے درمیان اس بات میں اختلاف ہوا کہ عورت کی آواز عورت ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ عورت کی آواز عورت نہیں ہے حوالہ میں درمختار جلد اول صفحہ ۲۷۱ کی عبارت پیش کرتا ہے: "لا و للحرة جمیع بدنها فلا الوجه و الکفین و القدمین علی المعتمد و صوتها علی الراجح." بکر کہتا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے۔ حوالہ میں فتاویٰ مرکز تربیت افتاء

کہ گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

اور مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں خدا کے دشمنوں کو کتے کی طرح دور رکھا جائے۔ ان کے ساتھ دوستی ومحبت خدا ورسول کی دشمنی تک پہنچا دیتی ہے۔ (کلمہ ونماز کے سبب) آدمی گمان کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے خدا ورسول پر ایمان رکھتا ہے اس لئے دوستی کرتا ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اس طرح کی بیہودہ حرکتیں اس کے اسلام کو برباد کردیتی ہیں (مکتوب صفحہ ۱۶۳) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۶ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ

باب الآداب

آداب کا بیان

مسئلہ:- از: محمد رضا رضوی، منگولی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ میں جوتے چپل کی دوکان کرتا ہوں کیا میں اپنی دوکان میں قرآن شریف کی تلاوت کرسکتا ہوں؟ جب کہ سبھی جوتے چپل اونچائی پر جمے ہوئے ہیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- جس طرح قسم کا دارومدار عرف پر ہے اسی طرح تعظیم وتوہین کا مدار بھی عرف ہی پر ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَاتَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَّ لَاتَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيماً." یعنی ماں باپ کو اف نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔" (پارہ ۱۵ سورۂ اسراء آیت ۲۳) اس آیت کے متعلق حضرت امام قاضی ابوزید رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "لو ان قوما يعدون التافيف كرامة لايحرم عليهم تافيف الى ابوين." یعنی اگر کوئی قوم اف کہنے کو تعظیم سمجھتی ہے تو انہیں ماں، باپ کو اف کہنا حرام نہیں ہے۔ (اصول الشاشی بیان دلالۃ النص)

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ماں، باپ کو اف کہنے سے روکا گیا ہے لیکن تعظیم وتوہین کا مدار چونکہ عرف پر ہے اس لئے اگر کسی کے عرف میں ماں، باپ کو اف کہنے سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی ہے تو اس شخص کو ماں، باپ کے لئے اف کہنا حرام نہیں۔

لہٰذا ایسی جگہ جہاں نئے جوتا چپل اوپر رکھے ہوں اور اس جگہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا اگر وہاں کے عرف میں توہین سمجھا جاتا ہو تو جوتا چپل کی اس دوکان میں قرآن شریف کی تلاوت کرنا جائز نہیں اور اگر توہین نہیں سمجھا جاتا ہے تو جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی

۵/ ذی القعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: شیخ محبوب علی، نہرو نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ غیر مسلموں کو قرآن مجید بانٹنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- غیر مسلموں کو قرآن مجید بانٹنا منع ہے کہ انہیں دینے میں کتاب اللہ کی بے ادبی وبے حرمتی یقینی ہے کہ ان کی پاکی ناپاکی کے برابر ہے۔ وہ ہزار بار بھی وضو وغسل سے پاک نہیں ہوسکتے۔ و قال اللہ تعالیٰ لا يمسه الا المطهرون. قرآن نہ چھوئے مگر پاکی ہی کی حالت میں۔ (پارہ ۲۷ رکوع ۱۶) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "ان کے ہاتھ میں قرآن مجید نہ دیا جائے۔" (فتاویٰ امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۷) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۰ رشوال المکرم ۱۷ھ

باب السلام

سلام ومصافحہ کا بیان

مسئلہ:- از: مسرت خاں جنرل اسٹور، متھر ابازار، ضلع بلرام پور (یو۔ پی) ۱

اگر کوئی شخص کھانا یا بسکٹ وغیرہ کھا رہا ہو یا چائے پی رہا ہو تو اسے سلام کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی ایسے شخص کو سلام کرلے تو وہ فوراً جواب دے یا کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جو کھانا یا بسکٹ کھا رہا ہو اگر اس کے منہ میں لقمہ ہے تو اسے سلام نہ کرے۔ اگر کوئی ایسے شخص کو سلام کرلے تو اسے اختیار ہے خواہ اسی وقت جواب دے یا بعد میں۔ اور جو چائے یا پانی پی رہا ہو اسے سلام کرنے میں حرج نہیں کہ وہ جواب دینے سے عاجز نہیں۔ حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقة کاکل و لو سلم لا یستحق الجواب اھ." (درمختار مع شامی جلد ششم صفحہ ۴۱۵) شامی میں ہے: قولہ: "کاکل ظاهره ان ذلك مخصوص بحال وضع اللقمة فی الفم و مضغ و امام قبل و بعد فلا یکره لعدم العجز اھ."

اور حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''لوگ کھانا کھا رہے ہوں اس وقت کوئی آیا تو سلام نہ کرے یہ اس وقت ہے کہ کھانے والے کے منہ میں لقمہ ہے اور وہ چبا رہا ہے اور اس وقت وہ جواب دینے سے عاجز ہے۔'' (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۹۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۳ ر شعبان المعظم ۲۲۰

مسئلہ:- از: محمد ظفر امام القادری، سومیشور ڈاکخانہ خاص، ضلع الموڑہ، یوپی

آج کل آفسوں، کالجوں، کورٹس، کچہریوں اور دیگر محکموں میں زیادہ تر غیر مسلم آفیسر وغیرہ ہیں اگر ان سے نمسکار اور نمستے وغیرہ نہ کیا جائے تو آپس میں تعلقات برقرار نہ رہنے کی وجہ سے بہت سے کاموں میں دشواری ہوتی ہے تو انہیں سلام علیک وغیرہ کہیں یا نمستے وغیرہ لفظوں سے سلام کیا جائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی سے دریافت کیا گیا کہ جواب سلام کفار و ہنادک کن الفاظ میں دیئے جائیں اور خود بھی ضرورت و بے ضرورت ان کو سلام کرے تو کس طور سے؟ اس کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں: ''کافر کو بے ضرورت ابتدا بالسلام ناجائز ہے: "نص علیه فی الحدیث و الفقه" اور ہندوستان میں وہ طرق تحیت

جاری ہیں کہ بضرورت بھی انہیں سلام شرعی کرنے کی حاجت نہیں مثلاً یہی کافی کہ لالہ صاحب بابو صاحب منشی صاحب یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لینا وغیرہ ذلک کافر اگر بے لفظ سلام سلام کرے تو ایسے ہی الفاظ رائجہ جواب میں بس ہیں اور بلفظ سلام ابتدا کرے تو علماء فرماتے ہیں جواب میں وعلیک کہے مگر یہ لفظ یہاں مخصوص باہل اسلام ٹھہرا ہوا ہے اور وہ کافر بھی اسے جواب سلام نہ سمجھے گا بلکہ اپنے ساتھ استہزاء خیال کرے گا تو جس لفظ سے مناسب جانے جواب دے لے اگر چہ سلام کے جواب میں سلام ہی کہہ کر "فقد نص محمد انه ینوی فی الجواب السلام فافهم." (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۶۵)

لہذا کافر کلرک یا آفیسر کو صاحب کہتے ہوئے سر پر ہاتھ رکھ لے سلام نہ کرے اور اگر اس سے کام نہ چلے تو بدرجہ مجبوری نمستے یا نمسکار کر سکتا ہے۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۴ / جمادی الآخرہ ۲۱ھ

مسئلہ: - از: صغیر احمد خاں برکاتی، ایشین فرنیچر، پولیس لائن، چھتر پور (ایم۔ پی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے وہابی کو دل سے برا مانو جب وہ سلام کرے تو جواب دو مصافحہ کرنے کو ہاتھ بڑھائے تو مصافحہ کرو۔ جب سلام کا جواب و مصافحہ سے منع کرتا ہوں تو کہتا ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے بات چیت کے دوران جلی کٹی سنانے پر کہتا ہے کہ یہ کوئی ایمان تھوڑی ہے اگر برا بھلا کہنا ہے تو پیچھے کہو سامنے مت کہو ہماری پوزیشن خراب ہوتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان کے سلام کا جواب دینا ان سے مصافحہ کرنا اور ان سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - وہابیوں کے پیشوان بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین الصوارم الہندیہ کافر و مرتد ہیں۔ اور سارے وہابی ان کو اپنا پیشوا اور مسلمان مانتے ہیں اور ان کے حامی ہیں جس کے سبب وہ بھی کافر و مرتد ہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۱۷۰ میں ہے۔

لہذا زید کا یہ کہنا بالکل غلط ہے" کہ جب وہ سلام کرے تو جواب دو، مسافحہ کرنے کو ہاتھ بڑھائے تو مصافحہ کرو۔" اس لئے کہ جب وہابیہ کافر و مرتد اور گمراہ و بدمذہب ہیں تو انہیں دل سے برا جاننا بھی ضروری ہے اور ان سے تعلقات رکھنا، ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے مصافحہ کرنا بھی ناجائز و حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے بدمذہب سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں جب ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو۔ (ابن ماجہ) اور یہ بھی ہے کہ جب تم کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے سامنے ترش روئی سے پیش آؤ اس لئے کہ خدائے تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے۔ (ابن عساکر) اور یہ بھی ہے کہ بدمذہب دین اسلام سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا

سال چہارم صفحہ ۶۴ کی عبارت پیش کرتا ہے آیا زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا واضح فرمائیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- عورت کی آواز عورت ہے اس میں اختلاف ہے۔ صاحب درمختار کے نزدیک راجح یہی کہ عورت کی آواز عورت نہیں۔ مگر مفتی بہ یہ ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ صاحب درمختار کا قول" و صوتها على الراجح. " کے تحت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہے:"في الكافي و لاتلبي جهرا لان صوتها عورة و مشى عليه في المحيط في باب الاذان، بحر و من هذا لم يجزان تؤذن المرأة. اه ملخصا" (شامی جلد اول صفحہ ۲۹۹) اور کی: بد ے خ ۲ میں ہے "رفع صوتهن حرام. اه" اسی لئے علماء نے تصریح فرمادی ہے کہ درمختار معتبر کتاب ضرور ہے مگر اس کے حواشی مثلاً رد المحتار وغیرہ کے بغیر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۲۶ میں ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَ لَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ." یعنی عورتیں اپنے پیروں کو زمین پر نہ ماریں کہ جن سے ان کی چھپی ہوئی زینت کو لوگ جان جائیں۔ (پارہ ۱۸ سورہ نور آیت ۷) اور جب پیروں کے زیور کی آواز اجنبی مردوں کو سنانا حرام ہوتو اپنی آواز نامحرموں تک پہنچانا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگی کہ اس سے میلان اور زیادہ ہوگا۔ جو بڑے بڑے فتنوں کا باعث ہوگا۔ اسی لئے شریعت نے عورتوں کو اذان تک کہنا جائز نہیں ٹھہرایا۔ تفسیر روح البیان اسی آیت کریمہ کے تحت ہے: اى لا يضربن بارجلهن الارض ليتقعقع خلخالهن فيعلم انه ذوات خلخال فان ذلك مما يورث الرجال ميلا اليهن و يوهم ان لهن ميلا اليهم و اذا كان اسماع صوت خلخالها للاجانب حراما كان رفع صوتها بحيث يسمع الاجانب كلامها حراما بطريق اولىٰ لان صوت نفسها اقرب الى الفتنة من صوت خلخالها و لذلك كرهوا اذان النساء لانه يحتاج فيه ان رفع الصوت. اه"

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''عورت کی آواز بھی عورت ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۲۲) اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''جولڑکیاں بلند آواز سے نعت پڑھتی ہیں وہ گنہگار بدکردار، مستحق نار ہیں۔ نیز وہ مرد بھی جوان کی آواز پر کان دھرتے ہیں اور ان کی اس حرکت پر خوش ہوتے ہیں، عورت کی آواز بھی عورت ہے۔'' (فتاویٰ مصطفویہ ترتیب جدید صفحہ ۱۴۷) لہذا بکر کا قول صحیح ہے۔ و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۱۸؍رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: غلام نبی، اورنگ آباد، خلیل آباد، کبیر نگیر

عورتوں کا مردوں کے ساتھ تعمیر مسجد میں بطور امداد کام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مردوں کے ساتھ عورتوں کو تعمیر مسجد وغیرہ میں کام کرنا جائز نہیں چاہے بطور امداد ہو یا بطور مزدوری کہ

عورت پردہ میں رکھنے کی چیز ہے نہ کہ بے پردہ پھرنے کی۔

حدیث شریف میں ہے "المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان." یعنی عورت پردہ میں رکھنے کی چیز ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس عورت کو گھورتا ہے۔ (ترمذی شریف صفحہ ۲۲۲) اور دوسری حدیث میں ہے "لاتتبع النظرة النظرة فانها لك الاولى و ليست لك الاخرة." یعنی (اجنبی عورت پر) ایک نگاہ پڑ جانے کے بعد دوسری نگاہ مت ڈالو کہ اچانک پڑ جانے والی پہلی نگاہ تمہارے لئے معاف ہے دوبارہ دیکھنا جائز نہیں۔ (مسند امام احمد ابن حنبل جلد ششم صفحہ ۳۸۲) اور ایک ساتھ کام کرنے میں بار بار نظر پڑے گی اس لئے جائز نہیں۔

اور تیسری حدیث میں ہے "ان المرأة تقبل فی صورة شيطن و تدبر فی صورة شيطن." یعنی عورت شیطان کی صورت میں آگے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیچھے جاتی ہے۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۴۴۹) اور اس کے حاشیہ نووی میں ہے: "قال العلماء معناه الاشارة الى الهوى و الدعاء الى الفتنة بها لما جعله الله تعالىٰ فی نفوس الرجال من الميل الى النساء و الا لتذاذ بنظرهن و ما يتعلق بهن فهی شبيهة بالشيطان فی الدعاء الى الشر بوسوسة و تزيينة له و يستنبط من هذاانه ينبغی لها ان لاتخرج بين الرجال الا لضرورة و انه ينبغی للرجل الغض عن ثيابها و الاعراض عنها مطلقاً.اھ" اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح شیطان شرارتوں اور برائیوں کی طرف مائل کرتا ہے ایسے ہی عورتیں بے حیائی، فتنہ وفساد کی طرف لے جانے والی ہیں اس لئے ان سے دور رہنا لازم ہے۔

لہذا مردوں کے ساتھ عورتوں کو کام کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ البتہ اگر رات میں پردہ کے ساتھ کام کرنا چاہتی ہیں تو کر سکتی ہیں بشرطیکہ وہاں کوئی غیر محرم مرد نہ ہو۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۷ رذوالحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد احمد انصاری، پچھم محلہ، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ اگر مکان کے بیرونی حصہ پر آیۃ الکرسی کلمۂ طیبہ یا دوسری آیات قرآنیہ کندہ ہوں اور بارش کا پانی ان پر سے گذر کر نالی میں جاتا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سیمنٹ سے بھر کے اسے مٹا دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''دیواروں پر کتابت سے علماء نے منع فرمایا ہے کما فی الھندیہ وغیرہا اس سے احتراز ہی اسلم ہے۔ اگر چھوٹ کر نہ بھی گریں تو بارش میں پانی ان پر گذر کر زمین پر آئے گا اور پامال ہوگا غرض مفسدہ کا احتمال ہے اور مصلحت کچھ بھی نہیں لہذا اجتناب ہی چاہئے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۳۹) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اظہار احمد نظامی

۲۲ر شعبان المعظم ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد عطاء الرضا برکاتی، مدرسہ رضاء العلوم امجدیہ، گونڈہ

قرآن کی تلاوت کے وقت درمیان میں قاری جب وقفہ کرتا ہے تو اس وقت سبحان اللہ سبحان اللہ زور زور سے کہہ کر اسے داد دینا کیسا ہے؟

الجواب:- قرآن کی تلاوت کے وقت جب درمیان میں قاری ٹھہرتا ہے تو اس وقت زور زور سے سبحان اللہ کہہ کر داد دینا غلط اور سخت ناپسند ہے بلکہ قرآن سننے کے وقت ہمہ تن گوش ہو کر تمام حرکات سے باز رہنا چاہئے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''پنج آیت کے وقت جو آیۂ کریمہ "مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ" پر اس قدر کثرت سے انگوٹھے چومے جاتے ہیں گویا صد ہا چڑیا جمع ہو کر چنگ رہی ہیں یہاں تک کہ دور والوں کو قرآن عظیم کے بعض الفاظ کریمہ بھی اس وقت اچھی طرح سننے میں نہیں آتے یہ فقیر کو سخت ناپسند گراں گزرتا ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۲۷ر ربیع الاول ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میر گنج، ضلع جونپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) جو قرآن مجید پرانا ہو گیا کیا اس کو جلا دیا جائے؟ یا مٹی میں دفن کر دیا جائے یا ندی، تالاب اور کنویں میں ڈال دیا جائے؟ ایک شخص کہتا ہے اسے جلا دیا جائے۔ اور اسٹیکر، بینر۔ شادی کارڈ اور خط وغیرہ جن میں قرآن کی آیتیں، حدیثیں، درود شریف اور اولیاء اللہ کے نام وگنبد وغیرہ ہوتے ہیں وہ پھٹنے کے قریب ہو گئے ہیں انہیں جلایا جائے یا کیا کریں؟ بینوا توجروا.

(۲) مسجد یا گھر کی وہ چٹائی جس پر نماز پڑھتے ہیں ٹوٹ پھوٹ گئی ہے کیا اسے جلا کر اس کی راکھ دواء کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) جو قرآن مجید پرانا اور بوسیدہ ہوگیا اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہے کہ اوراق بکھر کر ضائع ہوں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں لحد بنائی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ اس کو جلایا نہ جائے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۱۱۸ پر فتاویٰ عالمگیری کے حوالہ سے ہے۔ اور اسی طرح وہ اسٹیکر، بینر، شادی کارڈ اور خط وغیرہ جن میں قرآن کی آیتیں، حدیثیں، درود شریف اور اولیاء کرام کے نام وگنبد وغیرہ ہوتے ہیں انہیں بھی مذکورہ طریقے پر دفن کر دیا جائے یا دریا میں ڈال دیا جائے جلانے کی اجازت نہیں۔ مفاتیح الجنان شرح شرعۃ الاسلام صفحہ ۸۱ پر ہے: "اذا بلی المصحف و اندرس مافیہ فانہ یلف فی خرقۃ طاھرۃ و یدفن فی مکان طیب بعد ان یحفر لہ حفیرۃ و یلحد و لایشق الا اذا جعل علیہ سقفا و حینئذ لاباس بالشق و لایصیبہ قذر و لایطاؤہ احد و فی شرح النقایۃ ورقۃ کتب فیھا اسم اللہ و کذلک اسماء الانبیاء و الملائکۃ و یستغنی عنھا تلقی فی الماء الجاری اوتد فن فی ارض طاھرۃ و لاتحرق بالنار.اھ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) مسجد کی وہ چٹائی جو بے کار اور بوسیدہ ہوگئی قابل استعمال نہ رہی اسے اور گھر کی چٹائی اپنے استعمال میں لاسکتا ہے خواہ جلا کر اس کی راکھ دواء کے طور پر استعمال کرے یا اور دوسرے طریقے پر۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان مسجد کی چٹائی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: ''پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کر سکتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۴۷۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: عبدالحمید رضوی مصباحی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: محمد نصیر الدین، دارالعلوم جماعتیہ طاہر العلوم، چھترپور

نعلین پاک کے طغرے میں ''یا اللہ، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھنا بے ادبی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا.

الجواب:- نعلین پاک کے طغرے میں یا اللہ یا محمد وغیرہ کلمات مقدسہ کا لکھنا ہرگز بے ادبی نہیں جیسا کہ اس پر بسم اللہ شریف لکھنے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مجدد اعظم فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں بسم اللہ شریف لکھنے میں کچھ حرج نہیں اگر یہ خیال کیجئے کہ نعل مقدس قطعاً تاج فرق اہل ایمان ہے مگر اللہ عزوجل کا نام وکلام ہر شی سے اجل واعظم و ارفع واعلیٰ ہے یونہی تمثال میں بھی احتراز چاہئے تو قیاس مع الفارق ہے اگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جاتی کہ نام الٰہی یا بسم اللہ شریف حضور اقدس کے نعل اقدس پر لکھی جائے تو پسند نہ فرماتے مگر اس قدر ضروری ہے کہ نعل بحالت استعمال تمثال

محفوظ عن الابتذال میں تفاوت ہے اور اعمال کا مدار نیت پر ہے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے جانوران صدقہ کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللّٰہ داغ فرمایا تھا حالانکہ ان کی رانیں بہت محل بے احتیاطی ہیں کمافی ردالمحتار بلکہ سنن دارمی شریف میں ہے:"اخبر مالك بن اسمعيل ثنا مندل بن على العنزى حدثنى جعفر بن ابى المغيرة عن سعيد بن جبير قال كنت اجلس الى ابن عباس فاكتب فى الصحيفة حتى تمتلى ثم اقلب نعلىّ فاكتب فى ظهورهما اه"(فتاوی رضویہ جلد نہم صفحہ۹۲-۹۳) و اللّٰہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عالم مصباحی
۲۰/ذی الحجہ۱۴۲۲ھ

باب التداوی

علاج وغیرہ کا بیان

مسئلہ:- از: ظفر الحسن چوروا، گنیش پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اور بکر اس بات میں اختلاف کرتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ عورت کے بطن میں ٹھہرے ہوئے حمل کی صفائی مطلقاً ناجائز ہے لیکن بکر کہتا ہے اگر حمل دو مہینے یا اس سے پہلے کا ہو تو صفائی کرانے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اس حمل میں حرکت پیدا نہیں ہوتی۔ جان پیدا ہونے کے بعد صفائی نہیں کرایا جا سکتا ہے۔ آیا زید کا قول درست ہے یا بکر کا اگر بکر کا قول درست ہے تو کتنے دنوں میں حمل میں جان پیدا ہوتی ہے۔

(ب) استقرار حمل کے خوف سے جو لوگ ہمبستری کے وقت نیرودھ کا استعمال کرتے ہیں۔ یا جو عورتیں سہ سالہ یا پنج سالہ کاپرٹی لگوا لیتی ہیں تا کہ تین سال / پانچ سال تک حمل نہ ٹھہرے تو کیا نیرودھ اور کاپرٹی کا استعمال اس نہج سے درست ہے؟

الجواب:- (الف) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اگر ابھی بچہ نہیں بنا جائز ہے ورنہ ناجائز کہ بے گناہ کا قتل ہے اور چار مہینے میں بچہ بن جاتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۵۱) اور تحریر فرماتے ہیں کہ ''جان پڑ جانے کے بعد اسقاط حمل حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا قاتل ہے اور جان پڑنے سے پہلے اگر کوئی ضرورت ہو تو حرج نہیں۔'' (ایضاً صفحہ ۲۶۰) لہذا اگر ضرورت ہو تو چار مہینے سے پہلے حمل گرانا جائز ہے زید کا قول صحیح نہیں۔

(ب) جبکہ جان پڑنے سے پہلے ضرورۃً حمل گرانا جائز ہے تو وقتی طور پر استقرار حمل کے روکنے کے لئے نیرودھ وغیرہ کا استعمال کرنا یا چار پانچ سال تک ولادت کو روکنے کے لئے کوئی طریقہ اختیار کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔ البتہ ہمیشہ کے لئے قوت تولید ختم کر دینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲/ محرم الحرام ۱۸ھ

مسئلہ:- از: ڈاکٹر سعید احمد، سنڈیلہ، ہردوئی (یو۔پی)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(ا) ایک مسلمہ حاملہ جو تندرست اور صحتیاب ہے اور تین چار بچے بھی اس کے موجود ہیں اب وہ زیادہ بچے نہیں چاہتی ہے اس وجہ

سے وہ حمل زائل کرانا چاہتی ہے تو کیا اس کا حمل ساقط کرانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک غیر مسلمہ جو تندرست ہے وہ اپنا حمل زائل کرانا چاہتی ہے تو کیا اس غیر مسلمہ حاملہ کا حمل گرانا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) ایک ایسی حاملہ جو مسلمہ ہے یا غیر مسلمہ اس کا نصف حمل زائل ہو گیا اور خون جاری ہے اور خون بند ہونے کی کوئی صورت بھی نہیں لگتی تو کیا اس کی مکمل صفائی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) حاملہ نہ ہونے کے لئے کسی کو دوا یا انجکشن دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ایک حاملہ ایسی ہے کہ خون مسلسل جاری ہے اور ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اگر خون اسی طرح جاری رہا تو حاملہ کی جان کا خطرہ ہے ایسی صورت میں حاملہ کی جان بچانے کے لئے حمل گرانا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) ایک ایسی حاملہ جس کا خون جاری ہے اور ڈاکٹر اپنے تجربہ سے یہ بتا رہا ہے کہ جب تک حمل گرایا نہیں جائے گا یہ خون بند نہیں ہو سکتا تو اس صورت میں حمل گرانا کیسا ہے؟

(۷) ایک ایسی حاملہ جس کا حمل تین ماہ سے کم ہے تو کیا تین ماہ سے کم کے حمل کو گرایا جا سکتا ہے؟

(۸) ایک ایسی حاملہ جس کو (ٹی۔ بی) یا ایسا مرض ہے کہ اگر اس کا حمل برقرار رکھا جائے تو اس کے جان کا خطرہ ہے اس صورت میں اس کے حمل کو گرانا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) ایک ایسی حاملہ جس کا حمل ناجائز ہے یعنی بغیر شادی شدہ تھی اور بدفعلی کی بنیاد پر حاملہ ہو گئی۔ وہ اپنی عزت بچانے کے لئے حمل گروانا چاہتی ہے تو کیا اس عزت کی حفاظت کے لئے اس کے حمل کو گرایا جا سکتا ہے؟

(۱۰) کسی کو ناجائز حمل ہے اور حاملہ کہتی ہے کہ میرا حمل گرا دیا جائے ورنہ میں خودکشی کر لوں گی کیا حاملہ کو خودکشی سے روکنے کے لئے اس کا حمل گرایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

مندرجہ بالا مسائل سے ایک مسلم ڈاکٹر کس طرح سبک دوش ہو سکتا ہے از راہ کرم قرآن وحدیث وفقہ کے روشنی میں مع حوالہ وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب:- (۱) مسلمہ حاملہ عورت جبکہ تندرست ہے تو اگرچہ اس کے تین چار بچے ہیں اس کا حمل گرانا اور گروانا جائز نہیں کہ امت مسلمہ کے زیادتی کو روکنا ہے۔ اور روزی دینے والا خدائے تعالیٰ ہے۔ اس کا ارشاد ہے: "نحن نرزقکم و ایاھم." (سورۂ انعام آیت ۱۵۱) و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) ایسی عورت کا حمل گرانا جائز ہے کہ اس میں کافروں کی تعداد میں کمی کی کوشش ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) جب کہ خون بند ہونے کی کوئی صورت نہیں تو اس کی مکمل صفائی جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) وقتی طور پر ضرورۃً حمل کے استقرار کو روکنے کے لئے دوا یا انجکشن دینا جائز ہے۔ نہ کہ ہمیشہ کے لئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۵) اگر واقعی حاملہ کی جان کا خطرہ ہے تو اس کی جان بچانے کے لئے حمل گرانا جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۶) اگر واقعی حمل گرائے بغیر خون بند نہیں ہوگا تو ایسی صورت میں اس کا گرانا جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۷) چار ماہ میں جان پڑتی ہے اس سے پہلے اگر حمل گرائے تو حرج نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۵۱ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۸) اس صورت میں بھی جان پڑنے سے پہلے حمل گرانا جائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۹) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں جان پڑنے سے پہلے اعلیٰ حضرت نے مذکورہ فتوی میں حمل گرانے کو جائز تحریر فرمایا ہے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۱۰) اس صورت میں بھی جان پڑنے سے پہلے حمل گرانا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
یکم محرم الحرام ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: جمیل میڈیکل اسٹور، متھر ا بازار، بلرام پور

خالدہ کے تین چار بچے ہیں اب وہ ایسی دوا استعمال کرتی ہے کہ آئندہ بچے نہ ہوں اور کہتی ہے کہ زیادہ بچے ہو جائیں گے تو کون پڑھائے لکھائے گا جبکہ اس کا شوہر اچھی طرح کماتا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں خالدہ کا محض اس خوف سے کہ زیادہ بچے ہو جائیں گے تو کون پڑھائے لکھائے گا حمل نہ ٹھہرنے کی دوا کا استعمال جائز نہیں کہ کم پڑھا لکھا شخص بھی اپنی زندگی اچھی طرح گذار سکتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سب کو روزی دینے والا ہے۔ اسی کا ارشاد ہے: "نحن نرزقكم و اياهم." (پارہ ۷ سورۂ انعام آیت ۱۵۱) اور مذکورہ دوا استعمال کرنے کی صورت میں امت مسلمہ کی زیادتی کو روکنا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زیادتی کو پسند فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے: "تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم." (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۷) لیکن اگر جانتی ہے کہ حمل ٹھہرنے کی وجہ سے اس کی صحت خراب ہو جائے گی یا چھوٹا بچہ ہے جس کی تندرستی دودھ نہ ملنے کی بنا پر خراب ہو جائے گی تو اس قسم کی مجبوری کے تحت وقتی طور پر حمل نہ ٹھہرنے کی دوا وغیرہ کا استعمال درست ہے اور ہمیشہ کے لئے بچہ پیدا کرنے کی طاقت ختم ہو جانے کے لئے ایسی چیز کا عمل میں لانا حرام و ناجائز ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری
۳ر صفر المظفر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد ظفر امام القادری، وارد حال، سومیشور، الموڑہ

زید کے یہاں دو جڑوا بچے پیدا ہوئے ہندہ اور فوضیہ وہندہ دونوں کے پیٹ سر ہاتھ اور پیر الگ الگ ہیں مگر اندرونی اعضاء ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹروں کے بقول ہندہ کا دل بہت بڑا ہے لیکن کسی کام کا نہیں اس کے پھیپھڑے بھی کام نہیں کرتے اور اس کے دماغ کی نشو ونما مکمل نہیں ہے بمشکل ایک آنکھ کھول پاتی ہے اور کھانے کے لئے چوسنے پر گذر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس فوضیہ کا دماغ عام لوگوں کی طرح ہے دل اور پھیپھڑے اچھی طرح کام کررہے ہیں اس کے دماغ اور پھیپھڑے ہندہ کے لئے بھی کام کرتے ہیں یعنی ہندہ کی زندگی فوضیہ پر منحصر ہے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اگر دونوں کو الگ نہیں کیا گیا تو دونوں تین سے چھ مہینے کے اندر مرسکتی ہیں اور الگ کردینے پر ہندہ کا زندہ رہنا محال ہے مگر فوضیہ کے زندہ رہنے کا پنچانوے فیصد امید ہے اور اس کے پیشاب وپائخانہ کا راستہ بذریعہ آپریشن بنانا پڑے گا۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ اس حالت میں آپریشن کے ذریعہ الگ کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) ایک کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے دوسری کی زندگی ختم کردینا کیسا ہے؟

(۳) جب ہندہ کے دل ودماغ اور پھیپھڑے کام ہی نہیں کرتے تو اسے انسان مانا جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱۔۲) ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق جب دونوں بچیوں کے زندہ نہ رہنے کا ظن غالب ہوجائے تو ایک کی جان بچانے کے لئے دونوں کو آپریشن کے ذریعہ الگ کردیا جائے۔ خواہ دوسری بچی (ہندہ) زندہ رہے یا مرجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) ہندہ کو بے شک انسان ہی مانا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے کہ انسان کو طرح طرح سے پیدا فرماتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۲ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: مہدی حسن، پیلی بھیت

میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ گائے کا پیشاب اور گوبر کے استعمال سے کینسر، ٹی بی، شوگر اور ہارٹ اٹیک جیسے موذی امراض ٹھیک ہورہے ہیں ایسی صورت میں ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں نیز ڈاکٹروں نے اخبار میں لکھا ہے کہ خود کا پیشاب استعمال کرنے سے بہت سی بیماریوں سے نجات ملتی ہے ایسی حالت میں استعمال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں ”حرام اور نجس چیز کو دوا کے طور پر

بھی استعمال کرنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ:''حرام چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے شفا نہیں رکھی۔'' (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۱۲۶) دوسری حدیث میں ارشاد ہے "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الدواء الخبيث." یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجس اور حرام چیزوں سے علاج کرنے کو منع فرمایا۔ (ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۴)

اور درمختار مع شامی جلد ۶ صفحہ ۳۸۹ پر ہے: "كل تدا و لايجوز الا بطاهر." یعنی صرف پاک چیزوں سے ہی علاج کرنا جائز ہے۔ اھ'' اور گائے کا گوبر اس کا پیشاب اور آدمی کا پیشاب سب نجاست ہیں۔ لہذا ان سے علاج کرنا حرام ہے۔ و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحيح: جلال الدین احمد الامجدیؔ کتبه: محمد حبیب اللہ المصباحی

۶/ ذوالقعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: برکت القادری جودھپوری، دارالعلوم فیضان اشرف باسنی، ناگور

اس دور جدید میں مرد کی نسبندی ہوتی ہے کیا یہ از روئے شرع درست ہے؟ بينوا توجروا.

الجواب:- پیدائش کو روکنے کے لئے نسبندی کرنا یا کرانا خواہ مرد کی ہو یا عورت کی ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ حرام ہے کہ اس میں خدائے تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز کا بگاڑنا ہے جس کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ." یعنی شیطان بولا میں ان کو بہکاؤں گا تو وہ اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو بدلیں گے۔ (پارہ ۵ سورۂ نساء آیت ۱۱۹) اسی کے تحت تفسیر صاوی جلد اول صفحہ ۲۳۱ پر ہے "من ذلك تغيير الجسم." یعنی اسی میں سے جسم کی تغییر ہے اھ۔ اور تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۲۲۳ پر ہے: "ان معنى تغيير خلق الله ههنا هو الاخصاء." یعنی اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو بدلنے کا معنی ہے خصی کرنا۔ اھ

اور حدیث شریف میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "فقلنا الانستخصى فنهانا عن ذلك." یعنی ہم نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ کیا ہم خصی ہونے کی خواہش نہ کریں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے منع فرمایا۔ (بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۷۵۹) اور سی کے تحت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"هو نهى تحريم بلا خوف فى بنى آدم لما تقدم، و فيه ايضا من المفاسد تعذيب النفس و التشويه مع ادخال الضرر الذى قد يفضى الى الهلاك، و فيه ابطال معنى الرحولية و تغيير خلق الله و كفر النعمة لان خلق الشخص رجلا من النعم العظيمة فاذا ازال ذلك تشبه بالمرأة و اختار النقص على الكمال.

(فتح الباری جلد نہم صفحہ ۱۴۷)

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لیس منا من خصی و اختصی." یعنی جس نے دوسرے انسان کو خصی کیا یا خود خصی ہوا وہ ہم میں سے نہیں۔اھ (المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۶) اور فتاوی عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۵۷ پر ہے: "اخصاء بنی آدم حرام بالاتفاق.اھ" اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''ضبط تولید کے لئے مرد کی نسبندی یا عورت کا آپریشن شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ نیز اس میں بے وجہ شرعی ایک نس یا عضو کاٹا جاتا ہے وہ ایسی نس ایسا عضو جو توالد و تناسل کا ذریعہ ہے اور بے ضرورت شرعی دوسرے کے سامنے ستر وہ بھی ستر غلیظ کھولا جاتا ہے اور اس کو چھوتا بھی ہے اور یہ تینوں امور حرام ہیں اور یہ قاطع توالد ہونے کے سبب معنی خصی میں داخل اور انسان کا خصی ہونا اور کرنا بھی نص قرآن وحدیث سے حرام ہے'' اھ (فتاوی مصطفویہ صفحہ ۵۳۱)

لہذا نسبندی کرنا یا کرانا شریعت اسلامیہ میں ہرگز جائز نہیں حرام اور اشد حرام ہے اور اس میں تکلیف کے علاوہ مردمی کو باطل کرنا، خلق الہی کو بگاڑنا اور اس کی نعمت کی ناشکری کرنا اور نقصان کو کمال پر ترجیح دینا بھی ہے اور یہ سب ہرگز جائز نہیں۔ اس لئے تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے بچیں اور دور بھاگیں۔ تفصیل کے لئے "رسالہ بلیغ الشهادة على حرمة ضبط الولادة" ملاحظہ ہو۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی

۲۹ / ربیع النور ۲۲ھ

باب اللھو واللعب

کھیل کود کا بیان

مسئلہ:- از: محمد جمیل اختر رضوی، قصبہ بارہ، کانپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے مزامیر سننا حرام ہے۔اگر یہ صحیح ہے تو جو شخص مزامیر سنے اس سے مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بیشک مزامیر سننا حرام وناجائز ہے۔اس کا سننے والا فاسق ہے۔اس سے مرید ہونا جائز نہیں۔اور بعض لوگ جو اس کا جواز حدیث شریف سے مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اس لئے کہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۱ باب اعلان النکاح کی وہ حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ لڑکیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں دف بجا کر گایا اس کی شرح میں امام المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "تلك البنات لم يكن بالغات حد الشهوة." یعنی دف بجا کر گانے والی لڑکیاں شہوت کی حد کو پہنچی ہوئی نہیں تھیں۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد سوم صفحہ ۴۱۹) اور مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۲۶ پر باب صلاۃ العیدین کی وہ حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دف کے ساتھ لڑکیوں کا گانا سن رہی تھیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چہرہ اقدس پر کپڑا ڈالے ہوئے آرام فرما رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے لڑکیوں کو گانے سے منع کیا تو حضور نے فرمایا "دعهما يا ابابكر فانها ايام عيد." یعنی اے ابوبکر لڑکیوں کو ان کی حال پر چھوڑ دو کہ یہ عید کا دن ہے۔اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "عندها جاريتان" کے تحت فرماتے ہیں "اى بنتان صغيرتان." یعنی دف بجا کر گانے والی دو چھوٹی بچیاں تھیں۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۲۴۹) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں "دو دخترک بودند از دختر کان انصار۔" یعنی دف بجانے اور گانے والی انصار کی لڑکیوں میں سے دو چھوٹی لڑکیاں تھیں۔(اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۵۹۹)

اور چھوٹی لڑکیاں غیر مکلف ہوتی ہیں۔لہٰذا ان کے دف بجا کر گانے سے مزامیر کے ساتھ قوالی گانے اور اس کے سننے کا جواز ہرگز ثابت نہیں اسی لئے حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ "فوائد الفواد شریف" میں فرماتے ہیں "مزامیر حرام است۔" و الله تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۲ / ربیع الآخر ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: یمین الدین، موضع خاص افسریا، کانپور

کیا حکم کرتے ہیں مفتی صاحب کہ زید کہتا ہے کہ ہمارے یہاں وضو کر کے ٹوپی لگا کے ادب سے دوزانو بیٹھ کر عوام کی موجودگی میں علانیہ ہارمونیم ڈھولک وغیرہ مزامیر کی ساتھ قوالی ہوتی ہے اس طرح سے قوالی سننا جائز ہے؟ لیکن خالد کہتا ہے کہ خوب ٹوپی، وضو، دوزانوں بیٹھے۔ جب مزامیر شامل ہیں جو دلائل شرعیہ کی روشنی میں حرام ہیں تو اس کا سننے والا ہرگز ہرگز لائق بیعت و امامت نہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحب دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب سے نوازیں امید ہے ہرگز جواب سے محروم نہیں کریں گے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- باوضو بھی مزامیر کے ساتھ قوالی سننا حرام ہے۔ جو لوگ علانیہ اس کے مرتکب ہیں ان کے پیچھے نماز کراہت سے کسی حال میں خالی نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۵۱ میں ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

مسئلہ:- از: محمد اسرار احمد مصباحی، دوست پور، سلطان پور

عربی مدرسہ جہاں پر بچوں کو عربی تعلیم دیجاتی ہے اس جگہ قوالی کرنا کیسا ہے؟ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ ہم عالموں کی بات کو نہیں مانیں گے اور بضد ہو کر غیر مسلموں کو بلوا کر ہارمونیم اور ڈھولک کے ساتھ قوالی کرائی تو اس جگہ قوالی کرانے والوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- قوالی مع مزامیر یعنی ہارمونیم اور ڈھولک کیساتھ مطلقاً حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے "لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحرم و الحریر و الخمر و المعازف." یعنی ضرور میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہونے والے ہیں کہ حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرم گاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول صفحہ ۲۱۳ پر ہے۔ جن لوگوں نے اس قوالی کی بزم رچائی اور شرکت کی سب گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے۔ علانیہ توبہ واستغفار کریں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کریں اور یہ کہنا کہ ہم عالموں کی بات نہیں مانیں گے گمراہی ہے۔ ایسا کہنے والے پر خاص طور سے توبہ لازم ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی بلرامپوری

مسئلہ:- از: خلیل احمد رضوی، پوسٹ ہانگل شریف، ہاویری (کرناٹک)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ ہمارے یہاں ایک بزرگ تھے۔ ان کے وصال کے بعد باقاعدہ ہر سال ان کا عرس منایا جاتا ہے۔ اس کے لئے عرس کمیٹی ہر فرد سے چندہ وصول کرتی ہے۔ پھر وصول شدہ

چندے سے مندرجہ ذیل امور عمل میں لاتے ہیں۔

(۱) عرس میں مزامیر کے ساتھ قوالی ہوتی ہے جس میں قوال اور قوالہ کو بلاتے ہیں۔ نیز کشتی کا مقابلہ اور کرکٹ ٹورنامنٹ کراتے ہیں۔ اس میں چندہ دینا کیسا ہے؟

(۲) باقی بچی ہوئی رقم سے کچھ ضرورت مندوں کو اس شرط کے ساتھ دیتے ہیں کہ دی گئی رقم سے زیادہ واپس کرنا ہے۔ مثلاً دس ہزار روپے دیں تو سال بھر کے بعد اس کو پندرہ ہزار روپے جمع کرنا ہوگا تو یہ زائد رقم سود ہے یا نہیں؟

(۳) اور اس طور پر جمع شدہ رقم سے مزار کا گنبد اور مزار سے متعلق تعمیری کام یا مسجد مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں خرچ کرتے ہیں۔ نیز اسی آمدنی کو دیگر کار خیر میں بھی صرف کرتے ہیں۔ مثلاً علماء کرام کی تقاریر یا کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کی جاتی ہے۔ تو جمع شدہ رقم ان امور میں خرچ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بزرگان دین کا عرس کرنا یقیناً جائز و مستحسن اور کار ثواب ہے۔ لیکن اس میں مزامیر (ڈھول، ستار، بانسری وغیرہا) کے ساتھ قوالی کا ہونا حرام وسخت ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ." (پارہ ۲۱ سورۂ لقمان آیت ۶) اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں "سماع با مزامیر حرام است۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۱۳۹) اور درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۴۵ پر ہے "الملاهى كلها حرام قال ابن مسعود رضى الله عنه صوت اللهو و الغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء النبات. و فى البزازية استماع صوت الملاهى كضرب قصب و نحوه حرام لقوله عليه الصلاة و السلام استماع الملاهى معصية و الجلوس عليها فسق و التلذذ بها كفر اى بالنعمة اه ملخصاً" اور نیز عورت قوالہ کا مجمع عام میں قوالی گانا اشد حرام کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور غیر محرم عورت کو دیکھنا اور اس کی آواز سننا بھی ناجائز ہے۔ فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۴۲ پر ہے عورتوں کا گانا جب مزامیر کے ساتھ ہو یا آواز اجنبی تک پہنچے یہ بھی حرام ہے اھ۔

اور کشتی کا مقابلہ اگر لہو ولعب کے طور پر نہ ہو بلکہ اس لئے ہو کہ جسم میں قوت آئے اور کفار سے لڑنے میں کام آئے تو جائز ہے۔ بشرطیکہ ستر پوشی کے ساتھ ہو۔ یعنی ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک چھپا رہے۔ لیکن آج کل برہنہ ہو کر صرف ایک لنگوٹ یا جانگیا پہن کر لڑتے ہیں یہ ناجائز وحرام ہے۔ اور رہا کرکٹ ٹورنامینٹ تو اس میں تضیع اوقات ہے درست نہیں اور اگر یہ نماز سے غافل کردے جیسا کہ آج کل بکثرت ٹورنامینٹ میں دیکھا جا رہا ہے کہ لوگ نماز سے غافل ہو کر اس میں شامل ہوتے ہیں تو یہ حرام ہے۔

لہذا اس میں چندہ دینا حرام وناجائز ہے کہ گناہ پر مدد کرنا ہے قرآن مجید میں ہے: "وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ" یعنی گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کرو۔ (پ ۶ سورہ مائدہ آیت ۲) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) چندہ کی بچی ہوئی رقم سے ضرورت مندوں کو سال بعد زائد رقم واپس کرنے کی شرط پر دینا یقیناً سود ہے کہ حدیث شریف میں ہے: "کل قرض جر منفعة فهو ربا" اور سود کا لینا اور دینا حرام ہے۔ خدائے تعالی کا ارشاد ہے: "و احل الله البيع و حرم الربوٰ" یعنی اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام فرمایا (پ ۳ سورہ بقرہ آیت ۲۷۵) اور حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "الربا سبعون جزء اليسر ها ان ينكح الرجل امه" یعنی سود کا گناہ ستر درجہ ہے۔ ان میں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔ (مشکوۃ شریف باب الربا ص ۲۴۶)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "اگر قرض دیا جائے اور ایک پیسہ زیادہ ٹھہرالیا جائے تو حرام قطعی ہے" (فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۲۴۸) و الله تعالیٰ اعلم.

(۳) جمع شدہ رقم میں جو زر اصلی ہے خالص چندہ کی رقم ہے اور جو زائد رقم قرض خواہ سے وصول کی گئی ہے وہ سود ہے اور سود حرام قطعی ہے اور حرام مال ہرگز کسی کار خیر میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے: "لا يقبل الله الا الطيب" اھ

لہذا زائد رقم جن لوگوں سے لی ہے انہیں واپس کردے اور وہ نہ ہوں تو ان کے ورثہ کو دیدے اور وہ بھی نہ ہوں تو فقراء و مساکین پر صدقہ کردیں۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "حرام مال سے نیک کام نہیں کیا جاسکتا" (فتاوی امجدیہ جلد چہارم ص ۲۳۷) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی | کتبہ: محمد شبیر قادری رائچوری

مسئلہ: - از: بندہ نواز ہاشم، بیجاپور، (کرناٹک)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ قوالی سننا، قوالی کے وقت فوٹو کھینچنا، ناچنا، پیسہ لٹانا اور روپیہ کا مالا پہنانا کیسا ہے؟ سلسلۂ چشتیہ کے لوگ کہتے ہیں کہ قوالی جائز ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب: - قوالی جو عام طور پر رائج ہے وہ مزامیر ہی کے ساتھ ہے اور حرام ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "ليكونن فى امتى اقوام يستحلون الحرم و الحرير الخمر و المعازف." یعنی ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرم گاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو اھ (بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۹۹) اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اسی صفحہ پر مزامیر کے ساتھ قوالی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ "قوالی حرام ہے اور حاضرین سب گنہگار ہیں۔ اھ اور فوٹو کھینچنا بھی حرام کہ جاندار کی تصویر بنانا یا کیمرہ کے ذریعہ کھینچنا دونوں حرام ہے۔ اسی جلد کے صفحہ ۱۷ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ "صورت گری جاندار مطلقاً حرام ست سایہ دار باشد یا بے سایہ دستی باشد یا عکس۔ اھ"

اور قوالی سننے کے ساتھ پیسہ لٹانا، ناچنا اور روپیہ کا مالا پہنانا یہ بھی حرام ہے کہ اس میں قوالوں کی حوصلہ افزائی اور گناہ پر اعزاز ہے۔ اور سلسلۂ چشتیہ کے جو لوگ قوالی کو جائز بتاتے ہیں یہ ان کی سخت غلطی اور محبوبان خدا اکابر سلسلۂ چشتیہ کے اقوال کو جھٹلانا اور ان پر تہمت لگانا ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ "کاش آدمی گناہ کرے اور گناہ جانے اقرار لائے اصرار سے باز آئے لیکن یہ تو اور بھی سخت ہے کہ ہوس پالے اور الزام بھی ٹالے اپنے لئے حرام کو حلال بنالے پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلۂ عالیہ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں۔ نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم و عنا بہم "فوائد الفواد شریف" میں فرماتے ہیں "مزامیر حرام ست" مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے زمانہ مبارک میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ 'کشف القناع عن اصول السماع' تحریر فرماتے ہیں اس میں صاف ارشاد ہے کہ "اما سماع مشایخنا رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم فبرئی عن ھذہ التھمۃ و ھو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللّٰہ تعالیٰ." یعنی ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر دیتے ہیں اھ

پھر چند سطر بعد تحریر فرماتے ہیں کہ نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے "بعد از اں یکے گفت چوں ایں طائفہ از اں مقام بیرون آمدند با ایشاں گفتند کہ شما چہ کردید دراں جمع مزامیر بود سماع چگونہ شنید ید ورقص کردید ایشاں جواب دادند کہ ماچناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ ایں جا مزامیر ست یا نہ حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید۔" یعنی بعد اس کے حضور کی خدمت شکایت گذری اور حضور نے اس کا وہ جواب فرمایا۔ ایک صاحب نے ان کا یہ عذر گذارش کیا کہ جب وہ طائفہ صوفیہ اس جگہ سے باہر آیا۔ لوگوں نے ان سے کہا یہ کیا کیا؟ ایسے مجمع میں جہاں مزامیر تھے تم نے سماع کیسے سنا؟ اور کیوں کر رقص کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں خبر ہی نہیں تھی کہ یہاں مزامیر ہیں یا نہیں۔ حضور سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا۔ یہ جواب بھی کچھ نہیں کہ یہ عذر باطل تو تمام معصیتوں پر ہو سکتا ہے اھ۔

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہے اور اس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے شراب پئے اور کہہ دے شدت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبۂ حال کے سبب تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی۔ اھ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۰) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: سلامت حسین نوری

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۷ / ربیع الغوث ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد پرویز عالم، گیا، بہار

تعلیمی تاش کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ بکر کہتا ہے کہ تعلیمی تاش کھیلنا جائز نہیں کہ وہ بھی ایک قسم کا تاش ہے اور شریعت میں ہر قسم کے تاش کو ناجائز بتایا گیا۔ اور خالد کہتا ہے کہ تعلیمی تاش کھیلنا جائز ہے کیوں کہ تعلیمی تاش کھیلنے سے صلاحیت بڑھتی ہے۔ اور علم میں اضافہ ہوتا ہے تو کس کا قول درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- تعلیمی تاش ایک کھیل ہے اور شریعت نے ہر طرح کے کھیل اور بیکار کام کو ناجائز ٹھہرایا ہے حدیث شریف میں ہے "کل شیء یلهو به الرجل باطل الارمیه بقوسه و تادیبه فرسه ملاعبته امرأته فانهن من الحق." رواہ الترمذی. یعنی جتنی چیزوں سے آدمی کھیلتا ہے سب باطل ہے مگر کمان سے تیر چلانا اور گھوڑے کو ادب دینا اور بیوی کے ساتھ ملاعبت کہ یہ تینوں حق ہیں۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۳۳۷)

اور جب انسان کسی کھیل میں پڑتا ہے تو دھیرے دھیرے اس کو کھیلنے کی عادت پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے فرائض نماز و جماعت وغیرہ سب چھوٹنے لگتے ہیں۔ اور اگر عادت نہ بھی پڑے بلکہ کبھی اتفاقاً کھیلے پھر بھی جب اس میں مشغول ہوگا تو نماز وغیرہ نہ بھی چھوٹے جب بھی نماز میں اتنی تاخیر کہ وقت تنگ ہوجائے یا ترک جماعت میں ضرور مبتلا ہوجائے گا جو ہرگز جائز نہیں۔ بہرحال تعلیمی تاش کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "تاش کھیلنا حرام ہے سخت گناہ ہے اور اس میں بازی لگانا اور جوا کھیلنا حرام درحرام ہے۔ (فتاوٰی مصطفویہ صفحہ ۴۵۳) لہذا خالد کا قول ہرگز صحیح نہیں اسے اگر صلاحیت بڑھانی یا علم میں اضافہ کرنا ہے تو کتابوں کا مطالعہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

باب الحلق والقلم

حجامت اور ناخن کا بیان

مسئلہ:- از: محمد ابوطلحہ خاں برکاتی، دوست پور، ضلع امبیڈکرنگر، یوپی

زید ۳۵ سال کی عمر میں مسلمان ہوا تو ڈاکٹر سے اس کا ختنہ کروانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- زید اگر خود کر سکتا ہو تو اپنے ہاتھ سے کرے یا کوئی عورت جو اس کام کو کر سکتی ہو ممکن ہو تو اس سے نکاح کرے تا کہ وہ ختنہ کر دے۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو ڈاکٹر وغیرہ سے ختنہ کروانا جائز ہوگا کہ ایسی ضرورت کے لئے ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۸۱ میں ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۷۱ میں ہے "قیل فی ختان الکبیر اذاامکنہ ان یختتن نفسه فعل و الا لم یفعل الا ان یمکنه النکاح او شراء الجاریة و الظاهر فی الکبیر انه یختتن. اھ" اور درمختار مع ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۲۶۱ میں ہے: "ینظر الطبیب الی موضع مرضها بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها و کذا نظر قابله و ختان. اھ" اور ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۲۶۲ میں ہے "کذا جزم به الهدایة و الخانیة وغیرهما لان الختان سنة للرجال من جملة الفطرة لایمکن ترکها. اھ ملخصاً" و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اظہار احمد نظامی
یکم محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: ممتاز احمد قادری، استاذ دارالعلوم جامعہ طاہر العلوم، چھتر پور

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰۸ کی حدیث میں سر منڈانا بدمذہبوں کی نشانی قرار دیا گیا ہے تو کیا سر منڈانے والوں کو بدمذہب سمجھا جائے گا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حدیث شریف میں سر منڈانا جو بدمذہبوں کی نشانی بیان کی گئی ہے وہ یقیناً حق ہے مگر اس کے علاوہ بھی اور بہت سی نشانیاں بتلائی گئی ہیں۔ مثلاً ایک گروہ نکلے گا جو اچھی باتیں کریگا لیکن کردار گمراہ کن ہوگا، وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی نمازوں اور روزوں کو دیکھ کر تم اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰۸) مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اور بت پوجنے والوں کو چھوڑ دیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۳۵) ایسی باتیں لائیں گے جن کو تم نے کبھی سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸)

لہذا اگر مذکورہ بالا نشانیاں بھی ان کے اندر موجود ہوں تو یقیناً بدمذہب ہیں۔ ورنہ صرف سرمنڈانے کی وجہ سے ان کو بدمذہب نہیں سمجھا جائے گا جب تک ان کی تحقیق نہ کرلی جائے۔ اس لئے کہ سرمنڈانا بزرگوں کا بھی طریقہ ہے اور بہت سے بدمذہب اور گمراہ اپنی بدمذہبی وگمراہی کو پھیلانے کے لئے صالحین اور بزرگان دین کی خصلتوں کو اختیار کرلیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''جماعہ باشند کہ خودرا بمکر وتلبیس درصورت علماو مشائخ وصلحا از اہل نصیحت وصلاح نمایند تا دروغہائے خودرا ترویج دہند ومردم را بمذہب باطلہ وآرائے فاسدہ بخوانند'' یعنی بہت لوگ ہوں گے جو مکاری وفریب سے علماء ومشائخ اور صلحاء بن کر اپنے کو مسلمانوں کا خیرخواہ اور مصلح ظاہر کریں گے تاکہ اپنی جھوٹی باتیں پھیلائیں اور لوگوں کو اپنے باطل عقیدوں اور فاسد خیالوں کی طرف بلائیں۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۳۳) اور ملا علی قاری علیہ الرحمہ "سیماھم التحلیق." کے تحت تحریر فرماتے ہیں: "ای علامتھم التحلیق و ھو استئصال الشعر و المبالغۃ وھو لایدل علی ان الحق مذموم فان الشیم و الحلی المودۃ قد یتیزیا بھاالخبیث ترویجا لخبثہ و افسادہ علی الناس وھو کوصفھم بالصلاۃ و القیام." (مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۳) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد عبدالحی قادری

مسئلہ:- از: کلیم الدین ایڈوکیٹ، منکیلی، ایم۔ پی

بدھ کے روز ناخن اور جمعرات کے دن بال کٹوانا کیسا ہے؟ اگر کوئی بھول سے کٹوالے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ سے سوال کیا گیا کہ بدھ کے روز ناخن کتروانا چاہئے یا نہیں اگر نہ چاہئے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی جواب میں آپ نے فرمایا نہ چاہئے حدیث میں اس سے نہی آئی کہ معاذ اللہ مورث برص ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۳۷) اس سے یہ حکم معلوم ہوا کہ مسلمان بدھ کے روز ناخن نہ کاٹیں حتی الامکان بچیں اگر کوئی بھول سے کٹوالے تو کوئی جرم نہیں۔ اور جمعرات کے دن بال کٹوانے میں کوئی حرج نہیں۔ لعدم المنع فی الشرع و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۷ر جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: شیخ رحمت اللہ، موتی گنج، بالاسور (اڑیسہ)

آرمی (فوجی) نوجوانوں کے لئے تقریباً پانچ چھ سال سے ہندوستان کی حکومت نے یہ قانون لگا دیا ہے کہ وہ داڑھی نہیں رکھ سکتے صرف امام صاحب کے لئے اجازت ہے تو اس صورت میں زید جو فوجی سپاہی ہے اگر داڑھی نہ رکھے تو کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا.

الجواب:- داڑھی بڑھانا سنن انبیائے سابقین سے ہے منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۱۹۷ پر ہے۔ اور در مختار مع شامی جلد ۶ صفحہ ۴۰۷ میں ہے: "یحرم الرجل قطع لحیته." یعنی مرد کو اپنی داڑھی منڈانا حرام ہے۔ لہٰذا اگر زید ہندستانی قانون پر عمل کرتے ہوئے داڑھی منڈائے گا تو سخت گنہگار ہوگا کہ ہندوستان کے اس ناجائز قانون پر عمل کرنا حرام ہے۔ اس پر اور تمام مسلم فوجیوں پر لازم ہے کہ وہ حکومت سے اس کے خلاف احتجاج کریں اور مذکورہ قانون کے منسوخ کرانے میں اپنی پوری کوشش صرف کریں۔ اگر ایسا نہیں کریں گے گنہگار ہوں گے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۱۰ر رجب ۲۰ھ

مسئلہ:- از: راز محمد دری والے، بجے پور، مرزاپور

زید و بکر جو داڑھی منڈے تھے انہوں نے گیارہویں شریف کی محفل قائم کی تو اس میں ایک عالم دین نے داڑھی کے متعلق حکم شرع بیان کیا اس پر ایک ڈاکٹر نے ان سے کہا کہ تقریر کرا کے مصیبت مول لے لی۔ لیکن بکر نے زید کے سامنے داڑھی رکھنے کا عہد و اقرار کیا اور رکھ بھی لیا۔ کچھ دنوں بعد اسی ڈاکٹر نے بکر کو بہکاتے ہوئے کہا کہ غوث پاک کی محفل تھی تو اس میں داڑھی کا مسئلہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تو اس کے بعد بکر پھر داڑھی منڈاتا رہا اگر چہ اب عہد و پیان کے یاد دلانے پر اس نے پھر داڑھی بڑھانا شروع کر دیا ہے۔ تو ڈاکٹر مذکور کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے جبکہ وہ ایک دینی مدرسہ کا صدر بھی ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "یحرم علی الرجل قطع لحیته. اھ" یعنی مرد کو اپنی داڑھی منڈانا حرام ہے۔ (در مختار مع شامی جلد ششم صفحہ ۴۰۷ فی فصل البیع) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "داڑھی کا طول ایک مشت یعنی ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہئے اس سے کم کرانا حرام ہے۔ قینچی سے کترے خواہ استرے سے لے سب یکساں ہے۔ ہاں تھوڑے کترنے سے سب منڈا دینا سخت وخبیث تر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۰۵) اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "داڑھی بڑھانا سنن انبیائے سابقین سے ہے منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۱۹۷)

لہٰذا جو شخص داڑھی رکھنے سے لوگوں کو بہکائے وہ شیطان ہے تو ڈاکٹر مذکور نے اگر واقعی مذکورہ باتیں کہی ہیں تو اس نے شیطان کا کام کیا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور آئندہ ایسی باتیں نہ کرنے کا عہد کرے۔ اور اس کی باتوں سے ظاہر ہے کہ وہ خود بھی داڑھی منڈا فاسق معلن ہے۔ تو ایسا شخص دینی مدرسہ کی صدارت کے لائق ہرگز نہیں تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے فوراً اس کے عہدہ سے برطرف کر دیں اور دینی مدرسہ کا صدر ایسے شخص کو بنائیں جو لوگوں کو زیادہ سے زیادہ حکم شرع کی

ترغیب دے نہ کہ انہیں شریعت پر عمل کرنے سے روکے اور بہکائے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۶ رشعبان المعظم ۲۰ھ

مسئلہ:- از: رضوی عرفان، ہارون بھورا، مالیگاؤں (مہاراشٹر)

ناخن کاٹنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ اور کن دنوں میں ناخن نہیں کاٹنا چاہئے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- ناخن کاٹنے کا سنت طریقہ یہ کہ داہنے ہاتھ کے کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور چھنگلیاں پر ختم کرے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیاں سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن تراشے۔ اور پیر کے ناخن کاٹنے سے متعلق کوئی ترتیب منقول نہیں بہتر یہ ہے کہ پیر کی انگلیوں میں خلال کرنے کی جو ترتیب ہے اسی ترتیب سے ناخن تراشے یعنی داہنے پیر کی چھنگلیاں سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کرے پھر بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع کرکے چھنگلیاں پر ختم کرے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۱۹۶ پر ہے اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۵۸ پر ہے "ینبغی ان یکون ابتداء قص الاظافیر من الیدالیمنی و کذا الانتهاء بها فیبدأ بسبابه الید الیمنی و یختم بابهامها و فی الرجل یبدأ بخنصر الیمنیٰ و یختم بخنصر الیسرا . اه" اور درمختار میں ہے "فی شرح الغزلویه انه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بدأ بمسحة الیمنی الی الخنصر ثم بخنصر الیسریٰ الی الابهام و ختم بابهام الیمنی. اه" (الدر المختار فوق رد المحتار جلد ٦ صفحه ٤٠٦)

اور ناخن کاٹنے سے متعلق کسی دن کوئی ممانعت نہیں جس دن بھی کاٹے مستحب و مسنون ہے اسلئے کہ دن کی یقین میں کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں۔ البتہ بعض ضعیف حدیثوں میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت آتی ہے۔ لہذا اگر بدھ کا دن وجوب کا دن آجائے مثلاً انتالیس دن سے نہیں تراشے تھے آج بدھ کو چالیسواں دن ہے اگر آج نہیں تراشا تو چالیس دن ہوجائیں گے تو اس پر واجب ہوگا کہ بدھ کے دن تراشے اس لئے کہ چالیس دن سے زائد ناخن رکھنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے اور اگر مذکورہ صورت کے علاوہ ہو تو بدھ کو نہ تراشنا مناسب ہے کہ جانب منع کو ترجیح ہوتی ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۲۲ پر ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۹ رربیع الغوث ۲۲ھ

مسئلہ:- از: سید مرغوب عالم ضیائی، پالی، راجستھان

آج کل ہمارے یہاں عام طور پر سبھی سنی بھائی داڑھی رکھ کر مونچھ بالکل منڈا دیتے ہیں جس سے چہرا بھدا لگتا ہے اور میں نے یہ طریقہ اکثر دیوبندیوں میں دیکھا ہے تو کیا مونچھیں بالکل منڈانی چاہئے۔ یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- (۱) حدیث شریف میں ہے "احفو الشوارب." یعنی مونچھوں کو کتراؤ. (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۸۷۵) اور دوسری حدیث شریف میں ہے "جزّوا الشوارب و ارخوا اللحی خالفوا المجوس." مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۲۹) اور منڈانا سنت ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے درمختار مع شامی جلد نہم صفحہ ۵۸۳ میں ہے: "حلق الشارب بدعة و قيل سنة اھ" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "لبوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ لبیں پست کرو کہ نہ ہونے کے قریب ہوں البتہ منڈانا نہ چاہئے اس میں علماء کو اختلاف ہے۔" (فتاوی رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۰۵)

لہذا مونچھوں کو منڈانا نہیں چاہئے خصوصا جب کہ چہرا بھدا لگتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۲۸ رصفر المظفر ۱۴۲۲ھ

باب الزینۃ

زینت کا بیان

مسئلہ: ۔از: جمیل احمد، مہراج گنج بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بالوں میں کالی مہندی لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ حدیث شریف میں ہے: "غیروا هذا بشیء و اجتنبوا السواد." (مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۱۹۹) اس کے تحت نووی میں ہے: "مذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل و المرأة بصفرة او حمرة و يحرم خضابه بالسواد على الاصح اھ." اوراعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "حدیث شریف میں مطلقاً سیاہ رنگ سے منع کیا گیا تو جو چیز بالوں کو سیاہ کرے خواہ نیل یا مہندی کا میل یا کوئی تیل غرضیکہ کچھ ہو سب ناجائز وحرام ہے۔اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۳۲) اورتحریر فرماتے ہیں "شاہد عدل ہے کہ عورت اس کی زیادہ محتاج ہے کہ شوہر کی نگاہ میں آراستہ ہو جب اسے یہ امور تغیر خلق اللہ کے سبب حرام وموجب لعنت ہے تو مرد پر بدرجۂ اولیٰ۔اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۹۲) لہذا مرد وعورت دونوں کو کالی مہندی لگانا حرام ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۹؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:۔از: محمد اشرف علی قادری، کشی نگر، یوپی

مردوں کو ہاتھ، پیر، سر اور داڑھی میں مہندی لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ مردوں کو بلا عذر ہاتھ، پیر میں مہندی لگانا حرام ہے۔ سر اور داڑھی میں لگانا مستحب ہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی قادری محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "مرد کو ہتھیلی یا تلوے بلکہ صرف ناخنوں ہی میں مہندی لگانا حرام ہے کہ عورتوں سے تشبہ ہے۔" (شرعۃ الاسلام صفحہ ۳۰۱) ومرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے "الحناء سنة للنساء و يكره لغيرهن من الرجال الا ان يكون لعذر لانه تشبه بهن اھ اقول و الكراهة تحريمية للحديث المار لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء فصح التحريم ثم الاطلاق شمل الاظفار.اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۴۹) اوراسی جلد کے صفحہ ۱۲۶ پر تحریر فرماتے ہیں "ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لئے حرام ہے سر اور داڑھی میں مستحب ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی مورانوی

۱۳؍محرم الحرام ۲۱ھ

مسئلہ:- از: شفیق از ہر رضوی، ہزاری باغ (بہار)

کیا عورتوں کو مانگ میں سیندور یا اس طرح کا کوئی رنگ لگانا جائز ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سیندور یا اس کی مثل دوسرا کوئی رنگ عورتوں کو مانگ میں لگانا حرام ہے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''سیندور لگانا مثلہ میں داخل اور حرام ہے۔ نیز اس کا جرم پانی بہنے سے مانع ہوگا جس سے غسل نہیں اترے گا۔'' (فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۶۰) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۲۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد بخش قادری، ڈاکٹر مجمد ار، وارڈ ہنگن گھاٹ

(۱) دن میں مرد کو سرمہ لگانا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ دن میں مرد کو سرمہ لگانا حرام ہے جب کہ حدیث شریف میں ہے کہ عیدین و جمعہ کو سرمہ لگانا سنت ہے اور عیدین و جمعہ دن ہی میں ہوتے ہیں تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) زید کہتا ہے کہ کعبہ شریف میں دیا کی لو کی مقدار ایک پتھر ہے تو کیا زید کا قول درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) سرمہ لگانا مطلقاً سنت ہے خواہ دن ہو یا رات عیدین و جمعہ ہی خاص نہیں لہذا دن میں مرد کو سرمہ لگانا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ زینت کی نیت سے نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے " ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اکتحلوا بالاثمد فانه یجلوا لبصر و ینبت الشعر و زعم ان النبی صلی اللہ علیہ کانت له مکحلة یکتحل بها کل لیلة ثلثة فی هذه و ثلثة فی هذه. " یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد پتھر کا سرمہ لگاؤ کہ وہ نگاہ کو جلا دیتا ہے اور پلک کے بال اگاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سرمہ دانی تھی جس سے آپ ہر رات میں سرمہ لگاتے تھے تین سلائیاں اس آنکھ میں اور تین اس میں (ترمذی شریف صفحہ ۱۰۵) اور اگر بطور زینت ہو تو مکروہ ہے جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ پتھر کا سرمہ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اور سیاہ سرمہ و کاجل بقصد زینت مرد کو لگانا مکروہ ہے اور زینت نہ ہو تو کراہت نہیں۔'' (بہار شریعت جلد شانزدہم صفحہ ۲۰۸)

اور فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم صفحہ ۳۵۹ پر ہے "لا بأس بالاثمد لرجال و یکره کحل الاسود اذا قصد به الزینة و اذا لم یقصد به الزینة لایکره . اه ملخصاً" نیز عیدین و جمعہ میں سرمہ لگانا بہتر ہے اور زید کا یہ کہنا کہ دن میں سرمہ لگانا حرام ہے صحیح نہیں اس پر لازم ہے۔ کہ وہ توبہ و استغفار کرے کہ اس نے بغیر علم فتویٰ دیا حدیث شریف میں ہے۔" و من

افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء و الارض." یعنی جس نے بغیر علم فتویٰ دیا اس پر آسمان وزمین کے ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۱۰/ صفحہ ۱۳۹) و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) کعبہ شریف کی دیوار میں باہر حجر اسود نصب ہے اور اس کے اندر دیا کی لو کی مقدار کوئی پتھر نہیں جس کا دعویٰ ہو کہ ہے وہ ثبوت پیش کرے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الاجوبة کلها صحیحة: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبد المقتدر نظامی مصباحی
۶/ ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد علی نعیمی قادری، دار العلوم حق الاسلام، لال گنج بستی

حضور مفتی صاحب قبلہ مد ظلہ العالی...السلام علیکم

مزاج عالی! خیریت طرفین مطلوب

تحریر اینکہ میری نظر سے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ اور مفتی اختر رضا خاں صاحب کا فتویٰ دستی چین دار گھڑی کے بارے میں عدم جواز پر گذرا اور واضح طور پر اس کے استعمال کرنے والے کے بارے میں فاسق معلن نیز اس کی امامت مکروہ تحریمی تحریر ہے اس سلسلہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟ مع حوالہ تحریر فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

فقط والسلام

الجواب:- حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قبلہ زید مجدہم کے فتاوے دستی چین دار گھڑی کے بارے میں جو آپ کی نگاہ سے گذرے وہ حق ہیں اس لئے کہ چین ایک طرح کا زیور ہے اور اسٹیل کا زیور جبکہ عورت کو پہننا جائز نہیں۔ تو مرد کو بدرجۂ اولیٰ نہیں جائز ہے۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "فی الجوهرة و التختم بالحدید و الصفر و النحاس و الرصاص مکروہ للرجال و النساء." (ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۲۲۹) و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی
۳/ ربیع النور ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبد الرحمٰن، متعلم دار العلوم حنفیہ نعیمیہ خواجہ پور، پوسٹ رسول پور، جون پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ لوہے، اسٹیل تانبہ وغیرہ کی چین سے گھڑی کو کلائی پر باندھنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک کتاب نظر سے گذری جس کا نام ''دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء، مصنف سید محمود احمد رضوی، ناشر مکتبہ جامع نور، دہلی کتاب

میں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- لوہے، اسٹیل اور تانبہ وغیرہ دھات کی چین دار گھڑی باندھنا اور اسے لگا کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔" (احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۷۰) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی یہی عبارت عدم جواز کی دلیل ہے۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۷/ذی الحجہ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد سرور نبیرۂ حاجی رعب علی، کاپڑیا نگر، کرلا بمبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین وملت اس مسئلہ میں کہ آج کل اجمیر شریف وغیرہ بزرگوں کے آستانوں پر اسٹیل، تانبہ، پیتل، جستہ گلٹ اور ان کے علاوہ دوسری دھاتوں کے بنے ہوئے کنگن، انگوٹھی اور پٹے بیچے جاتے ہیں جن میں سے کسی پر آیت الکرسی وغیرہ کوئی آیت لکھی ہوتی ہے۔ یا اس میں اللہ محمد، علی فاطمہ حسن، حسین غوث خواجہ یا کسی دوسرے بزرگ کا نام نقش ہوتا ہے یا ان کے روضے کا عکس ہوتا ہے۔ یا پلاسٹک اور کسی دھات کی ایسی تعویذ گلے میں لٹکانے کے لئے بیچتے ہیں کہ جن میں قرآن کی کوئی آیت یا کسی بزرگ کا نام یا ان کے مزار شریف کا نقشہ ہوتا ہے جو شیشہ (یعنی کانچ) میں ہونے کے سبب باہر سے صاف نظر آتے ہیں یا اسی طرح کا قلم (یعنی پن) فروخت کرتے ہیں جن میں گنبد خضراء، گنبد خواجہ گنبد اعلیٰ حضرت یا کسی دوسرے بزرگ کے گنبد کا نقش ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی ولی اور بزرگ کے گنبد کا چھوٹا طغری جیب میں لگانے کے لئے بیچتے ہیں۔ تو ان چیزوں کا بنانا ان کا بیچنا، ان کا خریدنا اور مذکورہ طریقوں میں کسی طرح ان کا استعمال کرنا، پہننا اور لٹکانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مردوں کو ساڑھے چار ماشہ سے کم چاندی کی ایک انگوٹھی کے علاوہ اور عورتوں کو سونے چاندی کے زیورات کے سوا رولڈ گولڈ، لوہا، تانبہ، پیتل، جستہ وغیرہ دوسری تمام دھاتوں کا پہننا حرام وناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال لرجل علیہ خاتم من شبہ مالی اجدمنکم ریح الاصنام فطرحہ ثم جاء علیہ خاتم من حدید فقال مالی اری علیک حلیۃ اھل النار فطرحہ فقال یا رسول اللہ من ای شیء اتخذہ قال من ورق و لاتتمہ مثقالا" یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا۔ جو پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے کیا بات ہے کہ تجھ سے بتوں کی بو آتی ہے انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے حضور نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں دیکھتا ہوں تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو اس شخص نے وہ انگوٹھی بھی پھینک دی۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں فرمایا چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو یعنی وزن میں پورا ساڑھے چار ماشہ نہ ہو بلکہ کچھ کم ہی ہو۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۷۸)

اور فقیہ اعظم ہند حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "انگوٹھی صرف چاندی ہی کی پہنی جاسکتی ہے دوسری دھات کی انگوٹھی پہننا حرام ہے مثلاً لوہا، پیتل، تانبا، جستہ، وغیرہ ان دھاتوں کی انگوٹھیاں مرد وعورت دونوں کے لئے ناجائز ہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۶۲) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں" التختم بالحدید و الصفر و النحاس و الرصاص مکروہ للرجال و النساء." (ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۲۵۳) پھر اسی جلد کے صفحہ ۲۵۴ پر ہے: "التختم بالفضة حلال للرجال بالحدیث و بالذهب و الحدید و الصفر حرام علیهم بالحدیث." اھ اور ان دھاتوں کو پہن کر نماز پڑھنے سے نماز بھی مکروہ ہوتی ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "تانبا، پیتل، کانسا، لوہا، تو عورت کو بھی پہننا ممنوع ہے اور اس سے نماز ان کی بھی مکروہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۲۷۹)

لہٰذا آج کل اجمیر شریف وغیرہ بزرگوں کے آستانوں پر رولڈ گولڈ، اسٹیل، تانبہ، پیتل جستہ، گلٹ اور ان کے علاوہ دوسری دھاتوں کے بنے ہوئے جو کنگن، انگوٹھی اور پٹے بیچے جاتے ہیں ان کا پہننا حرام ہے۔ اور اگر کسی پر آیت الکرسی یا کوئی دوسری آیت لکھی ہو تو اس کا پہننا بدرجۂ اولیٰ حرام سخت حرام ہے۔ کہ لوگ اسے بے وضو چھوتے اور پہن کر استنجا خانہ و پاخانہ وغیرہ میں جاتے ہیں۔ جس سے ان کی بے ادبی و بے حرمتی ہوتی ہے جب کہ بے وضو قرآن یا اس کی ایک آیت کا بھی چھونا حرام ہے اور اسے پہن کر استنجا خانہ وغیرہ میں جانا بھی حرام ہے۔ اس لئے کہ قرآن کی ایک آیت بھی قرآن ہے جس کے بارے میں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ "لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ." یعنی قرآن کو صرف پاک لوگ چھوئیں. (پارہ ۲۷ سورۂ واقعہ آیت ۷۹) اور عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۱۱۷ میں ہے: "لو کان درهم کتب فیه قدر من القرآن لا یحل مسه للجنب لان حکمه حکم المصحف. اھ" اور ہدایہ اولین صفحہ ۶۴ میں ہے "لیس بهم مس المصحف الا بغلافه و لا اخذ درهم فیه سورة من القرآن الا بصرته و کذا المحدث لا یمس المصحف الا بغلافه لقوله علیه السلام و لا یمس القرآن الا طاهر. اھ اور فتاویٰ عالم گیری مع خانیہ جلد پنجم صفحہ ۳۲۳ پر ہے "یکره لمن لا یکون علی الطهارة ان یاخذ فلو سا علیها اسم الله تعالیٰ." پھر اسی میں ہے "سئل الفقیه ابو جعفر رحمه الله تعالیٰ عمن کان فی کمه کتاب فجلس للبول ایکره ذلك قال ان کان ادخله مع نفسه المخرج یکره و ان اختار لنفسه مبالا طاهرا فی مکان طاهر لا یکره و علی هذا اذا کان علیه خاتم و علیه شیء من القرآن مکتوب او کتب علیه اسم الله فد خل المخرج معه یکره. اھ"

اور جن میں اللہ، محمد، علی، فاطمہ، حسن حسین، غوث خواجہ یا کسی دوسرے بزرگ کا نام نقش ہوتا ہے ان کے روضے کا عکس ہوتا ہے یا پلاسٹک اور کسی دھات کی ایسی تعویذ گلے میں لٹکانے کے لئے بیچتے ہیں کہ جن میں قرآن کی کوئی آیت یا کسی بزرگ کا نام یا

ان کے مزار شریف کا نقشہ ہوتا ہے جو صاف نظر آتے ہیں یا اسی طرح کے قلم جن میں گنبد خضراء، گنبد خواجہ، گنبد اعلیٰ حضرت یا کسی دوسرے بزرگ کے گنبد کا نقش ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی ولی اور بزرگ کے گنبد کا چھوٹا طغریٰ جیب میں لگانے کے لئے بیچے جاتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔ اس لئے کہ انہیں پہنے ہوئے استنجا خانہ اور سنڈاس میں چلے جاتے ہیں تو اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی، فاطمہ، حسن حسین، غوث و خواجہ اور دیگر اولیائے کرام و بزرگان دین کے ناموں اور ان کے گنبدوں کی بے ادبی ہوتی ہے۔ حالاں کہ جس طرح ان کی ذات، ان کے گنبدوں کی تعظیم و تکریم لازم ہے اسی طرح ان کے نام اور گنبد کے نقشوں کی بھی تعظیم لازم و ضروری ہے۔ کیونکہ تعظیم، توہین کے سلسلہ میں جو حکم اصل کا ہے وہی حکم نام اور نقش کا بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "علمائے دین نے نقشے کا اعزاز و اعظام وہی رکھا ہے جو اصل کا رکھتے ہیں۔ اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۵۰)

اور جب ان مذکورہ چیزوں کا استعمال جائز نہیں تو ان کا بنانا بیچنا، اور خریدنا بھی جائز نہیں کہ یہ ناجائز کام پر مدد کرنا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "و لاتعاونوا علی الاثم و العدوان" (پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت ۲) اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد پنجم صفحہ ۳۶۵ میں ہے: "یکرہ بیع خاتم الحدید و الصفر و نحوہ اھ" اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "اذا ثبت کراھۃ لبسھا للتختم ثبت کراھۃ بیعھا و صیغھا لمافیہ من الاعانۃ علی مالا یجوز۔" (درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۲۵۴) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۲ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد توفیق رضوی، نائیگاؤں، مہاراشٹر

بریلی شریف کی چاندی کی انگوٹھی ساڑھے چار ماشہ سے کم ایک نگ والی بغرض حفاظت پہننا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بریلی شریف یا کہیں کی بھی بنی ہوئی چاندی کی ایک انگوٹھی جو ساڑھے چار ماشہ سے کم اور ایک نگ والی ہو پہننا جائز ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں "چاندی کی انگشتری ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی مرد کو پہننی جائز ہے۔ اھ" (فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۴۵۲) و اللہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲ / رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد معین الدین خاں مصباحی، نصوپور، دھورہرا، ضلع مئو (یو۔پی)

اسٹیل کی گھڑی ہاتھ میں پہننا جائز اور اس کے لئے اسٹیل کی چین کا استعمال ناجائز ایسا کیوں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- گھڑی میں اسٹیل کی چین کا استعمال مرد کے لئے ناجائز اس لئے ہے کہ گھڑی ہاتھ پر باندھنے میں چین متبوع ہے جو زیورات میں سے ہے۔ اور اسٹیل کی گھڑی کا استعمال بغیر چین کے چمڑے وغیرہ کے فیتہ کے ساتھ اس لئے جائز ہے کہ گھڑی تابع ہے جس طرح کہ سونے کا بٹن اسٹیل وغیرہ دھاتوں کی زنجیر کے ساتھ کسی مرد کو لگانا ناجائز ہے۔ اور نیلون وغیرہ کے دھاگے کے ساتھ جائز ہے۔ درمختار جلد ۵ صفحہ ۲۲۶ میں ہے: "فی شرح الوهبانية عن المنتقى لابأس بعروة القميص وزره من الحرير لانه تبع و فى التتارخانية عن السير الكبير لا بأس بازرار الديباج و الذهب اه." اور فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۵۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "سونے کے بٹن کرتے یا اچکن میں لگانا جائز ہے جب کہ بٹن بغیر زنجیر ہوں اور اگر زنجیر والے بٹن ہوں تو ان کا استعمال ناجائز ہے کہ یہ زنجیر زیور کے حکم میں ہے جس کا استعمال مرد کو ناجائز ہے" اھ ملخصا۔ و اللّٰہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عالم مصباحی

۱۲/ جمادی الاخرہ ۱۴۲۱ھ

باب العلم والتعلیم

علم اور تعلیم کا بیان

مسئلہ:- از: منیر الدین مدرس مدرسہ عربیہ، بجے پور، مرزاپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) مروجہ تعزیہ داری کے حرام ہونے کا مسئلہ شرعی عالم دین نے ڈاکٹر کو بتایا۔ بہار شریعت اور فتاوٰی رضویہ کا حوالہ دے کر ثبوت میں پیش کیا اس پر ڈاکٹر نے کہا کہ رہنے دیجئے یہ تو سگریٹ کی طرح ہے کہ سگریٹ کے پیکٹوں پر لکھا رہتا ہے کہ سگریٹ کا پینا صحت کے لئے مضر ہے اس سے کون رکتا ہے۔ سبھی تو پیتے رہتے ہیں اسی طرح یہ بھی لکھا پڑا رہتا ہے۔ اس پر کون عمل کرتا ہے۔ تو اس ڈاکٹر کے بارے میں کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(۲) ایک عالم دین نے مخصوص تنخواہ پر تین کاموں کی ذمہ داری قبول کی مسجد کی امامت، مدرسہ عربیہ میں بچوں کی تعلیم اور اسلام وسنیت کی تبلیغ واشاعت۔ کافی دنوں سے وہ عالم دین اپنے یہ فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اب مدرسہ کی کمیٹی کا صدر اس عالم دین کو ایک گورنمنٹی مدرسہ میں تعلیم دینے پر مجبور کر رہا ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(۳) ایک ڈاکٹر اپنے بیس سالہ زمانۂ صدارت میں بہت سے عالموں کو طرح طرح کے الزامات لگا کر برخاست کر دیا ہے۔ اب چند سالوں سے ایک عالم صاحب ہیں جو دین کا اچھا کام کر رہے ہیں۔ ان کی کوششوں سے نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اور طلبہ قرآن مجید صحیح پڑھنے لگے لیکن وہ عالم دین صدر کی چاپلوسی میں نہیں رہتے اس سے وہ ان سے ناراض رہتا ہے ایک دن اس نے عالم دین سے یہ باتیں کہیں کہ ابلیس بھی بہت بڑا عالم تھا لعنت کا طوق ڈال کر نکال دیا گیا۔ آپ جیسے دین کی کیا خدمت کریں گے کمیٹی میں بالکل اختلاف پیدا کر رہے ہیں۔ اور آپ امامت کے لائق نہیں ہیں امامت نہ کیجئے۔ تو ایسے صدر کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- تعزیہ داری کے مسئلہ میں واقعی عوام کا یہی حال ہے کہ جس طرح سگریٹ کے پیکٹوں پر لکھا رہتا ہے کہ سگریٹ کا پینا صحت کے لئے مضر ہے۔ پھر بھی لوگ سگریٹ پیتے ہیں۔ اسی طرح بہار شریعت اور فتاوٰی رضویہ وغیرہ بہت سی کتابوں میں مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز وحرام لکھا ہے۔ لیکن اس کے باوجود تعزیہ داری سے لوگ باز نہیں آئے۔ لہٰذا اس جملہ سے ڈاکٹر پر کوئی مواخذہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب عالم دین کو مسجد کی امامت۔ مدرسہ عربیہ میں بچوں کی تعلیم اور اسلام وسنیت کی اشاعت کے لئے رکھا گیا۔ تو

عالم کی رضا کے بغیر مزید اجرت پر یا بلا اجرت کسی طرح بھی گورنمنٹی مدرسہ میں تعلیم دینے پر صدر عالم کو مجبور نہیں کرسکتا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ''ملازم جو کسی کار خاص پر ہو اس سے وہی خاص کام لیا جائے گا۔ دوسرے کام کو کہا جائے تو اس کا ماننا اس پر لازم نہیں۔ اھ ملخصا'' (فتاوی رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۱۷۵)

لہذا صدر کا عالم دین کو گورنمنٹی مدرسہ میں تعلیم دینے پر مجبور کرنا سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والے کو بہت سخت سزا دے گا جیسا کہ ارشاد ہے۔ "وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَاباً كَبِيْراً." یعنی تم میں سے جو ظلم کرے گا ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔ (پارہ ۱۸ سورۂ فرقان آیت ۱۹) لہذا صدر پر لازم ہے کہ وہ اپنے ظلم و زیادتی سے باز آجائے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان ایسے ظالم کو صدارت سے ہٹادیں۔

(۳) عالم صدر کی چاپلوسی نہیں کرتا اس لئے وہ ان سے ناراض رہتا ہے۔ تو وہ سخت غلطی پر ہے۔ اس لئے کہ عالم دین اس کا پیشوا ہے اس عالم کو ملازموں جیسا سمجھنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "العلماء ورثة الانبياء." یعنی علماء انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ ۳۴) اور حدیث شریف میں ہے: "اكرموا العلماء فانهم ورثة الانبياء فمن اكرمهم فقد اكرم الله و رسوله." یعنی عالموں کی عزت کرو اس لئے کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں تو جس نے ان کی عزت کی تحقیق اس نے اللہ و رسول کی عزت کی۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۸۵) اور حدیث شریف میں ہے: "من اهان العالم فقد اهان العلم و من اهان العلم فقد اهان النبى." یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عالم کی توہین کی تحقیق اس نے علم دین کی توہین کی۔ اور جس نے علم دین کی توہین کی تحقیق اس نے نبی کی توہین کی۔ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۸۱) اور دین کا کام جو عالم کر رہا ہو اس سے یہ کہنا کہ ابلیس بھی بہت بڑا عالم تھا لعنت کا طوق ڈال کر نکال دیا گیا تو آپ جیسے دین کی کیا خدمت کریں گے۔ اس میں سراسر عالم کی توہین ہے اور جو بلا وجہ شرعی عالم دین سے بغض و عناد رکھے اور اس کی توہین کرے تو اس کے کافر ہونے کا اندیشہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ''اگر عالم سے بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خلاصہ میں ہے "من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر." منح الروض الازهر" میں ہے" الظاهر انه يكفر. اھ" (فتاوی رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۴۰)

اور وہ عالم امامت کے لائق ہے یا نہیں اس کا فیصلہ کرنا صدر کا کام نہیں۔ بلکہ چند با اثر علماء کو بلا کر ان کے سامنے معاملہ رکھا جائے پھر طرفین کا بیان سننے کے بعد وہ جو فیصلہ فرمائیں اس پر عمل کیا جائے۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۷ ر شعبان المعظم ۲۰ھ

مسئلہ:- از: ولی محمد قادری، دارالعلوم فیض غوثیہ (راجستھان)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک اہل سنت والجماعت کا عظیم ترین دارالعلوم جو تمام ادارہ جات ضلع سے پرانا ومرکزی ادارہ ہے وہابیت کے گڑھوں کے بیچ گھرا ہوا سد یا جوجی وماجوجی کا کام سرانجام دے رہا ہے ایسا عظیم الشان ادارہ جس سے ہر سال کئی طلباء عالم وفاضل کی سندیں علمائے کرام ومشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں سے حاصل کر کے قوم وملت کے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ آیا ایسے مشہور ومعروف تابع مسلک اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہل سنت والجماعت کے ادارہ کی مخالفت کرنا اور چندہ وامداد بند کرنے کرانے کی خاطر مجمع بنا کر لوگوں کو بہکانا کیسا ہے اور انتشار بین المسلمین پیدا کر کے گروپ بندی فتنہ وفساد کرانا کیسا ہے؟

کیا [illegible]رق شخص مذہبی قیادت وسربراہی کا مستحق بن سکتا ہے؟ اور عوام کو ایسے شخص کی قیادت قبول کرنا کیسا ہے؟ آیا ایسے شخص متفـ[illegible] ومنتشر کا از روئے شریعت محمدی علیہ الف تحیۃ وتسلیمۃ کیا حکم ہے؟ اور عوام کو از روئے شرع محمدی کیا ہدایت ہے؟ بینوا بالتفصـ[illegible]ل و توجروا اجرا عظیما.

الجواب:- علم دین اسلام کی زندگی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء سابقہ کی میراث ہے اور یہی جنت میں جانے کا ذریعہ ہے کہ بغیر علم کوئی عمل ہمیں فائدہ نہ دے گا۔ حدیث شریف میں ہے "العلم حیاۃ الاسلام و عماد الدین." یعنی علم اسلام کی زندگی اور دین کا کھمبا ہے۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۷۶) اور دوسری حدیث میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "العلم میراثی و میراث الانبیاء قبلی." یعنی علم دین میری اور مجھ سے پہلے جو انبیاء گذرے ہیں ان کی میراث ہے۔ اھ (ایضاً صفحہ ۷۷) اور تیسری حدیث میں ہے کہ "افضل الاعمال العلم با للہ. ان العلم ینفعك معه قلیل العمل و کثیرہ و ان الجهل لاینفعك معه قلیل العمل و لاکثیرہ." یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم بہترین عمل ہے۔ علم کے ساتھ تجھے تھوڑا اور زیادہ عمل فائدہ دے گا اور جہالت کے ساتھ نہ تجھے تھوڑا عمل فائدہ دے گا اور نہ زیادہ۔ اھ (ایضاً صفحہ ۸۲) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "لکل شیء طریق و طریق الجنة العلم." یعنی ہر چیز کا ایک راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم دین ہے۔ اھ (ایضاً صفحہ ۸۹)

لہٰذا ادارۂ مذکور اگر واقعی صحیح طریقے سے علم دین اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کر رہا ہو اور قوم کی دینی ضرورتوں کو پوری کرتا ہو تو ایسے ادارہ کی بلا وجہ شرعی مخالفت کرنا، چندہ وغیرہ بند کرانے کی خاطر لوگوں کو بہکانا بہت بڑا گناہ ہے بلکہ ایسے ادارہ کی امداد واعانت کرنا سارے مسلمانوں کا دینی وملی فریضہ ہے۔ اور اس کی مخالفت کرنے والا ظالم وجفا کار اور سخت گنہگار ہے ایسا شخص مذہبی قیادت کا قطعی حقدار نہیں بلکہ سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا سخت بائیکاٹ کریں۔ اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا سب ترک کر دیں اور ہرگز اس کی قیادت میں نہ چلیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "وَ لَاتَرْكَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ

النَّارُ. اھ"(پارہ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۱۲/ذی القعدہ ۱۹ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: احسن القادری، خضر پور، ضلع غازی پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید جو انگریزی تعلیم یافتہ ہے اس نے جمعہ کی نماز کے وقت مسلمانوں کے سامنے اپنی تقریر میں یوں کہا کہ ہندوستان کے سارے علماء تنگ نظر ہیں۔ مدارس عربیہ سے کچھ فائدہ نہیں۔ یہ سال میں دس ہزار بھکاریوں کو پیدا کرتے ہیں اور رسید بک دیکر بھیک مانگنا سکھاتے ہیں۔ اس تعلیم سے کچھ فائدہ نہیں۔ ایسے مدارس میں زکاۃ وغیرہ دینا جائز نہیں۔ سائنس عین دین ۱۲۵ اشتابدی کے کوئی ایسا آدمی نہیں پیدا ہوا جسے عالم کہا جاسکے۔ زید نے یہ تقریر اس لئے کی ہے کہ ہماری خضر پور آبادی میں ایک مدرسہ اسلامیہ ہے جس کی اچھی خاصی عمارت ہے اس میں دین ومذہب کی تعلیم ہوتی ہے اسے بند کرکے ہائی اسکول بنانے کا منصوبہ ہے۔ تو زید کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ کہ اس تقریر کو سن کر خاموش رہے اور وہ لوگ کہ زید کی پشت پناہی کررہے ہیں ان کے بارے میں بھی حکم شرع بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب:- حدیث شریف میں ہے "العلم حیاۃ الاسلام رواہ ابو شیخ" یعنی علم دین اسلام کی زندگی ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۷۶) اور دوسری حدیث میں ہے "العلم میراثی و میراث الانبیاء قبلی. رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس" یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علم دین میری میراث ہے اور جو مجھ سے پہلے انبیاء گذرے ہیں ان کی میراث ہے۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۷۷)

لہذا علم دین کی مخالفت کرنا مذہب اسلام کو مردہ کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اسلئے کہ اسلامی عقیدوں اور اللہ تعالیٰ کی عبادتوں کے جاننے کا ذریعہ علم دین ہی ہے۔ حلال وحرام اور جائز وناجائز اور نماز وزکاۃ اور روزہ وحج ادا کرنے کے صحیح طریقے سب علم دین ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اسی سے ساری مسجدیں آباد ہیں تو اگر علم دین کے مدرسے ختم کردیئے جائیں تو مسلمان کفری عقیدوں میں مبتلا ہوجائیں گے۔ اللہ کی عبادتوں کا طریقہ جو نبی اکرم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بتایا ہے وہ نہیں جان پائیں گے۔ حلال وحرام اور جائز وناجائز سے بالکل ناواقف ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ ساری مسجدیں ویران ہوجائیں گی اور اسلام کی رونق ختم ہوجائے گی۔ اسی لئے علم دین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سارے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی میراث ہے۔ اور مسلمانوں کو مسلمان باقی رکھنے کے لئے علم دین کی اتنی ہی سخت ضرورت ہے جتنی سخت ضرورت کہ زمین کی درستگی کے لئے بارش کی ہے۔ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۷۶) اور حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "کما ان الغیث یحیی البلد المیت فکذا علوم الدین تحیی القلب المیت." یعنی جیسے بارش مردہ شہر میں زندگی

پیدا کر دیتی ہے ایسے ہی علم دین مردہ دل میں زندگی ڈال دیتا ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد اول صفحہ ۱۶۱)

اور عالموں کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "العلماء ورثة الانبياء." یعنی عالم انبیاء کے وارث ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۴) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے "العلماء مصابيح الارض و خلفاء الانبياء" رواه ابن عدى فى الكامل یعنی عالم دنیا کے چراغ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے جانشیں ہیں۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۷۷) اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے "اكرموا العلماء فانه ورثة الانبياء فمن اكرمهم فقد اكرم الله و رسوله. رواه الخطيب" یعنی عالموں کی عزت کرو اس لئے کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں تو جس نے ان کی عزت کی تحقیق اس نے اللہ و رسول کی عزت کی۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۸۵) اور حدیث شریف میں ہے "ان العالم يستغفر له من فى السموت و من فى الارض." یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عالم دین کے لئے سارے آسمان اور زمین کی سب چیزیں دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۴)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ "سارے جہاں کا عالم کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا سبب یہ ہے کہ جہاں کی درستگی علم دین کی برکت سے ہے۔ اہل جہاں کی تمام چیزوں میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں جس کی درستگی اور جس کا وجود و بقا علم دین کی برکت سے نہ ہو۔" (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۸۵) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "عالم دین ہر مسلمان کے حق میں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب ہے۔ اھ تلخیصاً" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۹۷) اور حدیث شریف میں ہے "من اهان العالم فقد اهان العلم من اهان العلم فقد اهان النبى." یعنی جس نے عالم دین کی توہین کی تحقیق اس نے علم دین کی توہین کی۔ اور جس نے علم دین کی توہین کی تحقیق اس نے نبی کی توہین کی۔ معاذ اللہ رب العلمین۔ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۸۱) اور حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "من استخف بالعالم اهلك دينه." یعنی جس نے عالم کو حقیر سمجھا اس نے اپنے دین کو ہلاک کیا۔ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۸۳)

لہٰذا اگر واقعی زید نے مذکورہ بالا باتیں کہی ہیں تو گمراہ ہے۔ ظاہر میں مسلمان ہے حقیقت میں دہریہ ہے۔ اسی لئے ہندوستان کے سارے عالموں کو تنگ نظر کہتا ہے اور مدارس عربیہ جو اسلام کی زندگی ہیں انہیں بے فائدہ بتاتا ہے۔ اور دین کا کام کرنے والوں کو بھکاری کہتا ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ یہی چندہ کی رسید بک لے کر دوڑنے والوں ہی کے دم قدم سے شہر شہر گلی گلی اور گاؤں گاؤں میں کچی پکی مسجدیں آباد ہیں اور یہی لوگ باد مخالف کے شدید ترین جھونکوں میں بھی اسلام کی شمع کو روشن رکھنے والے ہیں۔ زید انگریزی پڑھ کر انگریزوں کی طرح دین اور عالم دین کا دشمن ہو گیا ہے اسی لئے سائنس کو عین دین بتاتا ہے۔ اور اس کا یہ

کہنا سراسر جھوٹ ہے کہ ۱۲۵ شتابدی کے بعد کوئی ایسا آدمی نہیں پیدا ہوا جسے عالم کہا جا سکے کہ اس درمیان ایسے بے شمار علماء پیدا ہوئے کہ جن کی دینی خدمات سورج سے زیادہ روشن ہیں۔ ماضی قریب میں چودھویں صدی کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ہوئے جو ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف کئے۔ اور لاکھوں آدمیوں کو گمراہ ہونے سے بچا لئے۔ اور زید نے جو یہ کہا کہ دینی مدارس میں زکاۃ وغیرہ دینا جائز نہیں تو یہ قرب قیامت کی نشانیوں میں ایک نشانی ہے کہ جاہل لوگ فتویٰ دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے "یخرج آخر الزمان قوم رؤس جهالًا یفتون الناس فیضلون و یضلون." رواه ابونعیم و الدیلمی یعنی آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو سردار اور جاہل ہوں گے وہ لوگوں کو فتویٰ دیں گے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۱۱۹)

مسلمان ایسے شخص سے دور رہیں اس کو اپنے سے دور رکھیں اور اس کی کوئی بات ہرگز نہ سنیں۔ حدیث شریف میں ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ایاکم و ایاهم لا یضلونکم و لا یفتنونکم." یعنی ان کو اپنے سے دور رکھو اور انہیں اپنے قریب نہ آنے دو کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) بلکہ ایسے شخص کو مسجد میں بھی آنے سے حتی الامکان روکیں اس لئے کہ وہ اپنی زبان سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ اور بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۸۴ پر ہے کہ جو لوگوں کو زبان سے ایذا دیتا ہو اسے مسجد سے روکا جائے گا اور درمختار مع شامی جلد اول صفحہ ۴۸۹ میں ہے "یمنع کل موذ و لو بلسانه اه مخلصاً" جو لوگ اس کی مذکورہ تقریر سن کر خاموش رہے اور قدرت کے باوجود کچھ نہیں بولے وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے توبہ کریں۔ اور جو لوگ کہ اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں ان پر لازم ہے کہ اس کی حمایت سے توبہ کریں ورنہ وہ اپنے ساتھ ان کو بھی جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں لے جائیگا۔ اور مدرسہ اسلامیہ کو ہائی اسکول ہرگز نہ بنائیں کہ جو زمین وعمارت دینی مدرسہ کی ہو اسے مسجد بنانا بھی حرام ہے اور اسے ہائی اسکول بنانا تو حرام حرام سخت حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد دوم صفحہ ۴۹۰ میں ہے "لا یجوز تغییر الوقف. اه" اور ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۴۲۷ پر ہے "الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیه." واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۴ ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: حشمت علی عزیزی، بستی

زید نے حکم شریعت سن کر مفتی شرع کو گالی دی یا علماء کرام کو فسادات واختلافات کی جڑ بتایا تو زید اور مؤیدین زید پر حکم شرع کیا عائد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "عالم دین اور علماء کی توہین بے سبب یعنی

محض اس وجہ سے کہ عالم علم دین ہے کفر ہے۔ یوہیں شرع کی توہین کرنا مثلاً کہے میں شرع ورع نہیں جانتا یا عالم دین محتاط کا فتویٰ پیش کیا گیا اس نے کہا میں فتویٰ نہیں مانتا یا فتویٰ کو زمین پر پٹک دیا۔ اھ'' (بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۱۷۳ ملخصاً)

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر زید مفتی شرع یا علماء کرام کو محض اس وجہ سے گالی دیتا یا انہیں فسادات واختلافات کی جڑ بتاتا ہے کہ وہ حکم شرع بتاتے ہیں تو اس پر توبہ وتجدید ایمان ونکاح ضروری ہے۔ اور اگر کسی ذاتی عناد کی بنیاد پر انہیں برا بھلا کہتا ہے تو اس صورت میں توبہ واستغفار ضروری ہے۔ اور اس کی تائید کرنے والوں کا بھی یہی حکم ہے و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۰/ذوالحجہ ۱۷ھ

مسئلہ:۔ از: محمد ادریس اوجھا گنجوی، محلہ شہجورہ، التفات گنج، امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جس کی عمر تقریباً ۳۵ سال ہے اس نے حفظ کرنا شروع کیا ہے۔ جبکہ وہ نماز وطہارت وغیرہ کے عمومی مسائل سے بھی ناواقف ہے ایسی صورت میں اس پر قرآن کا حفظ کرنا ضروری ہے یا نماز طہارت وغیرہ کے مسائل کا جاننا ضروری ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ بقدر ضرورت علم دین کا سیکھنا فرض ہے اور پورے قرآن کا حفظ کرنا مستحب اور امر مستحب میں مشغول ہو کر فرض کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں ''علم دین سیکھنا اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہ ہو وضو، غسل، نماز، روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو تاجر تجارت، مزارع زراعت اجیر اجارے غرض ہر شخص جس حالت میں ہے اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو فرض عین ہے۔ جب تک یہ حاصل نہ کرے جغرافیہ تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔ حدیث میں ہے "طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة." جو فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہو حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی اور اس کا وہ نیک کام مردود قرار پایا۔ اھ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۰۷) اور تحریر فرماتے ہیں ''اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عز وجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے یہ شیطان کا بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے۔ نادان سمجھتا ہے کہ نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے تو اس کے قبول کی امید مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۴۳۶)

لہٰذا صورت مسئولہ میں جبکہ زید نماز وطہارت وغیرہ کے عمومی مسائل سے بھی ناواقف ہے تو اس پر حفظ کرنا ضروری نہیں

بلکہ نماز وطہارت وغیرہ کے مسائل کا سیکھنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۲۲ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: شاہد رضا نوری، محلہ مستان شاہ کالونی، چھتر پور (ایم۔ پی)

حدیث شریف "العلماء ورثۃ الانبیاء" سے کیا ہر سند یافتہ عالم کا وارث انبیاء ہونا ثابت ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "انما یخشی اللہ من عبادہ العلموأ." یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پارہ ۲۲ رکوع ۱۶) اور امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "انما العالم من خشی اللہ عزوجل." یعنی عالم صرف وہ شخص ہے جسے خدائے عزوجل کی خشیت حاصل ہو۔ اور امام ربیع ابن انس علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا "من لم یخشی اللہ فلیس بعالم." یعنی جسے خشیت الٰہی حاصل نہ ہو وہ عالم نہیں۔ (تفسیر خازن ومعالم التنزیل جلد پنجم صفحہ ۳۰۲ بحوالہ علم اور علماء)

لہٰذا حدیث مذکور سے ہر سند یافتہ عالم کا وارث انبیاء ہونا ہرگز ثابت نہیں۔ اس لئے کہ مراد صرف وہ علماء ہیں جو حقیقت میں عالم باعمل اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور علم حاصل کرنے کے بعد فرائض وسنن موکدہ ضروری عبادات کرتے ہیں اور علم کی نشر واشاعت اور دین کی ترویج میں لگے رہتے ہیں۔ چاہے وہ سند یافتہ ہوں یا نہ ہوں کہ سند کوئی چیز نہیں علم ضروری ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے علم ہی کو اپنی وراثت قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے "ان الانبیاء لم یورثوا دینارا او لادرھما و انما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر. رواہ احمد و الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ" (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۴) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "سند حاصل کرنا تو کچھ ضرور نہیں ہاں باقاعدہ تعلیم پانا ضرور ہے مدرسہ میں ہو یا کسی عالم کے مکان پر اور جس نے بے قاعدہ تعلیم پائی وہ جاہل محض سے بدتر نیم ملا خطرۂ ایمان ہوگا۔" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۳۰۸) لہٰذا وہ لوگ جو علم حاصل کرنے کے باوجود فسق وفجور میں مبتلا رہتے ہیں اور نماز وغیرہ ضروری عبادتیں بھی کرتے نہیں ہیں ایسے لوگ وارث انبیاء ہرگز نہیں بن سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اظہار احمد نظامی

۶ر جمادی الاولیٰ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: ابوطلحہ خاں برکاتی، دوست پور، امبیڈکر نگر

اپنے گاؤں کے مکتب کو چھوڑ کر دوسرے گاؤں کے مانٹیسری اور پرائمری اسکولوں میں تعلیم کے لئے بھیجنا تاکہ بچوں کو اردو وعربی تعلیم کے علاوہ ہندی انگلش کی بھی معلومات ہوجائے کیسا ہے؟ جبکہ ہوتا یہ ہے کہ ان اسکولوں میں پڑھنے سے دنیوی تعلیم

تو اچھی ہو جاتی ہے مگر دینی معلومات بالکل نہیں ہو پاتی حتیٰ کہ کلمہ شریف تک یاد نہیں ہوتا۔

الجواب:- سیدنا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "غیر دین کی ایسی تعلیم کہ تعلیم ضروری دین کو روکے مطلقاً حرام ہے فارسی ہو یا انگریزی ہو یا ہندی۔" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۱۵) اور حدیث شریف میں ہے "طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة." یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۴) اور درمختار میں ہے "اعلم ان العلم یکون فرض عین هو بقدر ما یحتاج لدینه. اھ" لہٰذا جو لوگ کہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلائے بغیر صرف دنیوی تعلیم کے لئے ماٹیبری اور پرائمری اسکولوں میں بھیجتے ہیں حتیٰ کہ بچوں کو کلمہ شریف بھی یاد نہیں کراتے۔ تو وہ لوگ سخت گنہگار بچوں کے بدخواہ ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کو پہلے بقدر فرض دینی تعلیم دلوائیں پھر اگر چاہیں تو انگریزی، ہندی زبان سیکھنے کے لئے اسکول بھیجیں۔ اور اس دور جدید میں ہر دینی مکاتب و مدارس والوں کو چاہئے کہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم کا بھی انتظام کریں۔ مثلاً انگریزی، ہندی، حساب جغرافیہ وغیرہ تاکہ بچوں کو مدرسہ ومکتب چھوڑ کر غیر قوم کے اسکولوں میں جانے کی ضرورت نہ پڑے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: سمیر الدین حبیبی مصباحی

مسئلہ:- از: ارشاد احمد سالک گورکھپوری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلے میں مدرسہ ضیاء العلوم پرانا گورکھپور شہر گورکھپور ایک قدیم رجسٹرڈ دینی سنی درسگاہ ہے۔ جس میں طلبہ درجہ عالیہ تک اور طالبات درجہ تحتانیہ تک کی تعلیم ایک ساتھ حاصل کر رہے ہیں اراکین ادارہ نے اتفاق رائے سے طے کیا کہ لڑکیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے (مدرسہ کی جدید زمین پر) مدرسہ قائم کیا جائے تاکہ طالبات بھی حفظ، منشی، کامل، مولوی عالم اور فاضل کی تعلیمات کے ساتھ جدید عصری علوم ہندی، انگریزی۔ سائنس وغیرہ کی تعلیم وتربیت سے مزین ہوسکیں۔ چنانچہ مدرسہ کی تعمیر عمارت میں اسی مقصد کے تحت ابتدائی تعلیم شروع کر دی گئی۔ مدرسہ کے مخالفین بدعقیدہ اور چند شرپسندوں نے جنہیں یہ فیصلہ ناگوار خاطر ہے چار چھ سنیوں کی سرپرستی اور رہنمائی میں مدرسہ کو نقصان پہنچانے کے لئے بغیر کسی تحقیق وتصدیق کے سراسر بے بنیاد پروپیگنڈے کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مدرسہ کا نظم ونسق مخلوط انتظامیہ کے ہاتھ میں آجائے اور مدرسہ نسواں، سنی مدرسہ نسواں نہ رہ کر صرف نسواں اسکول ہو جائے اور اس میں جدید طرز معاشرت کی تعلیم رائج ہو، لڑکیاں ڈریس پہن کر بے نقاب آئیں اور جدید تعلیم حاصل کریں۔ یہ نازیبا منصوبہ اراکین ادارہ کو قطعاً ناپسند ہے اور بدعقیدوں اور شرپسندوں کی سرپرستی اور رہنمائی کرنے والوں کو مدرسہ سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ کچھ اپنے لوگ بر بنائے مصلحت خلاف دستور مدرسہ غیر معتبر اور فعل نازیبا کے مرتکب لوگوں کو مدرسہ کی کمیٹیوں میں رکھنے کے خواہش مند ہیں۔ ایسی صورت حال میں مندرجہ ذیل سوالات پیش ہیں براہ کرم حکم شرع سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) کیا مذکورہ شر پسندوں، بدعقیدوں اور ان کی ہمنوائی کرنے والے لوگوں کے فعل کو اسلامی فعل کہا جاسکتا ہے؟

(۲) کیا مدرسہ کے خلاف بغیر کسی تحقیق وتصدیق کے بے بنیاد پروپیگنڈہ کرنے والوں کا بھر پور ساتھ دینے والے اور ان کی ہمنوائی ورہنمائی کرنے والے نام نہاد سنی مدرسہ ہذا کے عہدیدار یا رکن بنائے جاسکتے ہیں؟

(۳) مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر قائم مدرسہ ہذا کے دستور اساسی کو پامال یا نظر انداز کرنے والے افراد مدرسہ کے ہمدرد اور وفادار ہیں؟

الجواب:- جولوگ سنی نسواں مدرسہ کو نقصان پہنچانے کے لئے بے بنیاد پروپیگنڈہ کر کے اس کے نظم ونسق کو مخلوط انتظامیہ کے ہاتھوں میں دے کر اس کو نسواں اسکول میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ لڑکیاں جدید معاشرتی طرز کی تعلیم حاصل کریں ایسے لوگ مدرسہ کے بدخواہ اور اس کے کھلے دشمن ہیں۔ لہذا صورت مسئولہ میں شر پسندوں، بدعقیدوں اور انکی ہمنوائی وسرپرستی کرنے والے لوگوں کے فعل کو اسلامی فعل قطعی نہیں کہا جاسکتا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں سے دور رہیں۔ حدیث شریف میں ہے "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم۔" یعنی تم اپنے کو بدمذہبوں سے دور رکھو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں اور تمہیں فتنہ میں ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) و اللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مدرسہ کے خلاف بغیر کسی تحقیق وتصدیق کے بے بنیاد پروپیگنڈہ کرنے والے سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ." یعنی اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ (پارہ ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۵۸) لہذا ایسے لوگوں کا ساتھ دینے والے اور ان کی ہمنوائی وسرپرستی کرنے والے نام نہاد سنی مدرسہ مذکور کے عہدیدار اور رکن نہیں بنائے جاسکتے کہ ایسے لوگوں کو سنی ادارہ کا عہدیدار اور رکن بنانا اسے تباہی کے راستہ پر ڈالنا ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی جن علمائے حرمین شریفین اور عرب وعجم کے دیگر علمائے اہل سنت نے چودہویں صدی کا مجدد مانا ہے ان کے مسلک پر قائم مدرسہ کے دستور اساسی کو پامال یا نظر انداز کرنے والے افراد ہرگز مدرسہ کے ہمدرد اور وفادار نہیں ہوسکتے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: سمیر الدین احمد مصباحی

۱۲؍رجب المرجب ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد حسین خاں، اداری سرگوجہ (ایم۔پی)

ہندہ کا کہنا ہے کہ بہار کے سارے مرد حرامی ہیں وٹامن کھانا کھا کر یہاں بدمعاشی کرتے ہیں اسی لئے میں کمیٹی والوں

سے کہتی ہوں کہ بہار کے حافظ وعالم کو پڑھانے کے لئے نہ رکھو۔ لہذا اس قائلہ پر کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:- ہندہ کا یہ کہنا سراسر گالی ہے کہ بہار کے سارے مرد حرامی ہیں۔ اور بہار کے حافظ وعالم مدرسہ میں نہ رکھے جائیں۔ اس کے اس قول سے ظاہر یہی ہے کہ اس نے محض حافظوں وعالموں کو گالی دی ہے اور علماء کو گالی دینے والا سخت گنہگار مستحق عذاب نار، فاسق وفاجر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: اگر عالم کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے گالی دیتا تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق وفاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے۔ اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خلاصہ میں ہے "من ابغض عالما من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر. اه ملخصاً" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۴۰)

لہذا ہندہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار لائق قہر قہار ہوئی اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ کرے اور وہاں کے بہاری عالم وحافظ سے معافی مانگے بشرطیکہ وہ بدمعاشی نہ کرتے ہوں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۳ر شوال ۲۰ھ

مسئلہ:- از: غلام محمد، مقام وڈاکخانہ، پرسرام پور، بستی

ہندہ کا حلالہ کرنے کے لئے گاؤں کا کوئی آدمی تیار نہ ہوا تو ایک عالم دین نے حلالہ کیا اس پر ایک عام آدمی نے یہ کہا کہ عالم دین کو یہ کام نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ حلالہ کرنے اور کرانے والوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ تو عالم مذکور نے جواب دیا کہ اگر ایجاب وقبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے تب لعنت ہے ورنہ بہ نیت خیر ہو تو مستحق اجر عظیم ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عام آدمی اور عالم دین میں کون حق پر ہے اگر عام آدمی کا جملہ مذکور غلط ہے تو اس کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں عالم دین حق پر ہے بیشک حلالہ کرنے اور کرانے والوں پر اسی صورت میں لعنت ہے جب کہ ایجاب وقبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے۔ درمختار مع شامی جلد سوم صفحہ ۴۱۴ باب الرجعۃ میں ہے "لعن المحلل و المحلل له بشرط التحلیل کزوجتك علی ان احللك. اما اذا اضمر ذلك لا یکره و کان الرجل ماجورا لقصد الاصلاح." یعنی حلالہ کرنیوالے اور حلالہ کرانے والے پر اس صورت میں لعنت کی گئی ہے جب کہ ایجاب وقبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے۔ مثلاً مرد عورت سے یوں کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس بات پر کہ تو شوہر اول کے لئے حلال ہو جائے۔ لیکن اگر حلالہ کی نیت دل میں ہو۔ (اور ایجاب وقبول میں حلالہ کی شرط کا ذکر نہ آئے) تو اس میں کوئی قباحت وکراہت نہیں بلکہ اگر اصلاح کی نیت سے ہو تو موجب اجر ہے اور جس آدمی نے مطلقاً یہ کہا کہ حلالہ کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے وہ توبہ کرے کہ بغیر علم فتویٰ دینے کے سبب وہ لعنت کا مستحق ہوا۔ حدیث شریف میں ہے "من افتی بغیر علم لعنته ملئکة السماء و الارض."

یعنی جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے۔ (کنز العمال جلد دہم صفحہ ۱۱۱) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۴ / ربیع النور ۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبدالرزاق لشکری، جامنگر، گجرات

زید جو عالم دین اور باوظیفہ مسجد کا امام وخطیب ہے اسے کسی ٹرسٹی کا عوام کی سامنے نوکر کہنا بایں وجہ کہ بل پر دستخط کرے وظیفہ وصول کرتا ہے۔ لہذا امام کو نوکر سمجھنا اور کہنا از روئے شرع کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- کسی بھی عالم دین یا امام کو اگر چہ وہ بل پر دستخط کر کے وظیفہ وصول کرتے ہوں ٹرسٹی کا نوکر کہنا ہرگز درست نہیں۔ اس لئے کہ جیسے ماں، باپ کی بیوی ضرور ہے مگر اسے اس لفظ کے ساتھ یاد کرنا ماں کی توہین ہے۔ ایسے ہی بل پر دستخط کر کے وظیفہ وصول کرنے والا نوکر ضرور ہے مگر اسے نوکر کہنا اس کی توہین ہے۔ لہذا ٹرسٹی کے لئے ضروری ہے کہ وہ امام صاحب سے معذرت طلب کرے اور آئندہ ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کرے۔ ایسا ہی فتاویٰ فیض الرسول جلد اول صفحہ ۲۷۲ پر ہے۔ و اللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۲۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: ذکی الدین قادری، فتحپور سکری، آگرہ

بکر جو ایک فاسق وفاجر شاعر ہے اس کا کہنا ہے کہ شریعت مطہرہ نے شاعر کا مرتبہ مفتی کے برابر رکھا ہے۔ اور اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ مروجہ تعزیہ داری جائز ہی نہیں بلکہ کار ثواب ہے اگر ناجائز ہے تو دنیائے سنیت کے مفتیان عظام اس کے خلاف فتویٰ کیوں جاری نہیں کرتے؟ اور زید جو ایک مسجد کا امام ہے اس کا کہنا ہے کہ مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام ہے۔ تو دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ اور بکر کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بکر جو فاسق وفاجر شاعر ہے اس کا قول محض غلط اور گمراہ کن ہے فاسق وفاجر شاعر ہرگز کسی مفتی کیا عالم دین کے مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "هل يستوى الذين يعلمون و الذين لايعلمون." (پارہ ۲۳ سورۂ زمر آیت ۹) اور اسی کے تحت تفسیر الکشاف جلد چہارم صفحہ ۱۱۸ میں ہے: "اى كما لايستوى العالمون و الجاهلون كذلك لايستوى القانتون و العاصون. اھ

اور ہندوستان میں جس طرح کہ عام طور پر تعزیہ داری رائج ہے وہ بیشک حرام وناجائز اور بدعت سیئہ ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: ''تعزیہ داری در عشرۂ محرم ساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست۔'' یعنی

عشرۂ محرم میں تعزیہ داری اور قبر وصورت وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے۔ اور اسی صفحہ میں چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ’’تعزیہ داری ہمچوں مبتدعاں می کنند بدعت ست وہمچنین ساختن ضرائح وصورت قبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت ست وظاہر ست کہ بدعت سیئہ است۔‘‘ یعنی تعزیہ داری جیسا کہ بدمذہب کرتے ہیں بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ بدعت سیئہ ہے۔‘‘ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۷۵) اور تحریر فرماتے ہیں کہ ’’ایں چوبہا کہ ساختہ اوست قابل زیارت نیستند۔ بلکہ قابل ازالہ اند۔ یعنی یہ تعزیہ جو کہ بنایا جاتا ہے قابل زیارت نہیں ہے بلکہ اس قابل ہے کہ اسے نیست ونابود کیا جائے۔‘‘ (فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۷۶) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ’’تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت۔‘‘ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۸۶)

اور بکر کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ دنیائے سنیت کے مفتیان عظام اس کے خلاف فتویٰ کیوں جاری نہیں کرتے اس لئے کہ تعزیہ داری کا مروجہ طریقہ جب سے شروع ہوا اسی وقت سے علمائے کرام ومفتیان عظام منع کرتے رہے اور اس کے خلاف فتاویٰ اور رسالے بھی تحریر فرماتے رہے ہیں جس پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی واعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حضور مفتی اعظم ہند بریلوی، حضور فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ اور حضور حافظ ملت محدث مرادآبادی علیہم الرحمۃ والرضوان کے رسائل اور فتاویٰ شاہد ہیں۔

لہٰذا زید کا قول بالکل صحیح ودرست ہے اور بکر سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے۔ کہ وہ اپنی غلط باتوں سے رجوع کرے اور توبہ واستغفار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس سے دور رہیں اور اس کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔‘‘ (پارہ ۷ سورۂ انعام آیت ۶۸) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ہارون رشید قادری گجراتی
۹ رصفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: الحاج محمد عثمان غنی بابو، دھرول، گجرات

جن انگریزی اسکولوں میں ٹائی لگانا لازمی ہے ان میں بچوں کو تعلیم دلانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بغیر حاجت شرعیہ کے برغبت نفس ٹائی لگانا ناجائز وگناہ ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’جو بات کفار یا بدمذہبان اشرار یا فساق وفجار کا شعار ہو بغیر کسی حاجت صحیحہ شرعیہ برغبت نفس اس کا اختیار مطلقاً ممنوع وناجائز وگناہ ہے اگر چہ وہ ایک ہی چیز ہو کہ اس سے اس وجہ خاص میں ضرور تشبہ ہوگا اسی قدر منع کو کافی ہوگا۔ اھ‘‘ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم صفحہ ۱۴۸)

اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ’’ٹائی لگانا اشد حرام ہے وہ شعار کفار بد انجام ہے نہایت

بدکام ہے۔ وہ کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والاکرام ہے۔ ٹائی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدۂ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کے سولی دیئے جانے اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہوجانے کی۔ والعیاذ باللہ اھ" (فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۵۲۶)

لہذا جن انگریزی اسکولوں میں ٹائی لگانا لازمی ہے ان میں بچوں کو تعلیم دلانا حرام ہے سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "کالج ہو یا اسکول یا مدرسہ اگر اس میں دین اسلام یا مذہب اہل سنت یا شریعت مطہرہ کے خلاف تعلیم دی جاتی، تلقین کی جاتی ہے تو اس کی امداد بھی حرام اور اس میں پڑھنا پڑھوانا بھی حرام ہے۔ اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۲۹۶) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجوابُ صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اسلم قادری

کتاب الرهن

رہن کا بیان

مسئلہ:-

کھیت رہن پر لینا اور اس کی پیداوار سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ ایک دوروپیہ جو گورنمنٹ کی لگان ہے وہ دیتا رہے۔بینوا توجروا.

الجواب:- کھیت رہن پر لینا جائز ہے لیکن مرتہن کو قرض کی بنیاد پر اس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنا مطلقاً سود وحرام ہے۔حدیث شریف میں ہے: "کل قرض جر منفعة فھو ربا." رواہ الحارث بن ابی اسامة عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم. اور در مختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۳۴۲ پر ہے: "لا الانتفاع بہ مطلقا لا باستخدام و لاسکنی و لا لبس و لا اجارة و لا اعارة کان من مرتھن او راھن اھ" لہذا کھیت رہن پر لینا اور اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں اگرچہ ایک دوروپیہ جو گورنمنٹ کی لگان ہے وہ دیتا رہے۔سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ: "زمین رہن رکھنے والا اگر خود مالک زمین ہے جیسے زمیندار معافیدار اگرچہ خراج گورنمنٹی بطور مال گزاری یا ابواب اس پر ہو جب تو یہ وہی صورت مرہون سے انتفاع کی ہے اور حرام ہے۔اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۲۱) اور کافر سے اس طرح کا معاملہ جائز ہے "لان مالھم غیر معصوم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا مالم یکن غدرا." و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد سمیر الدین حبیبی مصباحی

۲ر جمادی الاولیٰ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد اسرائیل، خلد آباد، بانکا (بہار)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بکر نے زید سے کچھ روپئے لے کر اپنا کھیت اس کے پاس اس شرط پر رہن رکھا کہ تم کھیت سے فائدہ اٹھاتے رہو جب ہم تمہارے پورے روپئے واپس کر دیں گے تو تم ہمارا کھیت واپس کر دینا تو رہن کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں جائز ہے تو بکر کی ضرورت کیسے پوری ہو؟ بینوا توجروا.

الجواب:- کھیت رہن پر رکھنا جائز ہے۔لیکن مرتہن کو قرض کی بنیاد پر اس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنا مطلقاً سود

حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "كل قرض جر منفعة فهو ربا." اور درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۳۴۲ پر ہے:
"لاالانتفاع به مطلقا لا باستخدام و لاسكنى و لا لبس و لا اجارة و لااعارة كان من مرتهن او راهن

لہٰذا بکر کا زید سے کچھ روپئے لے کر اپنا کھیت اس کے پاس اس شرط پر رہن رکھنا کہ تم کھیت سے فائدہ اٹھاتے رہو جب ہم تمہارے پورے روپئے واپس کردیں گے تو تم ہمارا کھیت واپس کردینا یہ ناجائز وحرام ہے۔

اور بکر کی ضرورت پوری ہونے کی صورت یہ ہے کہ بکر جس سے قرض لے اسے کھیت کرایہ پر دے یعنی اگر مناسب کرایہ سالانہ پانچ سو روپیہ بیگھہ ہو تو دو ڈھائی سو میں دے ڈالے۔ اس سے قرض دینے والے کو بھی فائدہ ہوگا کہ پانچ سو کا کھیت اسے دو ڈھائی سو میں مل گیا۔ اور یہ رقم زرقرض سے مجرا ہوتی رہے گی جب کل رقم ادا ہو جائے گی کھیت واپس مل جائے گا۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "بعض لوگ قرض لے کر مکان یا کھیت کی کچھ اجرت مقرر کردیتے ہیں۔ مثلاً مکان کا کرایہ پانچ سو روپیہ ماہوار یا کھیت کا پٹہ دس روپیہ سال ہونا چاہئے اور طے یہ پاتا ہے کہ یہ رقم زرقرض سے مجرا ہوتی رہے گی جب کل رقم ادا ہو جائے گی اس وقت مکان یا کھیت واپس ہو جائے گا اس صورت میں بظاہر کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اگرچہ کرایہ یا پٹہ واجبی اجرت سے کم طے پایا ہو اور یہ صورت اجارہ میں داخل ہے یعنی اتنے زمانہ کے لئے مکان یا کھیت اجرت پر دیا اور زراجرت پیشگی لے لیا۔ اھ" (بہار شریعت حصہ ہفدہم صفحہ ۳۹) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد سمیر الدین احمد حبیبی مصباحی
۲۴ ر صفر المظفر ۱۹ھ

کتاب الوصایا

وصیت کا بیان

مسئلہ:۔ از: شمس الدین رضوی برہانی، منیجر مدرسہ اہل سنت قادریہ برہانیہ پتھورآباد، باندہ (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ نے ایک دینی ادارہ قائم کیا جس کا نام مدرسہ اہل سنت قادریہ برہانیہ رکھا۔ وہ ادارہ فی الحال زید کے حقیقی بھتیجے و کمیٹی کے زیر نگرانی چل رہا ہے۔ زید کے بیٹے چونکہ بدعقیدہ (دیوبندی) تھے اس لئے زید نے اپنی زندگی ہی میں اپنی تمام زمین جائداد وغیرہ سب کچھ مدرسہ مذکورہ کے نام کر دیا اور تحریر رجسٹرڈ وصیت کردی کہ میرے مرنے کے بعد کھیت وغیرہ کا سرکاری طور پر سرکاری کاغذات میں داخل خارج کر دیا جائے گا۔ زید کے انتقال کے بعد حسب وصیت ناظم ادارہ نے تحصیل میں زمین کے لئے داخل خارج کی درخواست دی۔ زید کے بدعقیدہ لڑکوں کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے مخالفت کی۔ جیسا کہ زید نے اپنے بچے بچیوں اور تمام اہل و عیال اور متعلقین کو اپنی وصیت کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔ اس کے باوجود زید کے گمراہ بیٹے عدالتی کاروائی کے ذریعہ زمین پر قابض رہنا چاہتے ہیں اور ادارہ کو قبضہ دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اب ایسی صورت میں زید کے ان لڑکوں کا جبریہ اپنے قبضے میں رکھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اراکین ادارہ کو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں زید نے اپنی تمام زمین اور ساری جائداد وغیرہ سب کچھ جو اپنی زندگی میں مدرسہ اہل سنت قادریہ برہانیہ کے نام بلا معاوضہ کر دیا تو وہ ہبہ ہوا اور چونکہ ادارہ مذکور کو اپنی زندگی میں قبضہ نہیں دیا اس لئے وہ ہبہ باطل ہو گیا ایسا ہی تمام کتب فقہ میں ہے۔ البتہ زید کی وصیت جاری ہوگی اور پوری زمین و ساری جائداد کا تہائی حصہ مدرسہ مذکور کو ملے گا اور باقی دو تہائی کے مستحق اس کے ورثہ ہیں ان کی مرضی کے بغیر تہائی سے زیادہ مال میں وصیت نافذ نہ ہوگی۔ لیکن اس کے بیٹے اپنے باپ کے مذہب کے خلاف بدعقیدہ دیوبندی ہونے کے سبب بمطابق فتوی حسام الحرمین مرتد ہیں اور مرتد اپنے مورث مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔ لہذا زید کے لڑکے از روئے شرع اس کے وارث نہیں اس کی جائداد سے انہیں کچھ نہ ملے گا اور نہ تہائی مال سے زیادہ میں وصیت نافذ کرنے کے لئے ان کی رضا درکار ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم صفحہ ۴۵۵ پر ہے: "المرتد لا یرث من مسلم." و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳۰ر شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد اجمل خاں، بیر پور، متھرا بازار، بلرام پور

ہندہ نے شوہر، ایک لڑکا اور دو لڑکیوں کو چھوڑ کر انتقال کیا۔ اس کی ملکیت میں صرف آٹھ ہزار روپے تھے ہندہ نے ہوش و حواس کی درستگی میں وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد ساری رقم میری چھوٹی لڑکی کو دی جائے تو مذکورہ رقم میں اور کسی کا بھی کچھ حصہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں ہندہ کی وصیت چونکہ وارث کے لئے ہے اس لئے وہ جائز نہیں اس کی ملکیت میں جو آٹھ ہزار روپے ہیں اس میں شوہر، لڑکا اور لڑکی سبھی کا حصہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "ان اللّٰہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث." (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۵) اس حدیث کے تحت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: "لما نزلت آیۃ المواریث نسخت الوصیۃ." (لمعات المصابیح بحوالہ فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۵۴۴)

لہٰذا اس صورت میں شوہر کو دو ہزار، لڑکے کو تین ہزار اور لڑکیوں میں سے ہر ایک کو پندرہ سو روپے ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ." (پارہ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۲) اور اسی سورۃ کی آیت ۱۱ میں ہے: "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ." اور فتاویٰ عالم گیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۰ میں ہے: "للزوج الربع مع الولد او ولد الابن اھ ملخصا." اور اسی کتاب اسی جلد کے صفحہ ۴۴۸ میں ہے: "اذا اختلط البنون و البنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثیین کذا فی التبیین." صورت مسئلہ

ترکہ ۸۰۰۰/ ۵۰۰　　توافق بجزء من ستۃ عشر ۱/ ۴×۴=۱۶

زوج	ابن	بنت	بنت
		۳	
۱/۴	۶	۳	۳
۲۰۰۰/روپے	۳۰۰۰/روپے	۱۵۰۰/روپے	۱۵۰۰/روپے

البتہ اگر جملہ وارثین موصی کی مرضی کے مطابق وصیت جائز کر دیں تو درست ہے اس صورت میں پورے آٹھ ہزار روپے چھوٹی لڑکی کو مل جائیں گے۔ فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۹۰ میں ہے: "لا تجوز الوصیۃ للوارث عندنا الا ان یجیزھا الورثۃ اھ." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری
۲۴؍ ذی القعدہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: حاجی چمن خاں، کلاتھ اسٹور متھرا بازار، بلرام پور

زید نے اپنی بیوی کے نام کچھ جائداد وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کی بعد یہ جائداد تمہاری ہے زید ابھی زندہ ہے اس کی

بیوی انتقال کر چکی ہے۔ جس نے ایک شوہر تین لڑکیاں اور ایک بھائی کو چھوڑا ہے اب سوال یہ ہے کہ جو جائداد زید نے وصیت کی تھی اس میں مذکورہ وارثین میں سے کس کا حق ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں زید کی وصیت دو طرح سے باطل ہے اول یہ کہ وصیت کے نافذ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وصیت کرنے والا زندہ نہ ہو جبکہ مذکورہ صورت میں وصیت کرنے والا زندہ ہے۔ ہدایہ جلد چہارم صفحہ ۶۸۴ پر ہے: "لو مات الموصى له في حياة الموصى بطلت.اھ" دوسرے وصیت کسی وارث کے لئے نہ ہو ورنہ وصیت صحیح نہیں ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے: "لا وصية للوارث." (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۵) اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم صفحہ ۹۰ میں ہے: "لا تجوز الوصية للوارث عندنا الا ان يجيزها الورثةاھ" اور ایسا ہی بہار شریعت حصہ نوازدہم صفحہ ۱۰ پر بھی ہے۔

لہٰذا مذکورہ رقم شوہر ہی کی ملک ہے ہاں اگر عورت نے اس کے علاوہ کچھ مال چھوڑا ہے تو بعد تقدیم ما تقدم و انحصار ورثہ فی المذکورین اس مال کے بارہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے تین حصے شوہر کو ملیں گے باقی آٹھ حصوں کے تین حصے کر کے تینوں لڑکیوں کو ایک ایک حصہ دیدیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن." (پارہ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۲) اور ارشاد ہے: "فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَاتَرَكَ." (پارہ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱) اور بقیہ ایک حصہ عورت کے بھائی کو باعتبار عصبہ ملے گا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی
۲۱ رشوال المکرم ۲۱ھ

کتاب الفرائض

وراثت کا بیان

مسئلہ:- از: (مولانا) محمد نسیم القادری، دار العلوم اہل سنت فیض النبی، کپتان گنج بستی

زید کے باپ نے ایک بیٹا، دو بیٹی، ایک بیوی اور تین بھائیوں کو چھوڑ کر انتقال کیا۔ زید کے چچاؤں نے اسے جائداد میں حصہ دینے سے انکار کر دیا تو اس نے مقدمہ لڑ کر جائداد کا چوتھائی حصہ حاصل کیا تو یہ درست ہے یا نہیں؟ اس میں ماں و بہنوں کا کتنا حصہ ہے اور زید مقدمہ کا خرچ ان کے حصہ سے وضع کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کا مقدمہ لڑ کے جائداد کا چوتھائی حصہ حاصل کر لینا درست ہے۔ اس چوتھائی حصہ کے آٹھ حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ زید کی ماں کا ہے۔ پھر باقی سات حصے کے چار حصے کر دیئے جائیں گے جن میں سے دو حصے زید کے ہیں اور ایک ایک حصہ اس کی بہنوں کا خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ" اور ارشاد ہے "يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ." (پ۴ سورۂ نساء آیت میراث) اور زید مقدمہ کے خرچ کا آٹھواں حصہ اپنی ماں کے حق سے وضع کر سکتا ہے۔ پھر باقی خرچ کا آدھا حصہ اپنی بہنوں کے حق سے لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۳ ربیع الاول ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میر گنج ضلع جونپور

بخدمت حضور محترم المقام واجب الاحترام مفتی صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید کے والد کی دو بیویاں ہیں پہلی سے تین بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ اور دوسری بیوی سے ۶ بھائی اور دو بہنیں ہیں سب بقید حیات ہیں، دادا جان نے ایک زمین گورنمنٹ سے ۹۹۹ برس کے معاہدہ پر پائی ہے کہ ان کی پشت در پشت مستفید ہوتے رہیں جبکہ سو برس گذر چکے ہیں۔ اور آٹھ سو ننانوے ۸۹۹ برس معاہدہ کے تحت باقی ہیں اس میں زید کے والد بھی حقدار ہوتے ہیں فروخت ہونے کی صورت میں مذکورہ جائداد کی قیمت جو کہ زید کے والد کے حصہ میں آنے والی ہے ان کی مذکورہ بالا اولاد میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ اگر والد کسی ایک بیوی کے بچوں کو کم دیں یا کسی کو زیادہ دیں تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ سب کا حق شرعاً ہوگا یا نہیں؟ کیا ان کی حیات میں انہیں کمی بیشی کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے اور بعد وفات کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مذکورہ جائداد کی قیمت جو زید کے والد کے حصہ میں آئے گی تنہا وہی اس کا مالک ہوگا اس کی زندگی میں اولاد کا اس میں حصہ نہیں کہ ان میں تقسیم ہو۔ ہاں اس کی موت کے وقت اگر دونوں بیویاں اور ساری مذکورہ اولاد زندہ رہے تو منقولہ اور غیر منقولہ اس کی کل جائداد کے سولہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک ایک حصے اس کی دونوں بیویوں کو ملیں گے اور چودہ حصے کے چوبیس حصے کردیئے جائیں گے جن میں سے دو دو حصے سارے لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ ساری لڑکیوں کو دیا جائے گا۔ پارہ۴ سورۂ نساء کی آیت میراث میں ہے "فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ." اور اسی آیت میں ہے "لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ."

اور اگر وہ اپنی زندگی میں مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے کسی بیوی کے بچوں کو زیادہ دے دے تو وہ اس کے مالک ہوجائیں گے لیکن باپ گنہگار ہوگا۔ 'بحر الرائق' جلد ہفتم صفحہ ۲۸۸ میں ہے: "ان وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو أثم كذا فى المحيط." واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: سید مشیر احمد، پوسٹ آفس صالح پور، کبیر نگر (یوپی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے بعد از مرگ اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑے اور کچھ آراضی برائے کاشت چھوڑی ساتھ ہی ایک قدرے بوسیدہ اور شکستہ سفالہ پوش مکان چھوڑا اور مکان مذکورہ کے آگے پیچھے جتنی آراضی میں مکان بنا تھا اتنے ہی افتادہ زمین بھی چھوڑی۔ زید کے بڑے بیٹے عمرو نے خانگی ذمہ داریوں کو بقدر قوت بنایا اور اس میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ پھر عمرو نے اپنی کمائی کے پیسوں سے جس میں کسی کی کوئی مدد یا تعاون شامل نہ تھا۔ نہ زید کی چھوڑی ہوئی جائداد سے ہی اس میں کچھ شامل تھا مکان مذکور کے آگے کی افتادہ زمین پر ایک پختہ مکان چار کمروں پر مشتمل تعمیر کیا۔ اور محبۃً اپنے چھوٹے بھائی بکر سے کہا کہ اس میں آدھا تم کو بھی دونگا جبکہ بکر نے زید کے چھوڑے ہوئے مکان کو گروا کر اس کے کارآمد ملبے سے اپنی چکی بنوالی اب بکر اپنے بڑے بھائی عمرو سے ہر طرح کی بدسلوکی رکھتا ہے اور گاہے بگاہے مختلف قسم کی دھمکیاں بھی دیتا رہتا ہے۔ اس صورت حال سے آزردہ ہوکر عمرو نے اپنے چھوٹے بھائی بکر سے یہ کہا کہ تم باپ کی چھوڑی ہوئی جائداد میں آدھے کے حصہ دار ہو اور اس زمین میں بھی جس پر نیا مکان میں نے تعمیر کیا ہے۔ لیکن زمین مشترک پر جو مکان میں نے اپنی خالص کمائی سے تعمیر کیا ہے۔ اس میں شرعاً تمہارا حق نہیں۔ البتہ تم میرے چھوٹے بھائی ہو اس لئے میں تم کو آدھا مکان محبۃً دے رہا ہوں۔ یہ تمہارا شرعی حق نہیں ہے۔ شرعی حق صرف باپ کی جائداد میں ہے۔ جبکہ بکر یہ کہہ رہا ہے کہ نہیں جو مکان عمرو نے اپنی خالص کمائی سے تعمیر کیا اس میں بھی اس کا حصہ ہے۔ (یعنی بکر کا) اور عمرو بار بار یہ کہہ رہا ہے کہ باپ کی جائداد میں بیٹے کا حصہ تب ہوتا ہے جب باپ اپنی حیات میں دیدے یا باپ کے انتقال کے بعد ہی بیٹا حق دار ہوگا۔ بھائی کی جائداد میں بھائی کا حصہ نہیں ہوتا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمروؔ کی

خالص ذاتی کمائی سے تعمیر کردہ مکان میں کیا بکر کا شرعی حصہ ہے۔عمرو اور بکر میں سے کس کا قول عند الشرع درست ہے جبکہ عمرو مکان میں حصہ دے رہا ہے۔البتہ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ بھائی کی جائداد میں بھائی کا حصہ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو اس کی صورت مختلف ہے مذکورہ صورت میں نہیں ہے۔اور واضح فرمائیں کہ بکر جو یہ کہہ رہا ہے کہ عمرو کی کمائی سے بنے مکان میں بھی اس کا شرعی حصہ ہے کیا یہ درست ہے؟۔بینوا توجروا.

الجواب:۔ عمرو کا قول عند الشرع درست ہے۔بیشک عمرو کی خالص ذاتی کمائی سے تعمیر کردہ مکان میں بکر کا شرعاً کوئی حصہ نہیں۔لیکن اگر وہ اپنے بھائی کو محبۃً دیتا ہے تو اسے لے لینا چاہئے اور زندگی بھر اس کا احسان مند رہنا چاہئے کہ بیٹا بھی اگر اپنے ذاتی روپئے سے مکان وغیرہ بنائے تو اس کی زندگی میں باپ کا بھی اس میں کوئی حصہ نہیں۔فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲۴ پر فتاویٰ خیریہ اور عقود الدریہ سے ہے:"سئل فی ابن کبیر ذی زوجة و عیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالا هل هی لوالده اجاب هی لا بن حیث له کسب مستقل اھ."و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کبتہ: جلال الدین احمد الامجدی

۸رشوال المکرم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:۔از:ارتقاء حسین عرف منے خاں،بھن گاواں،گاندھی نگر،بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ بھولے خاں کے تین لڑکے مصطفیٰ خاں،تصور خاں،تجمل خاں،تصور خاں بھولے خاں کی زندگی ہی میں لاولد انتقال کر گئے۔پھر بھولے خاں کا انتقال ہوا۔انہوں نے دو لڑکے مصطفیٰ خاں،تجمل خاں اور بیوی تولن کو چھوڑا۔پھر مصطفیٰ خاں کا انتقال ہوا۔انہوں نے ایک لڑکا منے خاں ایک لڑکی بدر النساء اور ماں کو چھوڑا۔کچھ دنوں بعد تولن کا بھی انتقال ہو گیا۔اور بھولے خاں کی جائداد اب تک تقسیم نہیں ہوئی۔اب جب کہ مصطفیٰ خاں کا انتقال ہو گیا تو تجمل خاں ان کی اولاد کو حصہ دینے کے لئے تیار نہیں۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ بھولے خاں اور تولن کی جائداد میں کن کن لوگوں کو کس قدر حصہ ملے گا؟بینوا توجروا.

الجواب:۔ جب تصور خاں بھولے خاں کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے تو باپ کی جائداد سے ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ "لهذا بعد تقدیم ماتقدم علی الارث و انحصار ورثة فی المذکورین." بھولے خاں کی منقولہ وغیر منقولہ کل جائداد کے آٹھ حصے کئے جائیں گے جس میں سے ایک حصہ تولن کا ہے اور باقی سات حصے دونوں لڑکے مصطفیٰ خاں اور تجمل خاں میں آدھے آدھے تقسیم ہوں گے پھر تولن کے انتقال پر اگر اس کے کوئی دوسرے وارث باپ،ماں وغیرہ نہیں تھے۔اور مصطفیٰ خاں تولن سے پہلے ہی انتقال کر گئے تو تولن کا حصہ تجمل خاں کو دے دیا جائے گا اور اس کی دوسری کل جائداد کا مالک بھی وہی ہوگا۔اور منے خاں و بدر النساء کو صرف اپنے باپ کا حصہ ملے گا تولن کی جائداد سے ان کو کچھ نہیں ملے گا اس لئے کہ بیٹا کی موجودگی میں پوتا،

پوتی کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُن." (پ۴ سورۂ نساء آیت میراث)
اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "یجوز العصبة بنفسه ما ابقت الفرائض و عند الانفراد یجوز جمیع المال." پھر چند سطر بعد ہے۔ "یقدم الاقرب فالاقرب.اھ" (درمختار مع شامی جلد۵ صفحہ ۵۴۶) اور اس کے تحت شامی میں ہے: "اذا تعدد اهل تلك الجهة اعتبر الترجیح بالقرابة فیقدم الابن علی ابنه.اھ"

لہذا اجمل خاں پر لازم ہے کہ مصطفیٰ خاں کا جو حصہ باپ کی جائداد سے ہوتا ہے اسے منے خاں اور بدر النساء کو دے دے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیسے کی مالیت کے بدلے میں سات سو نماز با جماعت کا ثواب دینا پڑے گا۔ اگر نماز کا ثواب نہیں ہوگا تو دوسری نیکیوں کا ثواب دینا ہوگا اور دوسری نیکیاں بھی اس کے پاس نہیں ہوں گی تو حقدار کی برائیاں اس پر لادی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۷ ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:۔ از: محمود شاہ ابو العلائی، محمدی مسجد، کالینہ، ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ماں، باپ بیوی تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ کر زید کا انتقال ہوا۔ جن میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی نابالغ ہیں۔ بیوی زید کا پورا مکان بیچنا چاہتی ہے جبکہ ماں باپ اور ایک لڑکا بیچنے پر راضی نہیں۔ پھر بھی اگر وہ کسی قانون کے سبب نہ روک سکیں اور بیوی بیچ ہی دے تو مذکورہ لوگوں کا اس کی قیمت میں کتنا کتنا حصہ ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ماتقدم علی الارث و انحصار ورثه فی المذکورین زید کی منقولہ اور غیر منقولہ کل جائداد کے چوبیس حصے کئے جائیں گے جن میں سے اس کی ماں اور باپ کے چار چار حصے ہیں۔ اور ان میں سے اس کی بیوی کے صرف تین حصے ہیں۔ اور باقی تیرہ حصے کے آٹھ حصے بنائے جائیں جن میں سے دو دو حصے لڑکوں کو۔ اور ایک ایک حصے لڑکیوں کو دیئے جائیں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ. وَ لِاَبَوَیْهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ. فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ." (پ۴ سورۂ نساء آیات میراث)

لہذا زید کی بیوی صرف اپنا حصہ بیچ سکتی ہے۔ دوسروں کا حصہ ان کی مرضی کے بغیر ہرگز نہیں بیچ سکتی۔ اور ناسمجھ اور نابالغ لڑکا ولڑکی کا حصہ تو ان کی مرضی سے بھی نہیں بیچ سکتی۔ لیکن اگر کسی قانونی مجبوری کے سبب دیگر ورثا اسے مکان بیچنے سے نہ روک سکیں اور وہ بیچ ہی ڈالے تو اس کی قیمت کے چوبیس حصوں میں سے چار چار حصے اس کی ماں اور باپ کے ہیں، تین حصے اس کی بیوی

کے ہیں اور باقی تیرہ حصے کے آٹھ حصے بنا کر دو دو حصے لڑکوں کو دیئے جائیں گے اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات کریمہ میں حکم فرمایا ہے اگر زید کی بیوی دوسرے لوگوں کا حصہ ان کو نہیں دے گی تو ظالمہ و جفا کار، سخت گنہگار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوگی۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا." (پ ۱۸ سورۂ فرقان آیت ۱۹) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۵؍ شعبان المعظم ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد رئیس احمد، ساکن موضع بہری پریلا، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ حمید اللہ ولد عبد الشکور ساکن موضع حلوا حسن پور ڈاکخانہ، سنہرا ضلع بستی اپنی پہلی بیوی قمر النساء کو تین طلاق دے کر دوسری شادی کر لی پھر تقریباً اٹھائیس سال بعد حمید اللہ کا انتقال ہو گیا۔ اب اس کی مطلقہ بیوی قمر النساء حمید اللہ مرحوم کی جائداد سے حصہ مانگتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ طلاق دینے کے اتنے زمانہ کے بعد جبکہ حمید اللہ کا انتقال ہوا تو کیا قمر النساء حمید اللہ کی وارث ہے؟ اور اس کی جائداد سے حصہ پانے کی حقدار ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر واقعی حمید اللہ نے اپنی پہلی بیوی قمر النساء کو طلاق دی پھر مدت مذکورہ کے بعد انتقال ہوا تو وہ حمید اللہ کی وارث نہیں اور اس کی جائداد سے قمر النساء کا کوئی حق نہیں۔

لہٰذا حمید اللہ مرحوم کی جائداد سے قمر النساء کا حصہ مانگنا سراسر غلط ہے اور حرام مال حاصل کرنے کی کوشش ہے اس پر لازم ہے کہ اللہ واحد قہار کے عذاب سے ڈرے اور ناجائز طور پر حمید اللہ کا مال حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ." (پ ۲ سورۂ بقرہ آیت ۱۸۸) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۵؍ محرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: حاجی عبد الصمد، محلہ سرائے جلال پور، امبیڈکر نگر

زید اپنی جائداد اور دیگر ساز و سامان کسی ایک بھائی کو دے سکتا ہے یا تینوں کو دینا ضروری ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید اپنی جائداد اور دیگر ساز و سامان کا خود مالک ہے۔ اپنی زندگی میں وہ جسے چاہے دے سکتا ہے۔ لیکن اگر زید کے کوئی اور وارث نہیں صرف یہی تینوں سوتیلے بھائی ہیں تو شرعاً زید کی جائداد میں یہ تینوں بھائی برابر کے حقدار ہیں۔ اور زید کی موت کے بعد سب وراثت کے مستحق ہوں گے۔

لہٰذا زید اگر ساری جائداد و دیگر ساز و سامان صرف ایک بھائی کو دے گا اور دوسرے بھائیوں کو نہیں دے گا تو انہیں وراثت

سے محروم کرنے کے سبب سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوگا۔ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ”ہر شخص کو اپنے مال کا زندگی میں اختیار ہے چاہے کل خرچ کر ڈالے یا باقی رکھے مگر اس غرض سے دوسرے کو دینا تا کہ ورثہ میراث سے محروم ہو جائیں ناجائز وحرام ہے۔ بلا وجہ شرعی وارث کو محروم کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا ہے: "من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة." جو شخص اپنے وارث کی میراث کو قطع کرے گا اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث کو قطع کردے گا۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۶۷) اور بحر الرائق جلد ہفتم صفحہ ۲۸۸ میں ہے: "ان وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو آثم كذا فى المحيط." والله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۲ رشوال المکرم ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد ہارون، شاہی جامع مسجد، مانک چوک، احمد آباد

زید کے تین لڑکے تھے ان میں سے دو لڑکے ۱۹۷۱ء سے لاپتہ ہیں ایک شادی شدہ تھا جس کی بیوی اور ایک لڑکا ایک لڑکی موجود ہے۔ دوسرا غیر شادی شدہ تھا۔ اب زید کا انتقال ہوا ہے تو ملکیت میں تینوں لڑکوں کا حصہ ہوگا یا صرف ایک لڑکے کا ہوگا۔ بکر کا کہنا ہے کہ مفقود دوسرے کے مال کا وارث نہیں ہوتا بہار شریعت میں ہے (مفقود) دوسرے کے مال کے اعتبار سے مردہ شمار ہوگا یعنی کسی سے اس کو وراثت نہ ملے گی اور اسی میں ہے کہ مفقود کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا اگر وہ آ گیا تو لے لیگا تو ان دونوں مسئلوں کے درمیان تضاد کیسے دور ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کی ملکیت میں شرعاً اس کے تینوں لڑکوں کا حصہ ہوتا ہے۔ لہٰذا بعد تقدیم ماتقدم علی الارث وانحصار ورثه فى المذكورين. "زید کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے کل تین حصے کئے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک لڑکے کا ایک ایک حصہ ہوگا مگر جو لڑکا موجود ہے اس کو ایک حصہ دے دیا جائے گا اور دو لڑکے جو لاپتہ ہیں ان کے دو حصے محفوظ رکھے جائیں گے یہاں تک کہ وہ واپس آ جائیں یا ان کی عمر کے ستر برس گذر جانے پر قاضی شرع موت کا حکم کردے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۶ میں ہے: "ان المفقود يعتبر حيا فى ماله ميتا فى مال غيره حتى ينقضى من المدة ما يعلم انه لا يعيش الى مثل تلك المدة او تموت اقرانه و بعد ذلك يعتبر ميتا فى ماله يوم تمت المدة او مات الاقران و فى مال الغير يعتبر ميتا كانه مات يوم فقد كذا فى الذخيره. من مات فى حال فقده ممن يرثه المفقود يوقف نصيب المفقود الى اين يتبين حاله لاحتمال بقائه فاذا مضت المدة التى تقدم ذكرها و حكمنا بموته قسمت امواله بين الموجودين من ورثته. اھ" اور سراجی صفحہ ۹۲ پر ہے: "المفقود حى فى ماله حتى لا يرث منه احد و ميت فى مال غيره حتى يصح موته و تمضى عليه مدة. اھ" اور

یوقف کی شرح میں ہے: "ای یبقی حظه موقوفا الی ان یتیقن بموته او تمضی علیه مدة."

اور بہار شریعت کی عبارت میں تضاد نہیں ہے اس لئے کہ مسئلہ ا یک میں جو لکھا ہے کہ کسی سے اس کو وراثت نہیں ملے گی اس کا مطلب یہ ہے کہ بروقت اس کو وراثت نہیں ملے گی کہ اس کے اہل وعیال اسے لے لیں بلکہ اس کا حصہ ابھی محفوظ رکھا جائے گا جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری، سراجی اس کی شرح اور خود بہار شریعت کے اسی صفحہ پر مسئلہ ۴ سے ظاہر ہے۔ و اللہ تعالٰی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۶/ ربیع الآخر ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محبوب علی، موضع خاص پور، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ سلمٰی نے شوہر، ماں، باپ اور تین بھائی چھوڑ کر انتقال کیا۔ سلمٰی کے والدین جو زیورات دیئے تھے۔ ان کے علاوہ اس کا سارا سامان جہیز شوہر کے پاس ہے۔ شوہر سامان جہیز ہر حصہ دار کو شریعت کے مطابق دینے کو تیار ہے۔ اورلڑکی والوں نے شوہر پر یہ جھوٹا الزام لگا کر فتوٰی حاصل کیا کہ وہ سامان جہیز سے حصہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے اور اس کے بارے میں فتوٰی ماننے سے بھی انکار ہے۔ تو اس طرح جھوٹا الزام لگا کر فتوٰی حاصل کر کے شوہر کو بےعزت کرنے والوں کے لئے کیا حکم ہے اور لڑکی کے والدین یا شوہر نے سلمٰی کے علاج میں جو خرچ کیا ہے اس کا معاوضہ انہیں ملے گا کہ نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جہیز عورت کی ملک ہوتا ہے جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۶۸ میں ہے: "کل احد یعلم ان الجهاز للمرأة اذا طلقها تاخذه کله و اذا ماتت یورث عنها. اھ" اور میکہ سے پایا ہوا کل زیور بھی عورت کی ملک ہوتا ہے۔ لہٰذا بعد تقدیم ماتقدم علی الارث و انحصار ورثه فی المذکورین. "سلمٰی کے کل جہیز اور میکہ سے پائے ہوئے سارے زیورات کا چھ حصہ کیا جائے گا جن میں سے تین حصہ شوہر کا ہے اور دو حصہ اس کے باپ کا ہے اور ایک حصہ اس کی ماں کا ہے۔ اس صورت میں بھائیوں کا کوئی حصہ نہیں۔ خدائے تعالٰی کا ارشاد ہے: "وَ لَکُمۡ نِصۡفُ مَا تَرَکَ اَزۡوَاجُکُمۡ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّهُنَّ وَلَدٌ." (پ۴ سورۂ نساء آیت ۱۲) اور ارشاد خداوندی ہے: "فَاِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ. اھ" اس آیت کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں یعنی صرف ماں باپ چھوڑے (تو ماں کا پورے مال میں تہائی حصہ ہے) اور اگر ماں باپ کے ساتھ زوج یا زوجہ میں سے کسی کو چھوڑا تو ماں کا حصہ زوج کا حصہ نکالنے کے بعد جو باقی بچے اس کا تہائی ہوگا نہ کہ کل کا تہائی۔ (پارہ ۴ سورۂ نساء آیت ۱۱) پھر اسی آیت میں خدائے تعالٰی کا ارشاد ہے: "فَاِنۡ کَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ." لہٰذا شوہر پر لازم ہے کہ پورے جہیز کا آدھا حصہ جو اس کے پاس ہے سلمٰی کے ماں باپ کو دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالٰی کا فرمان ہے: "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ

الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. اھ"(پ ۷ رکوع ۱۴)۔

اور میکہ سے پایا ہوا سلمٰی کا زیور اگر اس کے باپ کے پاس ہے تو اس پر لازم ہے کہ آدھا زیور شوہر کو دے اگر وہ ایسا نہ کرے تو سب لوگ سلمٰی کے باپ کا بائیکاٹ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" وَ لَاتَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. "(پ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) اور جن لوگوں نے سلمٰی کے شوہر پر جھوٹا الزام لگا کر اس کے خلاف فتویٰ حاصل کیا کہ وہ جہیز میں سے ماں باپ کو حصہ دینے سے انکار کرتا ہے تو وہ لوگ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوئے کہ اس میں ایذاء مسلم ہے اور ایذا مسلم حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:" وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا. اھ" (پارہ ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۵۸) اور حدیث شریف میں ہے:" من اذى مسلما فقد اذانى و من اذانى فقد اذى الله. "اور سلمٰی کے شوہر یا ماں باپ نے اس کے علاج پر جو خرچ کیا اس کا معاوضہ ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۹۰۳ مطبوعہ بمبئی میں ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۵ر ذی القعدہ ۱۹ھ

مسئلہ: -از: ریاض الحق عزیزی، عثمان پور، جلال پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ خالد کے دولڑکے زید، بکر اور چار لڑکیاں ہیں۔ بکر کا انتقال خالد سے پہلے ہو گیا جبکہ بکر کے دولڑکے اور ایک لڑکی موجود ہے۔ اور خالد نے اپنی زندگی میں پوری جائداد کا آدھا حصہ بکر کے دونوں لڑکے اور آدھا زید کے نام پنچان کے سامنے دستاویز پر لکھ دیا لیکن بکر کے دونوں لڑکے اور زید ایک ساتھ مل جل کر رہتے تھے کچھ دنوں بعد خالد کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد خالد کے لکھنے کے مطابق زید اور بکر کے دونوں لڑکے آدھا آدھا بانٹ کر الگ ہو گئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر کے دونوں لڑکوں اور زید کی جائداد میں خالد کی چاروں لڑکیوں اور بکر کی لڑکی کا حصہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو شرع کے مطابق کس طرح ترکہ تقسیم کیا جائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- خالد کا اپنی زندگی میں پوری جائداد کا آدھا حصہ بکر کے دونوں لڑکے اور آدھا حصہ زید کے نام لکھ دینا ہبہ ہے مگر روپیہ پیسہ مکان وغیرہ جو چیزیں کہ قابل تقسیم تھیں خالد نے ان کو تقسیم کر کے سب کو نہ دیا تو صرف لکھ دینے سے ہبہ صحیح نہیں ہوا اگرچہ سب لوگوں نے ان پر قبضہ بھی کر لیا۔ بحر الرائق جلد ہفتم صفحہ ۲۸۶ میں ہے:" هبة المشاع الذى تمكن قسمته لا يصح. " ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۲۱ پر بھی ہے لہذا خالد دستاویز پر لکھ دینے کے باوجود حسب سابق اپنی جائداد کا مالک رہا۔ انتقال کے وقت اگر مذکور لوگوں کے علاوہ بیوی وغیرہ کوئی دوسرا وارث نہیں تھا تو قرآن وحدیث کے مطابق اس کا ترکہ یوں تقسیم ہونا چاہئے تھا کہ پوری جائداد کے چھ حصے کئے جاتے جن میں سے دو حصے زید کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو دیا جاتا۔ خدائے

تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ." (سورۂ نساء آیت میراث) اور خالد کی جائداد میں بکر کی اولاد کا کوئی حصہ نہیں کہ بیٹا کی موجودگی میں پوتے اور پوتی کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مصری صفحہ ۴۳۰ میں ہے۔ "الاقرب یحجب الابعد کالابن یحجب اولاد الابن.

لہذا بکر کے دونوں لڑکوں کا خالد کی جائداد کا آدھا حصہ لینا غلط۔ ان پر لازم ہے جو خالد کی جائداد کے حقدار ہیں انہیں واپس کریں یا ان سے کسی طرح معاف کرائیں۔ ورنہ سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوں گے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۰ رشوال المکرم ۱۹ھ

مسئلہ:- از: عبد الحق، ساکن بسڈیلہ، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ رحمت اللہ نے اپنے انتقال کے بعد دیہات (آبائی وطن) میں مکان اور کھیتی شہر بمبئی میں ایک ہوٹل اور ایک کھولی اور وارث میں تین لڑکے سراج الحق، عبد الحق اور شمس الحق کو چھوڑا۔ رحمت اللہ کے انتقال کے بعد سراج الحق نے کہا کہ اگر ہم تینوں بھائی بمبئی چل کر وراثت لگوائیں تو خرچ زیادہ پڑے گا اور یہاں دیہات میں گھر کی دیکھ بھال بھی کرنا ضروری ہے یہ کون کرے گا اس لئے صرف میں بمبئی جا کر جائداد اپنے نام کرا کے وہاں کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔ جب تک ہم لوگ میں میل و محبت رہے گی تب تک سارے معاملات مشترکہ طور پر کرتے رہیں گے اگر کسی وجہ سے اختلاف ہوا تو میں بے ایمانی نہیں کرونگا بھروسہ رکھو اور ساری دنیا جانتی ہے کہ ہم تینوں سگے بھائی ہیں بٹوارہ کرلیں گے۔ اس طرح سراج الحق بمبئی کی جائداد اپنے نام کرا کر کھولی میں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتا تھا اور ہوٹل کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ وہاں کی ساری ذمہ داری اسی کے اوپر تھی وہاں جو کچھ حاصل ہوتا اپنی مرضی کے مطابق اپنی ضروریات میں خرچ کرتا۔ کبھی کبھار اس کے اپنے اخراجات سے بچتا تو رقم یا کوئی آدمی آنے والا ہوتا تو اس کے بدست کچھ سامان وغیرہ دیا کرتا۔ ہوٹل کے بغل میں چوڑی گلی تھی جس میں چند ہاتھ ہوٹل کے سہارے بڑھکر قبضہ کرلیا ہے اس طرح اب ہوٹل کی چوڑائی پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے اور مزید دوسری جگہیں بھی لے رکھی ہے۔

عبد الحق دیہات (آبائی وطن) میں اپنے بال بچوں اور چھوٹے بھائی شمس الحق کے ساتھ کھیتی باڑی کرتا رہا اور کچھ رقم خرچ کر کے شمس الحق کو سعودی عرب بھیج دیا۔ شمس الحق چند سال بعد اپنے بال بچوں کو عبد الحق کے پاس دیہات میں چھوڑ کر سعودی عرب چلا گیا وہاں سے کبھی کبھی عبد الحق کے پاس کبھی سراج الحق کے پاس رقم بھیجتا تھا اس طرح عبد الحق نے کچھ اپنی کچھ سراج الحق کی اور کچھ شمس الحق کی کمائی سے دیہات میں پرانے مکان کو گرا کر پختہ مکان بنوالیا ہے اسی دوران شمس الحق نے بمبئی میں الگ ایک روم بھی خرید رکھا ہے۔

رحمت اللہ کا انتقال ہوئے قریب پچیس سال کا عرصہ ہوگیا ہے ابھی تک ہم تینوں بھائی بغیر کسی اختلاف کے خوش و خرم

مشترکہ طور پر زندگی گذار رہے تھے لیکن اب بٹوارہ کرنا چاہتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ رحمت اللہ کے انتقال کے بعد ہوٹل یا دوسری جگہ جائداد میں جو اضافہ ہوا ہے شرعاً کس طرح بٹے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں جبکہ آبائی وطن کا مکان، کھیت، شہر بمبئی کا ہوٹل اور ایک کھولی سب رحمت اللہ کی ملکیت میں تھی تو اس کے انتقال پر یہ ساری چیزیں اس کا ترکہ ٹھہریں اور "بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثہ فی المذکورین." عبدالحق اور شمس الحق تینوں بھائی مساوی طور پر ان ساری چیزوں کے وارث اور مالک ہوئے۔ سراج الحق کا بمبئی میں جاکر باپ کی ساری ملکیت اپنے نام لکھا لینے سے وہ تنہا اس کا مالک نہیں ہوا۔ اور جس طرح مشترکہ کھیت کی آمدنی سے اگر کھیت کا اضافہ ہوتا تو سب بھائی اس میں برابر کے شریک ہوتے اسی طرح مشترکہ ہوٹل کی آمدنی سے اگر اس کی چوڑائی میں اضافہ ہوا تو اس میں بھی سب بھائی برابر کے شریک اور مالک ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی دو بھائیوں سے متعلق اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''جبکہ وہ تین سو روپیہ اسی دوکان مشترک کی آمدنی کا تھا جس کے دونوں بھائی بحصۂ مساوی مالک تھے تو وہ روپیہ بھی نصف نصف ان دونوں کی ملک تھا۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۲۱) اور جو پرانا مکان گرا کر تینوں بھائیوں کی کمائی سے پختہ بنایا گیا اس میں بھی سب برابر کے شریک ہیں۔ البتہ شمس الحق نے ممبئی میں جو ایک روم خریدا ہے اگر مشترکہ جائداد کی آمدنی سے نہیں لیا ہے بلکہ صرف اپنی کمائی سے خریدا ہے تو وہی تنہا اس کا مالک ہے دوسرے کا اس میں کوئی حق نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صفحہ ۳۲۴ پر فتاویٰ خیریہ اور عقود الدریہ سے ہے: "سئل فی ابن کبیر ذی زوجۃ و عیال لہ کسب مستقل حصل بسببه امو ال الاهل هی لوالده اجاب هی لابن حیث له کسب مستقل. اھ"

اگر کوئی بھائی کسی بھائی کا حق مارے گا تو سخت گنہگار اور مستحق عذاب نار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیسے کی مالیت کے بدلے میں سات سو نماز با جماعت کا ثواب دینا پڑے گا۔ اگر نمازوں کا ثواب نہیں ہوگا تو دیگر نیکیوں کا ثواب دینا پڑے گا اگر دوسری نیکیاں بھی اس کے پاس نہیں ہوں گی تو حقدار کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۱؍شوال المکرم ۱۹ھ

مسئلہ:۔ از: ایک بندۂ خدا، محلہ دکھن دروازہ، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ حاجی علی حسین صاحب کے تین لڑکے محمد حسین، محمد حسن، محمد علی اور دو لڑکیاں شہید النساء، زاہدہ خاتون۔ محمد حسین حاجی علی حسین کی زندگی ہی میں بیوی، ایک لڑکا محمد ثانی دو لڑکیاں انوری فاطمہ، اصغری

فاطمہ کو چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ پھر محمد حسین کے انتقال کے بعد ان کی بیوی سے محمد حسن نے شادی کر لی۔ ان سے دو لڑکیاں ہیں سمیہ بانو، حمیراء بانو۔ پھر حاجی علی حسین کا انتقال ہوا انہوں نے دو لڑکے محمد حسین، محمد علی اور دو لڑکیاں شہید النساء و زاہدہ خاتون کو چھوڑا۔ حال ہی میں محمد حسن کا بھی انتقال ہو گیا۔ تو ان ورثہ میں حاجی علی حسین کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ محمد ثانی مار پیٹ کرتا ہے اور حاجی علی حسین و محمد حسن کی جائداد سے زبردستی حصہ لینا چاہتا ہے اور کچھ لوگ اس کی حمایت میں ہیں تو ان سب کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا! توجروا.

الجواب:- جب حاجی علی حسین کی زندگی ہی میں محمد حسین انتقال کر گئے تو باپ کی جائداد سے ان کا کوئی حصہ نہیں۔ لہٰذا" بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثه فی المذکورین" حاجی علی حسین کی منقولہ وغیر منقولہ کل جائداد کے چھ حصے کئے جائیں جن میں سے دو دو حصے دونوں لڑکے محمد حسن و محمد علی کے ہیں اور ایک ایک حصہ کی حقدار دونوں لڑکیاں شہید النساء و زاہدہ خاتون ہیں۔ اور علی حسین کی جائداد سے محمد حسین کی اولاد محمد ثانی وغیرہ کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ بیٹا کی موجودگی میں پوتا پوتی کا کوئی حصہ نہیں اگرچہ وہ زیادہ ضرورت مند ہوں اس لئے کہ وراثت کا دار و مدار قرابت پر ہے نہ کہ ضرورت پر۔ اسی لئے اپاہج اور لنجا بھائی اگرچہ زیادہ ضرورت مند ہو لیکن باپ کی جائداد بیٹے ہی کو ملے گی نہ کہ بھائی کو۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:" يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ. " (پ۴ سورۂ نساء آیت ۱۱) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں:"اذا تعدد اهل تلك الجهة اعتبر الترجيح بالقرابة فيقدم الابن على ابنه. اه"

پھر محمد حسن کے انتقال پر ان کے دو حصے کے ۲۴ حصے بنا کر تین حصے بیوی کو اور آٹھ آٹھ حصے دونوں لڑکیاں سمیہ بانو و حمیراء بانو کو ملیں گے۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے:" فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ " (پ۴ آیت میراث) اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مطبوعہ مصر صفحہ ۴۴۸ میں ہے"للبنتين فصاعدا الثلثان كذا فى الاختيار شرح المختار. " اور بقیہ پانچ حصے کے چار حصے کئے جائیں گے جن میں سے دو حصے محمد علی کو اور ایک ایک حصہ دونوں بہنوں کو ملے گا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم صفحہ ۴۵۰ بیان اخوات میں ہے:" مع الاخ لاب و ام للذكر مثل حظ الانثيين. " اور محمد حسن کی جائداد میں بھی محمد حسین کی اولاد محمد ثانی وغیرہ کا کوئی حصہ نہیں جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۹ پر ہے:"انما يرث ذوى الارحام اذا لم يكن احد من اصحاب الفرائض ممن يرد عليه و لم يكن عصبة. اه" اور محمد ثانی اگر حاجی علی حسین و محمد حسن کی جائداد سے زبردستی حصہ لینا چاہتا ہے اور اس کے لئے مار پیٹ کرتا ہے تو اسے سمجھایا جائے کہ اللہ و رسول کے حکم اور شریعت کے فیصلہ کو مان لے۔ محمد علی اور ان کی بہنیں اگر بخوشی اپنے حصے میں سے اس کو کچھ دیں تو اسی کو لے لے۔ اور دوسرے کا حق مار پیٹ اور ظلم و زیادتی سے زبردستی لے کر اپنی آخرت برباد نہ کرے اور نہ اپنی دنیا تباہ کرے۔ قرآن مجید پارہ ۱۸ سورہ فرقان آیت ۱۹ میں ہے:" وَ مَنْ

يَّظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَاباً كَبِيْراً۔" یعنی خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اورتم میں سے جوظلم کرے گا ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔

اگر محمد ثانی شریعت کا حکم نہ مانے اور زبردستی دوسرں کا حق لے تو سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے ظالم کا سماجی بائیکاٹ کریں۔ اور برادری سے نکال کراسے باہر کردیں۔ اگر مسلمان ایسا نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پ ۷ رکوع ۱۴) اور جو لوگ شریعت کا حکم جاننے کے بعد بھی اس ظالم کی بے جا حمایت کریں گے ان کے لئے سخت وعید ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "من مشیٰ مع ظالم لیقویه وھو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام." یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ظالم کو طاقت پہنچانے کے لئے اس کا ساتھ دے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام کی خوبیوں سے نکل جاتا ہے۔ (انوار الحدیث صفحہ ۴۲۷ بحوالہ بیہقی) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۶ر شعبان المعظم ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میر گنج، ضلع جونپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مرگئی تو اس کے جہیز کے سامان کا مالک شریعت مطہرہ کی رو سے کون ہے؟ مرحومہ نے اپنے بعد شوہر، ایک لڑکی، ماں، ایک بھائی اور تین بہنوں کو چھوڑا ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- عورت زندگی میں اپنے پورے جہیز کی مالک تھی اب انتقال کے بعد اس کے مالک عورت کے ورثہ ہوئے جیسا کہ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۶۸ میں ہے: "کل احد یعلم ان الجهاز للمرأة اذا طلقها تأخذه کله و اذا ماتت یورث عنها. اھ" کل جہیز کے ۱۲ بارہ حصے کئے جائیں گے جن میں سے آدھا یعنی چھ حصے لڑکی کے ہیں تین حصے شوہر کے، دو حصے ماں کے اور ایک حصہ جو باقی بچا اس کے پانچ حصے کردیئے جائیں گے جن میں سے دو حصے بھائی کے ہیں اور ایک ایک حصے بہنوں کے۔ پارہ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے: "اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ." اور اسی آیت میں ہے "فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ." پھر اسی آیت میں ہے: "وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ." اور فتاوی عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۴۹ پر ماں کی حالتوں کے بیان میں ہے: "السدس مع الولد ولولد الابن او اثنین مع الاخوة و الاخوات من ای جهة کانوا." اور اسی صفحہ پر بہنوں کی حالتوں کے بیان میں ہے: "مع الاخ لاب و ام للذکر مثل حظ الانثیین. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۳ر ربیع الاول ۱۷ھ

مسئلہ:- از: نیاز احمد، محلہ آغاز دریا خاں، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ مرحوم گل محمد نے اپنی زوجہ (شکیلہ خاتون) اور تین لڑکے (نیاز احمد، ریاض احمد، انصار احمد) نیز ایک لڑکی (کنیز فاطمہ) چھوڑے مرحوم گل محمد کی حیات ہی میں ریاض احمد کا انتقال ہوگیا۔ مرحوم ریاض احمد نے دو لڑکے (اعجاز احمد، معراج احمد) اور ایک لڑکی (صبیحہ خاتون) چھوڑا۔ مرحوم ریاض احمد کی بیوہ ساجدہ خاتون نے اپنے دیور انصار احمد سے نکاح کرلیا۔ اب مرحوم گل محمد کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ برائے کرم شرع کے مطابق حکم صادر فرمائیں۔ اور عند اللہ ماجور ہوں۔ فقط

الجواب:- مرحوم گل محمد کی ساری جائداد کے آٹھ حصے کئے جائیں گے۔ جن میں سے ایک حصہ مرحوم کی زوجہ کے ہیں۔ باقی سات حصوں کے پانچ حصے کردیئے جائیں۔ جن میں سے دو، دو حصے مرحوم کے لڑکے نیاز احمد اور انصار احمد کو ملیں گے۔ اور ایک حصہ مرحوم کی لڑکی کو۔ پارہ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے۔ "فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ." اور اسی آیت میں ہے: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ." اور فتاوٰی عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۷ پر بیوی کی حالتوں کے بیان میں ہے: "و للزوجة الثمن مع احد هما ای الولد او ولد الابن. ملخصاً" اور اسی کتاب کی اسی جلد کے صفحہ ۴۵۴ پر ہے: "اذا اختلط البنون و البنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثیین کذافی التبیین. اھ" اور مرحوم گل محمد کی جائداد سے اس کی بہو اور اس کے پوتے و پوتی کا کچھ حصہ نہیں۔ فتاوٰی عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۴ پر ہے: "فان اجتمع اولاد الصلب و اولاد الابن فان کان فی اولاد الصلب ذکر فلا شئ لاولاد الابن ذکورا کانوا او اناثا او مختلطین." لیکن نیاز احمد اور انصار احمد کو چاہئے کہ وہ اپنے بھتیجوں کو کچھ دیں۔ خدائے تعالٰی اس کے عوض انہیں بہت دے گا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۹/ ربیع الآخر ۱۷ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میر گنج، جونپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق کہ زید نے ہندہ سے شادی کی جس سے تین لڑکیاں پیدا ہوئیں جو باحیات ہیں پھر وہ مرض سرطان میں مبتلا ہوگیا کچھ دنوں بعد اپنی بیوی کو طلاق دیدی پھر مرگیا زید کے ماں باپ زندہ ہیں اور اس کا ایک بھائی بھی ہے اس صورت میں زید کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سرطان یعنی کینسر مرض الموت میں سے ہے کہ اس میں موت و ہلاکت کا غالب گمان ہوتا ہے فتاوٰی عالمگیری جلد اول مع خانیہ صفحہ ۴۶۲ میں ہے: انما یثبت حکم الفرار اذا تعلق حقها بماله و انما یتعلق به بمرض یخاف منه

الهلاك غالباً اھ" اور جب کہ زید نے مرض الموت میں ہندہ کو طلاق دی ہے تو اگر یہ طلاق رجعی تھی اور ابھی عدت نہ گذرنے پائی تھی کہ زید مرگیا تو ہندہ مطلقہ اس کی وارث ہے خواہ عورت کی رضا مندی سے طلاق دی ہو یا بغیر رضا کے۔ اور اگر طلاق بائن تھی ایک دی ہو یا زیادہ اور اسی مرض میں عدت کے اندر مرگیا تو عورت وارث ہے جب کہ باختیار خود اور عورت کی رضا مندی کے بغیر طلاق دی ہو اور اگر عدت گذرنے کے بعد مرا، یا اس مرض سے اچھا ہوگیا پھر مرگیا خواہ اسی مرض میں پھر مبتلا ہو کر مرا تو وارث نہ ہوگی ایسا ہی بہار شریعت حصہ ششم صفحہ ۵۵ میں ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مع خانیہ صفحہ ۴۶۲ میں ہے: "الرجل اذا طلق امرأته طلاقا رجعيا فى حال صحته او فى حال مرضه برضاها او بغير رضاها ثم مات وهى فى العدة فانهما يتوارثان بالاجماع. و لو طلقها طلاقا بائنا او ثلاثا ثم مات و هى فى العدة فكذلك عندنا ترث و لو انقضت عدتها ثم مات لم ترث و هذا اذا طلقها من غير سؤالها فاما اذا طلقها بسوالها فلا ميراث لها كذا فى المحيط اھ ملخصاً۔" پھر اسی صفحہ پر چند سطر کے بعد ہے: "اذا طلقها بائنا فى مرضه ثم صح ثم مات لاترث كذا فى النهاية. اھ"

لہٰذا ہندہ کے ترکہ پانے کی صورت میں "بعد تقديم ماتقدم و انحصار و رثه فى المذكورين" زید کی ساری جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۲۷ حصے کئے جائیں گے جس میں سے چار چار حصے اس کے ماں باپ کو ملیں گے تین حصے بیوی کو بقیہ سولہ حصے کے ۶ حصے کر کے دو دو حصے تین لڑکیوں کو دیئے جائیں گے۔ اور اس کے بھائی کو اس کی جائداد سے کچھ نہ ملے گا۔ اور ہندہ کے ترکہ نہ پانے کی صورت میں زید کی ساری جائداد کے ۱۸ حصے کئے جائیں گے جس میں سے تین تین حصے اس کے ماں باپ کو ملیں گے اور بقیہ بارہ حصے میں سے چار چار حصے تینوں لڑکیوں کو ملیں گے اس کا بھائی اس صورت میں بھی ترکہ سے محروم رہے گا۔ پارۂ چہارم سورۂ نساء آیت میراث میں ہے: "فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ." پھر اسی آیت میں ہے: "وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ." پھر چند سطر کے بعد اگلی آیت میں ہے "فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ. اھ" و الله تعالىٰ اعلم.

مسئلہ ۲۴ عول ۲۷ تصحیح ۸۱

صورت مسئلہ (۱) زید

ماں	باپ	بیوی	۳ بیٹیاں	بھائی
۴	۴	۳	۱۶	م
			۶ —— فی ۲	

(۲) زید مسئلہ ۶ تصحیح ۱۸

ماں	باپ	۳ بیٹیاں	بھائی
۳	۳	۱۲ فی ۴	م

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: خورشید احمد مصباحی

۱۷ر جمادی الآخرہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: اسرار احمد مصباحی، دوست پور، ضلع سلطانپور

بکر کا انتقال ہوا اس نے ماں باپ اور ایک لڑکی چھوڑا تو ان ورثہ میں اس کا ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟ اور ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- "بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثه فی المذکورین" صورت مسئولہ میں بکر مرحوم کی کل جائداد چھ حصوں میں تقسیم کی جائے گی۔ ان میں سے تین حصے اس کی لڑکی اور ایک حصہ اس کی ماں کو اور دو حصے اس کے باپ کو بطور فرض وتعصیب ملیں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَ لِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ." (پ۴ سورۂ نساء آیت میراث) اور فتاویٰ عالمگیری جلد ششم مع بزازیہ صفحہ ۴۴۷ میں ہے: "الاب و له التعصیب و الفرض معاً ذلك مع البنت و بنت الابن فله السدس فرضا و النصف للبنت او الثلثان للبنتین فصاعدا و الباقی له بالتعصیب کذا فی خزانة المفتیین. اھ" اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۴۹ پر ماں کی حالتوں کے بیان میں ہے: "الام و لها السدس مع الولد و ولد الابن او اثنین من الاخوة و الاخوات من ای جهة کانوا. اھ و اللّٰہ تعالیٰ تعالیٰ اعلم.

زید مسئلہ ۶

باپ	ماں	بیٹی
۱+۱=۲	۱	۳

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد عبد الحی قادری

۱۵ر ربیع الآخر ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میرگنج، جونپور

زید فوت ہوا اس نے ایک بیوی، تین بیٹے اور چار بیٹیوں کو چھوڑا تو اس کا ترکہ ان ورثہ کے درمیان کیسے تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مستفسرہ میں حسب شرائط وفرائض زید متوفی کا ترکہ آٹھ حصوں پر منقسم ہوگا۔ ان میں سے ایک

حصہ بیوی کو ملے گا۔ پھر بچے ہوئے سات حصوں کو دس حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور "لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ" کے مطابق ان میں سے دو دو حصے تینوں بیٹوں کو اور ایک ایک حصہ چاروں بیٹیوں کو ملے گا۔ فتاویٰ بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۳ میں ہے: "نصیب الزوجة مع الولد اوولد الابن الثمن بکل حال. اه ملخصاً" اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" وَ اِنْ کَانُوْا اِخْوَةً رِجَالًا وَ نِسَاءً فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ." (پ٦ رکوع ۴) اور فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۴۸ پر ہے:" اذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثیین کذا فی التبیین." و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: اظہار احمد نظامی
۱۴ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ

مسئلہ: -از: محمد سعید الاسلام حمیدی، مدرسہ تجوید القرآن کربلا جامع مسجد، کلکتہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا جس نے دو بیویوں کو چھوڑا جب کہ ایک بیوی سے دولڑکے اور ایک لڑکی چھوڑا اور دوسری بیوی سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑا تو زید کا ترکہ ان سات آدمیوں میں کیسے تقسیم ہوگا؟ اور ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- "بعد تقدیم ماتقدم علی الارث و انحصار ورثه فی المذکورین" زید کی متروکہ جائداد کے کل آٹھ حصے کئے جائیں ان میں سے ایک حصہ دونوں بیویوں کو دیا جائے جس کو وہ آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیں۔ قال اللہ تعالیٰ "فان کان لکم ولد فلهن الثمن." (پ۴ سورۂ نساء آیت ۱۲) پھر بچے ہوئے سات حصوں کے آٹھ حصے کئے جائیں ان میں سے دو دو حصے تینوں لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو دیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ "للذکر مثل حظ الانثیین." (پ۴ سورۂ نساء آیت ۱۱) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
کتبہ: اظہار احمد نظامی
۱۶ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

مسئلہ:- از: ابوطلحہ خاں برکاتی، امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چار بھائی تھے جن میں ایک بھائی کا انتقال پہلے ہوا ان کا لڑکا موجود ہے کچھ دنوں بعد زید کا انتقال ہوگیا اور یہ لاولد ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دو بھائی اور ایک بھتیجہ کے درمیان زید کی جائداد کس طرح تقسیم کی جائے گی ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثه فی المذکورین زید کی کل جائداد دو

حصوں میں منقسم ہوکر ایک ایک حصہ دونوں بھائی کو ملے گا اور بھتیجہ کو کچھ نہیں ملے گا صرف اپنے باپ کا حصہ پائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ششم صفحہ ۴۵۱ میں ہے: "اقرب العصبات الاخ لاب و ام ثم الاخ لاب ثم ابن الاخ لاب و ام اھ ملخصاً" اور درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۵۴۶ میں ہے: "یقدم الاقرب فا لاقرب منهم بهذا الترتیب فیقدم جزء ابیه الاخ لابوین ثم لاب ثم انه لابوین ثم لاب اھ تلخیصاً" اور ایسا ہی فتاویٰ بزازیہ مع ہندیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۶ پر بھی ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد سمیر الدین جیبی مصباحی

۱۵ر صفر المظفر ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد اسرار احمد مصباحی، دوست پور، سلطان پور

دو لڑکیاں چار بھتیجے اور تین بھتیجوں کو چھوڑ کر زید فوت ہوا۔ ہر ایک کو اس کے ترکہ سے کتنا کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب:- زید مسئلہ ۱۲/۳

لڑکی	لڑکی	بھتیجہ	بھتیجہ	بھتیجہ	بھتیجہ	بھتیجی	بھتیجی	بھتیجی
۴	۴	۱	۱	۱	۱	م	م	م

برتقدیر عدم موانع ارث وانحصار ورثہ فی المذکورین وتقدیم دیون ووصایا زید کا کل ترکہ بارہ حصوں پر منقسم ہوکر چار چار حصے ہر ایک لڑکی اور ایک ایک حصہ ہر ایک بھتیجہ کو ملیں گے۔ اور بھتیجیاں کچھ نہ پائیں گی۔ قال اللہ تعالیٰ "فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ." (پ۴ سورہ نساء آیت ۱۱) اور فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۴۸ پر ہے: "و اما النساء فالاولیٰ البنت و للبنتین فصاعدا الثلثان اھ ملخصاً" حدیث شریف میں ہے: "الحقوا الفرائض باهلها فما بقی فلاولی رجل ذکر رواہ الائمة احمد و البخاری و مسلم و الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما." (فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ ۴۳۹) اور سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: "فی الواقع جب تک دادا و پردادا کی اولاد میں کوئی مرد باقی ہے اگرچہ کتنے ہی دور کے رشتے کا ہو اس کے سامنے بھتیجیاں کچھ نہیں پاسکتیں اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ ۴۳۹) اور فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۱ میں ہے: "و باقی العصبات ینفرد بالمیراث ذکورهم دون اخواتهم و هم اربعة ابن الاخ. اھ ملخصاً" اور ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۵۴۷ پر ہے: "ان من لا فرض لها من الاناث و اخوها عصبة لاتصیر عصبة باخیها کابن الاخ مع بنت الاخ. اھ مخلصاً" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: سمیر الدین جیبی مصباحی

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۸ھ

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میر گنج، ضلع جون پور

زید کا انتقال ہوا اس نے ایک لڑکی دو بھتیجہ اور دو بھتیجی کو چھوڑا تو اس کا ترکہ ان کے درمیان کیسے تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں برصدق مستفتی زید کا کل مال چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا نصف یعنی ۲ حصہ لڑکی کو ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنْ کَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ." (پ۴، آیت میراث) اور بقیہ مال دونوں بھتیجوں کو ملے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کیوں کہ بھتیجے عصبہ ہیں جیسا کہ سراجی بحث عصبات صفحہ ۲۲ میں ہے: "ثم جزء ابیه ای الاخوة ثم بنوهم و ان سفلوا." اور دونوں بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملے گا کیوں کہ نہ تو ان کا فرضی حصہ ہے اور نہ ہی وہ عصبہ ہو سکتی ہیں جیسا کہ سراجی صفحہ ۲۳ (مطبوعہ وسیم بک ڈپو) میں ہے: "و من لا فرض لها من الاناث و اخوها عصبة لاتصير عصبة باخيها." و اللّٰه تعالیٰ اعلم.

کتبہ: برکت علی قادری مصباحی — الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مسئلہ:- از: محمد شاہ عالم قادری، میر گنج، ضلع جونپور

زید نے دو لڑکے شریف، کریم اور تین لڑکیاں قریشہ، عائشہ، زلیخا کو چھوڑ کر انتقال کیا۔ پھر شریف چھ لڑکے اور دو لڑکیوں کو چھوڑ کر فوت ہوا۔ اور کریم نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑ کر انتقال کیا پھر قریشہ کا انتقال ہوا اس کے چار لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں تو زید کا ترکہ ان میں کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب:- صورت مذکورہ میں زید کے ترکہ کے کل سات حصے کئے جائیں جن میں سے دو دو حصے شریف اور کریم کو دیئے جائیں اور ایک ایک حصہ قریشہ، عائشہ اور زلیخا کو پھر شریف کے دو حصے کے چودہ حصے کر دیئے جائیں جن میں سے دو دو حصے اس کے چھ لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو دیا جائے اور کریم کے دو حصے کے تین حصے کر دیئے جائیں جن میں سے دو حصہ لڑکا کو اور ایک حصہ لڑکی کو دیا جائے اور قریشہ کے ایک حصے کے گیارہ حصے کئے جائیں جن میں سے اس کے چاروں لڑکوں کو دو دو حصے اور تینوں لڑکیوں کو ایک ایک حصہ دیا جائے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ." (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱) و اللّٰه تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد مفید عالم مصباحی — الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

۱۵/ جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی، شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

محمد ہاشم نے ان وارثوں کو چھوڑ کر انتقال کیا۔ ایک لڑکا محمد یوسف تین لڑکیاں محمودہ حامدہ اور سعیدہ بعدہ محمد یوسف نے ان وارثوں کو چھوڑ کر انتقال کیا۔ بیوی زبیدہ دو لڑکیاں عذرا، راشدہ اور تین بہنیں محمودہ حامدہ اور سعیدہ، زبیدہ کا مہر پچاس ہزار روپیہ

مقرر ہوا تھا جو باقی ہے۔ اس صورت میں ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم محمد ہاشم کی منقولہ وغیر منقولہ ساری جائداد کے پانچ حصے کئے جائیں گے۔ دو حصہ محمد یوسف کو اور ایک ایک حصہ محمودہ، حامدہ اور سعیدہ کو دیا جائے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "للذکر مثل حظ الانثیین." (پ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اور زبیدہ کا مہر محمد یوسف کے ذمہ باقی ہے تو سب سے پہلے محمد یوسف کے ترکہ سے زبیدہ کا مہر ادا کیا جائے اس لئے کہ ترکہ تقسیم کرنے سے پہلے مہر کا ادا کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا برکاتی محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "ادائے دین مہر مثل سائر دیون و وصایائے تقسیم ترکہ پر بلا ریب مقدم ہے "ھو مصرح فی الکتب الفقه." (فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۲۹)

پھر مہر ادا کرنے کے بعد اگر کچھ ترکہ باقی بچے تو اس کے چوبیس حصے کر دیئے جائیں گے جن میں سے تین حصہ زبیدہ کو دیا جائے گا اس لئے کہ اولاد کی موجودگی میں بیوی کا آٹھواں حصہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ." (پ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۲) اور آٹھ آٹھ حصے عذرا اور راشدہ کو ملیں گے۔ اس لئے کہ جب میت کا کوئی بیٹا نہ ہو اور بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو انہیں دو تہائی حصہ ملتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ." (پ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱) پھر ما بقی پانچ حصے کے تین حصے بنا کر ایک ایک حصہ محمودہ حامدہ اور سعیدہ کو دیا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے: "اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة." اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لڑکیوں کے ساتھ بہنیں عصبہ ہوتی ہیں یعنی لڑکیوں کے مقررہ حصہ پانے کے بعد جو بچتا ہے وہ بہنیں پاتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۴ ر ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: سید محمد امین میاں برکاتی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، ایٹہ (یوپی)

حاجی مصطفیٰ رضا نے ایک لڑکا محمود رضا اور دو لڑکیاں شاہ جہاں، اور نور فاطمہ کو چھوڑ کر انتقال کیا پھر محمود رضا ایک بیوی ہاشمی دو بہن شاہ جہاں، نور فاطمہ اور چار چچا علی رضا، عبد الجلیل، حاجی افتخار احمد اور چاند نبی کو چھوڑ کر فوت ہوا۔ اور ایک پھوپھی اسماء خاتون بھی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حاجی مصطفیٰ رضا اور محمود رضا کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثه فی المذکورین حاجی مصطفیٰ رضا کی منقولہ وغیر منقولہ ساری جائداد کے کل، چار حصے کئے جائیں گے جن میں سے دو حصے محمد رضا کے ہیں اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیاں شاہ جہاں اور نور فاطمہ کا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: "يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

الْاُنْثَیَیْنِ." (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱) پھر محمود رضا کے انتقال کے بعد ان کے دو حصے کے بارہ حصے کر دیئے جائیں گے جن میں سے تین حصہ ان کی بیوی ہاشمی کو ملے گا اور چار چار حصہ شاہ جہاں اور نور فاطمہ کو دیا جائے گا۔ پھر باقی ایک حصہ کے چار حصے ہو کر ایک ایک حصہ چاروں چچا علی رضا، عبد الجلیل، حاجی افتخار احمد اور چاند نبی کو ملے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ." (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۲) اور اسی کا ارشاد ہے: "فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ." (پ۶ سورۂ نساء، آیت ۱۷۶)

اور پھوپھی اسماء خاتون کا مذکورہ صورت میں کوئی حصہ نہیں اس لئے کہ قرآن نے اس کا کوئی حصہ مقرر نہیں کیا ہے۔ تو وہ اپنے بھائیوں کے سبب عصبہ نہیں ہوگی۔ جیسا کہ شامی جلد ششم صفحہ ۷۷۶ مطبوعہ بیروت میں ہے: "من لا فرض لها من الاناث و اخوها عصبة لا تصير عصبة باخيها كالعم و العمة اذا كانا لاب و ام او لاب و كان المال كله للعم دون العمة. اه" و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب حق و الحق احق ان يتبع: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی
۶ رشوال المکرم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:۔ از: محمد اجمل حسین فیضی، بیر پور، بلرام پور

زید کے نکاح میں ہندہ عرصۂ دراز سے ہے جس سے تین لڑکے ہیں پھر زید نے ہندہ کی حقیقی بہن کو ناجائز طور پر بیوی بنا کر رکھ لیا جس سے دو لڑکیاں ہیں اب زید فوت ہو گیا تو اس کے ترکہ سے ناجائز بیوی کی لڑکیوں کو حصہ ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں زید کی ناجائز بیوی کی لڑکیوں کو اس کے ترکہ سے حصہ نہیں ملے گا۔ یہاں تک کہ زانی نے اگر زانیہ سے نکاح کیا اور چھ ماہ کے اندر بچہ پیدا ہو گیا تو وہ بچہ بھی وارث نہیں ہوگا۔ درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۳۱۷ میں ہے: "لو نكحها الزانى حل له وطأها اتفاقا و الولد له." اس کے تحت علامہ شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "قوله و الولد له اى ان جائت بعد النكاح لستة اشهر فلو لاقل من ستة اشهر من وقت النكاح لا يثبت النسب و لا يرث منه. اه ملخصاً" اور حدیث شریف میں ہے: "الولد للفراش و للعاهر الحجر." یعنی لڑکا شوہر کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۸۷) جس حدیث شریف کا یہ ٹکڑا ہے اس میں زانی کا اقرار بھی موجود ہے پھر بھی حضور نے نسب ثابت نہ فرمایا۔ اور جب نسب ہی ثابت نہیں تو وارث کیسے ہوگا۔ هكذا قال صدر الشريعة قدس سره العزيز فى الجزء الثانى من الفتاوىٰ الامجدية على ص ۹۲. و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی بلرام پوری
۴ رذی الحجہ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: عبدالحمید مشاہدی، متھر ابازار، بلرام پور

• ہندہ انتقال کرگئی شوہر نے مہر ادا نہ کیا تو شوہر کس صورت میں حقوق العباد سے نجات پا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- اگر ہندہ مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے مہر معاف کئے بغیر انتقال کرگئی تو اب مہر اس کا ترکہ ہو گیا جس کے مستحق اس کے ورثہ ہیں۔ شوہر اپنا حصہ لے کر باقی اس کے وارثین ماں، باپ، بیٹا، بیٹی جتنے ہوں سب کو ان کے حصہ کے مطابق دیدے۔ یا وارثین اپنا حق معاف کردیں تب شوہر بیوی کے اس حق سے نجات پا جائے گا۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد دوم صفحہ ۱۴۸ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۲۳ رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: ولی الدین محمود علی قاضی، ناسک سٹی، مہاراشٹر

۱۸۵۴ء میں انعام کمشنر کے حکم سے قاضی جلال الدین و بہاء الدین کو سند قضا دی گئی اور تقریباً سوا ایکڑ زمین فیصلہ کرنے کے عوض دی گئی۔ آج قاضی صاحبان کی اولاد سے تقریباً دو سو لڑکے لڑکیاں موجود ہیں۔ اسی طرح ملا لوگوں کو بھی ملا گیری کے عوض زمین دی گئی تھی ان زمینوں میں ان کی اور ان کی اولاد کی لڑکیوں کا حصہ ہے یا نہیں۔ ہائی کورٹ ممبئی اور دوسری ریاستوں کے ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ مذکورہ زمین میں لڑکیوں کا کوئی حق نہیں کہ وہ قضا اور ملا گیری کا کام نہیں کرتی ہیں تو ہائی کورٹس کے یہ فیصلے شرعاً درست ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- قاضی جلال الدین و بہاء الدین کو جو زمین قضا کے عوض دی گئی تھی اگر انعام کمشنر نے انہیں مالک بھی بنایا تھا تو ان کے مرنے کے بعد دوسری جائداد کی طرح وہ زمین بھی ان کا ترکہ ہوگئی جو ورثہ میں بقدر حصہ تقسیم ہوگی چاہے لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ اور اسی طرح ملا لوگوں کو ملا گیری کے عوض جو زمین ملی ہے اس میں بھی ان کی لڑکیوں کا ضرور حصہ ہے، ان کا حصہ نہ دینا حرام قطعی اور قرآن مجید کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے وارثین کی طرح ان کا حصہ بھی مقرر فرمایا ہے۔ جیسا کہ اسی کا فرمان ہے: "يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَاتَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ." (پ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱)

جو لڑکیوں کو حصہ نہیں دے گا وہ سخت گنہگار، مستحق عذاب نار اور حق العبد میں گرفتار ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن تین پیسے کی مالیت کے بدلے میں سات سو نماز با جماعت کا ثواب دینا پڑے گا اگر نمازوں کا ثواب نہیں ہوگا تو دیگر نیکیوں کا ثواب دینا پڑیگا اور دوسری نیکیاں بھی اس کے پاس نہیں ہوں گی تو حقدار کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۷۶۶) اور ہائی کورٹس کے فیصلے شرعاً درست نہیں کہ وہ قرآن و

حدیث کے صریح مخالف ہیں۔ ان پر عمل ہرگز جائز نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

صح الجواب: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۸؍ جمادی الآخرہ ۲۱ھ

مسئلہ: - از: ولی الدین محمود علی قاضی، قاضی پورہ، ناسک سٹی، مہاراشٹر

غلام حسین نے ایک لڑکا عبدالوہاب اور ایک لڑکی وزیرہ بیگم چھوڑ کر انتقال کیا تو اس کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینوا توجروا.

الجواب: اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی کے علاوہ غلام حسین کا کوئی دوسرا وارث نہیں ہے تو بعد تقدیم ماتقدم علی الارث اس کی منقولہ وغیر منقولہ ساری جائداد کے تین حصے کئے جائیں گے۔ دو حصے اس کے لڑکے عبدالوہاب کو ملیں گے۔ اور ایک حصہ اس کی لڑکی وزیرہ بیگم کو ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ." (پارہ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱) اور فتاویٰ ہندیہ مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۴۸ میں ہے: "اذا اختلط البنون و البنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثیین. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۵؍ جمادی الآخرہ ۲۱ھ

مسئلہ: - از: ظہیر احمد قریشی، محلہ چھاچھو جلال پور، امبیڈکر نگر

زید کی کل زمین تین ہزار دو سو سولہ برگ فٹ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنی زندگی میں پوری زمین اولاد میں تقسیم کردے تاکہ مرنے کے بعد آپس میں کوئی جھگڑا نہ رہے۔ زید کی ایک بیوی ہے۔ دس لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع ہر ایک کا کتنا کتنا حصہ بنے گا؟ بینوا توجروا.

الجواب: - مذکورہ ورثہ کی موجودگی میں زید کے مرنے کے بعد اس کی منقولہ وغیر منقولہ ساری جائداد بعد تقدیم ماتقدم علی الارث یوں تقسیم ہوگی۔ کل جائداد کے آٹھ حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ اس کی بیوی کو ملے گا۔ پھر ما بقی سات حصے کے چوبیس حصے بنا کر دو دو حصے لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ لڑکیوں کو دیا جائے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ." (پ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۲) اور اسی کا ارشاد ہے: "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین." (پ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱) اور فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۰ میں ہے: "اما الثمن ففرض الزوجة او الزوجات اذا کان للمیت ولد او ولد ابن. اھ" اور اسی کتاب اسی جلد کے صفحہ ۴۴۸ پر ہے: "اذا اختلط البنون و البنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثیین کذا فی التبیین. اھ"

اور اگر صرف مذکورہ زمین تقسیم کریں تو بیوی کو ۴۰۲ برگ فٹ۔ ہر ہر لڑکے کو ۲۳۴ ½ برگ فٹ اور ہر ایک لڑکی کو ۱۱۷ ¼ برگ فٹ زمین ملے گی۔ صورت مسئلہ یہ ہے:

زید ۸×۲۴=۱۹۲/۴ توافق بجزء من ثمانية و اربعين/ترکہ ۳۲۱۶/۶۷ برگ فٹ زمین

بیوی	۱۰ لڑکے	۴ لڑکیاں
۱/۲۴	۱۴/۱۴۰	۷/۲۸
۴۰۲	۲۳۴½/۲۳۴۵	۱۱۷¼/۴۶۹

لیکن جب کہ زید اپنی زندگی ہی میں پوری جائداد تقسیم کرنا چاہتا ہے تو افضل یہ ہے کہ بیٹے اور بیٹیاں سب کو برابر برابر حصہ دے۔ کم زیادہ نہ دے۔ حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: "الفتوی علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر و الانثی افضل من التثلیث الذی هو قول محمد. اھ" (شامی جلد پنجم صفحہ ۶۹۶) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "مذہب مفتی بہ پر افضل یہی ہے کہ بیٹوں، بیٹیوں سب کو برابر دے یہی قول امام ابو یوسف کا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم صفحہ ۵۹) اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان تحریر فرماتے ہیں: "زندگی میں جو جائداد اپنی اولاد کو دینا چاہے تو سب کو برابر دے یہاں تک کہ لڑکی کو بھی اتنا ہی دے جتنا لڑکے کو دیا۔ اھ" (فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۲۶۶) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: اشتیاق احمد الرضوی المصباحی

۸ / جمادی الآخرہ ۲۰ھ

مسئلہ:-

زید نے شادی کی اس سے ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی پہلی بیوی کے مرنے پر دوسری شادی کی اس سے ایک لڑکی خالدہ پیدا ہوئی۔ پھر دوسری بیوی کے مرنے پر تیسری شادی کی اس سے عابدہ پیدا ہوئی پھر اس کے مرنے کے بعد چوتھی شادی کی جس سے بکر پیدا ہوا۔ سوال یہ ہے کہ زینب کے ترکہ سے خالدہ، عابدہ اور بکر کو حصہ ملے گا یا نہیں اگر ملے گا تو کتنا کتنا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اگر زینب کا باپ زندہ ہے تو اس کی موجودگی میں سب محروم ہو جائیں گے جیسا کہ سراجی صفحہ ۱۷ میں ہے۔ "بنوا الاعيان و العلات كلهم يسقطون بالابن و الاب بالاتفاق. اھ ملخصاً" اور اگر زینب کا باپ زندہ نہیں ہے تو اس صورت میں زینب کے مال متروکہ کے کل چار حصے کئے جائیں گے ایک ایک حصہ خالدہ، عابدہ کو اور باقی دو حصے بکر کو دیئے جائیں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ اِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ." (پ ۶ سورۂ نساء، آیت ۱۷۶) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۵ / محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:۔از: محمد تحسین رضا قادری، رضا اسامک مشن، گنگا گھاٹ، اناؤ

زید کا انتقال ہو گیا ہے۔ زید مرحوم کی اہلیہ موجود ہیں اور پانچ لڑکے تین لڑکیاں بھی موجود سب کی شادی ہو چکی ہے تو مرحوم کا مال کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثة فی المذکورین زید کی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے آٹھ حصے کئے جائیں گے جس میں ایک حصہ زید کی اہلیہ کو ملے گا۔ پھر باقی سات حصے کے تیرہ حصے کئے جائیں گے دو، دو حصے پانچوں لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ تینوں لڑکیوں کو دیا جائے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ان کان لکم و لد فلهن الثمن." (پارہ ۴ سورۂ نساء، آیت میراث) اور فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۰ میں ہے: "اما الثمن ففرض الزوجة او الزوجات اذا کان للمیت ولدا و ولد ابن. اھ" اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "یوصیکم اللّٰہ فی او لادکم للذکر مثل حظ الانثیین." (پارہ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱) اور فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۴۸ پر ہے: "اذا اختلط البنون و البنات عصب البنون البنات فیکون للابن مثل حظ الانثیین. اھ" و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۸ر شعبان المعظم ۲۰ھ

مسئلہ:۔

ہندہ کا انتقال ہو گیا اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ تو اس کے ماں باپ بھائی اور بہن اس کے شوہر سے جہیز کا سامان اور مہر لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ مہر اور جہیز کا سامان جو ہندہ کو اس کے میکے سے ملا وہ اس کی ملک ہے اور مرنے کے بعد اس کا ترکہ ہو گیا جو تمام ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ ردالمحتار جلد دوم صفحہ ۳۹۹ میں ہے: "ان الجھاز للمرأة اذا طلقھا تأخذ کلہ و اذا ماتت یورث عنھا. اھ"

لہٰذا ہندہ کے ماں باپ اپنے حصہ کے مطابق مہر اور جہیز کے سامان میں سے لے سکتے ہیں۔ اور جب ہندہ کی کوئی اولاد نہیں ہے تو اس کا شوہر آدھے مہر اور آدھے سامان جہیز کا مستحق ہے۔ اور اس کے بھائی بہن موجود ہیں تو ماں چھٹے حصہ کی مستحق ہے اور جو باقی بچے وہ باپ کا حق ہے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ." (پارہ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۲) اور باپ کی موجودگی میں اس کے بھائی بہن محروم رہیں گے۔ فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵۳ میں ہے: "والمحجوب یحجب بالاتفاق کالاخوین اوالاختین فصاعدا بای جھة کانا یرثان مع

الاب و یحجبان الام من الثلث الی السدس کذا فی الکافی."

لہٰذا ہندہ کے بھائی بہن مہر اور جہیز کے سامان سے کچھ نہیں پائیں گے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری الامجدی

۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۲۱ھ

مسئلہ:-

زید کی بیوی غیر مقلد وہابیہ ہوگئی۔ زید نے اسے بہت سمجھایا وہ نہ مانی تو اسے گھر سے نکال دیا پھر دس ماہ بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ تو ہندہ مہر اور زید کا ترکہ پائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- وہابی غیر مقلد کافر و مرتد ہیں جیسا کہ پیشوائے اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین قطعاً یقیناً کفار و مرتدین ہیں۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ۹۰) اور اسی جلد کے صفحہ ۳ پر ہے: "کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے اس سے بدتر مجوسیت، اس سے بدتر بت پرستی اس سے بدتر وہابیت ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت۔اھ"

لہٰذا زید کی بیوی ہندہ غیر مقلدہ، وہابیہ ہوجانے کی وجہ سے کافرہ مرتدہ ہوگئی۔ اب اس صورت میں اگر زید نے اس سے وطی کی ہے تو وہ پورا مہر پائے گی اگر وطی نہیں کی ہے تو کچھ نہیں پائے گی۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۸۳ میں ہے۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "مرتدہ ہونے سے مہر مدخولہ ساقط نہیں ہوتا تمام و کمال بدستور زید پر واجب ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ ۵۶۶) اور درمختار مع شامی جلد دوم صفحہ ۴۲۵ میں ہے: "الموطوأۃ کل مہرھا و لا شئ من المہر و لو ارتدت لمجئ الفرقۃ منھا قبل تأکدہ. اھ ملخصاً"

اور وہ زید کا ترکہ نہیں پائے گی کہ غیر مقلد وہابیہ کے احکام بعینہ مرتد کے احکام ہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ ۵۲۲ پر ہے: "مرتد اصلاً صالح وراثت نہیں مسلمان تو مسلمان کسی کافر حتی کہ خود اپنے ہم مذہب مرتد کا بھی ترکہ اسے نہیں پہنچ سکتا۔ اور فتاویٰ بزازیہ مع ہندیہ جلد ششم صفحہ ۴۷۲ میں ہے: "المرتد لایرث من احد و کذا المرتدۃ. اھ" و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد اویس القادری امجدی

۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: رحیم بخش ملان، تیلی روڈ، ناگور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے والد مرحوم نے وصیت نامہ تحریر کیا کہ میرے بڑے بیٹے کو ہر ماہ تین سو روپئے دیتے رہنا اگر بڑے بیٹے کا انتقال ہوجائے تو اس کی بیوی اور بچوں کو دیتے رہنا، پھر ان کا انتقال ہوگیا اس کے بعد والدہ

دنیا سے رخصت ہوگئیں والد مرحوم نے لاکھوں روپئے کا مکان چھوڑا جو والد والدہ اور دو بھائیوں کے نام رجسٹری ہے جبکہ ہم چار بھائی اور ایک بہن ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ والدین کے ترکہ سے ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا اور تین سو روپئے جو ہر ماہ بڑے لڑکے کو دینے کی وصیت کی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- صورت مسئلہ میں سائل کے والد نے جو مکان اپنے نام اور اس کی والدہ اور اس کے دو بھائیوں کے نام رجسٹری کرایا ہے اگر مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے انہیں اس پر مکمل قبضہ دلا دیا تھا تو وہ اس کے مالک ہیں اس میں دوسروں کا حق نہیں۔ اور اس مکان کا آدھا حصہ جو والدین کے نام رجسٹری ہے اس میں تمام ورثہ کو بقدر حق حصہ ضرور ملے گا۔ اس طرح کہ بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثۃ فی المذکورین والد کے جملہ جائداد کے آٹھ حصے کئے جائیں ایک حصہ والدہ کے لئے ہے اور پھر ان سات حصوں کے نو حصے کئے جائیں دو دو حصے ہر ایک لڑکے کو اور ایک حصہ لڑکی کو دیا جائے اور والد کا جملہ ترکہ مع مذکورہ حصہ کے پھر نو حصے کئے جائیں اور ہر ایک لڑکے کو دو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ..... فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ." (پارہ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱،۱۲) اور فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۴۵ پر ہے: "اما الثمن ففرض الزوجة او الزوجات اذا كان للميت ولد او ولد ابن. اھ"

اور بڑے لڑکے کے لئے جو تین سو روپئے کی وصیت کی ہے ورثہ کو اس پر عمل ضروری نہیں اس لئے کہ ورثہ کے لئے وصیت صحیح نہیں ہاں اگر اپنی خوشی سے وہ کچھ بڑے لڑکے کو دیدیں تو وہ اس کے لئے جائز ہے۔ البتہ بڑے لڑکا کے انتقال کے بعد اس کی بیوی اور بچوں کے حق میں اس کی وصیت پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ لڑکوں کے ہوتے ہوئے پوتا پوتی وارث نہیں اور بہو بھی وارث نہیں فتاویٰ عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم صفحہ ۹۰ پر ہے: "لاتجوز الوصية للوارث عندنا الا ان يجيزها الورثة. اھ" اسی میں صفحہ ۹۱ پر ہے: "اذا اوصى لمملوك رجل ان ينفق عليه كل شهر عشرة قال ابو حنيفة و ابو يوسف رحمهما الله تعالى تكون الوصية للعبد و يدور معه حيثما دار. اھ" اور درمختار مع شامی جلد پنجم صفحہ ۵۵۱ پر ہے: "ابن الابن لايرث مع الابن. اھ" و الله تعالىٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی
۱۶/ ذی الحجہ ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد طارق (موڑہ)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرحوم نے دوسری شادی اس وقت کی جب ان کی پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا۔ پہلی بیوی سے دو لڑکے ایک لڑکی ہوئی۔ دوسری بیوی سے تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئی مرحوم کی کچھ زمین

پہلی بیوی کے نام ہے۔ تو کیا اس زمین میں دونوں بیویوں کی اولاد کا حق ہوگا یا صرف پہلی بیوی سے جو اولاد ہے اس کا حق ہوگا؟ شریعت کی رو سے فتویٰ صادر کریں۔

الجواب:- صورت مسئولہ میں اگر مرحوم نے اس زمین کا مالک اپنی پہلی بیوی کو نہیں بنایا تھا۔ بلکہ صرف کسی مصلحت سے اس کے نام رجسٹری کرادی تھی اور مالک خود ہی تھا تو اس صورت میں وہ زمین بھی جملہ ورثہ میں تقسیم ہوگی۔ اور اگر اس زمین کا اسے مالک بنادیا تھا تو اس زمین سے دوسری بیوی کی اولاد کو بلا واسطہ کچھ نہیں ملے گا۔ ہاں مرحوم کی واسطہ سے حصہ ضرور ملے گا۔ وہ اس طرح کہ مرحوم کے سامنے جب اس کی پہلی بیوی کا انتقال ہوا تو مرحوم اس زمین کے چوتھائی حصہ کا مالک ہوا۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "فَاِنْ کَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْنَ بِهَا اَوْ دَیْنٍ." (پارہ۴ رکوع ۱۳) اور بقیہ زمین صرف پہلی بیوی کی اولاد کے لئے ہے۔ اگر دیگر حقدار موجود نہ ہوں اور مرحوم کی کل جائداد مع اس چوتھائی زمین کے اولاً آٹھ حصے کئے جائیں ایک حصہ مرحوم کی دوسری بیوی کو دیا جائے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِیَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَیْنٍ." (پارہ۴ رکوع ۱۳) اور پھر ان سات حصوں کے پندرہ حصے کئے جائیں۔ دو دو حصے مرحوم کے ہر ایک لڑکے کو اور ایک ایک حصہ ہر ایک لڑکی کو دیا جائے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ." (پارہ۴ رکوع ۱۳) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی
۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد رئیس احمد، مقام کنگائی، پوسٹ اٹوا کنگائی

ناصر نے تین لڑکے زید، بکر، خالد کو چھوڑ کر انتقال کیا۔ پھر ابھی جائداد تقسیم نہیں ہوئی تھی کہ زید کا انتقال ہو گیا اس نے صرف ایک بیوی اور دو بھائیوں کو چھوڑا تو وراثت ان میں کس طرح تقسیم ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثة فی المذکورین ناصر کی منقولہ وغیر منقولہ کل جائداد کے تین حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک ایک حصہ تینوں لڑکوں کا ہوگا پھر زید کے ایک حصہ کے چار حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ اس کی بیوی کو ملے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْتُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّکُمْ وَلَدٌ." (پارہ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۲) اور بقیہ تین حصے کے دو حصے کر کے ایک ایک حصہ دونوں بھائیوں کو بحیثیت عصبہ دیا جائے گا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی
۲۴/ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: شاہ ابوالانور، درگاہ پورا، بیدو (کرناٹک)

ایک شخص کا انتقال ہوا جس کی ایک بیوی اور جوان لڑکے ہیں۔ اب لڑکے اپنے باپ کے ترکہ پر قابض ہیں اور ماں کو نہ مہر دیتے ہیں نہ اس کا حصہ تو ایسی صورت میں ماں مقدمہ دائر کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور شرعاً جائداد میں ماں کا کتنا حصہ ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- شخص مذکور کے تجہیز و تکفین کے بعد سب سے پہلے اس کے ترکہ سے قرض ادا کئے جائیں گے۔ اور مہر شوہر پر قرض ہے جب وہ ادا کئے بغیر انتقال کر گیا اور بیوی نے معاف نہیں کیا ہے تو اس کے ترکہ سے پہلے بیوی کا مہر ادا کیا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۳۲۲ میں ہے: "امرأة ادعت علی زوجها بعد موته ان لها علیه الف درهم من مهرها فالقول قولها الی اتمام مهر مثلها عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ علیه كذا فی محیط السرخسی. اھ" اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ادائے مہر تقسیم ترکہ پر مقدم ہے جب تک مہر ادا یا معاف نہ ہوئے کوئی وارث کچھ نہیں پاسکتا۔ اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۶) اس کے بعد جائداد منقولہ و غیر منقولہ اس کے تمام ورثہ پر تقسیم ہوگی۔ جس میں سے بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فان كان لكم ولد فلهن الثمن مماتركتم من بعد وصية توصون بها او دين." یعنی اگر تمہارے اولاد ہو تو (بیویوں کا) تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے جو تم وصیت کر جاؤ اور دین نکال کر۔ (پارہ ۴ سورہ نساء، آیت ۱۲) اور لڑکوں پر لازم ہے کہ ماں کا مہر اور اس کا حصہ اسے دیدیں ورنہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار، و غضب جبار، حق العبد میں گرفتار ہوں گے۔ اگر وہ نہ دیں تو ماں دعویٰ دائر کر کے ضرور اپنا مہر اور حصہ لے سکتی ہے۔ و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۱۲ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: یعقوب علی خاں، محلہ ہندوئی تلہر، شاہ جہاں پور

محب اللہ اپنے دو لڑکوں سمیع اللہ اور ولی اللہ کو چھوڑ کر انتقال کیا پھر سمیع اللہ دو لڑکیاں سروری بیگم اور آمنہ بیگم کو چھوڑ کر فوت ہوا اور ولی اللہ نے صرف ایک لڑکا حشمت اللہ کو چھوڑا تو سمیع اللہ کی لڑکیاں آمنہ بیگم اور سروری بیگم کا از روئے شرع کتنا حصہ ہے؟ اور لڑکی اگر زبانی یا تحریری طور پر اپنا حصہ لینے سے انکار کردے تو کیا اس کا حق وراثت ختم ہو جائے گا؟ اگر نہیں تو اس کا حصہ غصب کرلینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثة فی المذكورین محب اللہ مرحوم کی منقولہ و غیر منقولہ کل جائداد کے دو حصے کر کے ایک ایک حصہ ان کے دونوں بیٹوں سمیع اللہ اور ولی اللہ کو دے دیا جائے گا درمختار میں عصبات کے بیان میں ہے: "عند الانفراد یجوز جمیع المال. اھ" (الدر المختار فوق رد المحتار جلد ۶ صفحہ ۷۷۴) پھر سمیع اللہ کے ایک حصے کے تین حصے کئے جائیں گے ایک حصہ سروری بیگم اور ایک حصہ آمنہ بیگم کو ملے گا باقی

ایک حصہ حشمت اللہ کو باعتبار عصبہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَاِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ." (پارہ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱)

اور زبانی یا تحریری طور پر لڑکی اگر ترکہ لینے سے انکار کردے پھر بھی اس کی ملکیت زائل نہیں ہوگی۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "اگر وارث صراحۃً کہہ دے کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا جب بھی اس کی ملک زائل نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۵۵) اور اسی جلد کے صفحہ ۳۸۳ پر اشباہ کے حوالہ سے ہے: "لو قال الوارث تركت حقی لم يبطل حقه اذا الملك لا يبطل بالترك. اه"

ہاں اگر اسے لینا منظور نہیں تو یوں کرے کہ لے کر اپنے بھائی یا بہن خواہ جسے چاہے ہبۂ کامل کردے اور جو مال قابل تسلیم ہو اسے منقسم کر کے قبضہ دلادے اس وقت البتہ اس کا حق منتقل ہو جائے گا ورنہ صرف دست برداری سے کچھ نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۶۵)

اور لڑکی کا حصہ غصب کر لینا حرام ہے ہرگز جائز نہیں غاصب پر لازم ہے کہ وہ لڑکی کا حصہ اسے واپس کرے ورنہ سخت گنہگار، حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہوگا۔ اگر لڑکی کا حصہ اسے واپس نہیں کرے گا تو حدیث شریف کے مطابق قیامت کے دن ہر تین پیسے کی مالیت کے بدلے سات سو نماز باجماعت کا ثواب دینا پڑے گا اگر نمازوں کا ثواب نہیں ہوگا تو دیگر نیکیوں کا ثواب دینا ہوگا اور دوسری نیکیاں بھی اس کے پاس نہیں ہوں گی تو حقدار کی برائیاں اس پر لاد دی جائیں گی اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ العیاذ باللہ" (فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۷۶۶) و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحيح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۱۰ ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: نور اللہ، امبیڈکر نگر

اگر ماں باپ اپنے کسی بیٹا یا بیٹی کے بارے میں کہہ دیں کہ میں نے اس کو عاق کر دیا میری جائداد سے اس کو حصہ نہ دیا جائے میں نے اپنی وراثت سے اس کو محروم کر دیا تو اس صورت میں وہ لڑکا یا لڑکی اپنے ماں، باپ کی وراثت سے محروم ہو جائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- حق میراث حکم شرع ہے۔ لہٰذا ماں باپ کے کہہ دینے سے کہ میں نے اپنے بیٹا یا بیٹی کو محروم کر دیا میری جائداد سے انہیں حصہ نہ دیا جائے قطعاً وہ محروم نہ ہوں گے۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "توریث ورثہ بحکم شرع ہے کسی کے ابطال سے اس کا بطلان ممکن نہیں کما قال علماء نا رحمهم الله تعالىٰ: الارث جبری لا يسقط بالاسقاط. اه" (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۵)

اور عاق کر دینا کوئی چیز نہیں۔ البتہ عقوق سخت گناہ ہے مگر گناہ کے سبب وراثت سے محروم نہیں ہو سکتے۔ و الله تعالىٰ اعلم.

انتباہ: بے علموں کے ذہن میں یہ ہے کہ علاقۂ ولدیت ختم کرنے کے لئے عاق کرنا کوئی شرعی چیز ہے جس کا اختیار بدست والدین ہے اور اس کے لئے کچھ الفاظ مقرر ہیں کہ والدین اس کا استعمال کردیں تو اولاد عاق ہو کر ترکہ سے محروم ہو جائے مگر یہ محض تراشیدہ خیال ہیں جس کی اصل شرع میں بالکل نہیں؟ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب:- جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد حبیب اللہ المصباحی

۵/ذوالقعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:- از: ادریس ابراہیم قاضی، سنی مسجد جھارود، داہود، گجرات

کسی کے یہاں بچہ نہ ہو تو دوسرے کے بچے کو گود لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کسی نے دوسرے کے بچے کو گود لیا تو اس کے مرنے کے بعد اس کی جائداد سے لڑکا یا لڑکی حصہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- دوسرے کے بچے کو گود لے سکتے ہیں شرعاً منع نہیں۔ مگر وہ لڑکا یا لڑکی جس کو گود لیا ہے وہ اس کے وارث نہیں البتہ وہ اپنے حقیقی باپ کے ترکہ سے حصہ ضرور پائیں گے۔ ہاں اگر ایسے بچے کو گود لیا ہے جو اس کا بھتیجہ ہے۔ تو وہ اس کا وارث ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس کا کوئی مانع نہ ہو اور ایسے ہی جس بچے کو گود لیا ہے اس کے لئے وصیت کی ہو کہ میری جائداد سے اس کو حصہ دیا جائے تو اس کی وصیت ثلث مال سے نافذ کی جائے گی۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنْ تَفْعَلُوْا اِلَى اَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوْفاً كَانَ ذٰلِكَ فِيْ الْكِتٰبِ مَسْطُوْراً" یعنی تم اپنے دوستوں پر احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے۔ (پارہ ۲۱ سورہ ۷ احزاب، آیت ۶) حضرت صدر الافاضل مرادآبادی اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "جس کے لئے چاہو کچھ وصیت کرو تو وصیت ثلث مال کے قدر میں توارث پر مقدم کی جائے گی۔ اھ" (تفسیر خزائن العرفان) اور حدیث شریف میں ہے: "اوص بالثلث" یعنی ثلث مال میں وصیت کرو۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۵) اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: "متبنی کرنا یعنی گود لینا شرعاً منع نہیں مگر وہ لڑکا اس کا لڑکا نہ ہوگا بلکہ اپنے باپ کا یہ کہلائے گا اور وہ اپنے باپ کا ترکہ پائے گا۔ گود لینے والے کا نہ یہ بیٹا ہے نہ اس حیثیت سے اس کا وارث ہے ہاں اگر وارث ہونے کی بھی اس میں حیثیت موجود ہو مثلاً بھتیجہ کو گود لیا تو یہ وارث ہو سکتا ہے جب کہ کوئی مانع نہ ہو۔ اھ" (فتاویٰ امجدیہ جلد سوم صفحہ ۳۶۵) اور ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۴۰ پر ہے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کبتہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۵/ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد رفیق احمد، مستری کمپاونڈ، شانتی نگر، بھیونڈی

مرحوم محمد تصدق نے اپنی موت کے بعد ایک لڑکی و چار لڑکے چھوڑا۔ مذکورہ افراد میں ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ بینوا

توجروا۔

الجواب:- بعد تقدیم ما تقدم علی الارث و انحصار ورثہ فی المذکورین مرحوم محمد تصدق کی منقولہ وغیر منقولہ جائداد کے نو حصے کئے جائیں گے پھران میں سے ایک حصہ لڑکی کو اور دو دو حصے چاروں لڑکوں کو ملیں گے۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ." (پارہ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد ہارون رشید قادری کمبولوی گجراتی

۲۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد بھورے خاں، ڈگھان، دھار (ایم پی)

بکر کی شادی ہوئی اور اس کی بیوی کو ایک لڑکا بھی پیدا ہوا پھر بکر کا ایک حادثہ میں انتقال ہوگیا اس کے بعد بکر کی بیوی بغیر عدت گذارے اپنے میکہ چلی گئی۔ نیز بکر اپنے نام لائف انشورنس کرائے ہوئے جس کو اس کی بیوی نے جعلی دستخط سے نکال لیا اور اسے اپنے خرچ میں لے لیا اور اب وہ چاہتی ہے کہ بکر کے نام جو بیمہ ہے وہ بھی لے اور وہ اپنے میکے ہی رہتی ہے سسرال نہیں آتی۔ اس کا رشتۂ پیغام کئی جگہوں سے آیا مگر اس کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ بیمہ کا روپیہ لینے کے بعد ہی نکاح ثانی کریں گے۔ تو کیا انشورنس اور بیمہ کے روپئے کی صرف وہی حقدار ہے یا بکر کے ماں باپ کا بھی اس میں حق ہے؟ اور بکر کے بچے کی پرورش دادی، دادا یا نانی، نانا کون کرے شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- بکر نے جو بھی مال چھوڑا خواہ وہ انشورنس کا روپیہ ہو یا بیمہ کا یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہو ہر ایک میں اس کے ماں باپ اور لڑکے و بیوی اور ان کے علاوہ اگر اور وارثین ہوں تو ان کا بھی حصہ ہے۔ صرف بیوی ہی اس مال کی تنہا حقدار نہیں۔ لہٰذا بعد تقدیم ما تقدم بکر کا متروکہ مال شریعت کے مقرر کردہ حصوں کے اعتبار سے اس کے تمام وارثین پر تقسیم ہوگا۔

اور اس کی بیوی کا دھوکے سے جعلی دستخط کے ذریعہ انشورنس کا روپیہ نکال کر اپنے خرچ میں لے لینا اور اس کے علاوہ بیمہ کا روپیہ بھی لینے کی کوشش کرنا ہرگز جائز نہیں اس کے سبب وہ سخت گنہگار و حق العبد میں گرفتار و مستحق عذاب نار و غضب جبار ہوئی۔ لہٰذا اس پر لازم ہے کہ جو روپیہ اس نے لیا ہے اس سے اپنا حصہ نکال کر مابقی بکر کے وارثوں کو لوٹا دے۔ قرآن مجید میں ہے: "وَ لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ." یعنی اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ (پارہ ۲ سورۂ بقرہ، آیت ۲) نیز وہ علانیہ توبہ و استغفار بھی کرے اور اس کے میکہ والے بھی اس کے اس مذکورہ فعل پر راضی ہونے کے سبب اور اسے عدت کے اندر اپنے یہاں روکنے کی بنا پر سخت گنہگار ہوئے لہٰذا وہ بھی توبہ و استغفار کریں اور اگر بکر کی بیوی کی عدت ختم نہیں ہوتی ہے تو وہ فوراً سسرال چلی جائے اور عدت ختم کر کے اپنے میکہ آئے۔

اور اگر بکر کی بیوی دوسرے وارثوں کے حصوں کا روپیہ نہ دے اور توبہ و استغفار نہ کرے تو اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں خدائے تعالیٰ ارشاد ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ." (پارہ ۷ سورۂ انعام آیت ۶۸)

اور بکر کے بچے کی پرورش کا حق سات برس تک اس کی ماں کو ہے بشرطیکہ وہ کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جو اس لڑکے کا غیر محرم ہو اور اگر اس نے ایسا کر لیا یا پرورش سے انکار کر دیا یا کسی فسق میں مبتلا ہے جس سے بچے کی پرورش میں فرق آئے تو پھر اس بچے کی پرورش کا حق نانی کو ہے اور نانی نہ ہو تو دادی کو حق پرورش حاصل ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت حصہ ہشتم صفحہ ۱۴۲ پر ہے۔ اور درمختار مع شامی جلد ۳ صفحہ ۵۵۵ پر ہے: "الحضانة للام الا ان تكون فاجرة او متزوجة بغير محرم الصغير او ابت ان تربيه. اھ" ملخصاً اور اسی میں صفحہ ۵۶۲ پر ہے: " ثم بعد الام بان ماتت او لو تقبل او تزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب الخ" اور بچہ کی پرورش میں اسی کا مال خرچ ہوگا جب وہ ختم ہو جائے گا تو دادا اپنا مال اس پر خرچ کرے گا درمختار جلد سوم صفحہ ۵۶۲ پر ہے: " مؤنة الحضانة فى مال المحضون لوم اله و الافعلى من تلزمه نفقته. اھ" و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: عبدالمقتدر نظامی مصباحی

۱۸/ ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: شاہ ولی، بلاری (کرناٹک)

بکر کی بیوی کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ وہ بھی دنیا سے چلا گیا جاتے جاتے وہ کچھ زمین چھوڑ گیا اور ساتھ میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں بھی۔ اب بکر کی جائداد میں سے تین بیٹوں اور دو لڑکیوں کے درمیان ترکہ کیسے تقسیم ہو اور ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ ملے گا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم على الارث و انحصار ورثه فى المذكورين بکر کی زمین وغیرہ ساری جائداد کے کل آٹھ حصے کئے جائیں گے جن میں سے دو دو حصے تینوں لڑکوں کو اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ كذا فى التبيين اھ." (پ ۴ سورۂ نساء، آیت ۱۱) اور فتاوی عالمگیری مع بزازیہ جلد ششم ۴۴۸ میں ہے: " اذا اختلط البنون و البنات عصب البنون البنات فيكون للابن مثل حظ الانثيين كذا فى التبيين." و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: سلامت حسین نوری

۲۷/ ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

کتاب الشتیٰ

متفرق مسائل کا بیان

مسئلہ:- از: ایم۔این دواخانہ، مقام و پوسٹ رامپور، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مسئلہ ذیل میں کہ زید زہر خورانی کی نسبت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی جعدہ کی طرح کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بڑے بڑے علمائے کرام نے بھی جعدہ ہی کو قاتل ٹھہرایا ہے۔ اور دلیل کے لئے علامہ محمد شفیع اوکاڑوی خلیفۂ ارشد شیخ المشائخ علامہ ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب امام پاک اور یزید پلید میں لکھا ہے کہ جعدہ ہی نے امام پاک کو زہر دیا اور اسی کے سبب آپ شہید ہوئے اور زید کا یہ بھی بیان ہے کہ علامہ اوکاڑوی اپنے وقت کے بہت بڑے محقق تھے جن کو لوگ مجدد مسلک کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور ان کا مزار پاک پاکستان میں مرجع خلائق ہے۔ جبکہ عمرو زید کی مخالفت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ کی بیوی نے آپ کو زہر نہیں دیا بلکہ خارجیوں کا افتراء ہے اور بہتان عظیم ہے۔ زید بار بار کہتا ہے کہ امام پاک اور یزید پلید کا صفحہ ۱۸۳ سے لے کر صفحہ ۲۰۲ تک کا مطالعہ کریں حق واضح ہو جائے گا۔ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا قول حق ہے کہ عمرو کا؟ آپ دلائل و براہین کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

بینوا توجرو. فقط والسلام

الجواب:- حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر کس نے دیا؟ اس میں اختلاف ہے جیسے کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک تن سے کس نے جدا کیا؟ بعض کا قول ہے کہ خولی بن یزید نے، بعض کے نزدیک سنان بن انس نے، بعض کہتے ہیں شبل بن یزید نے اور بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ شمر خبیث نے آپ کے سر مبارک کو تن سے جدا کیا۔ مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے لیکن محقق دوراں حضرت صدر الافاضل مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ''اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا ہے۔ حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ ۶۹ پر حقانی تقریریں صفحہ ۲۲۶ پر حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی قدس سرہ نے اور سچی حکایات حصہ دوم صفحہ ۱۶۹ پر حضرت علامہ ابوالنور محمد شبیر کوٹلوی نے حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کی احتیاط کو اختیار فرمایا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۹ھ میں شہید ہوئے اس کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارہ سال

ظاہری حیات میں رہ کر ۶۱ھ میں شہید ہوئے مگر انہیں نہیں معلوم ہوسکا کہ حضرت امام حسن کو زہر کس نے دیا اسی لئے ان سے کوئی ایسی روایت نہیں کہ میرے بھائی حسن کو فلاں نے زہر دیا۔ تو دوسرے لوگوں کو بعد میں کیسے معلوم ہوگیا کہ ان کی بیوی جعدہ نے ان کو زہر دیا۔ بلکہ خود حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یقین کے ساتھ نہیں معلوم تھا کہ مجھے زہر کس نے دیا اسی لئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ جس کے متعلق میرا گمان ہے خدا اس کے لئے کافی ہے۔

بہر حال اس سلسلہ میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو کچھ اپنی تصنیف سوانح کربلا میں تحریر فرمایا ہے: ''میں بھی اسی سے اتفاق رکھتا ہوں اسی لئے خطبات محرم صفحہ ۲۷۹ سے صفحہ ۲۸۰ تک اس کے متعلق حضرت کی پوری تحریر نقل کردیا ہوں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کبتہ: جلال الدین احمد الامجدی

۷رمحرم الحرام ۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد سعید خاں، شیر پور کلاں، پیلی بھیت

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ رسول اور نبی میں رسول کا درجہ بڑا ہے یا نبی کا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- جو رسول ہوتا ہے وہ نبی بھی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ جیسے کہ ہر انسان جاندار ہے لیکن ہر جاندار انسان نہیں۔ لہذا جو رسول و نبی دونوں ہوئے ان کا درجہ بڑا ہے ان سے جو صرف نبی ہوئے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۸رشعبان المعظم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد اسرار احمد مصباحی دوست پور، سلطان پور

ایک پیر صاحب نماز نہیں پڑھتے ہیں اور نہ ہی ان کے مریدین پڑھتے ہیں۔ نماز کی ترغیب پر وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نماز عشق پڑھتے ہیں اسلئے ظاہری طور پر نماز پڑھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:- مسلمانوں پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی فرض ہے۔ خدائے تعالیٰ کا حکم ہے: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ." یعنی اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور رسول سے منہ نہ پھیرو۔ (پارہ ۹ رکوع ۱۷) اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "صلوا کما رأیتمونی اصلی." یعنی اے مسلمانو! تم لوگ اس طرح نماز پڑھو جس طرح کہ تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ صفحہ ۶۶) معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی نماز پڑھتے تھے جیسے مسلمان دیکھتے تھے۔ اور حضور نے ان کو اپنی جیسی ہی نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی لئے صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین، سارے بزرگان دین اور عامۂ مسلمین ہمیشہ حضور جیسی ظاہری نماز

پڑھتے چلے آئے لہذا وہ نام نہاد پیر جو نماز نہیں پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نماز عشق پڑھتے ہیں ظاہری نماز کی ہمیں فرصت نہیں۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی بجائے شیطان کی اتباع کر رہا ہے اور سارے مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ نکال رہا ہے۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا." یعنی اور جو رسول کے خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ پلٹنے کی کیا ہی بری جگہ ہے۔ (پ ۵ سورۂ نساء آیت ۱۱۵)

لہذا مسلمان ایسے نام نہاد پیر اور اس کے ماننے والوں سے دور رہیں اور خنزیر (سور) سے زیادہ ان سے نفرت کریں کہ وہ لوگوں کو گمراہ نہیں کرتا اور یہ گمراہ کرتے ہیں اور مسلمان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرنے سے بہکاتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے: "ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم." یعنی گمراہ سے دور رہو اور ان کو اپنے قریب نہ آنے دو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) اور خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ." (پ ۱۲ سورۂ ہود آیت ۱۱۳) و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۲/ ذی القعدہ ۱۹ھ

مسئلہ:۔ از: مولانا بدر عالم نعیمی، غلام عبد القادر جیلانی، خیرانی روڈ بمبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

زید سنی صحیح العقیدہ کہلاتے ہوئے دوران تقریر یہ جملہ استعمال کیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سارے مؤمنین کی ماں ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مؤمنین کے باپ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے بھی باپ ہیں۔ اگر باپ ہیں تو وہ کون سی صورت ہے اور اگر نہیں ہیں تو زید کے لئے عند الشرع کیا حکم ہے؟ جواب سے ماجور فرمائیں نوازش ہوگی۔

الجواب:۔ جس طرح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات مسلمانوں کی حقیقی ماں نہیں ہیں بلکہ مشفقہ اور واجب التعظیم کے اعتبار سے ماں ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تمام مسلمانوں کے حقیقی باپ نہیں ہیں لیکن مشفق اور واجب التوقیر ہونے کے لحاظ سے سارے مؤمنین کے باپ کہے جاسکتے ہیں۔ پارہ ۲۲ سورہ احزاب آیت ۴۰ "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ." کی تفسیر میں حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "سب رسول ناصح، مشفق اور واجب التوقیر و لازم الطاعۃ ہونے کے لحاظ سے اپنی امت کے باپ کہلاتے ہیں اھ۔

اور باپ کے معنی بزرگ بھی ہیں جیسا کہ ’فیرز اللغات‘ میں ہے۔ تو جب کوئی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باپ کہے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سید الانبیاء حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرتبہ میں ان کے بڑے اور بزرگ ہیں لہذا مذکورہ تقریر کے سبب زید پر کوئی الزام نہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۵ر رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

مسئلہ:- از: محمد اشرف القادری، سلیم پور، دیوریا

(۱) کیا شمع شبستان رضا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب ہے؟ بینوا توجروا.

(۲) شمع شبستان رضا حصہ دوم صفحہ ۹۰-۹۱ پر عہد نامہ کی فضیلت کے سلسلے میں یہ حدیثیں درج ہیں، آیا یہ حدیثیں احادیث کی معتبر کتابوں سے من وعن ثابت ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اس عہد نامہ کو ساری عمر میں ایک بار پڑھے خدا چاہے تو ساتھ ایمان کے جائے اور اس کے جنتی ہونے کا میں ضامن ہوں۔

(۲) اور جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آدمی کے بدن میں تین ہزار بیماریاں ہیں ایک ہزار کو حکیم جانتے ہیں اور دو ہزار کی دوا کوئی نہیں جانتا۔ جو کوئی اس عہد نامہ کو اپنے پاس رکھے۔ خدائے تعالیٰ اس کو تین ہزار بیماریوں سے محفوظ رکھے۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ جو کوئی عہد نامہ کو اپنے پاس رکھے وہ سانپوں اور بچھوؤں سے امن میں رہے۔ اور سحر و جادو اس پر کارگر نہ ہو اور بدگویوں کی زبان بند ہو جائے۔ اور اگر چینی کی پلیٹ پر لکھ کر پانی سے دھو کر یا کاغذ پر لکھ کر پانی میں گھول کر کسی دردمند کو پلائے تو شفا پائے۔

(۴) حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ جو کوئی عہد نامہ کو شفیع لائے اور اس کے وسیلہ سے دعا کرے۔ حاجت اس کی اللہ تعالیٰ پوری کرے۔ اور اگر مشک و زعفران سے لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر جس کو ۳ر یا ۷ر روز پلا وے عقل و فہم زیادہ ہو۔ اور جو کچھ یاد ہو نہ بھولے یعنی حافظہ قوی ہو۔

(۵) حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جو کوئی اس عہد نامہ کو ۱۴ر بار پڑھ کر مردے کے نام بخشے قبر اس کی مغرب سے مشرق تک کشادہ اور پرنور ہو۔ اور اگر مردے کی قبر میں رکھے تو اس مردہ کو سات پیغمبروں کا ثواب ملے اور سوال منکر نکیر آسان ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ایک لاکھ گز داہنے سے اور چالیس ہزار گز بائیں سے اور چالیس ہزار گز پاؤں سے عذاب دور کرے اور قبر اس کی ایسی کشادہ ہو کہ آنکھ کام نہ کر سکے یعنی اس کا احاطہ نہ کر سکے۔

الجواب: (۱) کتاب ''شمع شبستان رضا'' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) عہد نامہ کی فضیلت میں مذکورہ بالا حدیثیں احادیث کی معتبر کتابوں میں من وعن میرے نزدیک ثابت نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۳ ربیع النور ۱۴۲۱ھ

مسئلہ: - از: محمد گلشاد قادری، مدرسہ فاروقیہ رضویہ، دسولی، فتح پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ ایک پیر ہمارے اطراف میں آتے ہیں جن کے مریدین اس علاقہ میں بہت ہیں وہ ایک مشہور سخت قسم کے دیوبندی مولوی کی موت پر مسلمان سمجھ کر اس کے یہاں تعزیت کے لئے گئے جب کہ اس مولوی کے کفر وارتداد پر اہل سنت کے علماء کرام فتویٰ دے چکے ہیں۔ پیر کے اس فعل پر جب مریدین نے اعتراض کیا تو اس نے یہ جواب دیا کہ میں تعزیت کے لئے گیا ہوں اور مجھے علماء کو حساب نہیں دینا ہے اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ ایسے پیر سے جو لوگ مرید ہیں وہ اپنی بیعت قائم رکھیں یا ختم کر دیں اور ایسے پیر کو اہل سنت کے جلسہ جلوس میں مدعو کریں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب: - اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ ''وہابیہ و نیچریہ وقادیانیہ وغیر مقلدین ودیوبندیہ چکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۹۰) لہذا اگر پیر کو معلوم تھا کہ مولوی مذکور سخت قسم کا دیوبندی تھا اور اس کے کفر وارتداد پر اہل سنت کے علمائے کرام فتویٰ دے چکے ہیں پھر بھی وہ اس مولوی کی موت پر مسلمان سمجھ کر اس کے یہاں تعزیت کے لئے گیا تو وہ پیر مسلمان نہیں رہ گیا اس صورت میں سارے مریدین اس کی بیعت سے نکل گئے۔ اور اگر مسلمان سمجھ کر وہ پیر اس مولوی کی تعزیت کے لئے نہیں گیا بلکہ چاپلوسی یا کسی کے لحاظ میں گیا اور اعتراض پر یہ جواب دیا کہ مجھے علماء کو حساب نہیں دینا ہے تو اس کا مذہبی مزاج بگڑا ہوا ہے وہ گمراہی کا راستہ اختیار کر چکا ہے آج دیوبندی کی تعزیت پر کہتا ہے کہ مجھے علماء کو حساب نہیں دینا ہے پھر شراب پیئے گا اور لوگوں کے اعتراض پر کہے گا کہ ہاں میں نے پیا ہے مجھے علماء کو حساب نہیں دینا ہے پھر اس کے بعد زنا وغیرہ بہت سی برائیاں کرے گا اور ان پر یہی کہے گا کہ مجھے علماء کو حساب نہیں دینا ہے معاذ اللہ رب العلمین۔

ایسے لوگوں کے متعلق حدیث شریف میں ہے: ''ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم. ''یعنی ان سے دور رہو اور ان کو اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) لہذا

سارے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے پیر سے دور رہیں اور اس کے قریب ہرگز نہ جائیں۔اور جولوگ مرید ہیں اس کی بیعت توڑ کر کسی سنی صحیح العقیدہ اچھے پیر سے مرید ہو جائیں اور اسے اہل سنت کے جلسہ جلوس میں ہرگز مدعو نہ کریں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۹ رصفر المظفر ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:-از:(مولانا) رحمت اللہ صاحب، مدرس دار العلوم اہل سنت بدر العلوم، قصبہ نند نگر، بستی

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

جماعت اہل سنت کے اسٹیج سے یہ روایت بیان کی گئی کہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک دھوبی تھا جب اس کا انتقال ہوگیا اور سوال وجواب کے لئے منکر نکیر فرشتے قبر میں تشریف لائے اور پہلا سوال "من ربك" کیا تو اس نے جواب میں ''غوث پاک یا میں غوث پاک کا دھوبی ہوں کہ اسی طرح باقی دونوں سوالوں کے جواب میں بھی اس کا وہی جواب رہا کہ میں غوث پاک کا دھوبی ہوں'' یا ''غوث پاک'' دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا بیان کرنا شرعاً کہاں تک درست اور جائز ہے؟ اور اس طرح کی روایت بیان کرنے والے پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- روایت مذکورہ بے اصل ہے۔اس کا بیان کرنا درست نہیں۔لہٰذا جس نے اسے بیان کیا وہ اس سے رجوع کرے اور آئندہ اس روایت کے نہ بیان کرنے کا عہد کرے۔اگر وہ ایسا نہ کرے تو کسی معتمد کتاب سے اس روایت کو ثابت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۱۷ر محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:-از: عبید الرضا محمد عبد اللطیف نوری بستوی، پوکھرا، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین وملت مسائل مندرجہ ذیل میں کہ:

(۱) سلسلہ مداریہ سے بیعت ہونا جائز ہے یا نہیں اور کتاب سبع سنابل کیسی ہے؟

(۲) اگر کوئی مداری یہ کہے سلسلہ مداریہ سے بیعت ہونا درست نہیں ہے تو سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو مداریہ سلسلہ سے خلافت کس طرح حاصل ہوئی؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سلسلہ میں اگر بیعت ہونا درست نہیں تو مداریوں کے مندرجہ بالا سوال کا مثبت جواب کیا ہے؟

(۳) سلسلہ وارثیہ میں بیعت ہونا درست ہے یا نہیں اور جو حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پاک کی چادر پکڑا کر بیعت کرتے ہیں اس طرح بیعت ہونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:- (۱) سلسلۂ مداریہ سے بیعت ہونا جائز نہیں کہ یہ سلسلہ سوخت ہے جیسا کہ حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی نے سبع سنابل شریف کے دوسرے سنبلہ میں تحریر فرمایا ہے اور سبع سنابل شریف وہ کتاب ہے جو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہے جیسا کہ حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بستر خواب پر عالم واقعہ میں دیکھا۔ ملاحظہ ہو اصح التواریخ جلد اول صفحہ ۶۸ اما ٔثر الکرام صفحہ ۲۹ اور کاشف الاستار صفحہ ۴۱۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) مداریوں کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی کو سلسلہ مداریہ میں بیعت کرنے کی خلافت واجازت نہیں تھی بلکہ اس سلسلہ کے صرف اذکار واشغال کی اجازت حاصل تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) مشہور یہ ہے کہ حضرت حاجی وارث علی شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا۔ اگر یہ صحیح ہے تو سلسلۂ وارثیہ میں بیعت ہونا درست نہیں۔ اور ان کے مزار پاک کی چادر پکڑا کر بیعت کرنا غلط ہے۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو محبوب سبحانی حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی اور خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی چادریں پکڑ کر لوگ براہ راست ان سے مرید ہو جاتے اور ان کے خلفاء سے مرید نہ ہوتے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی

۲۰ رشعبان المعظم ۱۸ھ

مسئلہ:- از: ابوطلحہ خاں برکاتی، ایتھا، ضلع امبیڈکر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت درج ذیل مسئلہ میں:

امام بخاری، امام ترمذی، ابن ماجہ اور امام بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ جلیل القدر مصنف تابعی ہیں یا تبع تابعی ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- امام بخاری، امام ترمذی، ابن ماجہ اور امام بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان میں سے کوئی تابعی نہیں کہ امام بخاری کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی اور امام ترمذی وابن ماجہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور امام بیہقی کی پیدائش ۳۸۴ھ میں ہوئی۔ ان میں سے بعض تبع تابعی ہیں اور بعض وہ بھی نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

مسئلہ:- از: محمد ازہار احمد امجدی، متعلم دار العلوم علیمیہ، جمدہ شاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں۔ زید کہتا ہے کہ پارہ ۳ سورۂ بقرہ آیت ۲۵۵ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ کو فتاویٰ مصطفویہ حصۂ اول کے پہلے فتویٰ میں مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہ کلام خدائے تعالیٰ کے بارے میں ہے۔ تو اس کے بارے میں کیا حکم

ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت میں مذکورہ آیت کریمہ نقل کرنا صحیح ہے۔ حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: "(يَعْلَمُ) محمد عليه السلام (مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ) من الامور الاوليات قبل خلق الله الخلائق كقوله (اول ماخلق الله نورى) (وَ مَاخَلْفَهُمْ) من اهوال القيامة و فزع الخلق و غضب الرب و طلب الشفاعة من الانبياء و قولهم نفسى نفسى و حوالة الخلق بعضهم الى بعض حتى بالاضطرار يرجعون الى النبى عليه السلام لاختصاصه بالشفاعة (وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ) يحتمل ان تكون الهاء كناية عنه عليه السلام يعنى هو شاهد على احوالهم يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ من سيرهم و معاملاتهم و قصصهم وَ مَا خَلْفَهُمْ من امور الآخرة و احوال اهل الجنة و النار و هم لايعلمون شيئا من معلوماته (اِلَّا بِمَا شَآءَ) ان يخبرهم عن ذلك انتهى. قال شيخنا العلامة ابقاه الله بالسلامة فى الرسالة الحرمانية فى بيان الكلمة العرفانية علم الاولياء من علم الانبياء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر و علم الانبياء من علم نبينا محمد عليه الصلاة و السلام بهذه المنزلة و علم نبينا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة انتهى." (تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۴۰۳) اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: "(يَعْلَمُ) محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم (مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ) من اوليات الامر قبل خلق الخلائق (وَ مَا خَلْفَهُمْ) من احوال القيامة (وَ لَايُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ) و انما هو شاهد على احوالهم و سيرهم و معاملاتهم و قصصهم و كلا نقص عليك من انباء الرسل و يعلم امور اخوتهم و احوال اهل الجنة و النار و هم لايعلمون شيئا من ذلك. اھ" (الدولۃ المکیہ مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی صفحہ ۲۱۲) و الله تعالىٰ اعلم.

الجواب صحيح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۹ھ

مسئلہ:- از: حاجی محمد رفیق مستری، شانتی نگر، بھیونڈی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) بکر جو صوفی سے مشہور ہے وہ کہتا ہے کہ نماز میں جب وسوسہ آتا ہے اور خیالات بھٹکتے ہیں تو میں خشوع اور خضوع پیدا کرنے کے لئے اپنے پیر کا تصور کرتا ہوں تو میری نماز میں وسوسے نہیں آتے ہیں؟

(۲) صوفی کا یہ بھی کہنا کہ قبر کے آخری سوال "ماتقول فی هذا الرجل" کے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پیرو مرشد ہی کی شکل میں دکھائے جائیں گے کیونکہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں اور پیر صاحب کی شکل دیکھ کر ہم پہچان

لیں گے اور کہدیں گے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ صوفی اور اس کے مذکورہ اقوال کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) نماز میں وسوسہ کو دور کرنے اور اس میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کے لئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك. " یعنی خدائے تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تیری یہ حالت نہ ہو کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے تو اس طرح عبادت کر کہ تو اس کی بارگاہ میں حاضر ہے اور وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱) لہذا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے اور وسوسہ دور کرنے کا جو طریقہ ارشاد فرمایا ہے صوفی پر لازم ہے کہ وہ خود اسی پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی اسی پر عمل کرنے کی تلقین کرے اور اس کے لئے خود اس نے جو نیا طریقہ ایجاد کیا ہے اسے چھوڑ دے کہ وہ حدیث شریف کے مطابق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) حضرت علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ والرضوان آخری سوال "ماكنت تقول فى هذا الرجل." کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں "قيل يكشف للميت حتى يرى النبي صلى الله عليه وسلم." یعنی بعض لوگوں نے کہا کہ میت کے لئے پردہ اٹھا دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کو دیکھ لے گا۔ (ارشاد الساری شرح بخاری جلد دوم صفحہ ۴۶۴) اور حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں: "قيل يصور صورته عليه الصلاة و السلام فيشار اليه." یعنی بعض لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت پیش کی جائے گی تو اس کی طرف اشارہ کر کے پوچھا جائے گا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۲۰۴) اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ ''اشارت بہذا بآں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا از جہت شہرت امر وحضور اوست ودر اذہان ما اگر چہ غائب ست۔ یا با حضاء ذات شریف وے در عیاں وبایں طریق کہ در قبر مثالے از حضرت وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضری ساختہ باشند۔'' یعنی ہذا (یہ) کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اشارہ کرنا یا تو اس وجہ سے ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدس مشہور ہے اور حضور کا تصور ہمارے دلوں میں موجود ہے۔ اگر چہ وہ ہمارے سامنے رونق افروز نہیں۔ اور یا تو اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کھلم کھلا پیش کی جاتی ہے اس طرح کہ قبر میں حضور کی شبیہ مبارک لائی جاتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات فارسی جلد اول صفحہ ۱۱۵)

لہذا صوفی مذکور کا یہ کہنا غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پیر ومرشد کی شکل میں دکھائے جائیں گے۔ رہی حضور کو پہچاننے کی بات تو ہر مومن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے انہیں پہچان لے گا اگر چہ دنیا میں ان کو نہ دیکھا ہو۔ ایسے نام نہاد صوفی سے مسلمان دور رہیں اور اس کو اپنے قریب نہ آنے دیں ورنہ وہ لوگوں کو گمراہ کر دے گا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۳۰/ ذی القعدہ ۲۱ھ

مسئلہ:-از: ڈاکٹر سراج احمد قادری، محلہ بنجریہ، خلیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ مندرجہ ذیل دو روایتوں میں سے کون صحیح ہے اور کون غلط ہے جبکہ دونوں روایتیں علمائے اہل سنت ہی نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کی ہیں۔ چنانچہ علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حقانی تقریریں میں تحریر فرماتے ہیں ”ابا جان میری تین وصیتوں پر دھیان رکھئے گا۔سب سے پہلی وصیت یہ ہے کہ آپ قربانی کے وقت میرے ہاتھ پاؤں خوب جکڑ کر رسی سے باندھ دیں تا کہ بوقت ذبح میرا تڑپنا دیکھ کر کہیں آپ کو رحم نہ آ جائے۔ دوسری یہ ہے کہ آپ مجھ کو منہ کے بل لٹائیں کیونکہ آپ کے سینے میں باپ کا دل ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا حسین چہرہ دیکھ کر آپ کے سینے میں دل دھڑک جائے اور آپ کا ہاتھ جنبش کر کے رک جائے۔ تیسری یہ ہے کہ میرے ذبح ہونے کی خبر میری ماں کو نہ دیجئے گا ورنہ ماما کی ماری میری ماں دکھیاری غم کو برداشت نہ کر سکے گی اور مشقت غم سے اس کے سینے میں شیشۂ دل پاش پاش ہو جائے گا۔ (حقانی تقریریں علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی صفحہ ۳۳۶-۳۳۷)

اور عالم اہل سنت حضرت علامہ ابو النور محمد بشیر صاحب اپنی کتاب بارہ تقریریں میں تحریر فرماتے ہیں کہ چھری چلنے سے پہلے بیٹے نے کہا ابا جان میری تین باتیں قبول فرمالیں۔ پہلی یہ ہے کہ میرے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیں تا کہ تڑپنے سے خون کا کوئی چھینٹا آپ کے لباس پر نہ پڑ جائے۔ دوسری یہ ہے کہ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہاتھ میری محبت کی وجہ سے رک جائے۔ تیسری بات یہ ہے کہ میرا خون آلود کرتا میری والدہ کے پاس پہنچا دیجئے گا وہ اسے دیکھ کر اپنے دل کو تسلی دے لیا کریں گی۔ (بارہ تقریریں مولانا ابو النور بشیر صفحہ ۲۷۹-۲۷۸) جواب تفصیل سے مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- اس طرح کی اکثر روایتیں عموماً اسرائیلیات سے ہیں۔ مگر تفسیر کی کتابوں میں جو ملے وہ درج ہیں۔ دونوں مصنفوں نے ہاتھ پاؤں جکڑ کر رسی سے باندھنے کی بات جو تحریر فرمائی ہے وہ صحیح ہے جیسا کہ تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ ۳۵۱ میں ہے: "یا ابت اشدد رباطی فیّ کیلا اضطرب و اکفف عنی ثیابك لاینتضح علیها شئ من دمی فتراه امی فتحزن۔ "یعنی اے ابا جان میرے بندھن کس کر باندھیں تا کہ میں تڑپ نہ سکوں اور اپنے کپڑے سمیٹ لیں تا کہ میرا خون آپ کے کپڑوں پر نہ پڑے کہ اس خون کو دیکھ کر میری ماں رنجیدہ خاطر ہو۔ اھ“

اور اسی میں چند سطر بعد ہے "قال کبنی علی وجهی فانك اذا نظرت وجهی رحمتنی وادر کتك رقة۔" یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ آپ مجھ کو منہ کے بل لٹائیں تا کہ آپ میرے چہرے کو دیکھ کر کہیں رحم نہ کھا جائیں اور آپ پر رقت نہ طاری ہو جائے۔ اس عبارت سے واضح ہوا کہ آنکھوں پر پٹی باندھنے والی بات جو حضرت علامہ ابو النور محمد بشیر صاحب نے تحریر فرمائی ہے وہ صحیح نہیں۔

پھر اسی میں ہے "اقرأ علی امی سلامی و ان رأیت ان ترد قمیصی علی امی فافعل فانه عسی ان یکون

اسھل لھا۔" یعنی آپ جب میری ماں کے پاس جائیں تو ان سے میرا اسلام کہیں اور اگر آپ میرا کرتا میری ماں کے پاس واپس لے جانا چاہیں تو لے جائیں اس سے ان کو تسلی حاصل ہوگی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمہ نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ "میرے ذبح ہونے کی خبر میری ماں کو نہ دیجئے گا" صحیح نہیں اور یہی قرینۂ قیاس بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲؍ جمادی الاولیٰ ۲۲ھ

مسئلہ:- از: محمد شمیم خان بیر پور بلرام پور

نور نامہ جو ایک چھوٹی سی کتاب منظوم اردو میں آپ کے یہاں بھی دستیاب ہے اور ہمارے یہاں پنجابی زبان میں اس کی مثل ملتی ہے۔ کیا اس کا پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- نور نامہ کتاب کی روایت بے اصل ہے اس کا پڑھنا درست نہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "رسالہ منظوم ہندیہ بنام نور نامہ مشہور ست روایتش بے اصل ست خواندنش روا نیست چہ جائے کہ ثواب۔اھ" (فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم صفحہ ۲۵۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی
۲۴؍ ربیع النور ۲۲ھ

مسئلہ:- از: شیخ کمال الدین، ناسک (مہاراشٹر)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ:

(۱) قرآن حکیم میں کائنات کی تخلیق ۶ دن میں ہوئی تو کہیں سات دن میں یہ تضاد کیسے؟

(۲) قاب قوسین، رب العالمین، رب المشرقین ومغربین جمع کا صیغہ ذکر ہوا۔ تو یہ دو عالم، دو مشرق، دو مغرب اور دو قوسوں کا تعین کیسے؟

(۳) سورہ بقرہ اور سورہ روم میں ہے کہ حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا حکم سب فرشتوں کو دیا گیا تھا۔ ابلیس جو کہ جن ہے اسے سجدہ نہ کرنے پر موردِ سزا کیوں ٹھہرایا گیا؟ یوں بھی کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ومباح ہے؟

(۴) کیا حادثۂ افک کے تقریباً ایک ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوع کی بدگمانی اور لاعلمی میں پریشان رہے تا آں کہ حضرت عائشہ کی پاکدامنی پر آیت نازل نہیں ہوئی؟ کیا اس سے رسول خدا کے عالم غیبی پر کوئی زد آتی ہے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) قرآن مجید کی کس آیت میں ہے؟ کہ کائنات کی تخلیق سات دن میں ہوئی اسے لکھ کر بھیجیں تب اس

کے متعلق جواب دیا جائے گا۔

(۲) قوسین، عالمین، مشرقین، مغربین سب کو جمع کا صیغہ سمجھنا آپ کی بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ ان میں صرف عالمین کا صیغہ جمع ہے باقی سب تثنیہ کے صیغے ہیں۔ اور واضح رہے کہ قاب قوسین سے انتہائی قرب کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ عرب کے دو قبیلے جب آپ میں معاہدہ کرتے تو ان کے سردار اپنے اپنے قوس کو ملا دیتے پھر اس سے ایک ہی ساتھ ایک تیر چلاتے۔ اس طرح کرنے کے بعد اب وہ آپس میں اتنے قریبی سمجھے جاتے کہ ان میں سے ہر ایک کا دوست، دوسرے کا دوست اور ہر ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن ہوتا۔ لہذا قاب قوسین سے یہ مراد ہے کہ معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اتنے زیادہ قریب ہوئے کہ آپ کا دوست اللہ کا دوست ہے اور آپ کا دشمن اللہ کا دشمن ہے جیسا کہ عالمگیر بادشاہ کے استاذ حضرت ملا جیون علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى. كناية عن غاية القرب و نهاية التقريب بحضرة الالوهية لانه كان من عادة العرب اذا اوثق رجل منهم مع صاحبه ضم كل واحدمنهما قوسه مع قوس صاحبه و اخذا قبضتين و رميا سهما واحدا منهامعاً فكان عد و كل منهم عدو الآخر و حبيبه حبيبه فمقبول الرسول مقبول الله فمغضوبه مغضوبه اه." (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۳۳۰)

اور عالمین عالم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں نشانی چونکہ عالم کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے جاننے کی نشانی ہے اس لئے اسے عالم کہتے ہیں۔ تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۱۳ میں ہے کہ کل اٹھارہ ہزار عالم ہیں اور دنیا یعنی زمین و آسمان وغیرہ جو ہم کو نظر آ رہے ہیں ان میں سے ایک ہے اور جب دو عالم بولتے ہیں تو اس سے دونوں جہاں دنیا و عقبیٰ مراد ہوتے ہیں۔ اور دو مشرق و مغرب سے مراد سردی و گرمی دونوں موسم میں سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کی جگہ ہے۔ ایسا ہی تفسیر روح البیان جلد نہم صفحہ ۹۴ میں ہے۔ و الله تعالىٰ اعلم.

(۳) ابلیس اگرچہ جن میں سے تھا لیکن اپنی عبادت و ریاضت کے سبب وہ ملائکہ کے مشابہ ہو گیا تھا اس لئے فرشتوں کے خطاب میں وہ بھی شامل تھا اور نافرمانی کے سبب مورد سزا ٹھہرا جیسا کہ تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۹۹ میں ہے "انه كان قد توسم بافعال الملائكة و تشبه بهم و تعبد و تنسك فلهذا دخل فى خطا بهم و عصى بالمخالفة. اه" اور تفسیر مواہب الرحمٰن پارۂ اول صفحہ ۱۱۴ میں ہے کہ ملائکہ کا اطلاق ان ملائکہ پر ہوتا ہے جو نور سے پیدا ہیں اور قسم جن کی پیدائش آتشی ظہور ہے تو جب اشرف ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو قسم جن بدرجۂ اولیٰ اس میں داخل ہو گئے جیسے قولہ تعالیٰ "عرضهم على الملائكة" میں اہل عقل کے تابع ہو کر بے عقل بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں اھ۔

اور سجدہ کی دو قسمیں ہیں سجدہ تعبدی سجدہ تعظیمی اور خدائے تعالیٰ نے جو فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا وہ سجدہ تعبدی ہرگز نہیں تھا اس لئے کہ وہ شرک ہے اور شرک کا حکم وہ کبھی نہیں دے سکتا۔ لہذا خدائے تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ تعظیمی کا حکم دیا تھا اور

جب اس نے فرشتوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا تو وہ ان کے لئے ضرور جائز رہا۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعۂ افک کے بعد ایک ماہ تک بدگمانی اور لاعلمی میں ہرگز پریشان نہ رہے بلکہ آپ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی کا پورا پورا یقین تھا۔ اس لئے کہ جب ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان طرازی کی خبریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور یہ اعلان فرمایا: "من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی." یعنی اس شخص کے مقابلہ میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت ناک باتیں مجھ تک پہنچی ہیں۔ پھر فرمایا" و اللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا." یعنی خدا کی قسم مجھے اپنی اہلیہ کے بارے میں اچھائی کے سوا کچھ علم نہیں۔ پھر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا:" قد ذکر و ارجلا ما علمت علیہ الا خیرا." یعنی ان لوگوں نے اس سلسلہ میں ایسے شخص کا نام لیا ہے جس کے بارے میں خیر کے سوا مجھے اور کچھ علم نہیں۔" (بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۶۹۷)

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بدگمانی نہیں تھی بلکہ یقین تھا کہ ام المؤمنین پاکدامن ہیں اور یہ واقعہ سراسر جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔

البتہ نزول وحی کا انتظار تھا تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلیہ کی بے جا حمایت کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۶؍صفر المظفر ۲۲ھ

مسئلہ:- از: سید شاہ عارف اللہ قادری ہیڈ ماسٹر مسعودیہ عربک ہائی اسکول (آندھرا پردیش)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں جنوبی ہند میں پنکنڈہ شریف ایک مقام ہے جہاں صدر چوک قائم ہے اور سالانہ عرس شریف کے موقعہ پر مشائخین وفقراء کی ایک مجلس بلائی جاتی جسے مجلس ارباب طریق کا نام دیا گیا ہے۔ اس مجلس فقراء ومساکین میں آج سے کئی سال پہلے سید شاہ مولانا پیر قادری صاحب مرحوم ساکن ادونی نے میرے والد سید شاہ احمد باشاہ قادری صاحب کے خلاف ایک عرضی پیش کی تھی اور اس بات کی شکایت کی تھی کہ میرے والد عوام اور مریدین کے روبرو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ سید شاہ مولانا پیر قادری کی خلافت منسوخ ہو چکی ہے۔ یہ مقدمہ مجلس ارباب طریق کے سامنے پیش ہوا تو اس وقت کے سجادہ اور صدر مجلس نے میرے والد کو اطلاع نامہ بھیجا کہ وہ چوک پر حاضر ہو کر صفائی پیش کریں۔ میرے والد کسی وجہ سے صدر چوک پر حاضر نہ ہوئے چنانچہ ان کی غیر حاضری میں وہاں فقراء اور مشائخین نے یہ فیصلہ کیا کہ میرے والد کے صدر چوک پر حاضر ہو کر ان پر عائد کردہ الزامات کی صفائی پیش کر لینے تک انہیں خارج از ملت کیا جاتا ہے اور یہ بھی کہ میرے والد اب کسی کو مرید یا طالب نہ بنائیں اگر کوئی مرید یا طالب ہو تو وہ از روئے آئین طریقت صحیح معنوں میں مرید یا طالب نہیں سمجھا جائے گا۔ صدر چوک

پنکنڈہ کا فیصلہ سید شاہ مولانا پیر قادری نے چھاپ کر تقسیم کیا تھا۔ مقدمہ کے تمام تفصیلات اس میں درج ہیں زیراکس کاپی حاضر خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں:

اب آپ سے چند باتیں دریافت طلب ہیں ان کا جواب ارسال فرمائیں آپ کا شکر گذار رہوں گا۔ خارج از ملت سے کیا مراد ہے؟ کسی مسلمان کو خارج از ملت کرنے کا کسے اختیار حاصل ہے۔ کیا خارج از ملت سے مراد طریقت سے نکل جانا ہے۔ جو خلافت میرے والد کو حاصل رہی ہے۔ وہ ان کے مرشد اور حقیقی ماموں سراج السالکین حضرت سید شاہ خواجہ محی الدین قادری سے عطا کردہ ہے۔ میرے والد کو پنکنڈہ شریف کی چوک سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا میرے والد کو اس طرح ایذا دینے والے اور بلا وجہ شرعی انہیں خارج از ملت قرار دینے والے بحکم شرعی خود کافر نہیں بن جاتے۔ براہ کرم جواب ارسال فرمائیں اس وقت نہ میرے والد زندہ ہیں اور نہ سید شاہ مولانا پیر قادری البتہ میرے والد نے مجھے خلافت دی تھی اور وہ جاری ہے اور کئی حضرات نے میرے ہاتھ پر بیعت کر رکھی ہے جواب کے لئے جوابی لفافہ حاضر ہے۔

الجواب:- ملت کا معنی گروہ بھی ہے جیسا کہ 'فیرز اللغات' میں ہے۔ اور 'غیاث اللغات' میں ہے ملت بکسر میم وفتح لام مشدد در منتخب بمعنی دین۔ و در 'لطائف وشرح نصاب' بمعنی گروہ لہذا فیصلہ میں خارج از ملت سے مراد ہے اپنے گروہ سے نکال دینا۔ اور ہر جماعت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جو مسلمان اس کے آئین کی خلاف ورزی کرے اسے اپنے گروہ سے نکال دے۔ پورا فیصلہ پڑھنے سے یہ بات واضح ہوئی کہ سائل کے والد سید شاہ احمد باشاہ قادری نے سید شاہ مولانا پیر قادری کی خلافت کی منسوخی کا اعلان کر کے ان کو ایذا پہنچائی کہ جب مولانا پیر قادری نے اس معاملہ کو جماعت فقراء کے سامنے پیش کیا تو سائل کے والد نے خلافت کی منسوخی ثابت کرنے سے گریز کیا۔

لہذا جماعت فقراء نے وجہ شرعی پر سید شاہ احمد باشاہ قادری کو اپنے گروہ سے خارج کیا اور اس طرح کی کوئی جماعت اپنے گروہ سے کسی کو خارج کرنے کے سبب کافر نہیں ہوگی۔ البتہ سائل کے والد اگر جامع شرائط پیر تھے اور فیصلہ مذکورہ کے بعد انہوں نے کسی کو مرید کیا ہے تو وہ ان کا مرید ہے۔ اور اگر کسی کو خلافت دی ہے اور وہ بھی جامع شرائط پیر ہے تو لوگوں کو وہ بھی مرید کر سکتا ہے کہ جماعت مذکورہ کو مرید کرنے سے کسی ایسے پیر کو روکنے کا اختیار نہیں۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۱۷ رمحرم الحرام ۲۲ھ

مسئلہ:- از: خادم مسلک رضا محمد سرمد باشاہ قادری مؤمن مسجد کول پیٹھ، ہوسپٹ، بلاری (کرناٹک)

بخدمت اقدس حضرت مولانا مفتی صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں: (۱) یہاں پر ایک سید صاحب رہتے ہیں یہ سلسلہ چشتیہ سے خلافت بھی لئے ہوئے ہیں ان کے مریدین بھی ہیں یہ اچھے واعظ بھی ہیں ابھی کچھ روز پہلے یہ سید صاحب اپنے مریدین سے غلط فعلی (لونڈے بازی) اغلام بازی کرتے ہوئے پکڑے گئے شہر کے بڑے لوگوں نے کسی درگاہ پر لے جا کر توبہ کرائی پھر پیری مریدی چلتی رہی پھر یہ سید صاحب اپنا برا کام کرتے ہوئے پھر پکڑے گئے تو پھر بھی اب بھی ان کے چاہنے والوں کا کہنا ہے کہ سید صاحب کیسے بھی گناہ کیوں نہ کریں وہ سید ہیں ان کے تمام گناہ اللہ پاک بخش دے گا کہہ رہے ہیں۔ ادھر ان کے سلسلہ والے حضرات پریشان ہیں ان کے مریدین ان کے پیر بھائی اور ان کے پیر کے سجادہ نشین وغیرہ سب سوچ رہے ہیں کہ ایسے گندے فعل کرنے والے کو کیا کریں ہمارے سلسلہ کی عزت کا سوال ہے کہہ کر خاموش ہیں تو ان کا سلسلہ کے جو ذمہ دار حضرات یعنی پیر ومرشد کے فرزند اور سجادہ نشین ایسے موقعہ پر کیا کریں کیا سید صاحب کی عزت کا خیال کرتے ہوئے خاموش رہیں یا کاروائی اس کے بارے میں کریں کہ جس سے سلسلہ کی عزت بھی رہے اور مریدین ومعتقدین بھی خوش ہوں اور اللہ پاک اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض نہ ہوں۔ تو کیا کریں آپ جیسے علمائے کرام ہی کوئی راستہ نکالیں۔ اور یہ سید صاحب کیا کریں؟ کیا توبہ کرا کے پھر سے سلسلہ جاری کرائیں یا سلسلہ سے خارج کردیں یا مساجد میں اعلان کرا کے مسلمانوں کی جماعت سے ہی خارج کرائیں یا کیا؟ اس مسئلہ کا تفصیلی جواب دیں تو مہربانی ہوگی۔

فقط والسلام

الجواب:۔ فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ”سادات وعلماء اگر وجاہت والے ہوں کہ کبیرہ تو کبیرہ صغیرہ بھی نادراً یا لغزش ان سے صادر ہو تو ان کی تعزیر ادنیٰ درجہ کی ہوگی اور اگر یہ لوگ اس صفت پر نہ ہوں بلکہ ان کے اطوار خراب ہوگئے ہوں مثلاً شراب خوری کے جلسہ میں بیٹھتا ہے یا لواطت میں مبتلا ہے تو اب جرم کے لائق سزا دی جائے گی۔ ایسی صورت میں درے لگائے جائیں یا قید کیا جائے اھ ملخصاً“ (بہار شریعت حصہ نہم صفحہ ۱۱۴) اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”لو كان من الاشراف لكنه تعدى طوره ففعل اللواطة او وجد مع الفسقة في مجلس الشرب و نحوه لايكتفي بتعزيره بالاعلام اھ.“ (ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۱۹۶ مطبوعہ کوئٹہ)

لہٰذا شخص مذکور سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اسے بہت کڑی سزا دی جاتی۔ ہندوستان کی موجودہ حالت میں مسلمانوں کے لئے حکم یہ ہے کہ اس کا سخت بائیکاٹ کریں خود اس سے دور رہیں اور اس کو اپنے سے دور رکھیں اور جو لوگ اس سے مرید ہیں اس کی بیعت توڑ کر کسی دوسرے جامع شرائط پیر سے مرید ہوجائیں کہ ایسے پیر سے کوئی فیض نہیں ملے گا۔ اور اگر لوگ یہ کہہ کر کہ ”ہمارے سلسلہ کی عزت کا سوال ہے۔“ خاموش ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اگر ایسے شخص کا بائیکاٹ نہیں کیا گیا تو وہ لوگوں کی بہو بیٹیوں پر بھی حملہ کرے گا۔ اور بہت ممکن ہے کہ وہ سید ہی نہ ہوں کہ ہندوستان میں بہت سے لوگ سید بن گئے

ہیں۔حدیث شریف ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لوکان فی بلد ولدی و الناس اتقی منه فلیس منی." یعنی اگر کسی شہر میں میرا فرزند ہے اور دوسرے لوگ اس سے زیادہ پرہیز گار ہیں تو وہ میرا نہیں۔اھ (سبع سنابل شریف صفحہ ۱۰۲) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۶ رشوال المکرم ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد شفیق الحسن، سنگم وہار، نئی دہلی ۶۲

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب مسلمان ہو کر مرے یا کفر کی حالت میں۔کئی کتابوں میں ہم نے ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔اور حضور کے والد کو حضرت عبداللہ اور دادا کو حضرت عبدالمطلب لکھنا کیسا ہے؟ اور ان کے اوپر خاندان والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حضور کے چچا ابو طالب نے اگر چہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی مدد کی مگر وہ ایمان نہیں لائے تھے۔ تفصیل کے لئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا رسالۂ مبارکہ "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" ملاحظہ ہو۔

لہذا ابو طالب کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جائز نہیں اور جن کتابوں میں آپ نے ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا دیکھا ہے وہ کسی رافضی شیعہ نے لکھا ہوگا یا ناجانکاری میں کسی سنی عالم نے لکھ دیا ہوگا۔اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد کو حضرت عبداللہ اور دادا کو حضرت عبدالمطلب لکھنا درست بلکہ بہتر ہے۔اور یہی حکم ان کے اوپر والوں کے بارے میں بھی ہے۔ حدیث شریف میں فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم "لم یزل اللّٰہ ینقلنی من الاصلاب الکریمة و الارحام الطاهرة حتی اخرجنی بین ابوی." یعنی ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔(شفا شریف قاضی عیاض جلد اول صفحہ ۱۰۰) اس حدیث کے تحت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''تو ضرور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء کرام طاہرین و امہات کرام طاہرات سب اہل ایمان وتوحید ہوں کہ نص قرآن عظیم کسی کافر وکافرہ کے لئے کرم وطہارت سے حصہ نہیں۔یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامۃ الوریٰ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوسی اور علامہ تلمسانی شارح شفا وامام ابن حجر مکی وعلامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید وتصویب کی۔'' اھ (شمول الاسلام مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی صفحہ ۶) اور اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں حضرات ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال عہد اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت تک وہ صرف اہل توحید واہل لا الہ الا اللہ تھے۔بعدہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ان پر اتمام نعمت کے لئے اصحاب کہف رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی طرح انہیں زندہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاکر شرف صحابیت پاکر آرام فرمایا اھ (ایضاً صفحہ ۲۲) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۱ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد مرغوب حسن قادری اعظمی، رضا نگر ادری، مئو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) زید جس کا شمار سنی صحیح العقیدہ لوگوں میں ہوتا ہے کسی بزرگ سے بیعت بھی ہے۔ میلاد و قیام کا بھی قائل ہے مگر دنیاوی مصلحت کو سوچتے ہوئے کہ زمانہ اب اس قدر اجتناب کا نہیں ہے وہ (وہابیوں اور دیوبندیوں کو بدمذہب و گمراہ جانتے ہوئے) ان لوگوں کے مرنے پر پڑوسی ہونے کے ناطے جنازے میں شرکت کرتا ہے بلکہ یہ مصلحت بینی اس قدر کچھ لوگوں میں بڑھتی جارہی ہے کہ وہابیوں، دیوبندیوں سے رشتہ داری بھی قائم ہوتی جارہی ہے منع کرنے پر کہتے ہیں کہ ہم لڑکی لاتے ہیں تاکہ ہمارے گھر آ کر سنی ہو جائے اور دینے کے معاملے میں مختلف حیلے بہانے سے کام لیتے ہیں ایسوں کے بارے میں شریعت مطہرہ کا حکم کیا ہے؟ مزید بدمذہبوں سے ازدواجی زندگی گذرانے کے نتیجے میں جو بچے پیدا ہوں گے ان کا کیا حکم ہے حلالی ہوں گے یا حرامی؟

(۲) ایسے لوگوں کو جو رد والی تقریر سننا بھی گوارا نہیں کرتے اہل سنت و جماعت کی مسجد کا متولی بنانا یا ممبر بنانا کیسا ہے جو لوگ اس مخلوط کمیٹی کو معیوب نہیں سمجھتے ہیں کمیٹی کے بقیہ ارکان پر حکم شرع کیا ہے؟

(۳) زید اور اس قسم کے کچھ ہمنوا جو سارے مراسم میں بظاہر اہل سنت کے ساتھ ہیں مگر جنازے کے علاوہ وہابیوں کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتے ہیں اور جب علمائے دیوبند کی کفریات پر بحث کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم کسی بھی کلمہ گو کو یا اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے ہیں۔ متقدمین علماء نے ایسوں کی تکفیر سے احتیاط برتی ہے بلکہ اس طرح بعض عالم وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بھی دیتے ہیں لہٰذا مذکورہ حضرات کے بارے میں بھی حکم شرع کیا ہے؟

(۴) نیز بدمذہبوں کا ذبیحہ کیسا ہے تحریر بالا کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن و احادیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں جواب باصواب سے نوازا جائے۔ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) وہابی دیوبندی بحکم فقہاء کافر و مرتد ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں: ''وہابیہ نیچریہ و قادیانیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ و چکڑالویہ خذلہم اللّٰہ تعالیٰ اجمعین قطعاً یقیناً کفار و مرتدین ہیں۔ اھ'' (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۹۰) اور اسی جلد کے صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں: ''کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے اس سے بدتر مجوسیت اس سے بدتر بت پرستی اس سے بدتر وہابیت ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت۔ اھ''

لہٰذا دیوبندیوں وہابیوں سے تعلق رکھنا ان کے جنازہ میں شریک ہونا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کے یہاں شادی بیاہ

کرنا یعنی مسلمانوں جیسا ان کے ساتھ کوئی بھی معاملہ کرنا سخت ناجائز وحرام ہے۔ بلکہ ان کے ساتھ سنی لڑکی یا لڑکے کا نکاح ہی نہیں ہوتا اور جب نکاح نہیں ہوتا تو جو بچے پیدا ہوں گے وہ حرامی ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ایاکم و ایاهم لایضلونکم و لایفتنونکم ان مرضوا فلاتعودو هم و ان ماتوا فلا تشهدوهم و ان لقیتموهم فلاتسلموا علیهم و لاتجالسوهم و لاتشاربوهم و لاتؤاکلوهم و لاتناکحوهم و لاتصلوا علیهم و لاتصلوا معهم." یعنی بدمذہب سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو وہ تمہیں کہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو، ان کی پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ یہ حدیث مسلم ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔ اور فتاوی عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ ۲۸۲ پر ہے: "لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة و لامسلمة و لاکافرة اصلية. و کذا لایجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط." یعنی مرتد کا نکاح مرتدہ، مسلمہ اور کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں اور ایسے ہی مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں ایسا ہی مبسوط میں ہے اھ۔

لہٰذا اگر واقعی زید دیوبندیوں، وہابیوں کو گمراہ جانتا ہے اس کے باوجود ان کے جنازہ میں شرکت کرتا ہے تو وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ان کے جنازہ میں شریک ہونے سے باز آجائے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا سخت سماجی بائیکاٹ کریں۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ." اھ (پ ۷ رکوع ۱۴) لیکن اگر سارے مسلمانوں کے بائیکاٹ کرنے کے سبب اس کے وہابی ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں صرف علماء اور دوسرے خواص اس کا بائیکاٹ کریں عوام اس سے قطع تعلق نہ کریں۔ اور یہ خیال کرنا کہ ہم بدمذہب کی لڑکی اس لئے لاتے ہیں کہ وہ ہمارے گھر آکر سنی ہو جائے گی تو یہ محض حماقت اور شیطان کا دھوکہ ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں "بدمذہب عورت کو نکاح میں لاتے وقت یہ خیال کر لینا کہ ہم اس پر غالب ہیں اس کی بدمذہبی ہمیں کیا نقصان دے گی۔ بلکہ اسے سنی کرلیں گے محض حماقت ہے۔ یہ رشتہ تو میل رغبت میل محبت مہر پیدا کرتا ہے اور محبت میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ اھ (فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۲۵۲) چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ بہت سے لوگ اسی خیال سے وہابی لڑکی لائے کہ ہم سنی بنالیں گے لیکن وہ اسے سنی نہیں بنا سکے بلکہ اس رشتہ کے سبب وہ خود ہی وہابی بن گئے۔ اور جو لوگ کہ وہابیوں کو لڑکی دینے کے معاملہ میں مختلف حیلے بہانے کرتے ہیں، وہ صرف نام کے مسلمان ہیں کہ اپنے باپ دادا کے دشمنوں کی توہین کرنے والوں کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے لیکن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں اور ان کی توہین کرنے والوں سے رشتہ کرکے دوستی ومحبت کا قلعہ قائم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب

فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) ردوالی تقریر عموماً وہی لوگ سننا گوارہ نہیں کرتے جو بدمذہب وہابی یا دیوبندی ہوتے ہیں۔ اور اگر بدمذہب نہیں ہیں تو ایسے لوگوں کے بدمذہب ہوجانے کا قوی اندیشہ ہے اس لئے کہ جن لوگوں نے اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی ہیں ان کے خلاف تقریر نہ سننا ایمان کی بہت بڑی کمزوری ہے۔

لہذا ایسے لوگوں کو اہل سنت و جماعت کی مسجد کا متولی یا ممبر بنانا ہرگز جائز نہیں۔ جو لوگ اس طرح کی مخلوط کمیٹی کو معیوب نہیں سمجھتے وہ سخت غلطی پر ہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر ایسے لوگ مسجد کے متولی یا ممبر ہوں تو انہیں کمیٹی سے الگ کردیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) علماء دیوبند یعنی مولوی اشرفعلی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی کی کفری عبارتیں مندرجہ حفظ الایمان صفحہ ۸، تحذیر الناس صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸ اور براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کے سبب مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ ہندوستان پاکستان، بنگلہ دیش اور برما وغیرہ کے سیکڑوں علماء کرام و مفتیان عظام نے مولویان مذکور کو قطعاً اجماعاً کافر و مرتد قرار دیا جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔ لہذا زید اور اس کے ہمنوا اگرچہ سارے مراسم میں اہل سنت و جماعت کے ساتھ ہیں لیکن جب وہ وہابیوں کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔ ان کی اقتداء میں نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ اور جب علماء دیوبند کی کفریات پر ان سے گفتگو کی جاتی ہے تو انہیں کافر کہنے کے بجائے یہ کہتے ہیں کہ ہم کسی بھی کلمہ گو یا اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ ان مولویوں کو اچھا سمجھتے اور انہیں مسلمان جانتے ہیں۔ اور جو لوگ ان مولویان مذکورین کو اچھا کہیں یا کم از کم مسلمان جانیں یا ان کے کفر میں شک کریں تو بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین وہ بھی کافر و مرتد ہیں۔ اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ”جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اسی لئے علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر و مرتد لکھا اور صاف فرمایا۔ ”من شك فى كفره و عذابه فقد كفر.“ جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر ہے“ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۷۶) اور وہ نام نہاد عالم جو وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں وہ گمراہ و گمراہ گر ہیں مسلمان ان سے دور رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) بدمذہب وہابی، دیوبندی کافر و مرتد ہیں جیسا کہ جواب ۱ میں گذرا، اور کافر و مرتد کا ذبیحہ حرام و مردار ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد پنجم صفحہ ۲۸۵ میں ہے: ”لاتؤكل ذبيحة اهل الشرك و المرتد. اھ“ اور ہدایہ آخرین صفحہ ۴۱۸ پر ہے: ”لا تؤكل ذبيحة المجوسى و المرتد.“ اور حضرت علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ”لا تحل

ذبیحة مرتداہ ملخصاً" (درمختار مع شامی جلد ششم صفحہ ۲۹۸ مطبوعہ بیروت) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: محمد ابرار احمد امجدی برکاتی

۲۵ ربیع الغوث ۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد اسرار احمد مصباحی، دوست پور، سلطان پور

قیامت کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کون لوگ زیادہ قریب ہوں گے؟

الجواب:- قیامت کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو فرائض کی ادائیگی کے ساتھ آپ پر کثرت سے درود شریف پڑھنے والے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: "اولی الناس بی یوم القیمة اکثر هم علی صلاة." یعنی قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۶) و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: سمیر الدین حبیبی مصباحی

مسئلہ:- از: محمد جمیل خاں، متھرا بازار، بلرام پور

زید کہتا ہے کہ عرفات کا میدان ہی حشر کا میدان ہوگا جس میں حساب و کتاب ہوگا تو کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- حشر کا میدان ملک شام میں قائم ہوگا۔ سورۂ حشر آیت ۲ کے تحت تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۴۱۸ پر ہے "الحشر یکون بالشام." اور تفسیر خزائن العرفان میں ہے آخر حشر روز قیامت کا حشر ہے کہ آگ سب لوگوں کو سرزمین شام کی طرف لے جائے گی اور وہیں ان پر قیامت قائم ہوگی۔ اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "میدان حشر ملک شام کی زمین پر قائم ہوگا۔" (بہار شریعت حصہ اول ۳۵)

لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ عرفات کا میدان ہی حشر کا میدان ہوگا اس لئے کہ عرفات سعودیہ عربیہ میں ہے نہ کہ ملک شام میں۔

واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: اشتیاق احمد رضوی مصباحی

۲۹ رجب المرجب ۲۰ھ

مسئلہ:- از: اسلم شیخ ۴۲۵ کیرتی نگر، بیجاپور (کرناٹک)

(۱) کیا مرید ہونا بے حد ضروری ہے؟

(۲) کیا عورتیں بھی بیعت کر سکتی ہیں؟

(۳) پیر کی خوبیاں کیا کیا ہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- (۱) ہاں کسی سنی صحیح العقیدہ پیر جو عالم دین پابند شرع ہو اس سے مرید ہونا بے حد ضروری ہے۔ اس لئے کہ اس زمانے میں جو ایسے پیر سے مرید نہیں ہوگا اس کے گمراہ ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) عورتیں بھی بیعت کر سکتی ہیں یعنی مرید ہو سکتی ہیں مگر پردے کے ساتھ لیکن وہ خود کسی کو مرید نہیں کر سکتی ہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "پیری کے لئے چار شرطیں ہیں قبل از بیعت ان کا لحاظ فرض ہے۔ اول سنی صحیح العقیدہ ہو، دوم اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضرورت کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔ سوم فاسق معلن نہ ہو چہارم اس کا سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ (بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۷۹)

لہذا جس پیر کے اندر مذکورہ شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے اس سے مرید ہونا ہر گز جائز نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: اشتیاق احمد مصباحی

۲؍ ربیع النور ۲۰ھ

مسئلہ:- از: نیاز احمد نظامی، دار العلوم قادریہ ضیاء الاسلام بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ 'جنت نہ جنت کی گلیوں میں دیکھا' 'مزہ جو محمد کی تلیوں میں دیکھا' کے مصرعہ ثانی میں حضور سرکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک تلوؤں کے لئے تلیوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ تلیوں تصغیر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا از روئے شرع اس کا استعمال صحیح ہے؟ یا وزن شعر کے لئے گلیوں کے وزن پر تلیوں کا استعمال ہو سکتا ہے۔ اور اگر تلیوں کا استعمال صحیح ودرست نہیں ہے تو استعمال کرنے والے یا پڑھنے والے پر شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- عرف عام میں تلوؤں کی تصغیر تلیوں نہیں، نہ لغت میں اس کا کوئی ذکر۔ تو یہ کوئی بامعنی لفظ نہیں۔ لہذا اس کا استعمال ہی صحیح نہیں۔ لیکن اگر اس علاقہ کے عرف میں تصغیر کے لئے مستعمل ہے تو عرف کی وجہ سے اس کو تصغیر مان سکتے ہیں۔ مگر تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۴۷۲ پر ہے۔ لہذا اگر وہاں کے عرف میں اسے توہین کے لئے استعمال کرتے ہیں تو شریعت کی رو سے جائز ودرست نہیں اس صورت میں استعمال کرنے اور پڑھنے والے سب گنہگار ہوں گے۔ اور اگر وہاں کے عرف میں توہین کے لئے نہیں استعمال کرتے تو درست ہے جس طرح کہ لفظ کملی کمل کی تصغیر ہے مگر ہمارے عرف میں توہین کے لئے نہ ہونے کی وجہ سے اس کا استعمال جائز ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے والد ماجد امام المتکلمین الشاہ مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب سرور القلوب کے صفحہ ۱۶۲، ۱۶۶، ۱۸۲ پر اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بہار شریعت حصہ شانزدہم صفحہ ۳۹ پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چادر کے لئے کملی کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　کتبہ: محمد اویس القادری

۵؍ شعبان المعظم ۲۱ھ

مسئلہ:۔از: جمیل احمد اشرفی میڈیکل اسٹور، بلرامپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت ان مسائل میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کتا حضرت آدم علیہ السلام کے پتلا کی مٹی سے بنا ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ شخص مذکور کا قول صحیح ہے کہ کتا حضرت آدم علیہ السلام کے پتلا کی مٹی سے بنایا گیا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا تو شیطان نے بغض وحسد سے اپنا تھوک جمع کر کے آدم علیہ السلام کے مقام ناف پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ اس تھوک کو مقام ناف سے نکال لیں۔ ناف کی گہرائی جبرئیل علیہ السلام کے حضرت آدم کے مقام ناف سے مٹی کریدنے کی وجہ سے ہے۔ پھر اس کریدی ہوئی مٹی سے کتے کو پیدا کیا۔ خاتم المفسرین حضرت شیخ اسمٰعیل حقی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں: "جمع (ای ابلیس) بزاقه فی فمه والقاه علیه فوقع بزاق اللعین علی موضع سرة آدم علیه السلام فامر الله جبرئیل نقور بزاق اللعین من بطن آدم فحفرة السرة من تقدیر جبرئیل و خلق الله من تلك القوارة کلبا. اھ" (تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۹۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی — کتبہ: عبدالحمید ثقافی مصباحی

مسئلہ:۔از: محمد ظفر نوری، ہیگواں، موتی جھیل، کوالیاء

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) کیا عورت کو اپنے پیر سے پردہ کرنا ضروری نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیر باپ کی مانند ہے لہذا پیر سے پردہ نہیں؟

(۲) ہمارے یہاں یہ مشہور ہے کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو وہ مرید نہیں ہوسکتا اور شادی بھی ہوگئی تو بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر مرید نہیں ہوسکتی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ (۱) عورت کو غیر محرم پیر سے پردہ کرنا ضروری ہے پیر پردے کے معاملہ میں باپ کے مانند نہیں ہے البتہ مرتبہ میں باپ کے مانند بلکہ باپ سے بڑا اور افضل ہے۔ ردالمحتار جلد پنجم صفحہ ۲۶۲ پر ہے: "ذکر محمد فی الاصل فی نظر المرأة الی الرجل الاجنبی و فی عکسه قال فلیجتنب وهو دلیل الحرمة وهو الصحیح. اھ ملخصاً" اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔ پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔ اھ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۳۰۴) اور امام الفقہاء مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں "عورت پر ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے پیر استاذ محرم نہیں ہوتا محض اجنبی ہے جو بزرگان دین ہیں وہ پردہ کو لازم ہی جانتے ہیں شرعاً اجانب سے پردہ لازم ہے۔" ملا علی قاری قدس سرہ الباری کی مسلک متقسط میں ہے فرماتے ہیں: "سر الوجه عن الاجانب واجب علی المرأة." "جو عورتیں خود بے پردہ پھرتی ہیں ان کو ہدایت کرنا پیر کا کام ہے۔" (فتاویٰ مصطفویہ صفحہ ۴۹۰)

(۲) جس کی شادی نہ ہوئی ہو وہ مرید نہیں ہو سکتا یہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے ایسا ہرگز نہیں مرید ہونے کے لئے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں یہاں تک کہ ایک دن کا بچہ بھی اپنے ولی کی اجازت سے مرید ہو سکتا ہے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۴۹ پر ہے اور نہ شادی شدہ عورت کو مرید ہونے کے لئے شوہر سے اجازت لینا ضروری مگر ناراضی شوہر کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۳۱۹ پر ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: محمد شبیر قادری مصباحی

مسئلہ:۔ از: ٹی۔ کے رضوی، راجدھانی ٹیلرس، سپر مارکٹ مکان ۴ ابارشی، شولاپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) نمازی کے قریب فیضان سنت کا درس دینا کیسا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص حضور علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب قبلہ ازہری سے مرید ہو چکا ہو تو کیا وہ دوسرے سے مرید ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا.

(۳) کیا اذان میں 'اشھد انْ لاالہ الا اللّٰہ' کی بجائے 'اشھد انَّ لا الہ الا اللّٰہ' کہنا صحیح ہے؟

(۴) مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کی جگہ عطار کی آمد مرحبا فیضان عطار جاری رہے نعرے لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:۔ (۱) مسجد میں نماز پڑھتے وقت نمازی کے قریب فیضان سنت یا کسی اور کتاب کا اتنی بلند آواز سے پڑھنا جائز نہیں کہ اس سے نمازی کی نماز میں خلل واقع ہو اور مسجد میں بہ آواز بلند تلاوت قرآن، درس وتدریس وغیرہا اسی صورت میں جائز ہے جب کہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ آئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں ''مسجد میں قرآن کی تلاوت بیشک جائز ہے۔ اور کسی کے نماز وظیفہ میں خلل نہ آئے تو بآواز پڑھنا بھی جائز ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۵) واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۲) ایک مرید کے دو پیر نہیں ہو سکتے فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف دوم صفحہ ۱۱۱ پر ہے۔ اکابر فرماتے ہیں ''ایک شخص کے دو باپ نہیں ہو سکتے ایک وقت میں ایک عورت کے دو شوہر نہیں ہو سکتے ایک مرید کے دو پیر نہیں ہو سکتے۔ اھ'' لہذا جو شخص تاجدار اہل سنت علامہ حضور اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ سے مرید ہے وہ کسی دوسرے سے ہرگز مرید نہیں ہو سکتا البتہ طالب ہو سکتا ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۳) اذان میں 'اشھد انْ لا الہ الا اللّٰہ' کی بجائے 'اشھد انَّ لا الہ الا اللّٰہ' کہنا ہرگز صحیح نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم.

(۴) مسلک اعلیٰ حضرت کی جگہ عطار کی آمد مرحبا فیضان عطار جاری رہے کہنا درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ

حضرت کے نعرے کے ساتھ ان نعروں کو لگائے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: شبیر قادری مصباحی
الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی
۲۶ رجب المرجب ۲۱ھ

مسئلہ:- از: محمد سرمد بادشاہ قادری، ہاسپیٹ، بلاری (کرناٹک)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کہہ کر تخصیص کر دینا اولیاء کرام و دیگر علمائے عظام کو فراموش کر دینا ہے، جب کہ ان کی بھی خدمات دین وسنیت کے لئے نمایاں ہیں لہذا مسلک اعلیٰ حضرت کے بجائے مسلک اولیاء امت کہا جائے چونکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا وہی مسلک ہے جو اولیاء امت کا ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت نہ کہنے والے کو حاسد کہنا درست نہیں کیا زید کا مذکورہ قول درست ہے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- مذہب حق اہل سنت و جماعت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسے لفظ کا ہونا ضروری ہے جو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کر دے۔ اسی لئے ضرورت کے لحاظ سے ہر زمانہ میں مذہب حق کو امتیاز کے لئے الگ الگ الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں مثلاً صحابہ وتابعین کے دور میں جب معتزلہ ظاہر ہوئے تو اس وقت کے تمام صحابہ وتابعین جن میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی وتابعی بھی تھے، سب نے مل کر معتزلہ کے باطل عقائد کا رد کیا، لیکن حضرت ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے اصحاب نے بڑی سختی سے رد کرتے ہوئے ان کے خلاف کتابیں تحریر کیں جس کی وجہ سے اہل سنت کو معتزلہ سے ممتاز کرنے کے لئے "اشعری" کہا گیا اسی طرح موجودہ دور میں بھی اولیاء کرام و دیگر علمائے عظام نے بدعقیدہ فرقوں کا رد کیا اور مذہب اہل سنت کی خدمات انجام دی ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بڑی سختی سے ان کا رد کیا اور ان کے باطل عقائد کے خلاف بے شمار کتابیں تصنیف فرما کر اولیاء کرام کے عقائد ونظریات کو عام کیا اس لئے مذہب حق اہل سنت کو تمام باطل فرقوں۔ قادیانی، دیوبندی، وہابی اور مودودی وغیرہم سے ممتاز کرنے کے لئے "مسلک اعلیٰ حضرت" خاص وعام میں رائج ہوا، جسے عامۃ المسلمین نے پسند بھی کیا۔ اور حدیث شریف میں ہے "ما رأه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن." یعنی جس کو عامۃ المسلمین اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ (مسند احمد ابن حنبل جلد اول صفحہ ۳۷۹)

اور یہ کہنا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کہنے سے دیگر علماء و اولیاء کرام کو فراموش کرنا ہے صحیح نہیں کیوں کہ جب مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے تو اس سے مراد وہی مسلک ہوتا ہے جو اولیاء امت کا مسلک ہے، لیکن چونکہ "دیوبندی" بھی اس بات کے دعویدار ہیں کہ ہم اولیاء امت کے مسلک پر ہیں اس لئے کہ وہ بھی اپنے اکابر کو اولیاء مانتے ہیں، اور بہت سے مشہور بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہوتے ہیں بلکہ بعض اولیاء امت کے مزار پر ان کا قبضہ بھی ہے۔

لہذا بدمذہبوں سے امتیاز کے لئے ''مسلک اولیاء امت'' کہنا کافی نہ ہوگا۔ اس کے لئے اس زمانہ میں مسلک اعلیٰ حضرت ہی کہنا ضروری ہوگا اور اس سے روکنے والا بدمذہب ہوگا یا حاسد۔ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد شبیر احمد مصباحی

۲۵/ ذی قعدہ ۲۰ھ

مسئلہ: - از: غلام سردار رضوی، آزادنگر، ہاسپیٹ (کرناٹک)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان ذوی الاحترام اس مسئلہ میں:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالی کی تصنیف کردہ فتاوی رضویہ شریف کے جلد دوازدہم صفحہ ۱۵۹ پر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک "سبحان القدوس" کے متعلق دھماکہ اور چنگھاڑ کے نام سے ایک پرچہ بمبئی سے شائع ہوا اور اس کو کرناٹک کے اکثر اضلاع اور علاقے میں شائع کر دیا گیا، اس پرچہ سے ہر طرف ہاہا ہی پھیل گئی چونکہ اس حدیث میں یہ بھی نشاندہی ہے کہ اگر پندرہ رمضان جمعہ کو آ جائے تو دھماکہ اور چنگھاڑ واقع ہوگا۔ اور چونکہ اس سال کرناٹک میں ۱۵/ رمضان جمعہ کو واقع ہونے سے ہر طرف چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ زید ایک عالم ہے لیکن اس بات کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فتاوی رضویہ ایک مسئلہ مسائل کی کتاب ہے یہ حدیث کی کتاب نہیں ہے۔ میں نے صحاح ستہ کی کتابیں پڑھی ہیں کہیں بھی یہ حدیث نہیں ہے۔ عرض یہ ہے کہ رضویہ کی حوالہ والی "سبحان القدوس" کی حدیث بخاری شریف یا مسلم شریف یا کسی کتاب میں بحوالہ صفحہ نمبر درج فرمائیں۔ اور فتاوی رضویہ کو معمولی مسئلہ مسائل کی کتاب کہنے والا اور یہ کہنے والا کہ کہیں بھی یہ حدیث نہیں ہے۔ ایسے عالم کہلانے والے شخص کی اقتداء میں مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اطمینان بخش جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: - ۱۵/ رمضان المبارک جمعہ کو ہونے والے واقعہ کا ذکر بیشک حدیث شریف میں ہے اس کا عربی متن کتاب کے نام اور جلد وصفحہ کے حوالے کے ساتھ علامہ محمد حنیف خاں صاحب رضوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ محلہ باقر گنج، بریلی شریف سے منگا لیں کہ انہوں نے احادیث کی کتابیں سوا لاکھ روپے کی عرب ممالک سے منگا کر احادیث رضویہ کی تخریج کی ہے۔ اور صحاح ستہ میں جو حدیثیں ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن کا کوئی شمار نہیں۔ لہذا جو حدیث صحاح ستہ میں نہیں ہے مگر فتاوی رضویہ میں ہے تو اس کا انکار کرنے والا وہابی نہیں تو جاہل ہے اور جاہل نہیں تو وہابی ہے۔ تو زید اگر وہابی نہیں ہے سنی صحیح العقیدہ عالم ہے تو انکار حدیث اور فتاوی رضویہ کو مسئلہ مسائل کی معمولی کتاب قرار دینے سے اگر وہ توبہ کرے تو اس کی اقتداء میں نماز بغیر کسی خرابی کے صحیح ہو جائے گی۔ بشرطیکہ اس میں اور کوئی شرعی عیب نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: سلامت حسین نوری

۲۰/ ذی القعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: محمد کلیم، بھیونڈی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی اجازت کے بغیر اس کا لڑکا اور اس کی بیوی کسی پیر سے بیعت ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا.

الجواب:- زید کی بیوی اور اس کے لڑکے کا زید کی اجازت کے بغیر بیعت ہونا جائز ہے۔ بشرطیکہ پیر کے اندر شرعی اعتبار سے کوئی خرابی نہ ہو۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ "عالم عامل عارف کامل کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کرنے اور اس سے علم دین وراہ سلوک سیکھنے کے لئے شوہر کی اجازت درکار نہیں نہ اس باب میں اس کی ممانعت کا لحاظ لازم جبکہ اس کے حقوق میں کسی خلل کا اندیشہ نہ ہو۔ "فی کتاب الجهاد من البحر و النهر و الدر وغیرها انما یلزمها امره فیما یرجع الی النکاح و توابعه." (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف اول صفحہ ۱۰۲) و الله تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: غیاث الدین نظامی مصباحی

۷/ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ

مسئلہ:- از: سلیم احمد، جیپور، اتر انچل

"الم نشرح لك صدرك" اے محبوب کیا ہم نے تیرے سینہ کو نہیں کھول دیا۔ اس کے بارے میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرح صدر کے معنی کیا ہیں؟ کیا شرح صدر کے یہ معنی ہیں کہ حضور کا سینہ چاک کیا گیا۔ جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دائی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قبیلہ میں تھے تو شق صدر ہوا۔ اور معراج کی شب میں دونوں روایتیں کس حد تک صحیح ہیں۔ کیا شرح صدر کے یہ معنی ہیں کہ دین کے حقائق ومعارف کے لئے آپ کا سینہ کھول دیا گیا؟ بینوا توجروا.

الجواب:- آیت مذکورہ میں شرح صدر کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کے سینہ کو ہدایت ومغفرت، موعظت ونبوت، اور علم وحکمت کے لئے کشادہ کر دیا یہاں تک کہ علم غیب وشہادت اس کی وسعت میں سما گئے۔ اور علوم لدنیہ وحکم الٰہیہ ومعارف ربانیہ وحقائق رحمانیہ سینۂ پاک میں بھر دیئے گئے۔ ایسا ہی تفسیر خزائن العرفان میں ہے۔

اور حضور کا ظاہری شرح صدر بھی ہوا یعنی آپ کا سینۂ مبارک بھی کئی بار چاک کیا گیا جن کا بیان صرف سیرت کی کتابوں ہی میں نہیں بلکہ تفسیر اور صحیح حدیثوں میں بھی ہے۔ پہلی بار جب آپ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے اس وقت آپ کا سینہ چاک کیا گیا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ آپ ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

دوسری بار دس برس کی عمر میں کہ جوانی کی پر آشوب شہوتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں۔ تیسری مرتبہ غار

حرا میں ہوا اور آپ کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الٰہی کے عظیم بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ چوتھی بار شب معراج میں آپ کا سینۂ مبارک چاک کر کے نور وحکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا کہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الٰہی کی تجلیوں کلام ربانی کی ہیبتوں وعظمتوں کو برداشت کر سکیں ایسا ہی تفسیر عزیزی سورۂ الم نشرح صفحہ ۲۳۰،۳۱،۳۲ میں ہے

اور حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "ان الشق الاول کان لاستعداده لنزع العلقة التی قیل له عندها هذا حظ الشیطان منك. و الشق الثانی کان لاستعداده للتلقی الحاصل له فی تلك الیلة، و قد روی ان الشق وقع مرة اخری عند مجئ جبریل له بالوحی فی غار حراء، و روی الشق ایضاً وهو ابن عشر او نحوها فی قصة له مع عبد المطلب اخرجها ابو نعیم فی الدلائل. اه ملخصاً (فتح الباری شرح بخاری جلد اول صفحہ ۶۰۷)

اور حدیث شریف میں ہے: "قال فرج عن سقف بیتی وانا بمکة فنزل جبریل علیه السلام ففرج صدری ثم غسله بماء زمزم ثم جاء بطست من ذهب ممتلی حکمة و ایمانا فافرغه فی صدری ثم اطبقه." یعنی رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے گھر کی چھت پھاڑ دی گئی اس وقت میں مکہ میں تھا تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور میرے سینہ کو چاک کر کے زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر حکمت وایمان سے بھرا ہوا سونے کا ایک طشت لائے تو اسے میرے سینے میں انڈیل دیا پھر اسے بند کر دیا۔ (بخاری شریف جلد اول کتاب الصلاۃ صفحہ ۵۰)

اور دوسری حدیث میں ہے "انطلقوا بی الی زمزم فشرح عن صدری ثم غسل بماء زمزم ثم انزلت. اھ" اور تیسری حدیث میں "اتاه جبریل وهو یلعب مع الغلمان فاخذه فصرعه فشق عن قلبه اه." یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے زمزم کی طرف لے گئے تو میرے سینہ کو چاک کر کے زمزم کے پانی سے دھویا پھر میں چھوڑ دیا گیا۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام ایسی حالت میں آئے کہ آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو انہوں نے آپ کو پکڑ کر لٹا دیا پھر آپ کے قلب کو چاک کر دیا۔ (مسلم شریف جلد اول کتاب الایمان صفحہ ۹۲)

و اللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد غیاث الدین نظامی مصباحی

۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: ڈاکٹر محمد جمیل خاں اشرفی میڈیکل اسٹور، متھرا بازار بلرام پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید میں ہے "ان الشیطٰن للانسان عدو مبین." یعنی

شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شیطان کی پہچان کیا ہے؟ اور ہم اپنے دشمن سے کس طرح بچیں؟ بنیوا توجروا۔

الجواب:- حدیث شریف میں ہے: "ان للشیطن لمة بان آدم و للملك لمة فاما لمة الشيطان فايعاد بالشر و تكذيب بالحق و اما لمة الملك فايعاد الخير و تصديق بالحق." یعنی بیشک ابن آدم کے پاس شیطان بھی آتا ہے اور فرشتہ بھی شیطان کا اس کے پاس آنا تو اس صورت میں ہوتا ہے کہ اسے شر اور خرابی کے ساتھ ڈراتا ہے اور حق کی تکذیب میں مبتلا کرتا ہے اور فرشتے کا آنا اس مشکل میں ہوتا ہے کہ اسے خیر و نیکی کی خوشخبری دیتا اور حق کی تصدیق پر آمادہ کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "یعنی ہم شیطان باوست وہم فرشتہ۔ وہر دورا باا و کارست فاما کار شیطان ترسانیدن بہ بدی وگفتن کہ اگر فلاں کار خیر کردی بہ بدی گرفتار خواہی آمد چنانچہ اگر توکل بر خدا کردی وخود را بعبادت وے گزاشتی بفقر وخواری مبتلا خواہی شد ونسبت بدروغ کردن بحق ست واما کار فرشتہ نوید دادست بہ نیکی ونسبت راستی گرفتن ست بحق وانداختن یقین ست در دل۔ اھ" یعنی انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے اور ایک فرشتہ۔ دونوں اس سے کام رکھتے ہیں شیطان کا کام تو اس کو برائی اور خرابی سے ڈرانا ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ بندے کو یوں کہتا ہے کہ اگر تو نے فلاں نیک کام کیا تو تو برائی اور خرابی میں مبتلا ہوگا مثلاً اگر تو نے خدائے تعالیٰ پر توکل کیا اور اس کی عبادت میں مصروف ہوگیا تو اپنے آپ کو فقر و محتاجی اور ذلت و خواری میں ڈال دے گا اور حق کی تکذیب پر آمادہ کرتا ہے۔ اور فرشتے کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ نیکی کی بشارت دیتا ہے اور حق کی طرف سے سچ وراستی کی نسبت اور یقین کی دولت دل میں ڈالتا ہے۔

لہذا جب بھی کوئی برائی کی طرف آمادہ کرے اور نیک کام سے ڈرائے اور حق کو جھٹلائے تو پہچان لو کہ وہی شیطان ہے اگرچہ وہ انسانی شکل وصورت میں ہو۔ اور اس سے بچنے کے لئے یہ دعا اکثر پڑھتے رہیں "اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِنِ. وَاَعُوۡذُبِكَ رَبِّ اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنَ." و اللّٰہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبدالقادر رضوی ناگوری
۱۱ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسئلہ:- از: سلیم احمد، جسپور، اترانچل

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وملت اس مسئلہ میں کہ کامل پیر کی کیا پہچان ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- حضور فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "پیر کے لئے چار شرطیں ہیں قبل از بیعت ان کا لحاظ فرض ہے۔ اول سنی صحیح العقیدہ ہو، دوم اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے، سوم فاسق معلن نہ ہو، چہارم اس کا سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ اھ" (بہار شریعت اول صفحہ ۷۹)

لہذا جس میں یہ چاروں شرطیں پائی جائیں وہ پیر کامل ہے اور اس کی پہچان کے بارے میں عارف باللہ حضرت سید عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''کہ جملہ عبادات فرائض و واجبات اور سنتوں و نوافل و مستحبات کی ادائیگی اور پابندی میں کوتاہ نہ ہو، پانچوں نمازیں اذان و اقامت اور جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہو، حلال روزی کا پابند ہو اور ہر وہ لقمہ جو غیر حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو یا مشتبہ ہو اس سے احتیاط کلی برتتا ہو، صدق مقال سچا بول یعنی ہرگز جھوٹ غیبت اور فحش زبان پر نہ لاتا ہو کہ سچائی نجات دلاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے، دنیا کی حرص، اس کی لذتیں اس کی خواہش ترک کرتا ہو، اور مخلوق خدا کے اس کی جانب رجوع اور مقبولیت پر کوئی توجہ نہ دیتا ہو، گناہوں اور نافرمانیوں کو یکسر چھوڑتا ہو، اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بجالاتا اور اس کی نافرمانیوں سے پرہیز کو نا اپنے اوپر نہایت اہتمام سے لازم کرتا ہو، کشف و کرامت کا متوالا نہ ہو بلکہ استقامت کا شیدائی ہو اس لئے کہ خلاف عادت امور اور کشف تو بے دینوں سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے "الاستقامة فوق الكرامة." حق پر ثابت قدم رہنا کرامت سے بڑھ کر ہے۔ اھ'' (سبع سنابل شریف صفحہ ۱۶۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: محمد عبد القادر رضوی ناگوری

۲۲ رذی القعدہ ۱۴۱۱ھ

مسئلہ:- از: حافظ جابر علی امام جامع مسجد ریٹ مارکیٹ، جھانسی

بہت سی کتابوں میں چھ کلمے لکھے ہیں لیکن انوار شریعت میں پانچ کلمے ہی ہیں ایسا کیوں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- تمام اسلامی کلموں کے مضامین احادیث طیبات سے ثابت اور اس میں وارد ہیں اور ان کے بارے میں کوئی متعین تعداد شرع میں وارد نہیں ہے کہ کم و بیش سے اس کی مخالفت اور حرج لازم آئے لہذا جمع و تالیف میں مصنفین و مولفین نے مختلف مقاصد کے تحت مختلف تعداد درج فرمائے ہیں اسی طرح مصنف ''انوار شریعت'' قاضی شریعت فقیہ ملت حضرت العلام الشاہ مفتی جلال الدین احمد الامجدی دامت برکاتہم العالیہ نے بھی کچھ خاص وجوہ کے تحت پانچ کلمے درج فرمائے ہیں ان میں ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے لہذا اسی مناسبت سے آپ نے اپنی مذکورہ کتاب میں پانچ کلمے درج فرمائے اور چونکہ کلمہ ''ردکفر'' کلمہ استغفار'' سے زیادہ اہم ہے لہذا استغفار نہ ذکر فرما کر ''ردکفر'' درج فرمایا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ "عن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بنى الاسلام على خمس شهادة ان لااله الا الله وان محمدا عبده و رسوله و اقام الصلاة و ايتاء الزكوة والحج و صوم رمضان" متفق عليه اھ (مشکوۃ صفحہ ۱۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

کتبہ: شبیر احمد مصباحی

مسئلہ:- از: فیروز راحت کلکتوی، محلہ صبنی گر، چھتر پور

اگر کوئی پوچھے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب فرشتوں نے سجدہ کیا تھا تو اس میں کیا پڑھا تھا تو اسے کیا جواب دیا جائے؟ بینوا توجروا.

الجواب:- اس سے کہا جائے گا کہ ایسے بے حاجت سوال نہ کرے سجدہ عبادت میں رب تعالی کی تسبیح پڑھی جاتی ہے مگر یہ سجدہ تحیت تھا اور تحیت صرف سجدہ سے ہو جاتی ہے اس کیلئے کچھ پڑھنے کی حاجت نہیں اور فرشتوں کو صرف سجدہ ہی کا حکم بھی تھا اس لئے ظاہر تر یہ ہے کہ انھوں نے صرف سجدہ پر اکتفا کیا۔ واللہ تعالی اعلم.

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی کتبہ: ابرار احمد اعظمی

۵/ربیع الاول ۲۳ھ

مسئلہ:- از: محمد اجمل بلرامپوری، متعلم جامعہ اشرفیہ مبارک پور

تحریک دعوت اسلامی کے لوگ دیوبندیوں کا کھلا رد نہیں کرتے تو ان کے اس طریقۂ کار سے سنیت کو نقصان پہونچتا ہے یا فائدہ؟ بینوا توجروا.

الجواب:- تحریک دعوت اسلامی کے طریقہ کار سے سوائے فائدہ کے سنیت کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ فریضۂ تبلیغ کو انجام دینے کے لئے ضروری نہیں کہ کھلا رد ہی کیا جائے بلکہ حالات و مصلحت کے پیش نظر نرمی وملائمت کا پہلو قبول حق کے لئے زیادہ معاون و مددگار ہے جیسا کہ حضرت موسی و ہارون علی نبینا علیہما الصلاۃ والسلام کو جب فرعون کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تو باوجودیکہ اس نامراد نے رب ہونے کا دعوی کیا تھا پھر بھی کھلا رد کرنے کے بجائے نرمی وملائمت سے سمجھانے کی بات کہی گئی ارشاد باری تعالی ہوا "فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی" (پ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۴۴) نیز منفعت کی غرض سے اہل باطل کا رد کھلا نہ کرنا اور اختلافی مسائل چھیڑے بغیر انھیں دعوت دینا کہ وہ ہم سے قریب ہو کر ہماری باتیں سنیں تاکہ مذہب حق کو قبول کرنے کے لئے راستہ ہموار ہو یہ انداز تبلیغ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ جیسا کے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ "قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ" (پ۳ سورہ آل عمران آیت ۶۴)

لہذا دور حاضر میں جبکہ دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت نماز کا آڑ لیکر اپنے عقائد باطلہ کو پھیلا رہی ہے اور سنیت کو زبردست نقصان پہونچا رہی ہے جیسا کہ سنیت کا درد رکھنے والے افراد پر پوشیدہ نہیں ہے نیز سنی عوام میں بالخصوص کافی بدعملی پھیلی ہوئی ہے ان کی اکثر مسجدیں ویران ہیں راہ سنت سے کافی دوری پائی جا رہی ہے ایسے ماحول میں ایک ایسی تحریک کی ضرورت تھی جو عوام میں پھیلی ہوئی بدعملی کو دور کرے، ویران مسجد کو آباد کرے، لوگوں کو راہ سنت پر چلنے کی تلقین کرے اور ساتھ ہی دیوبندیوں کے پھیلائے ہوئے عقائد باطلہ کی روک تھام کر کے مذہب اہلسنت و مسلک اعلی حضرت کو فروغ دے اور بحمد اللہ تعالی تحریک دعوت

اسلامی اپنے منفرد طریقہ کار سے اپنے مشن میں کافی حد تک کامیاب نظر آتی ہے۔

چنانچہ اپنے دور کے اہل سنت و جماعت کے جید عالم دین، عظیم مفتی، شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ مولانا الیاس (امیر تحریک دعوت اسلامی) اتنا عظیم الشان عالمگیر پیمانے پر کام کررہے ہیں جس کے نتیجہ میں لاکھوں بدعقیدہ، سنی صحیح العقیدہ ہو گئے اور لاکھوں شریعت سے بیزار افراد شریعت کے پابند ہو گئے بڑے بڑے لکھ پتی کروڑ پتی گریجوٹ نے داڑھیاں رکھیں عمامہ باندھنے لگے پانچوں وقت باجماعت نمازیں پڑھنے لگے اور دینی باتوں سے دلچسپی لینے لگے دوسرے لوگوں میں دینی جذبہ پیدا کرنے لگے (ماہنامہ اشرفیہ صفحہ ۶ جنوری ۲۰۰۰ء) اور بلا شبہ امیر دعوت کے ان کارناموں سے سنیت ہی کو فائدہ پہونچتا ہے تاہم ضرورت پڑنے پر تحریک دعوت الاسلامی کے لوگ دیوبندیوں کا کھلا رد کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے جیسا کہ خود اپنا ذاتی مشاہدہ ہے اور امیر دعوت اسلامی کی متعدد تحریر سے بھی ثابت ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی　　　کتبہ: ابرار احمد اعظمی

۲۴؍ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

مسئلہ:- از: عبدالسلام خان بیر پور متھرا بازار بلرامپور

بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالے جاتے ہیں کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:- شریعت مطہرہ نے یہ ضابطہ مقرر فرمایا ہے کہ وہ طریقہ جو زمانہ اقدس آنحضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد رائج ہوا اگر وہ مقصود شرع کے موافق ہے تو اسے رائج کرنے والے اور اس پر عمل کرنے والے سبھی مستحق اجر و ثواب ہوں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ "من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئ" (مسلم شریف جلد ا صفحہ ۳۲۷) اور عارف باللہ تعالی حضرت سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ العزیز حدیث مذکورہ کے تحت رقم طراز ہیں۔ "قد سمى (رسول الله صلى الله عليه وسلم) ما تحدثه الامة بعده مما هو غير مخالف مقصود شرعه سنة مع انه لم يكن له وجود فى زمنه صلى الله عليه وسلم فالبدعة الحسنة الموافقة مقصود الشرع تسمى سنة" (کشف النور)

لہذا اس شرعی ضابطہ کے تحت بارہ ربیع الاول کو جلوس نکال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل کرنا اور اس نعمت عظمی کا چرچا کرنا جسے مبعوث فرما کر اللہ تعالی نے تمام مومنوں پر احسان جتایا اور اس نعمت عظمی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے دن اظہار خوشی کرنا جائز و مستحسن ہے مقصود شرع کے موافق اور حکم الہی کے عین مطابق ہے کہ ان سب چیزوں سے حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بڑائی کا اظہار مقصود ہے ارشاد باری تعالی ہے۔ "و تعزروه توقروه" (پ ۲۶ سورہ فتح آیت ۹) نیز قاعدہ کلیہ ہے کہ تعظیم کا ہر وہ طریقہ جو اللہ جل شانہ کے ساتھ ہے اسے چھوڑ کر جتنی اور جس طریقے سے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی عظمت اور بڑائی ظاہر کی جائے جائز و مستحسن ہے اور عظیم عبادت سے ہے جیسا کہ حضرت علامہ سیدی عبد الغنی نابلسی علیہ الرحمہ حاشیہ شرح الدرر اور امام اہلسنت علیہ الرحمۃ فتح القدیر سے نقل فرماتے ہیں۔ "کلما کان ادخل فی الادب والاجل کان حسنا" (کشف النور مطبوعہ ترکی صفحہ ۱۲) (فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۸۷) خاتم المحدثین حضرت علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ منظم میں رقم طراز ہیں۔ "تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بانواع التعظیم التی لیس فیها مشارکة الله تعالی فی الالوهیة امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارهم" (فتاوی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۷۸) زین الحرم حضرت سید احمد دحلان مفتی شافعیہ علیہ الرحمہ الدر السنیة صفحہ ۱۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "لیس فی تعظیمه (صلی اللہ علیه وسلم) بغیر صفات الربوبیة شی من الکفر والاشراك بل ذلك من اعظم الطاعات والقربات" اھ حضرت علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی اور شیخ الاسلام والمسلمین امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ "من بالغ فی تعظیم النبی صلی اللہ علیه وسلم بانواع التعظیم ولم یبلغ به ما یختص بالباری تعالی فقد اصاب الحق" (شواہد الحق صفحہ ۱۷۰، شفاء السقام صفحہ ۱۴۰)

لہذا اس اصل کے تحت بھی بارہ ربیع الاول شریف کو جلوس نکال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بڑائی ظاہر کرنا باعث اجر وثواب ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ: ابرار احمد اعظمی
۳ / جمادی الاخری ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی

مرکز تربیت افتاء دار العلوم امجدیہ کا

مختصر تعارف

اس ادارہ کے بانی فقیہ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں، آپ شمالی یوپی کی عظیم درسگاہ ''دار العلوم فیض الرسول'' براؤں شریف میں چالیس سالہ درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور فتویٰ نویسی کے ذریعہ دین کی خدمت انجام دینے کے بعد ریٹائرڈ ہوئے تو اپنے وطن اوجھا گنج آگئے اور مدرسہ امجدیہ ارشد العلوم جو مکتب کی شکل میں پہلے ہی سے چل رہا تھا آپ نے اسے دار العلوم بنادیا اور ایک بیگہ سولہ بسوہ اپنی ذاتی زمین اس کے قیام واستحکام کے لئے دے دی۔ جس میں ۲۶/ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ کو شہزادۂ صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ کے مقدس ہاتھوں سے اس کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا۔

بانی ادارہ کی تقویٰ، پرہیزگاری اور ان کی دینی وملی پر خلوص خدمات کی بناء پر اس دار العلوم کی تعمیر وترقی کے لئے اہل خیر حضرات اس قدر متوجہ ہوئے کہ اوجھا گنج میں دیکھتے ہی دیکھتے مختصر سے عرصہ میں دین کا ایک قلعہ قائم ہوگیا۔ پھر ۵/ذی القعدہ ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۵/مارچ ۱۹۹۶ء کو شارح بخاری فقیہ عصر حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے رد المحتار یعنی شامی کی عبارت خوانی کے ذریعہ ادارہ کے شعبۂ تربیت افتاء کا تعلیمی افتتاح فرمایا اس طرح یہ دار العلوم ملک وملت کا منفرد مفتی ساز ادارہ ہوگیا جہاں ملک کی مشہور معروف درسگاہوں کے فارغ التحصیل علماء فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ پھر فقیہ ملت قبلہ نے ۱۴۱۷ھ سے تربیت افتاء کا پانچ سالہ مراسلاتی کورس بھی جاری کردیا جس سے دور دراز کے علماء خط وکتاب کے ذریعہ مفتی کا کورس کر رہے ہیں۔

●□●

فقیہ ملت قدس سرہٗ کے اقوال زریں

1. مسجد یا مدرسہ کی ملازمت کے معنی میں عالم نہ رہو نائب رسول کے معنی میں عالم بنو کہ رسول کی طرح ہر وقت اسلام وسنیت کی تبلیغ واشاعت کی فکر رکھو اور ہر ممکن طریقہ سے اس کے لئے کوشش کرتے رہو۔
2. عالم کی سند مل جانے کو کافی نہ سمجھو بلکہ زندگی بھر تحصیل علم میں لگے رہو اور یقین کرو کہ زمانہ طالب علمی میں صرف علم حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے اور حقیقت میں علم حاصل کرنے کا زمانہ فراغت کے بعد ہی ہے۔
3. حقیقی عالم دین بننے کے لئے اعلیٰ حضرت اور ان کے ہم مسلک علماء کی کتابوں کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔
4. خود بھی باعمل رہو اور دوسرے کو بھی باعمل بنانے کی کوشش میں لگے رہو۔
5. بدمذہب اور دنیادار مولوی سے دور بھاگو جیسے شیر سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ وہ جان لیتا ہے اور یہ ایمان برباد کرتا ہے۔
6. دین میں کبھی مداہنت نہ اختیار کرو حق گوئی وبیباکی اپنی زندگی کا شعار بناؤ۔
7. اساتذہ کے حقوق کو تمام مسلمانوں کے حقوق سے مقدم رکھو اور کسی طرح کی ایذا ان کو نہ پہنچاؤ ورنہ علم کی برکت سے محروم ہو جاؤ گے۔

●□●